ریاست اور انقلاب

STATE AND REVOLUTION

1917

ڈاکٹر ابن حسن

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

www.Nayaab.Net 2006 انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال

پہلا باب

طبقاتی سماج اور ریاست

1 ۔ریاست ___ ناقابل مصالحت طبقاتی تضادات کی پیداوار

۔۔۔کے نظریے کے ساتھ اس وقت وہی ہو رہا ہے جو تاریخ میں کئی بار انقلابی مفکروں اور مظلوم طبقات کے لیڈروں کے نظریات کے ساتھ آزدی کے لئے ان کی جدوجہد میں ہوا۔عظیم انقلابیوں کی زندگی میں ظلم کرنے والے طبقات نے متواتر ان کا پیچھا کیا،ان کے نظریات کے خلاف انتہائی کینہ،انتہائی نفرت برتی اور جھوٹ اور تہمت تراشی کی انتہائی بے شرمانہ مہمیں چلائیں۔ان کی موت کے بعد، یہ کوششیں کی جا رہی ہیں کہ ان کو بے ضرر مذہبی شبیہوں میں تبدیل کر دیا جائے، یعنی یہ کہنا چاہئے، ان کو مقدس بنا دیا جائے،ان کے ناموں کو ایک حد تک مشہور بنا کر مظلوم طبقات کو "تسلی" دی جائے اور ان کو بے وقوف بنایا جائے، ساتھ ہی انقلابی نظریے کو اس کے مافیہ سے محروم کر دیا جائے،اس کی انقلابی دھار کو کند کر کے بدنما بنا دیا جائے۔آج بورژوازی اور مزدور تحریک کے اندر موقع پرست مارکس ازم کا اس طرح "ملغوبہ بنانے" میں متفق ہیں۔وہ اس نظریے کے انقلابی رخ کو،اس کی انقلابی روح کو فراموش کرتے،مٹاتے اور مسخ کرتے ہیں۔وہ اس بات کو صف اول میں لاتے ہیں اور سراہتے ہیں جو بورژوازی کے لئے قابل قبول ہے یا قابل قبول معلوم ہوتی ہے۔اس وقت سارے سوشل شاونسٹ "مارکس کے حامی" بن گئے ہیں۔(ہنسئے نہیں!) اور جرمن بورژوا عالم جو کل تک مارکس ازم کو ختم کرنے کے ماہر تھے اب اکثر "قومی جرمن" مارکس کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے جیسے ان مزدور

یونیئوں کی تربیت کی ہے جولوٹ مار والی جنگ کے لئے اتنے شان دار طریقے سے منظم کی گئی ہیں!

ان حالات میں، مارکس ازم کو اتنے بےنظیر وسیع پیمانے پر مسخ کرنے کی صورت میں ہمارا سب سے پہلے یہ فریضہ ہے کہ ہم ریاست کے بارے میں مارکس کے اصلی نظریے کو بحال کریں۔ اس کے لئے خود مارکس اور اینگلز کی تصانیف سے متعدد طویل حوالے دینے کی ضرورت ہے۔ یہ سچ ہے کہ طویل حوالے تحریر کو بھاری بنا دیتے ہیں اور اس کو مقبول عام بنانے میں بالکل مدد نہیں دیتے۔ لیکن ان کے بغیر کام چلنا ناممکن ہے۔ ریاست کے موضوع پر مارکس اور اینگلز کی تصانیف سے تمام یا بہر نوع تمام ضروری حصوں کا امکانی طور پر پوری طرح حوالہ دینا چاہئے تاکہ قاری سائنسی سوشلزم کے بانیوں کے خیالات اور ان خیالات کے ارتقا کا مجموعی طور پر خود تصور کر سکے، تاکہ آج کل رائج "کاؤتسکی ازم" نے جس طرح ان کو توڑا مروڑا ہے اس کو دستاویزوں سے ثابت کیا جا سکے اور صاف طور سے دکھلایا جا سکے۔

ہم اینگلز کی سب سے مشہور و مقبول تصنیف "خاندان، ذاتی ملکیت اور ریاست کا ارتقا" سے شروع کریں گے جس کا چھٹا ایڈیشن 1894 میں اشٹوٹگارٹ میں شائع ہو چکا تھا۔ ہمیں اصلی جرمن کتاب سے حوالوں کا ترجمہ کرنا پڑے گا کیونکہ روسی ترجمے، کثیر تعداد ہونے کے باوجود، زیادہ تر غیر مکمل ہیں یا بہت ہی ناقابل اطمینان ہیں۔

اپنے تاریخی تجزیے کے نتائج اخذ کرتے ہوئے اینگلز نے لکھا ہے:

"ریاست کسی طرح ایسی طاقت نہیں ہے جو سماج پر باہر سے مسلط کی گئی ہو۔ اسی طرح ریاست "اخلاقی نظریے کی حقیقت"، "عقل و دانش کی صورت اور

حقیقت" بھی نہیں جیسا کہ ہیگل کا دعویٰ ہے۔ ریاست ارتقا کی خاص منزل پر سماج کی پیداوار ہے، ریاست اس بات کا اعتراف ہے کہ یہ سماج خود اپنے نا قابل حل تضاد میں پھنس گیا ہے، کہ یہ ایسے نا قابل مصالحت تضادات میں پڑ کر ٹوٹ گیا ہے جن کو دور کرنے میں وہ لاچار ہے۔ لیکن اس لئے کہ یہ تضادات، متضاد معاشی مفادات رکھنے والے طبقات ایک دوسرے کو اور سماج کو اس بے سود جدوجہد میں تباہ نہ کر دیں، طاقت کی ضرورت پیدا ہوئی جو بظاہر سماج سے بالاتر ہو، طاقت جو تصادم کو معتدل بنائے، اس کو 'قاعدے' کے اندر رکھے اور یہ طاقت، جو سماج سے پیدا ہوتی ہے لیکن اپنے کو اس سے بالاتر رکھتی ہے اور اس سے زیادہ سے زیادہ بے گانہ ہوتی جاتی ہے، ریاست ہے" (صفحات 178 -177 چھٹا جرمن ایڈیشن)

یہاں پوری صفائی کے ساتھ ریاست کے تاریخی رول اور معنی کے سوال پر مارکس ازم کے بنیادی نظریے کا اظہار کیا گیا ہے۔ ریاست طبقاتی تضادوں کے نا قابل مصالحت ہونے کی پیداوار اور مظہر ہے۔ ریاست وہاں، تب اور اس حد تک پیدا ہوتی ہے، جہاں، جب اور جتنی حد تک طبقاتی تضادوں میں معروضی طور پر مصالحت نہیں پیدا کی جا سکتی۔ اور اس کے برعکس ریاست کا وجود یہ ثابت کرتا ہے کہ طبقاتی تضادات نا قابل مصالحت ہیں۔

اس انتہائی اہم اور بنیادی نکتے پر ہی مارکس ازم کی توڑ مروڑ شروع ہوتی ہے اور وہ دو خاص لائنوں پر چلتی ہے۔

ایک طرف بورژوا اور خاص طور سے پیٹی بورژوا نظریہ داں، مسلمہ تاریخی واقعات کے دباؤ سے یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے ہوئے کہ ریاست کا وجود صرف وہاں ہوتا ہے جہاں طبقاتی تضادات اور طبقاتی جدوجہد ہوتی ہے، مارکس کی "تصحیح"

اس طریقے سے کرتے ہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ ریاست طبقات کی مصالحت کا ادارہ ہے۔ مارکس کے مطابق نہ تو ریاست پیدا ہو سکتی تھی اور نہ اپنے کو قائم رکھ سکتی تھی اگر طبقات میں مصالحت ممکن ہوتی۔ پیٹی بورژوا پروفیسر اور مبلغ جو کچھ کہتے ہیں (مارکس کے کافی اور خیر خواہانہ حوالوں کے ساتھ!) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ریاست طبقات میں مصالحت کراتی ہے۔ مارکس کے مطابق ریاست طبقاتی تسلط کا ادارہ ہے، ایک طبقے کا دوسرے طبقے کو دبانے کا آلہ، یہ "نظم ونسق" کا قیام ہے جو طبقات کے درمیان تصادم کو معتدل بنا کر اس دباؤ کو قانونی اور مستقل بناتا ہے۔ بہر حال پیٹی بورژوا سیاست دانوں کی رائے میں نظم ونسق کا مطلب ایک طبقے کا دوسرے طبقے کو دبانا نہیں بلکہ طبقات کی مصالحت ہی ہے، نہ کہ دباؤ کے شکار طبقات کو ظالموں کا تختہ الٹنے کی جدوجہد کے خاص ذرائع اور طریقوں سے محروم کرنا۔

مثلاً جب 1917 کے انقلاب میں ریاست کی اہمیت اور کردار کا سوال پورے زور کے ساتھ ایسے عملی سوال کی حیثیت سے اٹھا جس کا تقاضہ فوری اقدام تھا اور مزید براں اقدام بڑے پیمانے پر، تو تمام سوشلسٹ انقلابی (3) اور منشویک (4) ایک دم اور پوری طرح اس پیٹی بورژوا نظریے پر اتر آئے کہ "ریاست" طبقات میں "مصالحت" کراتی ہے۔ ان دونوں پارٹیوں کے سیاست دانوں کی بے شمار قراردادیں اور مضامین اس پیٹی بورژوا اور تنگ نظر "مصالحتی" نظریے سے بالکل تر بتر ہیں۔ ریاست کسی خاص طبقے کے تسلط کا ادارہ ہے جس کی مصالحت اس کی ضد (اس کے مخالف طبقے) سے نہیں کرائی جا سکتی۔ یہ بات ایسی ہے جس کو پیٹی بورژوا ڈیموکریسی کبھی نہیں سمجھ سکے گی۔ ریاست کی طرف ان کا رویہ اس واقعہ کا ایک بہت ہی نمایاں مظہر ہے کہ ہمارے سوشلسٹ انقلابی اور منشویک بالکل سوشلسٹ

نہیں ہیں (یہ ایسا نکتہ ہے جس کو ہم بالشویکوں نے ہمیشہ ثابت کیا ہے) بلکہ پیٹی بورژواڈیموکریٹ ہیں جو تقریباً سوشلسٹوں کا طرز بیان اختیار کرتے ہیں۔

دوسری طرف مارکس ازم کی "کاوتسکی والی" توڑمروڑ زیادہ باریک ہے۔ "نظریاتی طور پر" اس سے انکار نہیں کیا جاتا کہ ریاست طبقاتی تسلط کا ادارہ ہے یا طبقاتی تضادات ناقابل مصالحت ہیں۔لیکن مندرجہ ذیل بات کو نظر انداز کیا جاتا ہے یا دھندلکے میں ڈالا جاتا ہے: اگر ریاست طبقاتی تضادات کی غیر مصالحت کا نتیجہ ہے، اگر یہ ایسی طاقت ہے جو اپنے کو سماج سے بالاتر رکھتی ہے اور "سماج سے زیادہ سے زیادہ بے گانہ ہوتی جاتی ہے" تو یہ بات صاف ہے کہ مظلوم طبقے کی آزدی نہ صرف بغیر تشدد آمیز انقلاب کے ناممکن ہے، بلکہ ریاستی اقتدار کی اس مشینری کو تباہ کئے بغیر بھی ناممکن ہے جس کو حکمران طبقے نے بنایا تھا اور جو اس "بیگانگی" کا مجسمہ ہے جیسا کہ ہم بعد کو دیکھیں گے مارکس نے یہ نظریاتی طور پر صریحی نتیجہ انقلاب کے فریضوں کے ٹھوس تاریخی تجزیے کی بناء پر پوری صحت کے ساتھ اخذ کیا۔ اور اسی نتیجے کو ہی، جیسا کہ ہم آگے چل کر تفصیل سے دکھائیں گے، کاؤتسکی نے "فراموش اور مسخ کیا۔

مسلح لوگوں کے مخصوص دستے اور جیل وغیرہ

آگے اینگلز لکھتا ہے:

"بمقابلہ قدیم قبائلی (یا جرگے والی) تنظیم (5) کے ریاست کا امتیاز یہ ہے کہ وہ پہلے اپنے باشندوں کو علاقوں کے مطابق تقسیم کرتی ہے....."

یہ تقسیم ہمیں "فطری" معلوم ہوتی ہے لیکن اس کے لئے قدیم تنظیم سے طویل جدوجہد کرنا پڑی جو نسلوں یا قبیلوں پر مشتمل تھی۔

"....دوسری امتیازی خصوصیت پبلک اقتدار کا قیام ہے جو اب اپنے آپ کو مسلح طاقت کی حیثیت سے منظم کرنے والی آبادی سے براہ راست مطابقت نہیں رکھتا۔ یہ مخصوص، پبلک اقتدار ضروری ہے کیونکہ آبادی کی خودکام کرنے والی مسلح تنظیم سماج کی طبقات میں تقسیم کی وجہ سے ناممکن ہوگئی ہے...اس پبلک اقتدار کا وجود ہر ریاست میں ہوتا ہے۔ یہ نہ صرف مسلح لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے بلکہ مادی ضمیمے، جیل اور ہر قسم کے جبر وتشدد کے اداروں پر بھی، جن کے بارے میں قبائلی (جرگے والا) سماج جانتا تک نہیں تھا...."

اینگلز اس "طاقت" کے خیال کی وضاحت کرتے ہیں جس کو ریاست کہتے ہیں، ایسی طاقت جو سماج سے پیدا ہوئی ہے لیکن اپنے کو اس سے بالاتر رکھتی ہے اور اس سے زیادہ سے زیادہ بیگانہ ہوتی جاتی ہے۔ یہ طاقت خاص طور سے کس پر مشتمل ہے؟ یہ مسلح لوگوں کے مخصوص دستوں پر مشتمل ہے جن کے زیر حکم جیل وغیرہ ہیں۔

ہم بجا طور پر مسلح لوگوں کے مخصوص دستوں کا ذکر کر سکتے ہیں کیونکہ پبلک اقتدار جو ہر ریاست کی خصوصیت ہے مسلح آبادی کے ساتھ، اس کی "خودکام کرنے والی مسلح تنظیم" کے ساتھ "براہ راست مطابقت نہیں رکھتا"۔

تمام عظیم انقلابی مفکروں کی طرح اینگلز طبقاتی شعور رکھنے والے مزدوروں کی توجہ اس بات کی طرف دلانا چاہتے ہیں جس کو اس وقت پھیلی ہوئی تنگ نظری کم سے کم توجہ کے قابل، بہت ہی عام بات، ایسے تعصّبات کی مقدس بنائی ہوئی سمجھتی ہے جو نہ صرف گہری جڑیں رکھتے ہیں بلکہ کہنا چاہئے افتادِ زمانے سے پتھرا چکے ہیں۔ مستقل فوج اور پولیس ریاستی اقتدار کی قوت کا خاص آلہ کار ہیں۔ لیکن اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟

19 صدی کے آخر کے یورپی لوگوں کی غالب اکثریت کے نقطہ نظر سے جن کی طرف اینگلز کا تخاطب تھا اور جو نہ تو واحد بڑے انقلاب سے گذرے تھے اور نہ قریب سے اس کا مشاہدہ کیا تھا، اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا ہے۔ ان کی سمجھ میں یہ بالکل نہیں آتا کہ "آبادی کی خودکام کرنے والی مسلح تنظیم" ہے کیا۔ اس سوال کے جواب میں کہ مسلح لوگوں کے مخصوص دستوں (پولیس اور مستقل فوج) کو سماج سے بالاتر رکھنے اور اپنے آپ کو سماج سے بیگانہ کرنے کی کیا ضرورت ہوئی، مغربی یورپ اور روس کے تنگ نظر لوگ شوق سے چند جملے دہراتے ہیں جو انہوں نے اسپینسر یا میخائیلوفسکی سے مستعار لئے ہیں۔ وہ سماجی زندگی کی بڑھتی ہوئی پیچیدگیوں اور کاموں میں تفریق وغیرہ کا حوالہ دیتے ہیں۔

ایسا حوالہ "سائنسی" معلوم ہوتا ہے اور اہم اور بنیادی واقعہ یعنی ناقابل مصالحت طور پر متضاد طبقات میں سماج کی تفریق کو دھندلا بنا کر تنگ نظر آدمی کو مزے میں سلا دیتا ہے۔

اگر یہ تفریق نہ ہوتی تو "آبادی کے خودکام کرنے والی مسلح تنظیم" اپنی پیچیدگی، اپنی اعلیٰ ٹکنیکی سطح وغیرہ میں، ہاتھ میں لکڑیاں لئے بندروں کے غولوں کی ابتدائی

تنظیم یا قدیم آدمیوں یا جرگوں میں متحد لوگوں کی تنظیم سے ممتاز ہوتی، لیکن ایسی تنظیم ممکن ہوتی۔

یہ ناممکن ہے کیونکہ مہذب سماج کی تفریق متضاد اور مزید براں نا قابل مصالحت طور پر متضاد طبقات میں ہے جن کی "خود کام کرنے والی" اسلحہ بندی کا نتیجہ ان کے درمیان مسلح جد و جہد ہوتا۔ ریاست پیدا ہوتی ہے 'خاص طاقت کی' مسلح لوگوں کے مخصوص دستوں کی تخلیق کی جاتی ہے، اور ہر انقلاب ریاست کی مشینری کو تباہ کر کے ہمیں عریاں طبقاتی جد و جہد دکھاتا ہے، صاف طور پر یہ دکھاتا ہے کہ حکمران طبقہ کس طرح مسلح لوگوں کے مخصوص دستوں کو بحال کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اس کی خدمت کرتے ہیں اور کیسے مظلوم طبقہ اس قسم کی نئی تنظیم بنانے کی کوشش کرتا ہے جو استحصال کرنے والوں کے بجائے استحصال کے شکار لوگوں کی خدمت کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

اوپر کی بحث میں اینگلز نے وہی سوال نظریاتی طور پر اٹھایا ہے جو ہر عظیم انقلاب ہمارے سامنے عملی، صریحی اور مزید براں عوامی اقدام کے پیمانے پر اٹھاتا ہے یعنی مسلح لوگوں کے "مخصوص" دستوں اور" آبادی کی خود کام کرنے والی مسلح تنظیم" کے درمیان باہمی تعلقات کا سوال۔ ہم دیکھیں گے کہ اس سوال کی ٹھوس طور پر تصویر کشی یورپی اور روسی انقلابوں کے تجربے سے ہوتی ہے۔

لیکن ہم اینگلز کے بیان کی طرف واپس آتے ہیں۔

انہوں نے بتایا ہے کہ کبھی کبھی، مثلاً شمالی امریکہ کے بعض حصوں میں یہ پبلک اقتدار کمزور ہے (ان کے ذہن میں یہ سرمایہ دار سماج کا ایک کمیاب استثنیٰ ہے اور شمالی امریکہ کے وہ حصے سامراج سے قبل کے دنوں کے ہیں جہاں آزاد نوآباد

کاروں کا تسلط تھا) لیکن عام طور پر یہ زیادہ طاقتور ہوتا جا رہا ہے:

".... پبلک اقتدار اس حد تک بڑھتا ہے جتنے طبقاتی تضادات ریاست کے اندر زیادہ شدید ہوتے جاتے ہیں اور جس حد تک متصل ریاستیں زیادہ بڑی اور زیادہ آبادی والی ہوتی جاتی ہیں۔ ہمیں صرف موجودہ یورپ پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے جہاں طبقاتی جدوجہد اور فتوحات کے مقابلے نے پبلک اقتدار کو اس بلندی تک پہنچا دیا ہے کہ وہ پورے سماج اور حتیٰ کہ ریاست تک کو ہڑپ کرنے کی دھمکی دے رہا ہے ..."

یہ پچھلی صدی کی دسویں دہائی کی ابتدا میں ہی لکھا گیا ہے کیونکہ اینگلز کے آخری پیش لفظ پر 16 جون 1891 کی تاریخ ہے۔ اس وقت سامراج کی طرف موڑ_ ٹرسٹوں کے مکمل تسلط کے معنی میں، قادر مطلق بڑے بڑے بینکوں کے معنی میں اور بڑے پیمانے پر نوآبادیاتی پالیسی کے معنی میں وغیرہ وغیرہ_ صرف ابھی فرانس میں شروع ہو رہا تھا اور شمالی امریکہ اور جرمنی میں اور بھی کمزور تھا۔ تب سے "فتوحات کے مقابلے" نے زبردست قدم بڑھائے ہیں اور اس وجہ سے اور بھی کہ بیسویں صدی کی دوسری دہائی کی ابتدا میں دنیا ان "مقابلہ کرنے والے فاتحوں" میں یعنی عظیم لوٹ مار کرنے والی طاقتوں میں مکمل طور پر تقسیم ہو گئی ہے۔ اس وقت سے فوجی اور بحری اسلحہ بندی میں ناقابل یقین اضافہ ہوا ہے اور برطانیہ یا جرمنی کے دنیا پر تسلط حاصل کرنے کے لئے، لوٹ مار کی تقسیم کے لئے 17-1914 کی غارت گر جنگ نے نوبت یہاں تک پہنچا دی کہ بہیمانہ ریاستی اقتدار سماج کی تمام طاقتوں کو "ہڑپ" کر کے بالکل تباہ کر دے۔

اینگلز نے 1891 میں ہی یہ بتایا تھا کہ "فتوحات کا مقابلہ" عظیم طاقتوں کی

خارجہ پالیسی کی ایک بہت ہی امتیازی خصوصیت ہے اور منحوس سوشل شاونزم نے 1914-17 میں جبکہ یہ مقابلہ کئی گنا زیادہ ہوگیا اور سامراجی جنگ کا سبب بنا" اپنی "بورژوازی کے قزاقانہ مفادات کی پشت پناہی "وطن کی مدافعت"، "ریپبلک اور انقلاب کی مدافعت" وغیرہ کی لفاظیوں سے کی!

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

ریاست ___ مظلوم طبقے کے استحصال کا آلہ کار

سماج سے بالاتر رہنے والے مخصوص پبلک اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے ٹیکسوں اور ریاستی قرضوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اینگلز لکھتا ہے۔

".... پبلک اقتدار اور ٹیکس وصول کرنے کا اختیار رکھنے والے افسران سماج کے آلہ کار کی حیثیت سے سماج سے بالاتر بن جاتے ہیں۔ وہ آزاد اور رضا کارانہ عزت جو قبائلی (جرگے والے) سماج کے اداروں کو نصیب تھی ان کو مطمئن نہ کرتی، اگر ان کو حاصل بھی ہو سکتی..."۔ افسروں کے تقدس اور عام قوانین سے بالاتر ہونے کے لئے مخصوص قوانین بنائے جاتے ہیں۔ "پولیس کا انتہائی معمولی ملازم" بھی جرگے کے نمائندے سے زیادہ "اختیار" رکھتا ہے لیکن کسی مہذب ریاست کی فوجی طاقت کے سربراہ کے لئے سماج کی وہ "بلا ڈنڈے کے زور کی عزت" قابل رشک ہے جو جرگے کے سردار کو حاصل ہوتی ہے۔

یہاں ریاستی اقتدار کے اداروں کی حیثیت سے افسروں کے خصوصی حقوق کا سوال اٹھایا جاتا ہے۔ خاص نکتہ یہ دکھایا گیا ہے کہ کیا بات ہے جو ان کو سماج سے بالاتر بناتی ہے؟ ہم دیکھیں گے کہ اس نظریاتی سوال کا 1871 میں پیرس کمیون نے عملی طور پر کس طرح جواب دیا اور 1912 میں کاؤتسکی نے رجعت پرست نقطہ نظر سے کس طرح اس کو دھندلا بنا دیا۔

"... کیونکہ ریاست طبقاتی تضادات کو محدود رکھنے کی ضرورت سے پیدا ہوئی، کیونکہ یہ ان طبقات کے درمیان تصادم کے دوران ہی پیدا ہوئی اسی لئے یہ ریاست عام قاعدے کے مطابق انتہائی طاقتور اور معاشی طور پر حکمراں طبقے کی ہوتی ہے جو ریاست کے ذریعہ سیاسی طور پر بھی حکمراں طبقہ بن جاتا ہے اور اس طرح مظلوم طبقے

کو دبانے اور اس کا استحصال کرنے کے نئے ذرائع حاصل کر لیتا ہے..."

نہ صرف قدیم اور جاگیر دارانہ ریاستیں غلاموں او رکسان غلاموں کے استحصال کے ادارے تھے بلکہ اسی طرح "موجودہ نمائندہ ریاست سرمائے کے ہاتھوں اجرتی محنت کے استحصال کا آلہ کار ہے۔ بہر حال، استثنیٰ کے طور پر ایسے دور آتے ہیں جن میں لڑنے والے طبقات اتنی متوازن طاقت حاصل کر لیتے ہیں کہ ریاستی اقتدار کو کچھ وقت کے لئے دونوں طبقات سے اپنے تعلقات میں کسی حد تک خودمختاری حاصل ہو جاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے درمیان ثالث کا رول ادا کرتا ہے..."۔ 17 ویں اور 18 ویں صدیوں کی مطلق العنان شاہی سلطنتیں ایسی ہی تھیں، فرانس میں بونا پارٹ ازم کی پہلی اور دوسری سلطنتیں اور جرمنی میں بسمارک کی سلطنت۔

ہم اپنی طرف سے اضافہ کر سکتے ہیں کہ ریپبلکن روس میں کیرینسکی کی حکومت بھی ایسی ہی ہوگئی جب اس نے انقلابی پرولتاریہ پر ایسے وقت جبر و تشدد شروع کیا جب کہ پیٹی بورژوا ڈیموکریٹوں کی قیادت کی وجہ سے سوویتیں بے بس ہو چکی ہیں اور بورژوازی ابھی تک اتنی مضبوط نہیں ہوئی ہے کہ ان کو منتشر کر سکے۔

اینگلز آگے چل کر کہتے ہیں:

جمہوری ریپبلک میں "دولت اپنی طاقت بالواسطہ استعمال کرتی ہے لیکن زیادہ اعتماد کے ساتھ "پہلے" افسروں کو براہ راست رشوت دے کر" (امریکہ)، دوسرے" حکومت اور اسٹاک ایکس چینج کے اتحاد" کے ذریعہ (فرانس اور امریکہ)۔

آج کل سامراج اور بینکوں کے راج نے ہر طرح کی جمہوری ریپبلکوں میں دولت کی ہمہ گیر طاقت کو برقرار رکھنے اور رائج کرنے کے ان دونوں طریقوں کو

غیر معمولی آرٹ کی حد تک "فروغ" دیا ہے۔ مثلاً اگر روسی جمہوری ریپبلک کے پہلے ہی مہینوں میں، بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ مخلوط حکومت میں "سوشلسٹوں" یعنی سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں کی بورژوازی کے ساتھ شادی کے ماہ عسل میں ہی جناب پالچینسکی نے ان تمام میں توڑ پھوڑ کی جن کا مقصد سرمایہ داروں اور ان کی غارتگر کاروائیوں کو، جنگی ٹھیکوں کے ذریعہ ریاست کے خزانے کو لوٹنے کو روکنا تھا، اگر اس کے بود جناب پالچینسکی کو کابینہ سے استعفیٰ دینے پر (اور واقعی ان کی جگہ ایک اور شخص کو دیئے جانے پر جو بالکل پالچینسکی جیسا تھا) سرمایہ داروں نے ایک لاکھ 20 ہزار روبل سالانہ کی موٹی "ملازمت" دے دی ___ تو یہ سب کیا ہے؟ براہ راست یا بالواسطہ رشوت؟ حکومت اور سینڈیکیٹوں کا اتحاد یا "محض" دوستانہ تعلقات؟ چیرنوف اور تسرے تیلی، اوکسین تیف اور اسکوبیلیف جیسے لوگ اس میں کیا رول ادا کرتے ہیں؟ وہ خزانہ لوٹنے والے کروڑ پتیوں کے "براہ راست" اتحادی ہیں یا صرف بالواسطہ اتحادی؟

جمہوری ریپبلک میں "دولت" کے ہمہ گیر اقتدار کے زیادہ پر اعتماد ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ سیاسی مشینری کی الگ الگ خامیوں پر، سرمایہ داری کے برے سیاسی چھلکے پر منحصر نہیں ہوتا۔ جمہوری ریپبلک سرمایہ داری کے لئے بہترین امکانی سیاسی چھلکا ہے اور اسی لئے ایک بار سرمایہ اس بہترین چھلکے کی ملکیت حاصل کرنے کے بعد (پالچینسکنیوں، چیرنوفوں، تسرے تیلیوں اینڈ کمپنی کے ذریعہ) اپنے اقتدار کو اتنے اعتماد، اتنے یقین کے ساتھ جماتا ہے کہ بورژوا جمہوری ریپبلک میں اشخاص، اداروں یا پارٹیوں میں کوئی بھی تبدیلی اس کو نہیں ہلا سکتی۔

ہمیں اس بات کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیے کہ اینگلز پورے بھروسے کے

ساتھ عام حق رائے دہی کو بھی بورژوازی کے تسلط کا آلہ کہتے ہیں۔ جرمن سوشل ڈیموکریسی کے طویل تجربے کے پیش نظر ہی وہ کہتے ہیں کہ عام حق رائے دہی:

"مزدور طبقے کی پختگی کا پیمانہ ہے۔ موجودہ ریاست میں نہ تو وہ اس سے زیادہ دے سکتا ہے اور نہ کبھی دے گا"۔ ہمارے سوشلسٹ انقلابی اور منشویک جیسے پیٹی بورژوا ڈیموکریٹ اور ان کے سگے بھائی مغربی یورپ کے سارے سوشل شاؤنسٹ اور موقع پرست بھی اس عام حق رائے دہی سے ٹھیک اسی "زیادہ" کی توقع رکھتے ہیں۔ وہ خود اس خیال کے ہیں اور عوام کے دماغ میں بھی یہ غلط خیال بٹھاتے ہیں کہ "آج کی ریاست میں "عام حق رائے دہی واقعی اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ وہ محنت کشوں کی اکثریت کی مرضی کا اظہار کر سکے اور زندگی میں اس کے نفاذ کو مضبوط بنا سکے۔

ہم یہاں صرف اس غلط خیال کی طرف توجہ کر سکتے ہیں، صرف یہ دکھا سکتے ہیں کہ اینگلز کے بالکل صاف، ٹھیک اور ٹھوس بیان کو "سرکاری" (یعنی موقع پرست) سوشلسٹ پارٹیوں کے پروپیگنڈا اور ایجی ٹیشن میں ہر قدم پر مسخ کیا جاتا ہے۔ اس خیال کے سارے جھوٹ کی تفصیلی وضاحت جس کو اینگلز نے رد کر دیا ہے، ہمارے یہاں آگے چل کر "آج کی "ریاست کے بارے میں مارکس اور اینگلز کی رائے کے سلسلے میں کی گئی ہے۔

اینگلز نے اپنی رائے کے عام نتائج اپنی انتہائی مقبول عام تصنیف میں مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کئے ہیں:

"تو ریاست کا وجود ابد سے نہیں ہے۔ ایسے سماج بھی ہوئے ہیں جو اس کے بغیر بھی تھے، جو ریاست اور ریاستی اقتدار کا کوئی تصور نہ رکھتے تھے۔ معاشی ارتقاء

کی ایک معینہ منزل پر، جو لازمی طور پر سماج کی طبقات میں تفریق سے منسلک تھی، ریاست اس تفریق کے باعث ضروری ہوگئی۔ اب ہم پیداوار کے ارتقاء کی ایسی منزل کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں جس میں ان طبقات کا وجود نہ صرف ضروری نہیں رہے گا بلکہ پیداوار کے لئے براہ راست رکاوٹ بن جائے گا۔ طبقات اسی طرح لازمی طور پر غائب ہو جائیں گے جیسے وہ ماضی میں لازمی طور پر نمودار ہوئے تھے۔ طبقات کے غائب ہونے پر لازمی طور سے ریاست بھی غائب ہو جائے گی۔ سماج، جو پیداوار کرنے والوں کے آزاد اور مساوی اتحاد کی بناء پر پیداوار کو نئے طریقے سے منظم کرے گا، ساری ریاستی مشینری کو اس کے صحیح مقام پر بھیج دے گا یعنی آثار قدیمہ کے میوزیم میں، چرخوں اور کانسے کی کلہاڑیوں کے پہلو میں"۔

ہمیں یہ اقتباس موجودہ سوشل ڈیموکریسی کے پروپیگنڈا اور ایجی ٹیشن کے لٹریچر میں کم نظر آتا ہے۔ لیکن جب کبھی یہ اقتباس ملتا ہے تو اس کا حوالہ زیادہ تر اس طریقے سے دیا جاتا ہے جیسے کوئی کسی مذہبی شبیہہ کے سامنے احترام سے جھکے یعنی اینگلز کے لئے رسمی طور پر احترام کا اظہار کیا جاتا ہے، اس بات کو سمجھنے کی کوشش کئے بغیر کہ اس انقلاب کا کیسی وسعت اور گہرائی سے اندازہ لگایا جاتا ہے جو اس "ساری ریاستی مشینری کو آثار قدیمہ کے میوزیم بھیجنے کا تصور پیش کرتا ہے۔ زیادہ تر یہ بھی نہیں سمجھا جاتا کہ اینگلز جس کو ریاستی مشینری کہتے ہیں وہ کیا چیز ہے۔

4۔ ریاست کا "رفتہ رفتہ مٹنا" اور تشدد آمیز انقلاب

ریاست کے "رفتہ رفتہ مٹنے" کے بارے میں اینگلز کے الفاظ اس قدر مشہور ہیں، ان کا اتنا زیادہ حوالہ دیا جاتا ہے اور وہ اتنی وضاحت کے ساتھ یہ دکھاتے ہیں کہ موقع پرستی میں مارکس ازم کے ساتھ جعل سازی کا نچوڑ کیا ہے کہ ہمیں ان پر تفصیل سے روشنی ڈالنا چاہیے۔ ہم اس تمام بحث کو پیش کریں گے جس سے یہ الفاظ لئے گئے ہیں:

"پرولتاریہ ریاستی اقتدار پر قبضہ کر کے سب سے پہلے ذرائع پیداوار کو ریاستی ملکیت بناتا ہے لیکن اس طرح وہ پرولتاریہ کی حیثیت سے اپنے کو ختم کر لیتا ہے، سارے طبقاتی امتیاز اور طبقاتی تضاد ختم کر دیتا ہے اور اس کے ساتھ ریاست کو بھی ریاست کی حیثیت سے ختم کر دیتا ہے۔ جو سماج پہلے تھا اور اب بھی موجود ہے اس کو طبقاتی تضادات کے درمیان کارفرما ہوتے ہوئے ریاست کی ضرورت تھی یعنی استحصال کرنے والے طبقے کی ایک تنظیم کی تاکہ وہ پیداوار کی اپنی خارجی شرائط کو برقرار رکھ سکے اور اسی لئے، خاص طور سے، موجودہ طریقہ پیداوار کے متعین کئے ہوئے جبر و تشدد کے حالات میں (غلامی، کسان غلامی، اجرتی محنت) استحصال کے شکار طبقے کو جبریہ قائم رکھنے کے مقصد سے۔ ریاست مجموعی طور پر سارے سماج کی سرکاری نمائندہ تھی، مجسم کارپوریشن میں اس کا ارتکاز تھا۔ لیکن وہ ایسی صرف اس حد تک تھی جس حد تک وہ اس طبقے کی ریاست تھی جو اپنے دور کے لئے سارے سماج کا واحد ترجمان ہوتا تھا: قدیم زمانے میں وہ غلام دار شہریوں کی ریاست تھی، ازمنہ وسطی میں جاگیردار امراء کی اور ہمارے زمانے میں بورژوازی کی۔ اور جب آخر میں ریاست پورے سماج کی حقیقی نمائندہ بنتی ہے تو وہ اپنے آپ کو بے ضرورت

بنا دیتی ہے۔ اس وقت سے جب کوئی ایسا سماجی طبقہ نہیں رہ جاتا جس کو دباؤ میں رکھنے کی ضرورت ہو، اس وقت سے جب طبقاتی حکمرانی اور پیداوار میں موجودہ نراج کی وجہ سے انفرادی وجود کی جدوجہد کے ساتھ وہ تصادم اور شدائد (انتہاپرستی) جو اس جدوجہد سے پیدا ہوتے ہیں، غائب ہو جاتے ہیں_ اس وقت سے کسی کو نہیں دبایا جائے گا اور دباؤ ڈالنے والی مخصوص طاقت، ریاست کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ پہلا اقدام جس کے ذریعہ ریاست حقیقت میں سارے سماج کی نمائندہ کی حیثیت سے سامنے آتی ہے_ سماج کی طرف سے ذرائع پیداوار کا مالک بن بیٹھنا ہے_ یہ ریاست کی حیثیت سے اس کا آخری آزاد اقدام بھی ہے_ سماجی تعلقات میں ریاستی اقتدار کی مداخلت یکے بعد دیگرے ہر شعبے میں بےضرورت ہوتی جاتی ہے اور پھر خود ہی مر جاتی ہے۔ اشخاص کی حکومت کی جگہ چیزوں کا انتظام اور پیداواری عوامل کی رہنمائی لے لیتی ہے۔

ریاست "منسوخ" نہیں ہوتی بلکہ وہ رفتہ رفتہ مٹ جاتی ہے۔ اس بنیاد پر "آزاد عوامی ریاست" کے فقرے کے معنی کا اندازہ لگانا چاہیے، فقرہ جو ایجی ٹیشن کے نقطہ نظر سے کچھ وقت کے لئے بجا طور پر استعمال کیا جا سکتا تھا اور آخری اندازے میں سائنسی طور پر ناموزوں تھا۔ اس بنیاد پر نام نہاد انارکسٹوں کے اس مطالبے کا بھی اندازہ لگانا چاہیے کہ ریاست کو بس فوراً منسوخ کر دیا جائے" ("اینٹی ڈیورنگ"۔ سائنس میں الٹ پلٹ، جو جناب ایوگینی ڈیورنگ کی تخلیق ہے" تیسرا جرمن ایڈیشن)۔

بلا کسی غلطی کے خوف کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اینگلز کی اس بحث سے، جو لاجواب خیالات سے مالا مال ہے، صرف ایک نکتہ موجودہ سوشلسٹ پارٹیوں میں

سوشلسٹ خیال کا واقعی جزو بن چکا ہے یعنی یہ کہ بقول مارکس کے ریاست ''رفتہ رفتہ مٹ جاتی ہے'' جو انارکسٹوں کے اس نظریے سے مختلف ہے کہ ریاست ''منسوخ'' ہو جاتی ہے۔ اس حد تک مارکس ازم کی کتر بیونت کرنے کا مطلب اس کو موقع پرستی تک گرا دینا ہے کیونکہ یہ "توضیح "ایک سست، ہموار اور رفتہ رفتہ تبدیلی کا، چھلانگوں اور طوفانوں کی غیر موجودگی کا صرف ایک بہت مبہم تصور پیدا کرتی ہے۔ ریاست کے "رفتہ رفتہ مٹنے" کا مطلب، رائج، عام طور پر پھیلے ہوئے اور اگر اس طرح کہا جا سکتا ہے، مقبول تصور کے لحاظ سے بلاشبہ اگر انقلاب سے انکار نہیں تو اس کو غیر واضح بنانا ضرور ہے۔

بہر حال ایسی "توضیح" مارکس ازم کو بھونڈے طریقے سے مسخ کرنا ہے جو صرف بورژوازی کے لئے مفید ہے۔ نظریاتی لحاظ سے اس کی بنیاد ایسے انتہائی اہم واقعات اور خیالات کو نظر انداز کرنے پر ہے جن کا حوالہ اینگلز کی "مختتم" بحث میں ہے جس کو ہم نے پورے کا پورا یہاں دے دیا ہے۔

اول اینگلز نے اس بحث کی ابتدا ہی میں کہا ہے کہ ریاستی اقتدار پر قبضہ جما کر پرولتاریہ "اس طرح ریاست کو ریاست کی حیثیت سے ختم کر دیتا ہے"۔ اس کا کیا مطلب ہے، اس کے بارے میں سوچنا "منظور نہیں" ہے۔ عام طور پر اس کو قطعی نظر انداز کر دیا جاتا ہے یا اس کو اینگلز کی "ہیگلیائی کمزوری" سمجھا جاتا ہے۔ دراصل ان الفاظ میں ایک بہت ہی بڑے پرولتاری انقلاب کے تجربے کا، 1871 کے پیرس کمیون کے تجربے کا مختصر طور سے اظہار کیا گیا ہے جس کا ذکر ہم زیادہ تفصیل سے مناسب جگہ پر کریں گے۔ دراصل اینگلز یہاں پرولتاری انقلاب کے ہاتھوں بورژوا ریاست کے "خاتمے" کے بارے میں بتاتے ہیں جبکہ ریاست کے رفتہ رفتہ

مٹنے کے الفاظ کا تعلق سوشلسٹ انقلاب بعد پرولتاری ریاست کی باقیات سے ہے۔ اینگلز کے بیان کے مطابق بورژوا ریاست "رفتہ رفتہ مٹی" نہیں ہے بلکہ پرولتاریہ اس کو انقلاب کے دوران "ختم" کر دیتا ہے۔ اس انقلاب کے بعد جو رفتہ رفتہ مٹنا ہے وہ پرولتاری ریاست یا نیم ریاست ہے۔

دوسرے، ریاست" دباؤ کے لئے مخصوص طاقت ہے۔ اینگلز کی اس لا جواب تعریف میں اعلیٰ درجے کی گہرائی ہے اور اس کو انہوں نے بڑی صفائی سے پیش کیا ہے۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس "دباؤ" کے لئے مخصوص طاقت کی جگہ جس کے ذریعہ بورژوازی پرولتاریہ کو، مٹھی بھر امیر لوگ کروڑوں محنت کشوں کو دباتے ہیں، "دباؤ کے لیے اس مخصوص طاقت" کو لینا چاہئے جس کے ذریعہ پرولتاریہ (پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ) بورژوازی کو دبا سکے۔ "ریاست کی حیثیت سے ریاست کے خاتمے" کا ٹھیک یہی مطلب ہے۔ ٹھیک یہی "اقدام" ہے سماج کی طرف سے ذرائع پیداوار پر ملکیت حاصل کرنے کا۔ اور یہ بات خود واضح ہے کہ ایک (بورژوا) "مخصوص طاقت" کی جگہ دوسری (پرولتاری) "مخصوص طاقت" کو اس طرح لانا "رفتہ رفتہ مٹنے" کی صورت ممکن نہیں ہے۔

تیسرے، ریاست کے "رفتہ رفتہ مٹنے" اور اس سے بھی زیادہ تشریحی اور رنگین الفاظ میں "مرجانے" کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے اینگلز نے بہت صاف اور واضح طور پر اس دور کا حوالہ دیا ہو جو "سارے سماج کی طرف سے ذرائع پیداوار پر ریاست کے ملکیت حاصل کرنے" کے بعد آئے گا یعنی سوشلسٹ انقلاب کے بعد۔ ہم سب جانتے ہیں کہ اس وقت "ریاست" کی سیاسی شکل انتہائی مکمل جمہوریت ہوگی۔ لیکن کسی موقع پرست کے سر میں نہیں سماتا، جو بے شرمی سے

مارکس ازم کو مسخ کرتے ہیں، کہ اینگلز یہاں جمہوریت کے "مرجانے" اور "رفتہ رفتہ مٹنے" کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ پہلی نظر میں تو عجیب سا لگتا ہے۔ لیکن یہ "نا قابل فہم" صرف ان لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے یہ نہیں سوچا ہے کہ جمہوریت بھی ریاست ہوتی ہے اور اس طرح جب ریاست غائب ہوتی ہے اور تو جمہوریت بھی غائب ہو جاتی ہے۔ صرف انقلاب ہی بورژوا ریاست کو "ختم" کر سکتا ہے۔ عام طور پر ریاست یعنی انتہائی مکمل جمہوریت صرف "رفتہ رفتہ مٹ" سکتی ہے۔

چوتھے، اپنا یہ مشہور نظریہ مرتب کرنے کے بعد کہ "ریاست رفتہ رفتہ مٹ جاتی ہے" اینگلز فوراً ٹھوس طریقے سے وضاحت کرتے ہیں کہ یہ نظریہ موقع پرستوں اور انارکسٹوں دونوں کی مخالفت کے لئے ہے۔ ایسا کرتے ہوئے اینگلز "ریاست رفتہ رفتہ مٹ جانے" کے نظریے کی بناء پر اس نتیجے کو اولیں جگہ دیتے ہیں جس کا رخ موقع پرستوں کے خلاف ہے۔

یہ بات شرط لگا کر کہی جا سکتی ہے کہ ان ہر دس ہزار لوگوں میں سے جنہوں نے ریاست کے "رفتہ رفتہ مٹنے" کے بارے میں پڑھا یا سنا ہے 9990 لوگ اس بات سے بالکل بے خبر ہیں یا ان کو یاد نہیں ہے کہ اینگلز نے اس نظریے سے اخذ کئے ہوئے اپنے نتائج کا رخ صرف انارکسٹوں کے خلاف نہیں رکھا ہے۔ اور بقیہ دس لوگوں میں سے نو "آزاد عوامی ریاست" کے معنی اور یہ بھی نہیں جانتے کہ اس نعرے پر حملے کے معنی موقع پرستوں پر حملے کے معنی کیوں ہیں۔ تاریخ اسی طرح لکھی جاتی ہے! اسی طرح عظیم انقلابی تعلیم کو مخفی طور پر جھٹلایا جاتا ہے اور رائج تنگ نظری کے مطابق ڈھالا جاتا ہے۔ انارکسٹوں کے خلاف اخذ کیا ہوا نتیجہ ہزاروں بار دہرایا جا چکا ہے، اس کو بھونڈا بنایا گیا ہے، انتہائی چھچھوری صورت میں لوگوں کے دماغوں

میں ٹھونسا گیا ہے اور اس نے ایک تعصب کی صورت اختیار کر لی ہے جبکہ موقع پرستوں کے خلاف نتیجے کو مبہم بنا کر "فراموش" کر دیا گیا ہے۔

آٹھویں دہائی میں جرمن سوشل ڈیموکریٹوں میں "آزاد عوامی ریاست" پروگرام والا مطالبہ اور چلتا ہوا نعرہ تھا۔ یہ نعرہ سیاسی مطلب سے بالکل عاری ہے سوائے اس کے کہ وہ جمہوریت کے نظریے کو شاندار عامیانہ طریقے سے پیش کرتا ہے۔ جس حد تک اس میں قانونی طور پر جمہوری ریپبلک کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس حد تک اینگلز اس کے استعمال کو "کچھ وقت کے لئے "ایجی ٹیشن کے نقطہ نظر سے "جائز" سمجھنے کو تیار ہو گئے۔ لیکن یہ موقع پرست نعرہ تھا کیونکہ یہ نہ صرف بورژوا جمہوریت کے آرائش حسن کے لئے تھا بلکہ اس میں عام طور سے ہر ریاست پر سوشلسٹ تنقید کو سمجھنے میں ناکامی کا اظہار بھی تھا۔ سرمایہ دار نظام کے تحت پرولتاریہ کے لئے ریاست کی بہترین شکل کی حیثیت سے ہم جمہوری ریپبلک کے حق میں ہیں لیکن ہمیں یہ بھولنے کا کوئی حق نہیں ہے کہ انتہائی جمہوری بورژوا ریپبلک میں بھی اجرت کی غلامی لوگوں کا نوشتہ تقدیر ہے۔ مزید یہ کہ ہر ریاست آزاد اور عوامی نہیں ہوتی ہے۔ مارکس اور اینگلز نے اس بات کی وضاحت بار بار اپنے پارٹی رفیقوں سے آٹھویں دہائی میں کی۔

پانچویں، اینگلز کی اسی تصنیف میں، جس کی ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے کی دلیل ہر ایک کو یاد ہے، ایک دلیل تشدد آمیز انقلاب کی اہمیت کے بارے میں بھی ہے۔ اینگلز نے اس کے تاریخی رول کا جو تجزیہ کیا ہے وہ تشدد آمیز انقلاب کا سچ سچ کا قصیدہ بن گیا ہے۔ اس کو "کوئی بھی یاد نہیں کرتا"۔ موجودہ سوشلسٹ پارٹیوں میں ان خیالات کی اہمیت کے بارے میں بات کرنا یا سوچنا بھی پسندیدہ نہیں ہے

اورلوگوں کے درمیان روزمرہ کے پروپیگنڈے اور ایجی ٹیشن میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اوراس کے باوجود وہ ریاست کے "رفتہ رفتہ مٹنے" کے ساتھ لازمی لازمی طور پر مجموعی طور سے منسلک ہیں۔

یہ ہے اینگلز کی دلیل:

"...یہ بات کہ تشدد تاریخ میں ایک اور رول" (بدی کی طاقت کے علاوہ)" بھی ادا کرتا ہے یعنی ایک انقلابی رول، کہ مارکس کے الفاظ میں یہ ہر پرانے سماج کی دایہ ہے جو نئے سماج کی حاملہ ہوتی ہے، کہ تشدد ایک ایسا آلہ ہے جس کے ذریعہ سماجی تحریک اپنا راستہ بناتی ہے اور وہ مردہ، پتھرائے ہوئے سیاسی پیکروں کو توڑ پھوڑ دیتی ہے_ اس کے بارے میں جناب ڈیورنگ کے یہاں ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ وہ صرف آہوں اور کراہٹوں کے ساتھ اس بات کے امکان کو تسلیم کرتے ہیں کہ استحصال کرنے والوں کی حکمرانی ختم کرنے کے لئے شاید تشدد کی ضرورت ہوگی_ افسوس کی بات ہے، کیونکہ، دیکھئے نا، تشدد کا ہر استعمال اس شخص کو بد اخلاق بنا دیتا ہے جو اس کو استعمال کرتا ہے۔ اور یہ اس زبردست اخلاقی اور نظریاتی ابھار کے باوجود کہا جاتا ہے جو ہر فتح یاب انقلاب کا نتیجہ رہا ہے! اور یہ جرمنی میں کہا جاتا ہے، جہاں تشدد آمیز تصادم کا، جو عوام پر مسلط کیا جا سکتا ہے، کم از کم یہ فائدہ ہوا ہوتا کہ وہ اس غلامانہ ذہنیت کو دھو ڈالے جو قوم کے ذہن میں تیس سال جنگ (6) کی ذلت کی وجہ سے رچ بس گئی ہے۔ اور یہ پھیکا، غیر دلچسپ اور کمزور پادریوں جیسا طریقہ فکر اپنے کوتاریخ میں انتہائی انقلابی پارٹی پر مسلط کرنا چاہتا ہے"؟ (صفحہ 193، تیسرا جرمن ایڈیشن، حصہ 2 باب 4 کا آخر)۔

تشدد آمیز انقلاب کے اس قصیدے کو، جس کی طرف اینگلز نے 1878 سے اور 1894 تک یعنی اپنی موت کے وقت تک جرمن سوشل ڈیموکریٹوں کی توجہ مستقل طور پر دلائی، کیسے ریاست کے "رفتہ رفتہ مٹنے" کے سے مربوط کیا جا سکتا ہے تا کہ واحد نظریہ بن جائے؟

عام طور پر دونوں کو متحد کیا جاتا ہے Electicism کی مدد سے یعنی بے اصول یا سوفسطائی من مانے طریقے سے (یا صاحبان اقتدار کو خوش کرنے کے لئے) کبھی ایک اور کبھی دوسری دلیل لے کر اور اگر زیادہ نہیں تو 100 میں سے 99 صورتوں میں "رفتہ رفتہ مٹنے" کے خیال کو صف اول میں رکھا جاتا ہے۔ جدلیات کی جگہ Electicism کو دی جاتی ہے۔ مارکس ازم کے تعلق سے موجودہ سرکاری سوشل ڈیموکریٹک لٹریچر میں یہ بہت ہی عام اور وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا مظہر ہے۔ اس طرح کی تبدیلی دراصل کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس کو یونان کے کلاسیکی فلسفے میں بھی دیکھا گیا ہے۔ موقع پرستانہ ڈھنگ سے مارکس ازم کو جھٹلانے کے لئے جدلیات کی جگہ Electicism کو رکھنا لوگوں کو دھوکہ دینے کا سب سے آسان طریقہ ہے۔ اس سے پرفریب اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ وہ عمل کے تمام پہلوؤں، ارتقاء کے سارے رجحانوں اور سب متضاد اثرات وغیرہ کو نظر میں رکھتا ہے جبکہ حقیقت میں وہ سماجی ارتقاء کے عمل کے سالم اور انقلابی خیال کو ذرا بھی نہیں پیش کرتا۔

ہم اوپر کہہ چکے ہیں اور آگے چل کر یہ زیادہ تفصیل سے بتائیں گے کہ تشدد آمیز انقلاب کے ناگزیر ہونے کے بارے میں مارکس اور اینگلز کے کا تعلق بورژوا ریاست سے ہے۔ اس کو "رفتہ رفتہ مٹنے" کے ذریعہ پرولتاری ریاست

(پرولتاری ڈکٹیٹر شپ) میں نہیں بدلا جا سکتا بلکہ عام قاعدے کے مطابق صرف تشدد آمیز انقلاب کے ذریعہ بدلا جا سکتا ہے۔ اینگلز نے اس کے اعزاز میں جو قصیدہ پیش کیا ہے اور جو مارکس کے متعدد بیانوں سے مطابقت رکھتا ہے (یاد کیجئے " فلسفے کا افلاس " اور " کمیونسٹ مینی فسٹو " کے آخری حصے جن میں فخر کے ساتھ کھلم کھلا تشدد آمیز انقلاب کے ناگزیر ہونے کا اعلان کیا گیا ہے۔ یاد کیجئے کہ مارکس نے تیس سال بعد 1875 کے گوتھا پروگرام (7) تنقید کرتے ہوئے کیا لکھا تھا جب انہوں نے اس پروگرام کی موقع پرستی پر سختی سے سرزنش کی ہے)۔ یہ قصیدہ کسی طرح محض " جوش " ، محض ہیجانی تقریر یا کٹ حجتی نہیں ہے۔ باقاعدگی کے ساتھ عوام کو تشدد آمیز انقلاب کے اسی اور ٹھیک اسی خیال کی تربیت دینے کی ضرورت مارکس اور اینگلز کے پورے کی بنیاد ہے۔ فی الحال رائج سوشل شاؤنسٹ اور کاؤتسکی والے رجحانات کی اس سے غداری کا اظہار نمایاں طور پر اس سے ہوتا ہے کہ ان دونوں رجحانوں میں ایسے پروپیگنڈے اور ایجی ٹیشن کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

تشدد آمیز انقلاب کے بغیر یہ ناممکن ہے کہ پرولتاری ریاست بورژوا ریاست کو بدل دے۔ پرولتاری ریاست کا خاتمہ یعنی عام طور پر ریاست کا خاتمہ " رفتہ رفتہ مٹنے " کے عمل سے گزرے بغیر ناممکن ہے۔

ان خیالات کی تفصیلی اور ٹھوس وضاحت مارکس اور اینگلز نے ہر انقلابی صورت حال کے مطالعہ، ہر انقلاب کے تجربے کے سبقوں کے تجزئے کے دوران کی ہے۔ ہم اب اس طرف آئیں گے جو بلاشبہ ان کے کا انتہائی اہم حصہ ہے۔

دوسرا باب

ریاست اور انقلاب

1848_51 کا تجزیہ

1۔انقلاب سے ماقبل

پختہ مارکس ازم کی پہلی تصانیف " فلسفے کا افلاس " اور " کمیونسٹ مینی فسٹو " 1848 کے انقلاب سے ذرا پہلے شائع ہوئیں۔ اسی سبب سے، مارکس ازم کے عام اصول پیش کرنے کے علاوہ وہ ایک حد تک اس وقت کی ٹھوس انقلابی صورت حال کی عکاسی کرتی ہیں۔ اسی لئے شاید اس کا جائزہ لینا زیادہ مناسب ہوگا کہ ان تصانیف کے خالقوں نے ریاست کے بارے میں 1848_51 کے تجربے سے نتائج اخذ کرنے سے فوراً پہلے کیا کہا ہے۔

طبقات کے خاتمے کے بعد ریاست کے غائب ہونے کے خیال کی ایسی عام تشریح کا اس تشریح سے مقابلہ کرنا سبق آموز ہوگا جو کمیونسٹ مینی فیسٹو میں دی گئی ہے جس کو مارکس اور اینگلز نے چند مہینے بعد یعنی نومبر 1874 میں لکھا تھا:

... پرولتاریہ کے ارتقا کے انتہائی عام ادوار کی تشریح کرتے ہوئے، ہم نے موجودہ سماج میں اس کم وبیش ڈھکی چھپی خانہ جنگی کا پتہ اس حد تک لگایا جہاں پہنچ کر یہ جنگ کھلے انقلاب کی شکل میں پھوٹ پڑتی ہے اور جہاں تشدد کے ساتھ بورژوازی کا تختہ الٹ کر پرولتاریہ اپنے تسلط کی بنیاد ڈالتا ہے...

پرولتاریہ اپنے سیاسی تسلط کو اس لئے استعمال کرتا ہے ہ درجہ بدرجہ وہ سارا سرمایہ بورژوازی سے چھین لے، پیداوار کے سارے آلات و اوزار ریاست کے

ہاتھوں میں مرکوز کر دے یعنی پرولتاریہ کے ہاتھوں میں جو حکمراں طبقے کی حیثیت سے منظم ہو اور جتنی جلد ممکن ہو مجموعی پیداواری طاقتوں کیں اضافہ کر دے۔ (صفحات، 37 ,31 ساتواں جرمن ایڈیشن، 1906)

یہاں ہم ریاست کے سوال پر مارکس ازم کے ایک بہت ہی لاجواب اور انتہائی اہم خیال کو کلیے کی صورت میں دیکھتے ہیں یعنی "پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ" کے خیال کو (جیسا کہ مارکس اور اینگلز اس کو پیرس کمیون کے بعد کہنے لگے تھے) اور ریاست کی ایک بہت ہی دلچسپ تعریف کو بھی۔ یہ بھی مارکس ازم کے "بھولے بسرے الفاظ" میں شامل ہے۔ "ریاست یعنی حکمران طبقے کی حیثیت سے منظم پرولتاریہ"۔

ریاست کی اس تعریف کی وضاحت سرکاری سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں کے رائج پروپیگنڈے اور ایجی ٹیشن کے لٹریچر میں کبھی نہیں کی گئی ہے۔ مزید براں، اس کو جان بوجھ کر نظر انداز کیا گیا ہے کیونکہ یہ اصلاح پرستی سے ذرا بھی میل نہیں کھاتی اور "جمہوریت کے پرامن ارتقا" کے بارے میں عام موقع پرست تعصّبات اور تنگ نظر فریبوں کے منہ پر تھپڑ ہے۔

پرولتاریہ کو ریاست کی ضرورت ہے ___ یہ سب موقع پرست، سوشل شاونسٹ اور کاؤتسکی والے دہراتے ہیں اور یقین دلاتے ہیں کہ مارکس کی تعلیم یہی ہے لیکن اس میں یہ اضافہ کرنا "بھول جاتے ہیں" کہ اول تو، مارکس کے کہنے کے مطابق پرولتاریہ کو صرف ایسی ریاست کی ضرورت ہے جو رفتہ رفتہ مٹ رہی ہے یعنی ریاست کی تشکیل اس طرح ہوئی ہو کہ وہ فوراً رفتہ رفتہ مٹنا شروع کرے اور سوائے اس کے کچھ اور نہیں کر سکتی ہو۔ اور دوسرے یہ کہ محنت کش لوگوں کو ضرورت ہے ایک

"ریاست""یعنی حکمراں طبقے کی حیثیت سے منظّم پرولتاریہ" کی۔

ریاست طاقت کی ایک مخصوص تنظیم ہے، یہ تشدد کی ایک تنظیم ہے کسی نہ کسی طبقے کو دبانے کے لئے۔ پرولتاریہ کو کس طبقے کو دبانے کی ضرورت ہے؟ بے شک، صرف استحصال کرنے والے طبقے کو یعنی بورژوازی کو۔ محنت کش لوگوں کو ریاست کی ضرورت ہے صرف استحصال کرنے والوں کی مزاحمت کو دبانے کے لئے، اور صرف پرولتاریہ اس دباؤ کی رہنمائی کرسکتا ہے، اس پر عمل کرسکتا ہے کیونکہ پرولتاریہ ہی صرف وہ طبقہ ہے جو مستقل طور پر انقلابی ہے، صرف یہی طبقہ جو تمام محنت کش اور استحصال کے شکار لوگوں کو بورژوازی کے خلاف جدوجہد کے لئے، اس کو بالکل ہٹا دینے کے لئے متحد کرسکتا ہے۔

استحصال کرنے والے طبقوں کو استحصال برقرار رکھنے کے لئے سیاسی تسلط کی ضرورت ہے یعنی عوام کی زبردست اکثریت کے خلاف بہت ہی حقیر اقلیت کے خود غرضانہ مفادات کے لئے۔ استحصال کے شکار طبقوں کو سیاسی تسلط کی ضرورت ہے تاکہ وہ ہر قسم کے استحصال کو بالکل ختم کر دیں یعنی موجودہ دور کے غلام مالکوں ___ جاگیرداروں اور سرمایہ داروں پر مشتمل بہت ہی حقیر اقلیت کے خلاف لوگوں کی زبردست اکثریت کے مفادات کے لئے۔

پیٹی بورژوا ڈیموکریٹوں، ان نقلی سوشلسٹوں نے جو طبقاتی جد و جہد کی جگہ طبقاتی مصالحت کے خوابوں کو لائے، سوشلسٹ تبدیلی کا تصور بھی خواب کے انداز میں کیا ___ استحصال کرنے والے طبقے کے تسلط کو ختم کرنے کے ذریعہ نہیں بلکہ اقلیت کی پرامن اطاعت کے ذریعہ اس اکثریت کے سامنے جو اپنے مقاصد کا پورا شعور رکھتی ہے۔ یہ پیٹی بورژوا یوٹوپیا، جو لازمی طور پر اس خیال سے منسلک ہے کہ

ریاست طبقات سے ماورا ہے، عملی طور پر محنت کش لوگوں کے طبقات کے مفادات سے غداری کی طرف لے جاتا تھا جیسا کہ مثال کے طور پر فرانس کے 1848 اور 1871 کے انقلابوں کی تاریخ نے اور 19 ویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کی ابتداء میں برطانیہ، فرانس، اٹلی اور دوسرے ملکوں کی بورژوا وزارتوں میں "سوشلسٹ" شرکت کے تجربے نے دکھایا (8)۔

مارکس اپنی ساری زندگی اس پیٹی بورژوا سوشلزم سے لڑتے رہے جس کی تجدید اب روس میں سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں کی پارٹیوں نے کی ہے۔ مارکس نے اپنے طبقاتی جدوجہد کے کو مسلسل فروغ دیا، سیاسی اقتدار کے بارے میں، ریاست کے بارے میں تک۔

بورژوا تسلط کا تختہ صرف پرولتاریہ الٹ سکتا ہے، وہ مخصوص طبقہ جس کے وجود کے معاشی حالات اس کو اس فریضے کے لئے تیار کرتے ہیں اور اس کی تکمیل کے لئے امکان اور طاقت فراہم کرتے ہیں۔ جب کہ بورژوازی کسانوں اور تمام پیٹی بورژوا پرتوں کو توڑتی پھوڑتی اور منتشر کرتی ہے تو وہ پرولتاریہ کو متحد، مستحکم اور منظم کرتی ہے۔ صرف پرولتاریہ ہی اس معاشی رول کی وجہ سے جو وہ بڑے پیمانے کی پیداوار میں ادا کرتا ہے اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ ان تمام محنت کش اور استحصال کے شکار لوگوں کا لیڈر بنے جن کا بورژوازی، اکثر پرولتاریہ سے کم نہیں بلکہ زیادہ استحصال کرتی ہے، دباتی اور کچلتی ہے لیکن وہ اپنی نجات کے لئے کسی خود مختارانہ جدوجہد کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

طبقاتی جدوجہد کا نظریہ جس کو مارکس نے ریاست اور سوشلسٹ انقلاب کے سوال کے لئے استعمال کیا ہے لازمی طور پر پرولتاریہ کے سیاسی تسلط، اس کی ڈکٹیٹر

شپ کو تسلیم کرنے کی طرف لے جاتا ہے یعنی اس اقتدار کو جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو اور جس کی پشت پناہ براہ راست عوام کی مسلح طاقت ہو۔ بورژوازی کا تختہ صرف اسی طرح الٹا جا سکتا ہے کہ پرولتاریہ حکمراں طبقہ ہو جائے جو بورژوازی کی ناگزیر اور سخت مزاحمت کو کچلنے اور تمام محنت کش اور استحصال کے شکار لوگوں کو نئے معاشی نظام کے لئے منظم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

پرولتاریہ کو ریاستی اقتدار کی ضرورت ہے، طاقت کی ایک مرکوز تنظیم کی، تشدد کی تنظیم کی تا کہ وہ استحصال کرنے والوں کی مزاحمت کچلے اور سوشلسٹ معیشت کی " تنظیم " کے کام میں آبادی کی زبردست اکثریت کی _ کسانوں، پیٹی بورژوازی اور نیم پرولتاریہ کی رہنمائی بھی کر سکے۔

مزدوروں کی پارٹی کی تربیت کے ذریعہ مارکس ازم پرولتاریہ کے ہراول دستے کی تربیت کرتا ہے جو اقتدار سنبھالنے اور سارے عوام کو سوشلزم کی طرف لے جانے، نئے نظام کی رہنمائی اور تنظیم کرنے، بورژوازی کے بغیر اور بورژوازی کے خلاف اپنی سماجی زندگی کی تنظیم کے کام میں تمام محنت کش اور استحصال کے شکار لوگوں کا معلم، رہنما اور لیڈر بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کے برعکس، آج کل جس موقع پرستی کا راج ہے وہ مزدوروں کی پارٹی کو اس طرح تربیت دیتی ہے کہ وہ مزدوروں کے ان نمائندوں کی پارٹی بن جاتی ہے جو عوام سے کٹے ہوئے ہیں اور زیادہ اچھی تنخواہ پاتے ہیں، جو سرمایہ دار نظام میں اچھی طرح "نباہ کرتے ہیں" اور اپنے اولیں پیدائشی حق کو روٹی کے ایک سوکھے ٹکڑے کے لئے بیچتے ہیں یعنی بورژوازی کے خلاف عوام کے انقلابی لیڈروں کی حیثیت سے اپنے رول سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔

مارکس کا یہ نظریہ۔ "ریاست حکمراں طبقے کی حیثیت سے منظم پرولتاریہ ہے" تاریخ میں پرولتاریہ کے انقلابی رول کے بارے میں ان کی ساری تعلیم سے اٹوٹ طور پر منسلک ہے۔ اس رول کی تکمیل پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ، پرولتاریہ کا سیاسی تسلط ہے۔

لیکن اگر پرولتاریہ کو ریاست کی ضرورت بورژوازی کے خلاف تشدد کی خاص تنظیم کی حیثیت سے ہے تو اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کیا ایسی تنظیم کی تخلیق کا تصور پہلے سے اس ریاستی مشینری کو ختم اور برباد کئے بغیر کیا جا سکتا ہے جس کو بورژوازی نے اپنے لئے تخلیق کیا تھا؟" کمیونسٹ مینی فیسٹو "براہ راست اس نتیجے کی طرف لے جاتا ہے اور 1851_1848 کے انقلاب کے تجربے کے نتائج اخذ کرتے ہوئے مارکس اسی نتیجے کا ذکر کرتے ہیں۔

2۔ انقلاب کے نتائج

ریاست کے بارے میں ہماری دلچسپی کے موضوع سے متعلق مارکس نے 1851_1848 کے انقلاب سے جو نتائج اخذ کئے ہیں وہ مندرجہ ذیل بحث میں دئے گئے ہیں جو "لوئی بونا پارٹ کا 18 واں برومیئر" نامی کتاب سے لی گئی ہے:

"....لیکن انقلاب بنیادی چیز ہے۔ ابھی وہ تطہیر کے مدارج سے گزر رہا ہے۔ وہ قاعدے کے ساتھ اپنا کام کرتا ہے۔ 2 دسمبر 1851 تک" (لوئی بونا پارٹ سے حکومت کا تختہ الٹنے کے دن تک) "اس نے اپنے تیاری کے کام کا نصف حصہ پورا کر لیا تھا۔ اب وہ دوسرا حصہ پورا کر رہا ہے۔ پہلے اس نے پارلیمانی اقتدار کی تکمیل کی تا کہ اس کا تختہ الٹنے کا امکان فراہم ہو سکے۔ اس وقت جبکہ یہ کام اس نے کر لیا ہے وہ انتظامی اقتدار کی تکمیل میں لگ گیا ہے، اس کو انتہائی خالص مظہر بنا رہا

ہے، اس کو الگ کر کے واحد مدعا کی حیثیت سے اپنے خلاف بنا رہا ہے تا کہ اس کے خلاف تباہی کی ساری طاقتیں مرکوز کر سکے" (خط کشیدہ ہمارا ہے)۔" اور جب انقلاب اپنے ابتدائی کام کا یہ دوسرا نصف کر لے گا تو یورپ اپنی جگہ سے اٹھے گا اور تعریف کے ساتھ کہے گا واہ واہ، تم نے کمال کیا، بڑے میاں!

یہ انتظامی اقتدار اپنی زبردست نوکر شاہی اور فوجی تنظیم کے ساتھ، اپنی پیچیدہ اور پرفن ریاستی مشینری کے، مع اپنے پانچ لاکھ افسروں کی فوج کے اور ان کے علاوہ پانچ لاکھ سپاہیوں کی فوج کے، یہ زبردست طفیل خور اجسم جس نے سارے فرانسیسی سوسائٹی کو اپنے جال میں لپیٹ لیا ہے اور اس کے تمام مسامات کو بند کر دیا ہے، مطلق العنان شاہی کے زمانے میں جاگیردار نظام کے زوال کے ساتھ ساتھ ابھرا تھا، زوال جس کو اس جسم نے تیز کرنے میں مدد دی"۔ پہلے فرانسیسی انقلاب نے مرکزیت کو فروغ دیا، "لیکن بیک وقت اس نے سرکاری اقتدار کی وسعت، خصوصیات اور ایجنٹوں کی تعداد میں اضافہ کیا۔ نپولین نے اس ریاستی مشینری کی تکمیل کی"۔ جائز شاہی اور جولائی کی شاہی نے "اس میں محنت کی اور زیادہ تقسیم کے سوا کوئی اضافہ نہیں کیا....

"....آخر میں، انقلاب کے خلاف اپنی جدوجہد میں پارلیمانی ریپبلک اس بات پر مجبور ہوئی کہ وہ جبر و تشدد کے اقدامات کے ساتھ سرکاری اقتدار کے وسائل اور مرکزیت کو مضبوط بنائے۔ سارے انقلابیوں نے اس مشینری کو توڑنے کی بجائے اس کو مکمل بنایا" (خط کشیدہ ہمارا ہے)۔ "ان کی پارٹیوں نے جنہوں نے ایک دوسرے کو ہٹا کر تسلط کے لئے جدوجہد کی اس زبردست ریاستی ڈھانچے پر قبضہ کو اپنی فتح کا خاص مال غنیمت سمجھا (لوئی بونا پارٹ کا 18 واں برومیئر۔ صفحات

98_99، چوتھا ایڈیشن، ہیمبرگ، 1907)۔

اس لاجواب بحث میں مارکس ازم نے بمقابلہ "کمیونسٹ مینی فسٹو" کے ایک زبردست قدم آگے بڑھایا۔ مؤخر الذکر میں ریاست کے سوال کو اس وقت تک بہت ہی مجرد طریقے پر، انتہائی عام مفہوم اور الفاظ میں پیش کیا گیا تھا۔ مندرجہ بالا اقتباس میں اس سوال کو انتہائی ٹھوس طریقے پر لیا گیا اور نتیجہ بہت ہی ٹھیک، واضح اور عملی طور پر صریحی ہے کہ سارے پچھلے انقلابوں نے ریاستی مشینری کو مکمل بنایا جبکہ اس کو توڑنا، پاش پاش کرنا چاہیے تھا۔

یہ نتیجہ ریاست کے مارکسی میں خاص اور بنیادی نکتہ ہے۔ اور ٹھیک اسی بنیادی نکتے کو حکمراں سرکاری سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں نے نہ صرف بالکل فراموش کیا بلکہ دراصل دوسری انٹرنیشنل کے سب سے ممتاز نظریہ داں کارل کاؤتسکی نے اس کو مسخ کیا (جیسا کہ ہم بعد میں دیکھیں گے)۔

''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' نے تاریخ کے عام نتائج پیش کئے ہیں جو ہم کو مجبور کرتے ہیں کہ ریاست کو طبقاتی حکمرانی کا ادارہ سمجھیں، اور ہم کو اس ناگزیر نتیجے کی طرف لے جاتے ہیں کہ پرولتاریہ پہلے سے سیاسی اقتدار حاصل کئے بغیر، سیاسی تسلط حاصل کئے بغیر، ریاست کو ''حکمران طبقے کی حیثیت سے منظم پرولتاریہ'' میں تبدیل کئے بغیر بورژوازی کا تختہ نہیں الٹ سکتا اور یہ پرولتاری ریاست اس کی فتح کے بعد فوراً ہی رفتہ رفتہ مٹنے لگے گی کیونکہ ایسے سماج میں ریاست بےضرورت ہے اور اس کا وجود ممکن نہیں جس میں طبقاتی تضادات نہ ہوں۔ یہ سوال کہ آیا تاریخی ارتقا کے نکتہ نظر سے بورژوا ریاست کی جگہ پرولتاری ریاست کیسے لے، یہاں نہیں اٹھایا گیا۔

یہ سوال مارکس نے 1852 میں اٹھایا اور اس کا جواب دیا۔ اپنے جدلیاتی مادیت کے فلسفے پر یقین رکھتے ہوئے مارکس نے 1848 سے 1851 تک کے انقلاب کے عظیم برسوں کے تاریخی تجربے کو اپنی بنیاد بنایا۔ یہاں بھی، تمام دوسری جگہوں کی طرح مارکس کا نظریہ تجربے سے اخذ کیا ہوا نتیجہ ہے جو گہرے فلسفیانہ عالمی نکتہ نظر اور تاریخ کے زبردست علم سے روشن ہے۔

ریاست کے سوال کو ٹھوس طریقے سے پیش کیا گیا ہے: کیسے بورژوا ریاست، بورژوازی کے تسلط کے لئے ضروری ریاستی مشینری تاریخی طور پر وجود میں آئی؟ اس میں کیا تبدیلیاں ہوئیں، بورژوا انقلاب کے دوران اور مظلوم طبقوں کے خودمختارانہ اقدام کے دوبدو اس کا ارتقا کیسے ہوا؟ اس ریاستی مشینری کے تعلق سے پرولتاریہ کے فریضے کیا ہیں؟

مرکوز ریاستی اقتدار جو بورژوا سماج کی خصوصیت ہے مطلق العنانی کے زوال کے دور میں ظہور میں آیا۔ دو ادارے ___ نوکر شاہی اور مستقل فوج اس ریاستی مشیری کی بڑی خصوصیات ہیں۔ مارکس اور اینگلز نے اپنی تصانیف میں بار بار یہ دکھایا ہے کہ ہزاروں رشتوں کے ذریعہ یہ ادارے بورژوازی ہی سے کس طرح متعلق ہیں۔ ہر مزدور کا تجربہ اس رشتے کو انتہائی واضح اور موثر طریقے سے دکھاتا ہے۔ اپنے تلخ تجربے سے مزدور طبقہ اس رشتے کو پہچاننا سیکھتا ہے۔ اسی لئے وہ اس نظریے کو جو اس رشتے کی ناگزیریت کا اظہار کرتا ہے اتنی آسانی سے سمجھ لیتا ہے، اور اس پر مضبوطی سے عبور حاصل کر لیتا ہے، اس نظریہ کو جس سے پیٹی بورژوا ڈیموکریٹ یا تو اپنی جہالت اور لاپروائی سے انکار کرتے ہیں یا اور زیادہ لاپروائی سے "عام طور پر" تسلیم کرتے ہیں لیکن مناسب عملی نتائج اخذ کرنا بھول جاتے ہیں۔

نوکر شاہی اور مستقل فوج بورژوا سماج بورژوا سماج کے جسم پر 'جونک' کی طرح ہیں، ایسی جونک جو سماج کو چھلنی کرنے والے اندرونی تضادات کی تخلیق ہے، لیکن یہی جونک اس کے تمام زندہ مسامات کو "گھونٹ" دیتی ہے۔ کاوتسکی والی موقع پرستی جو اب سرکاری سوشل ڈیموکریسی میں پھیلی ہوئی ہے اس خیال کو کہ ریاست ایک طفیل خورا ادارہ ہے، انارکزم کی خاص اور غیر معمولی خصوصیت سمجھتی ہے۔ یہ قدرتی بات ہے کہ مارکس ازم کی یہ توڑ مروڑ ان تنگ نظر لوگوں کے لئے بے حد موزوں ہے جنہوں نے "وطن کے دفاع" کے نظریے کو استعمال کر کے سامراجی جنگ کو بجا قرار دینے اور سوشلزم کو بظاہر سجا بنا کر پیش کرتے ہوئے اسے ان سنی اور شرمناک حد تک گرا دیا ہے۔ بلاشبہ یہ نظریات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا ہے۔

سارے بورژوا انقلابوں کے دوران، جو یورپ میں جاگیردارانہ نظام کے زوال کے وقت وقوع پذیر ہوئے، ان میں نوکر شاہی اور فوجی مشینری کا ارتقا، تکمیل اور مضبوطی ہوئی۔ خصوصاً بڑی حد تک اس مشینری کے ذریعہ پیٹی بورژوازی ہی بڑی بورژوازی کی طرف کھینچتی اور اس کی ماتحت بن جاتی ہے جو کسانوں، چھوٹے کاریگروں اور تاجروں وغیرہ کی اوپری پرتوں کو نسبتاً آرام دہ، پرسکون اور معزز جگہیں دے کر ان کو عام لوگوں سے بلند کرتی ہے۔ روس میں 27 فروری 1917 کے بعد (9) چھ مہینوں میں جو کچھ ہوا اس کی مثال لیجئے۔ وہ سرکاری ملازمتیں جو پہلے ترجیحی طور پر سیاہ صد والوں دی جاتی تھیں اب کیڈٹوں (10) منشویکوں اور سوشلسٹ انقلابیوں کا مال غنیمت بن گئی ہیں۔ کسی نے واقعی سنجیدہ اصلاحات کرنے کے بارے میں سوچا ہی نہیں۔ "آئین ساز اسمبلی کے انعقاد تک" ان کو ملتوی کرنے اور آئین ساز اسمبلی کے انعقاد کو رفتہ رفتہ جنگ کے بعد تک ملتوی

رکھنے کی ہر کوشش کی گئی لیکن لوٹ کی تقسیم میں، وزیروں، نائب وزیروں اور گورنر جنرلوں وغیرہ کی گدیاں سنبھالنے میں کوئی تاخیر نہیں کی گئی، اور کسی آئین ساز اسمبلی کا انتظار نہیں کیا گیا! حکومت کی تشکیل میں جو تال میل کا کھیل کھیلا گیا ہے اس کا مافیہ "لوٹ" کی اس تقسیم اور تقسیم نو کا اظہار ہے جو اوپر اور نیچے، سارے ملک میں، مرکزی اور مقامی انتظام کے ہر شعبے میں ہو رہی ہے۔ 27 فروری سے 27 اگست 1917 تک کے چھ مہینوں کے معروضی نتائج بلاشبہ یہ ہیں: اصلاحات کا التوا، سرکاری ملازمتوں کی تقسیم اور کچھ اور تقسیم نو کے ذریعہ تقسیم کی "غلطیوں" کی تصحیح۔

لیکن نوکر شاہی مشینری کی "تقسیم نو" مختلف بورژوا اور پیٹی بورژوا پارٹیوں میں (مثال کے طور پر روس میں کیڈیٹوں، سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں میں) جتنی زیادہ ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ مظلوم طبقوں اور ان کے سربراہ پرولتاریہ کے لئے سارے بورژوا سماج کی طرف ان کی اٹل مخاصمت صاف ہوتی جاتی ہے۔ یہاں سے تمام بورژوا پارٹیوں کے لئے، حتی کہ ان میں انتہائی جمہوری اور "انقلابی جمہوری" پارٹیوں کے لئے بھی یہ ضرورت پیدا ہوتی ہے کہ وہ انقلابی پرولتاریہ کے خلاف اپنے جابرانہ اقدام تیز کر دیں، جبر و ظلم کی مشینری یعنی اسی ریاستی مشینری کو زیادہ مضبوط بنائیں۔ واقعات کی یہ رو انقلاب کو مجبور کرتی ہے کہ وہ ریاستی اقتدار کے خلاف "تباہی کی تمام طاقتوں کو مرکوز کر دے" اور اپنے سامنے یہ فریضہ رکھے کہ وہ ریاستی مشیری کو بہتر نہیں بنائے گا بلکہ اس کو توڑے گا اور تباہ کریگا۔

یہ کوئی منطقی بحث نہ تھی بلکہ واقعات کا حقیقی ارتقا 1801_1848 کا حقیقی تجربہ تھا جس نے فریضے کو اس طرح پیش کرنے کی طرف رہنمائی کی۔ مارکس کس حد تک سختی کے ساتھ تاریخی تجربے کی ٹھوس بنیاد پر قائم رہے اس کو اس واقعہ سے دیکھا جا

سکتا ہے کہ 1802 میں انہوں نے ابھی اس کے بارے میں ٹھوس سوال نہیں اٹھایا تھا کہ تباہ کی جانے والی ریاستی مشینری کی جگہ کون سی چیز لے گی۔ تجربے نے اس سوال کے لئے اس وقت تک مواد نہیں فراہم کیا تھا جس کو تاریخ نے بعد کو 1871 میں ایجنڈے پر رکھا۔ 1802 میں حقیقی تاریخی مشاہدے کی صحت کے ساتھ بس یہی ثابت کیا جاسکا کہ پرولتاری انقلاب ریاستی اقتدار کے خلاف "تباہی کی تمام طاقتیں مرکوز کرنے"، ریاستی مشینری کو "توڑ دینے" کے فریضے تک قریب پہنچ گیا ہے۔

یہاں سوال اٹھ سکتا ہے، کیا مارکس کے تجربے، مشاہدات اور نتائج کا عام طور پر اطلاق کرنا، ان کو ایسے حدود پر منطبق کرنا جو فرانس کے تین برسوں، 1851_1848 کی تاریخ سے کہیں زیادہ وسیع ہیں، صحیح ہوگا؟ اس سوال کی چھان بین سے پہلے ہم اینگلز کے ایک ریمارک کا ذکر کریں گے اور پھر واقعات کا جائزہ لیں گے۔ "اٹھارویں برومیر" کے تیسرے ایڈیشن کے پیش لفظ میں اینگلز نے لکھا۔

"فرانس ایسا ملک ہے جہاں کسی دوسرے ملک سے زیادہ ہر بار تاریخی طبقاتی جدوجہد فیصلہ کن انجام تک چلی۔ فرانس میں ان بدلتے ہوئے سیاسی ڈھانچوں نے اپنی نمایاں چھاپ چھوڑی جن کے اندر یہ طبقاتی جدوجہد چلی اور جن کے اندر اس کے نتائج کا اظہار ہوا۔ ازمنہ وسطی میں جاگیردار نظام کے مرکز، نشاۃ ثانیہ سے یکساں پرت دار شاہی کے مثالی ملک، فرانس نے عظیم انقلاب میں جاگیردار نظام کو ڈھا دیا اور ایسی کلاسیکی صفائی رکھنے والی خالص بورژوا حکمرانی قائم کی جو یورپ کے کسی دوسرے ملک میں نہیں تھی۔ اور حکمراں بورژوازی کے خلاف سر اٹھاتے ہوئے پرولتاریہ کی جدوجہد نے یہاں ایسی شدت اختیار کی جو کسی دوسرے ملک میں نہیں

پائی جاتی ہے (صفحہ 1907,4 کا ایڈیشن)۔ آخری ریمارک پرانا ہو چکا ہے 1871 سے فرانسیسی پرولتاریہ کی انقلابی جدوجہد میں وقفہ ہوا ہے، یہ وقفہ لمبا ہی کیوں نہ ہو لیکن وہ اس امکان کو خارج نہیں کرتا کہ آنے والے پرولتاری انقلاب میں فرانس یہ دکھائے کہ طبقاتی جدوجہد کو آخر تک پہنچانے میں وہ کلاسیکی ملک ہے۔ آیئے، ہم انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے ابتدائی دور میں ترقی یافتہ ملکوں کی تاریخ پر ایک عام نظر ڈالیں۔ ہم دیکھیں گے کہ یہی عمل زیادہ سست رفتار سے، زیادہ مختلف شکلوں میں اور زیادہ وسیع میدان میں جاری رہا، ایک طرف " پارلیمانی اقتدار " کی ترتیب ریپبلکن ملکوں (فرانس، امریکہ، سوئٹزلینڈ میں) اور شاہی ملکوں (برطانیہ، ایک حد تک جرمنی میں، اٹلی اور اسکینڈی نیویائی ملکوں وغیرہ میں) دونوں میں کی جارہی تھی، دوسری طرف مختلف بورژوا اور پیٹی بورژوا پارٹیوں میں جو ملازمتوں کی "لوٹ" کی تقسیم اور تقسیم نو کرتی تھیں، اقتدار کی جدوجہد بورژوا نظام کی بنیادوں میں تبدیلی کئے بغیر چلتی رہی اور آخر میں "انتظامی اقتدار"، اس کی نوکر شاہی اور فوجی مشنیری کی تکمیل اور مضبوطی کی جارہی تھی۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ خصوصیات عام طور پر سرمایہ دار ملکوں کے سارے جدید ترین ارتقا میں مشترک ہیں۔ تین برسوں (1848_51) میں فرانس نے تیز رفتار، شدید، مرکوز صورت میں ارتقا کے ان ہی عوامل کا اظہار کیا ہے جو ساری سرمایہ دار دنیا کی خصوصیت ہیں۔ خاص طور سے سامراج نے جو بینک والے سرمائے کا دور، بہت بڑی بڑی سرمایہ دار اجارے داریوں کا دور، اجارے دارانہ سرمایہ داری سے بڑھ کر ریاستی اجارے دارانہ سرمایہ داری بننے کا دور ہے " ریاستی مشنیری " کی غیر معمولی مضبوطی اور پرولتاریہ کے خلاف جبر و تشدد کے اقدامات کو زیادہ شدید

بنانے کے تعلق سے شاہی اور انتہائی آزاد پبلکن ملکوں دونوں میں نوکر شاہی اور فوجی مشینری میں بے مثال اضافے کا اظہار کیا ہے۔

عالمی تاریخ اس وقت بلاشبہ 1852 کی بہ نسبت بے نظیر بڑے پیمانے پر ریاستی مشینری کی "تباہی" کے لئے پرولتاری انقلاب کی "تمام طاقتوں کو مرکوز" کرنے کی تیاری کر رہی ہے۔ پرولتاریہ اس کی جگہ پر کیا لائے گا اس کے بارے میں پیرس کیمون نے بہت ہی سبق آموز مواد فراہم کیا ہے۔

3۔ مارکس نے 1802 میں سوال کو کیسے پیش کیا

1908 میں میرنگ نے رسالہ "NeueZeit" (11) (جلد 25، 2، صفحہ 164) میں مارکس کے اس خط کے اقتباسات شائع کئے جو انہوں نے مارچ کو ویڈیمیئر کو لکھا تھا۔ اس خط میں اور باتوں کے علاوہ یہ لاجواب دلیل بھی تھی: "اور اب جہاں تک میرا تعلق ہے تو میرے لئے اس میں کوئی قابل تعریف بات نہیں ہے کہ میں نے موجودہ سماج میں طبقات کے وجود کا یا ان کے درمیان جدوجہد کا انکشاف کیا۔ مجھ سے بہت پہلے بورژوا ماہرین معاشیات نے طبقات کے معاشی ڈھانچے کی تشریح کی تھی۔ جو نئی بات میں نے کی وہ یہ ثابت کرنا تھا: (1) کہ طبقات کا وجود صرف پیداوار کے ارتقا کے خاص تاریخی ادوار سے منسلک ہے (historische Entwicklungsphasen der Produktion)، (2) کہ طبقاتی جدوجہد لازمی طور پر پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ کی طرف لے جاتی ہے، (3) کہ یہ ڈکٹیٹر شپ خود تمام طبقات کے خاتمے اور غیر طبقاتی سماج تک عبور پر ہی مشتمل ہوتی ہے...."

ان الفاظ میں مارکس بہت ہی صفائی کے ساتھ یہ اظہار کرنے میں کامیاب

ہوئے ہیں کہ اول، ان کے اپنے نظریے اور بورژوازی (اس پیراگراف کا دوسرے ایڈیشن میں اضافہ کیا گیا ہے) کے نمایاں اور بہت ہی گہرے مفکروں کے نظریے میں کیا خاص اور بنیادی فرق ہے اور دوسرے، کے بارے میں اپنے نظریے کا نچوڑ۔ یہ اکثر کہا اور لکھا جاتا ہے کہ مارکس کے نظریے کا خاص نکتہ طبقاتی جدوجہد ہے۔ لیکن یہ غلط ہے اور اسی غلطی کا نتیجہ اکثر مارکس ازم کی موقع پرست توڑمروڑ اور بورژوازی کے لئے قابل قبول جذبے میں اس کا روپ بدلنا ہوتا ہے۔ کیونکہ طبقاتی جدوجہد کے نظریے کی تخلیق مارکس نے نہیں کی ہے بلکہ مارکس سے پہلے بورژوازی نے کی اور اگر عام طور پر کہا جائے تو یہ بورژوازی کے لئے قابل قبول ہے۔ جو لوگ صرف طبقاتی جدوجہد کو تسلیم کرتے ہیں وہ ہنوز مارکس کے حامی نہیں ہیں، ممکن ہے کہ وہ ابھی بورژوا خیالات اور بورژوا سیاست کے حدود سے باہر نہیں نکلے ہیں۔ مارکس ازم کو طبقاتی جدوجہد کے نظریہ تک محدود کرنا، مارکس ازم کو کاٹنا پیٹنا، اس کو اس حد تک گرانا ہے کہ وہ بورژوازی کے لئے قابل قبول بن جائے۔ مارکسی سوچ کا حامی صرف وہی ہے جو طبقاتی جدوجہد کے اعتراف کو پھیلا کر پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کے اعتراف تک لے جاتا ہے۔ اسی میں مارکس وادی اور معمولی پیٹی (اور بڑے) بورژوا کے درمیان بہت گہرا فرق ہے۔ یہی وہ کسوٹی ہے جس پر مارکس ازم کی حقیقی مفاہمت اور اعتراف کو پرکھنا چاہئے۔ اور یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ جب یورپ کی تاریخ نے مزدور طبقے کو عملی طور پر اس سوال سے دوچار کیا تو نہ صرف سب موقع پرست اور اصلاح پرست بلکہ سب کاؤتسکی والے بھی (اصلاح پرستی اور مارکس ازم کے درمیان مذبذب لوگ) پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کی تردید کرنے والے افسوسناک تنگ نظر لوگ اور پیٹی بورژوا ڈیموکریٹ ثابت ہوئے۔ کاؤتسکی کا

پمفلٹ "پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ" جو اگست 1918 میں شائع ہوا، یعنی موجودہ کتاب کے ایڈیشن کے بہت دن بعد، مارکس ازم کی پیٹی بورژوا تو ژمروڑ اور عملی طور پر اس سے ذلیل کنارہ کشی کی مثال ہے جب کہ مکاری سے زبانی طور پر اس کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ (دیکھئے میرا پمفلٹ "پرولتاری انقلاب اور غدار کاؤتسکی"، پیٹروگراد اور ماسکو، 1918)۔ موجودہ موقع پرستی، اپنے خاص ترجمان، سابق مارکس وادی کارل کاؤتسکی کی صورت میں اس کردار نگاری سے بالکل مطابقت رکھتی ہے جو مارکس نے اوپر دیئے ہوئے حوالے میں بورژوا پوزیشن کی کی ہے، کیونکہ یہ موقع پرستی طبقاتی جدوجہد کے اعتراف کو بورژوا تعلقات کے دائرے تک محدود رکھتی ہے۔ (اور اس دائرے میں، اس کے حدود کے اندر، واحد تعلیم یافتہ اعتدال پرست بھی "اصولی طور پر" طبقاتی جدوجہد تسلیم کرنے سے انکار نہیں کرے گا)! موقع پرستی طبقاتی جدوجہد کے اعتراف کو سب سے اہم بات یعنی سرمایہ دار نظام سے کمیونزم تک عبور کے دور تک، بورژوازی کا تختہ الٹنے اور اس کا مکمل خاتمہ کرنے کے دور بڑھا کر نہیں لے جاتی۔ درحقیقت یہ دور ناگزیر طور پر بے نظیر تشدد آمیز طبقاتی جدوجہد اور اس کی بے نظیر شدید اشکال کا دور ہے اور نتیجے میں اس دور میں ریاست کو لازمی طور پر نئے ڈھنگ کی جمہوریت کی ریاست (پرولتاریہ اور عام طور بے جائیداد لوگوں کے لئے) اور نئے ڈھنگ کی ڈکٹیٹر شپ کی ریاست (بورژوازی کے خلاف) ہونا چاہئے۔

آگے _ مارکس کے ریاست کے پر ان ہی لوگوں نے قدرت حاصل کی جو یہ سمجھتے ہیں کہ واحد طبقے کی ڈکٹیٹر شپ نہ صرف عام طور پر ہر طبقاتی سماج کے لئے ضروری ہے، نہ صرف پرولتاریہ کے لئے جس نے بورژوازی کا تختہ الٹ دیا ہے،

بلکہ اس پورے تاریخی دور کے لئے بھی ضروری ہے جو سرمایہ دار نظام کو "غیر طبقاتی سماج" سے، کمیونزم سے الگ کرتا ہے۔ بورژوا ریاستوں کی صورتیں بہت ہی مختلف ہیں لیکن ان کا مافیہ ایک ہی ہے: یہ تمام ریاستیں، ان کی صورت چاہے جو ہو، آخری تجزیے میں ناگزیر طور پر بورژوازی کی ڈکٹیٹر شپ ہیں۔ سرمایہ داری سے کمیونزم تک عبور، بے شک، بڑی افراط کے ساتھ نوع بنوع سیاسی صورت پیش کرے گا لیکن ان کا مافیہ لازمی طور ایک ہی ہوگا: پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ۔

تیسرا باب

ریاست اور انقلاب ۔ 1871 کے پیرس کمیون کا تجربہ۔

مارکس کا تجزیہ

1۔ کمیون والوں کی ہیروازم کس بات میں ہے؟ یہ تو اچھی طرح ہے کہ 1870 کی خزاں میں، کمیون سے چند مہینے پہلے، مارکس نے پیرس کے مزدوروں کو انتباہ کیا تھا کہ حکومت کا تختہ الٹنے کی کوئی بھی کوشش مایوس کن حماقت ہوگی (12)۔ لیکن جب مارچ 1871 میں مزدوروں کو فیصلہ کن جنگ کے لئے مجبور کر دیا گیا اور انہوں نے اس کو منظور کر لیا، جب بغاوت واقعہ بن گئی تو مارکس نے پرولتاری انقلاب کا بری علامتوں کے باوجود انتہائی جوش کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ مارکس نے " ناوقت " تحریک کی مذمت کرنے کا اصول پرستانہ رویہ نہیں اختیار کیا جیسا کہ مارکس ازم کے بدنام روسی غدار پلیخانوف نے کیا جس نے نومبر 1905 میں مزدوروں اور ر کسانوں کی جدوجہد کی ہمت افزئی کے لئے لکھا اور دسمبر 1905 کے بعد اعتدال پرست انداز میں شور مچانے لگا "اسلحہ سنبھالنے کی ضرورت نہ تھی۔"

بہر حال مارکس صرف کمیون والوں کی ہیروازم کے مداح نہ تھے جنہوں نے ان کے قول کے مطابق " آسمانوں پر دھاوا بول دیا تھا"۔ حالانکہ عوامی انقلابی تحریک اپنا مقصد نہ حاصل کر سکی لیکن انہوں نے اس کو ایک ایسا تاریخی تجربہ سمجھا جو بڑی اہمیت کا حامل تھا، اس کو عالمی پرولتاری انقلاب کی کچھ پیش قدمی اور ایسا عملی قدم سمجھا جو سینکڑوں پروگراموں اور دلیلوں سے زیادہ اہم تھا۔ مارکس نے اس تجربے کا تجزیہ کرنے، اس سے طریقہ کار کے سبق حاصل کرنے اور اس کی روشنی میں اپنے پر

نظر ثانی کرنے کا مقصد اپنے سامنے رکھا۔ وہ واحد " تصحیح " جو مارکس نے " کمیونسٹ مینی فسٹو " میں ضروری سمجھی انہوں نے پیرس کمیون والوں کے انقلابی تجربے کی بنا پر کی۔

" کمیونسٹ مینی فسٹو " کے نئے جرمن ایڈیشن کے آخری پیش لفظ پر دونوں مصنفوں کے دستخط اور 24 جون 1872 کی تاریخ ہے۔ اس پیش لفظ میں مصنفوں، کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز نے کہا ہے کہ " کمیونسٹ مینی فسٹو " کا پروگرام " جگہ جگہ پرانا ہوگیا ہے " اور آگے چل کر کہتے ہیں "

...خاص طور سے کمیون نے یہ ثابت کیا کہ " مزدور طبقہ محض بنی بنائی ریاستی مشینری پر قبضہ کر کے اس کو اپنے مقاصد کے لئے نہیں استعمال کر سکتا "..."

مصنفوں نے وہ الفاظ جو اس اقتباس کے دوسرے واوین میں ہیں مارکس کی کتاب "فرانس میں خانہ جنگی" سے لئے ہیں۔

اس طرح پیرس کمیون کے ایک بنیادی اور خاص سبق کو مارکس اور اینگلز نے ایسی اہمیت کا حامل خیال کیا کہ اس کو انہوں نے " کمیونسٹ مینی فسٹو " میں ایک اہم تصحیح کی حیثیت سے جگہ دی۔ یہ بات غیر معمولی طور پر کرداری ہے اسی اہم تصحیح کو موقع پرستوں نے توڑ مروڑ دیا ہے اور اس کے معنی اگر 99 فیصدی نہیں تو 90 فیصدی " کمیونسٹ مینی فسٹو " کے پڑھنے والوں کے لئے واضح نہیں ہیں۔ ہم اس توڑ مروڑ پر آگے چل کر زیادہ تفصیل سے روشنی ڈالیں گے، ایک باب میں جو خاص طور سے توڑ مروڑ والی باتوں کے لئے وقف ہوگا۔ یہاں صرف اس پر توجہ کرنا کافی ہوگا کہ مارکس کے جس مشہور بیان کا حوالہ یہاں دیا گیا ہے اس کی رائج اور بھونڈی " توضیح " یہ ہے کہ گویا مارکس نے یہاں سست رفتار ارتقا کے خیال پر، اقتدار پر قبضہ

جمانے وغیرہ کے بجائے زور دیا ہے۔

درحقیقت، واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ مارکس کا خیال یہ ہے کہ مزدور طبقے کو "بنی بنائی ریاستی مشینری" پر قبضہ کرنے تک اپنے کو محدود نہ رکھنا چاہئے بلکہ اس کو توڑنا اور پاش پاش کر دینا چاہئے۔

12 اپریل 1871 کو یعنی ٹھیک کمیون کے زمانے میں مارکس نے کوگیلمان کو لکھا۔

"...اگر تم میرے "18 ویں برومیر" آخری باب دیکھو تو پاؤ گے کہ میں نے اعلان کیا ہے کہ فرانسیسی انقلاب کی آئندہ کوشش پہلے کی طرح یہ نہ ہوگی کہ کہ نوکرشاہی اور فوجی مشینری ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں پہنچائی جائے بلکہ اس کو پاش پاش کرنے کی ہوگی '' (خط کشیدہ مارکس کے ہیں۔ مسودے میں Zerbrecen ہے)"اور براعظم پر ہر حقیقی عوامی انقلاب کے لئے یہی ابتدائی شرط ہے۔اور پیرس میں ہمارے جری کامریڈ اسی کے لئے کوشاں ہیں"(Neue "Zeit"جلد 1,20 صفحہ 1901-1902,709)۔(کوگلیمان کے نام مارکس کے خطوط روسی میں کم از کم دو ایڈیشنوں میں شائع ہوئے ہیں جن میں ایک کی ایڈیٹنگ میں نے کی اور پیش لفظ لکھا۔)

"نوکرشاہی اور فوجی مشینری کو پاش پاش کرنے" کے الفاظ ریاست کے تعلق سے انقلاب کے بارے دوارن پرولتاریہ کے فریضوں کے بارے میں مارکس ازم کے خاص سبق کا مختصر طور سے اظہار کرتے ہیں۔اور اسی سبق کو ہی نہ صرف مکمل طور پر نظر انداز کیا گیا بلکہ اس کو مارکس ازم کی کاؤتسکی والی رائج "توضیح" سے صاف صاف توڑا مروڑا گیا۔

جہاں تک مارکس کے "18 ویں برومیر" کے حوالے کا سوال ہے ہم نے متعلقہ اقتباس کو اوپر پورے طور پر پیش کیا ہے۔

مارکس کی مندرجہ بالا بحث میں دو نکتوں کی طرف خاص طور سے توجہ دینا دلچسپ ہوگا۔ اول، انہوں نے اپنے نتیجے کو برا عظم تک محدود رکھا ہے۔ یہ 1871 میں سمجھ میں آنے والی بات تھی جب کہ برطانیہ ہنوز خالص سرمایہ دار ملک کا نمونہ تھا لیکن بلا کسی فوجی گروہ اور بڑی حد تک بلا نوکر شاہی کے۔ اس لئے مارکس نے برطانیہ کو خارج کر دیا، جہاں انقلاب، حتیٰ کہ عوامی انقلاب "بنی بنائی ریاستی مشینری" کو تباہ کرنے کی ابتدائی شرط کے بغیر ممکن معلوم ہوتا اور واقعی ممکن ہوتا۔

آج 1917 میں، پہلی عظیم سامراجی جنگ کے وقت، مارکس نے جو پابندی لگائی تھی اس کا نفاذ نہیں رہا ہے۔ امریکہ اور برطانیہ دونوں جو ساری دنیا میں اینگلو سیکسن "آزادی" کے سب سے بڑے اور آخری نمائندے اس معنی میں تھے کہ وہ کوئی فوجی گروہ اور نوکر شاہی نہیں رکھتے تھے، بالکل ان نوکر شاہی اور فوجی ادرواں کے کل یورپی گندے اور خون آشام دلدل میں پھنس گئے ہیں جو ہر چیز کو اپنا ماتحت بنا رہے ہیں اور دبا رہے ہیں۔ آج، برطانیہ اور امریکہ میں بھی "ہر حقیقی عوامی انقلاب کی ابتدائی شرط ""بنی بنائی ریاستی مشینری" کو پاش پاش کرنا اور تباہ کرنا ہے (جو ان ملکوں میں 1917-1914 کے برسوں میں تیار کر کے ''یورپی'' (عام سامراجی) تکمیل تک پہنچائی گئی) دوسرے، مارکس کے اس بہت ہی گہرے ریمارک کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے کہ نوکر شاہی اور فوجی ریاستی مشینری کو تباہ کرنا "ہر حقیقی عوامی انقلاب کی ابتدائی شرط ہے"۔ مارکس کی زبان سے "عوامی" انقلاب کا خیال عجیب معلوم ہوتا ہے اور روسی پلیخانوف والے اور منشویک،

استرووے کے وہ پیرو جو مارکس وادی کہلانے کے خواہاں ہیں ممکن ہے یہ اعلان کردیں کہ یہ مارکس کے "قلم سے غلطی سے نکل گیا ہے"۔انہوں نے مارکس ازم کو ایسے کھوکھلے اعتدال پرست تو ڑمروڑ تک پہنچادیا ہے کہ ان کے لئے بورژوا انقلاب اور پرولتاری انقلاب کے مقابلہ کرنے کے سوا اور کچھ نہیں رہ گیا اور اس تضاد کی توضیح بھی وہ بہت بے جان طریقے سے کرتے ہیں۔

اگر ہم بیسویں صدی کے انقلابوں کو مثال کے طور پر لیں تو ہم کو یہ حقیت تسلیم کرنا پڑے گی کہ پرتگال اور ترکی دونوں کے انقلاب بورژوا انقلاب ہیں۔بہرحال ان میں کا کوئی بھی "عوامی" انقلاب نہیں ہے کیونکہ ان میں سے کسی میں عوام کی کثیر تعداد، ان کی بڑی اکثریت سرگرمی اور خودمختاری سے اپنے معاشی اور سیاسی مطالبات لے کر نمایاں حد تک بھی میدان میں نہیں آتی۔اس کے برعکس، حالانکہ 1905-1907 کے روسی بورژوا انقلاب نے ایسی "شاندار" کامیابیوں کا مظاہرہ نہیں کیا جو کبھی کبھی پرتگال اور ترکی کے انقلابوں کو نصیب ہوئیں لیکن وہ بلاشبہ "حقیقی عوامی" انقلاب تھا کیونکہ عوام کی بڑی تعداد، ان کی اکثریت، سب سے "نچلے" سماجی لوگ جو جبر وتشدد اور استحصال سے کچلے ہوئے تھے خودمختاری سے اٹھے اور انقلاب کے سارے دھارے پر اپنے مطالبات کی، اس پرانے سماج کی جگہ جو برباد کیا جارہا تھا اپنے طریقے سے نئے سماج کی تعمیر کے لئے اپنی کوششوں کی چھاپ لگا دی۔ 1871 میں یورپ میں، براعظم کے کسی بھی ملک میں پرولتاریہ عوام کی اکثریت پر مشتمل نہ تھا۔حقیقی طور پر اکثریت کو اپنی تحریک میں کھینچ لینے والا "عوامی" انقلاب اسی وقت ایسا بن سکتا ہے جب وہ پرولتاریہ اور کسانوں دونوں کو اپنے میں سمیٹ لے۔اس وقت ان دوطبقوں پر "عوام" مشتمل تھے۔یہ دونوں

طبقات اس بات سے متحد ہو گئے ہیں کہ "نوکر شاہی اور فوجی ریاستی مشینری" ان پر جبر و تشدد کرتی، کچلتی ہے اور ان کو لوٹتی کھسوٹتی ہے۔ اس مشینری کو پاش پاش کرنا، اس کو توڑنا "عوام" کے زیادہ تر کسانوں کے مفاد میں ہے، یہی غریب ترین کسانوں اور پرولتاریہ کے آزاد اتحاد کی " ابتدائی شرط " ہے، جب کہ ایسے اتحاد کے بغیر جمہوریت ناپائیدار اور سوشلسٹ تشکیل نو ناممکن ہے۔

سب کو معلوم ہے کہ پیرس کمیون ایسے اتحاد کے لئے راستہ بنا رہا تھا حالانکہ وہ متعدد داخلی اور خارجی حالات کی وجہ سے اپنے مقصد تک نہ پہنچ سکا۔

لہٰذا" حقیقی عوامی انقلاب " کا ذکر کرتے ہوئے مارکس نے، پیٹی بورژوا کی خصوصیات کو ذرا بھی فراموش کئے بغیر (ان کے بارے میں انہوں نے بہت اور اکثر کہا)، 1871 میں یورپ کے براعظم کے زیادہ تر ملکوں میں طبقوں کے توازن کا سختی سے حساب لگایا۔ دوسری طرف انہوں نے کہا کہ ریاستی مشینری کو "پاش پاش کرنے " کی ضرورت مزدوروں اور کسانوں دونوں کے مفاد میں ہے، یہ ان کو متحد کرتی ہے، اور ان کے سامنے "جونک " کو ہٹا کر کوئی نئی چیز لانے کا مشترکہ فریضہ رکھتی ہے۔

تو آخر کیا چیز لانا ہے؟

2۔ توڑی ہوئی ریاستی مشینری کی کیا جگہ کیا چیز لائی جائے؟

1847 میں مارکس نے " کمیونسٹ مینی فسٹو" میں اس کا جو جواب دیا ہے وہ اس وقت خالص مجرد تھا بلکہ زیادہ صحیح یہ کہنا ہوگا کہ یہ ایسا جواب تھا جو فرائض کو دکھاتا تھا لیکن ان کو پورا کرنے کے طریقے نہیں بتاتا تھا۔ " کمیونسٹ مینی فسٹو" میں یہ جواب دیا گیا تھا کہ "حکمران طبقے کی حیثیت سے پرولتاریہ کی تنظیم"، "جمہوریت

کی جیت "اس مشنیری کو بدلے گی۔ مارکس نے یوٹوپیا میں نہ پڑ کر یہ توقع کی کہ عام تحریک کا تجربہ اس سوال کا جواب فراہم کرے گا کہ حکمراں طبقے کی حیثیت سے پرولتاریہ کی یہ تنظیم کون سی ٹھوس صورتیں اختیار کرے گی اور کس ٹھیک طریقے سے یہ تنظیم سب سے زیادہ مکمل اور سب سے زیادہ مستقل "جمہوریت کی جیت " سے متحد ہوگی۔

کمیون کا تجربہ چاہے جتنا کم تھا لیکن مارکس نے اپنی کتاب "فرانس میں خانہ جنگی " میں اس کا بڑی توجہ کے ساتھ تجزیہ کیا۔ ہم اس تصنیف میں سے اہم ترین حوالے پیش کر رہے ہیں:

''ازمنہ وسطی میں پیدا ہو کر 19 ویں صدی میں "مرکوز ریاستی اقتدار کا مع اپنے ہمہ جائی اداروں، مستقل فوج، پولیس، نوکر شاہی، کلیسا اور عدالتوں " کے ارتقا ہوا۔ سرمایہ اور محنت کے درمیان طبقاتی دشمنی کے ارتقا کے ساتھ " ریاستی اقتدار نے زیادہ سے زیادہ محنت کو دبانے کے لئے سماجی اقتدار کا کردار، طبقاتی تسلط کی مشنیری کا کردار اختیار کیا۔ ہر انقلاب کے بعد، جو طبقاتی جدوجہد میں آگے کی طرف ایک نمایاں قدم ہوتا ہے، ریاستی اقتدار کا خالص جبر و تشدد کا کردار زیادہ سے زیادہ کھلتا جاتا ہے "1847 1849 کے انقلاب کے بعد ریاستی اقتدار " محنت کے خلاف سرمائے کا قومی جنگی ہتھیار بن گیا " اور سلطنت ثانی نے اس کو استوار کیا۔"

" سلطنت کا براہ راست تضاد کمیون تھا"۔ "یہ ایسی ریپبلک کی معین شکل تھا جو نہ صرف طبقاتی تسلط کی شاہی شکل کو ہٹانے والی تھی بلکہ خود طبقاتی تسلط کو بھی۔... " پرولتاریہ سوشلسٹ ریپبلک کی یہ " معین "شکل کس پر مشتمل تھی؟ وہ کون سی ریاست تھی جس کی اس نے تخلیق شروع کی؟ " کمیون کا پہلا فرمان تھا مستقل فوج کا خاتمہ

اوراس کی جگہ پر مسلح عوام کولانا ۔" اب یہ مطالبہ ہراس پارٹی کے پروگرام میں نظر آتا ہے جو اپنے کوسوشلسٹ کہنا چاہتی ہے ۔لیکن ان کے پروگراموں کی حقیقت کیا ہے؟ اس کا اظہار ہمارے سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں کے طور طریقوں سے سب اچھی طرح ہوتا ہے جنہوں نے 27 فروری کے انقلاب کے فوراً بعد ہی اس مطالبے کی تکمیل سے عملی طور پر انکار کر دیا۔

" کمیون کی تشکیل شہری نمائندواں سے ہوئی تھی جو پیرس کے مختلف انتخابی حلقوں سے عام ووٹ کے ذریعہ منتخب کئے گئے تھے۔ ظاہر ہے ان ممبروں کی اکثریت مزدوروں یا طبقے کے تسلیم شدہ نمائندوں پر مشتمل تھی....

" ..... پولیس جو اس وقت تک ریاستی حکومت کا آلہ کار تھی فوراً اپنے تمام سیاسی عوامل سے محروم کر دی گئی اور کمیون کے ذمے دار ادارے میں تبدیل کر دی گئی جس کو ہر وقت بدلا جا سکتا تھا...سرکاری انتظام کی تمام دوسری شاخوں کے افسروں کی بھی یہی صورت ہوئی ....کمیون کے ممبروں سے لے کر اوپر سے نیچے تک پبلک خدمات کے تمام ممبروں سے لے کر اوپر سے نیچے تک پبلک خدمات کے تمام کام مزدوروں کی اجرت پر کرنے تھے۔ اعلیٰ سرکاری افسروں کے لئے ہر طرح کی خصوصی رعایتیں اور نمائندگی کے لئے رقموں کی ادائیگی ان اعلیٰ افسروں کے ساتھ ہی غائب ہو گئیں....

ایک بار مستقل فوج اور پولیس سے چھٹکارا حاصل کر کے جو پرانی حکومت کی ٹھوس طاقت کے آلات تھے،کمیون نے فوراً اس کو لیا کہ روحانی جبر و تشدد کے ہتھیار، پادریوں کی طاقت کو توڑ دیا جائے...عدالتی افسران کی نام نہاد خود مختاری ختم کر دی گئی....آئندہ ان کا انتخاب کھلا ہونا تھا اور وہ جواب دہ اور قابل تبدیلی تھے.....

اس طرح کمیون توڑی ہوئی ریاستی مشینری کی جگہ جو تبدیلی لایا وہ ''صرف'' بھرپور جمہوریت معلوم ہوتی تھی: مستقل فوج کا خاتمہ، تمام افسروں کا انتخاب اور تمام ذمے دار لوگوں کو واپس بلانے کا اختیار۔ لیکن حقیقت میں اس ''صرف'' کا مطلب ایک طرح کے اداروں کی جگہ اصولی طور پر دوسری قسم کے اداروں کے آنے کی زبردست تبدیلی ہے۔ یہاں پر بالکل ٹھیک ''مقدار کے کوالٹی میں عبور'' ایک واقعہ ہے: جمہوریت، جس کا نفاذ اس حد تک انتہائی بھرپور اور متواتر طریقے سے کیا جاتا ہے جس حد تک ہم عام طور پر اس کا تصور کر سکتے ہیں، بورژوا جمہوریت سے پرولتاری جمہوریت میں تبدیل ہو جاتی ہے، ریاست (یعنی کسی مخصوص طبقے کو دبانے کے لئے ایک مخصوص طاقت) سے کسی ایسی چیز میں جواب ریاست نہیں رہی ہے۔

بورژوازی کو دبانے اور اس کی مزاحمت کو کچلنے کی اب بھی ضرورت رہتی ہے۔ کمیون کے لئے یہ خاص کر ضروری تھا اور اس کی شکست کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس نے اس کو کافی عزم کے ساتھ نہیں کیا۔ بہر حال یہاں دباؤ ڈالنے والا ادارہ آبادی کی اکثریت ہے نہ کہ اقلیت جیسا کہ ہمیشہ غلامی، کسانوں غلامی اور اجرت کی غلامی میں ہوتا آتا تھا۔ چونکہ لوگوں کی اکثریت خود اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو دباتی ہے اس لئے دباؤ ڈالنے کے لئے "خاص طاقت" کی اب ضرورت نہیں رہتی اس معنی میں ریاست رفتہ رفتہ مٹنا شروع ہوتی ہے۔ خاص رعایات رکھنے والی اقلیت کے مخصوص اداروں (مخصوص رعایتیں رکھنے والے افسران اور مستقل فوج کے افسران اعلی) کی جگہ، اکثریت خود یہ سب فرائض انجام دے سکتی ہے اور جتنے زیادہ سارے عوام ریاستی اقتدار کے فرائض انجام دیتے ہیں اتنا ہی کم اس اقتدار کے وجود کی

ضرورت رہ جاتی ہے۔

اس سلسلے میں کمیون کے مندرجہ ذیل اقدامات، جن پر مارکس نے زور دیا ہے، خاص طور پر قابل توجہ ہیں نمائندگی کے لئے ہر طرح کی رقوم کی ادائیگی کی منسوخی اور افسران کے لئے تمام مالی رعایتوں کا خاتمہ، ریاست کے تمام ملازمین کے کام کے معاوضے کو "مزدوروں کی اجرت" گھٹا دینا۔ یہاں بورژوا جمہوریت سے پرولتاری جمہوریت کی طرف، جبر و تشدد کرنے والوں کی جمہوریت سے مظلوم طبقات کی جمہوریت کی طرف ریاست سے جو مخصوص طبقے پر دباؤ ڈالنے کے لئے "مخصوص طاقت" ہے، عوام کی اکثریت۔ مزدوروں اور کسانوں کی موڑ زیادہ نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔ اور ریاست کے بارے میں اسی اہم نکتے سے متعلق مارکس کے سبق بالکل بھلا دیے گئے ہیں عام بیانات میں جن کی تعداد بے شمار ہے، اس کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی جاتی ہے جیسے وہ کسی پرانی قسم کی "معصومیت" ہو، جیسے عیسائیوں نے جب ان کے مذہب کو ریاستی مذہب کی حیثیت مل گئی، ابتدائی عیسائیت کی معصومیت کو مع اس کی جمہوری انقلابی اسپرٹ کے "بھلا دیا"۔

اعلیٰ ریاستی افسروں کی تنخواہیں گھٹانا "محض" معصوم، ابتدائی جمہوریت کا مطالبہ معلوم ہوتا ہے۔ تازہ ترین موقع پرستی کے ایک "بانی"، سوشل ڈیموکریٹ ایڈورڈ برنشٹائن نے متعدد بار "ابتدائی" جمہوریت پر بھونڈا بورژوا تمسخر کیا ہے۔ تمام موقع پرستوں کی طرح اور موجودہ کاؤتسکی والوں کی طرح، وہ بالکل نہ سمجھ سکا کہ اول تو سرمایہ دار نظام سے سوشلزم تک عبور "ابتدائی" جمہوریت کی طرف کچھ "مراجعت" کئے بغیر ناممکن ہے (کیونکہ اس کے سوا پھر آبادی کی اکثریت اور اس

کے بعد ساری آبادی کیسے ریاستی فرائض کی تکمیل میں حصہ لے سکتی؟)، اور دوسرے، سرمایہ دار نظام اور سرمایہ دار کلچر پر مبنی " ابتدائی جمہوریت " وہی ابتدائی جمہوریت نہیں ہے جو ماقبل تاریخ یا ماقبل سرمایہ داری کے زمانوں میں تھی۔ سرمایہ دار کلچر نے بڑے پیمانے کی پیداوار، فیکٹریوں، ریلوے لائنوں، ڈاک اور ٹیلی فون وغیرہ کی تخلیق کی ہے اور اس بنیاد پر پرانے "ریاستی اقتدار" کے زیادہ تر فرائض اتنے سادہ ہو گئے ہیں اور ان کو اس حد تک رجسٹری، ریکارڈ کرنے اور جانچ کرنے کے انتہائی سادہ کاموں تک پہنچایا جا سکتا ہے کہ ہر خواندہ آدمی ان کو کر سکے، وہ بہت آسانی سے معمولی "مزدوروں کی اجرت" پر کئے جا سکیں اور ان فرائض کو مخصوص رعایتوں کے ہر شائبے سے، "افسرانہ شان" کے ہر شائبے سے عاری کیا جا سکتا ہے (اور کرنا چاہئے)۔

بلا استثنیٰ تمام افسران کا انتخاب اور کسی وقت بھی ان کو واپس بلانے کا اختیار، ان کی تنخواہوں کو معمولی "مزدوروں کی اجرت" تک گھٹانا۔ یہ سادہ اور "بدیہی" جمہوری اقدامات مزدوروں اور کسانوں کی اکثریت کے مفادات کو مکمل طور سے متحد کرتے ہوئے ایسے پل کا کام بھی کرتے ہیں جو سرمایہ دار نظام سے سوشلزم کو جاتا ہے۔ اقدامات کا تعلق ریاست، سماج کی خالص سیاسی تنظیم نو سے ہے لیکن ظاہر ہے کہ وہ اپنے مکمل معنی اور اہمیت صرف "غاصبوں کی جائداد ضبط" کرنے کے سلسلے میں اختیار کرتے ہیں اب کہ اس پر عمل کیا جا رہا ہو یا اس کی تیاری کی جا رہی ہو یعنی ذرائع پیداوار کی سرمایہ دارانہ نجی ملکیت میں تبدیلی کے سلسلے میں۔ مارکس نے لکھا "...کمیون نے اخراجات کی دو سب سے بڑی وجہوں _ فوج اور افسر شاہی کو ختم کر کے تمام بورژوا انقلابوں کے نعرے یعنی سستی حکومت کو، حقیقت بنا دیا۔" کسانوں

میں سے، پیٹی بورژوازی کے دوسرے پرتوں میں سے بھی، ایک بہت ہی حقیر اقلیت بورژوا معنی میں "چوٹی تک بلند ہوتی ہے"، "آگے بڑھتی ہے" یعنی خوش حال لوگوں میں، بورژوا میں یا محفوظ اور مخصوص رعایتیں رکھنے والے افسروں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ہر سرمایہ دار ملک میں جہاں کسان ہیں (اور ایسے سرمایہ دار ملکوں کی اکثریت ہے) ان کی وسیع اکثریت پر حکومت جبر و تشدد کرتی ہے اور وہ حکومت کے مشتاق ہوتے ہیں۔ اس کی تکمیل صرف پرولتاریہ ساتھ ہی کر سکتا ہے اور اس کو کرتے ہوئے پرولتاریہ ساتھ ہی ریاست کی سوشلسٹ تنظیم نو کی طرف قدم اٹھاتا ہے۔

3۔ پارلیمانیت کا خاتمہ

مارکس نے لکھا"...کمیون کو پارلیمانی نہیں بلکہ کام کرنے والا کارپوریشن ہونا چاہئے تھا، بیک وقت قانون بنانے والا اور ان کو پورا کرنے والا بھی.."

"...اس کے بجائے کہ تین یا چھ سال میں ایک بار یہ فیصلہ کیا جائے کہ حکمران طبقے کا کون سا ممبر پارلیمنٹ میں عوام کی نمائندگی اور ان کو دبانے (ver.und zertreten) کا کام کرئے، عام انتخاب کے حق کو کمیون میں منظم عوام کی خدمت اس لئے کرنا تھا کہ وہ اپنے کارخانوں کے لئے مزدور، فورمین اور محاسب تلاش کر سکیں، جیسا کہ انفرادی انتخاب کا حق اس مقصد کے لئے کسی دوسرے آجر کی خدمت کرتا ہے۔

" بھلا ہو سوشل شاونزم اور موقع پرستی کا جن کا اس وقت راج ہے کہ پارلیمانیت پر یہ لاجواب نکتہ چینی بھی جو 1871 میں کی گئی تھی اب مارکس ازم کے " فراموش کردہ الفاظ " میں شامل ہو گی ہے۔ پیشہ ور وزرا اور پارلیمانی حضرات، پرولتاریہ کے ساتھ غداری کرنے والوں اور ہمارے زمانے کے " کوتاہ بیں "

سوشلسٹوں نے پارلیمانیت پر نکتہ چینی کا کام انارکسٹوں کو سونپ دیا ہے اور اس حیرت انگیز معقول بنا پر وہ پارلیمانیت پر ہر طرح کی نکتہ چینی کی "انارکزم" کی حیثیت سے مذمت کرتے ہیں یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ "ترقی یافتہ" پارلیمانی ملکوں کا پرولتاریہ جو شیڈ مان، ڈیوڈ، لیگین، سامبا، ریناڈیل، ہنڈرسن، وانڈرویلڈے، اسٹاؤننگ، برانٹنگ، بیسولتی اینڈ کمپنی قسم کے اس کے باوجود ہمدردی کا اظہار کرنے لگا ہے کہ موقع پرستی کا سگا بھائی ہے۔

بہر حال مارکس کے لئے انقلابی جدلیات کوئی خالی خولی فیشن ایبل لفاظی اور جھن جھنا نہیں رہی جیسا کہ پلیخانوف، کاؤتسکی اور دوسروں نے اس کو بنا دیا ہے۔ مارکس انارکزم سے انتہائی سختی کے ساتھ ناطہ توڑنے کی صلاحیت رکھتے تھے کیونکہ وہ بورژوا پارلیمانیت کے "مویشیوں کے باڑے" تک کو بے عقلی سے استعمال کرتا تھا، خصوصاً جب کہ صاف طور پر صورت حال انقلابی نہیں تھی۔ لیکن ساتھ ہی وہ جانتے تھے کہ پارلیمانیت پر حقیقی انقلابی پرولتاری نکتہ چینی کیسے کی جائے۔

چند سال میں ایک بار یہ فیصلہ کرنا کہ حکمران طبقے کا کون سا ممبر پارلیمنٹ کے ذریعہ عوام کو دبائے اور کچلے، یہ ہے بورژوا پارلیمانیت کا اصلی نچوڑ، نہ صرف پارلیمانی آئینی شاہیوں میں بلکہ انتہائی جمہوری ریپبلکوں میں بھی۔

لیکن اگر ہم ریاست کے سوال کو لیں اور اگر ہم اس شعبے میں پرولتاریہ کی کتۂ نظر سے پارلیمانیت پر ریاست کے ایک ادارے کی حیثیت سے غور کریں تو پارلیمانیت سے نکلنے کا راستہ کیا ہے؟ اس سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے؟

بار بار یہ کہنا پڑتا ہے کہ مارکس کے اسباق جن کی بنیاد کمیون کے مطالعہ پر تھی ایسے فراموش کر دئے گئے ہیں کہ آج کل کے "سوشل ڈیموکریٹ" (آج کل کے

سوشلزم کے غدار پڑھیے) انارکسٹ یا رجعت پرستانہ تنقید کے سوائے پارلیمانیت کی کوئی اور تنقید واقعی سمجھ نہیں پاتے۔

پارلیمانیت سے نجات پانے کا طریقہ دراصل نمائندہ اداروں اور انتخاب کے طریقے کا خاتمہ نہیں ہے بلکہ نمائندہ اداروں کو بکواس کرنے والے اداروں کو " کام کرنے والے " اداروں میں تبدیل کرنا ہے۔ " کمیون کو پارلیمانی نہیں بلکہ کام کرنے والا ادارہ ہونا تھا، بیک وقت قانون بنانے والا اور ان کو پورا کرنے والا بھی "۔ "پارلیمانی نہیں بلکہ کام کرنے والا " ادارہ، یہ آج کل کے پارلیمانیت کے حامیوں اور سوشل ڈیموکریسی کے پارلیمانی " جیبی کتوں " کے پیٹھ پیچھے نہیں بلکہ منہ پر کہا گیا ہے! کسی پارلیمانی ملک کو دیکھیے، امریکہ سے لے کر سوئٹزرلینڈ تک، فرانس سے لے کر برطانیہ اور ناروے وغیرہ تک، " ریاست " کا اصلی کام پس پردہ محکمہ جات، سفارتی دفاتر اور فوجی اسٹاف کرتے ہیں۔ پارلیمنٹوں میں " عام لوگوں " کو بیوقوف بنانے کے لئے صرف باتیں بنائی جاتی ہیں۔ یہ اس حد تک سچ ہے کہ روسی ریپبلک، ایک بورژوا جمہوری ریپبلک تک میں بھی، قبل اس کے کہ وہ حقیقی پارلیمنٹ قائم کر سکی پارلیمانیت کی ان تمام برائیوں نے اپنا سر ایک دم اٹھایا۔ سڑی گڑی تنگ نظری کے ہیروؤں جیسے اس کو بیلیف اور ترسرے تیلی، چیرنوف اور اوکسن تیف والوں نے شرمناک بورژوا پارلیمانیت کے نمونے پر سوویتوں کو بھی خالی خولی بکواس کرنے والے ادارے بنا کر گندہ کر دیا ہے۔ سوویتوں میں " سوشلسٹ " وزیر صاحبان بھروسہ کرنے والے دیہاتیوں کو لفاظی اور تجویزوں سے بیوقوف بنا رہے ہیں۔ حکومت میں متواتر تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں، ایک طرف تو اس لئے تاکہ جتنے سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں کے لئے ممکن ہو اتنے باری باری آمدنی اور عزت

والے عہدوں کے "حلوے تک" پہنچ سکیں اور دوسری طرف لوگوں کی "توجہ" ادھر لگی رہے۔ اور سفارتی دفاتر اور فوجی اسٹاف میں "ریاستی" کام "ہو رہے ہیں۔"

حکمراں "سوشلسٹ انقلابی" پارٹی کے ترجمان اخبار "دیلو نارودا" (13) نے حال ہی اپنے ایڈیٹوریل میں "اچھی سوسائٹی" کے لوگوں کی طرح، جس میں "سب" سیاسی طوائف بازی میں مصروف ہیں، بے مثال صفائی سے اعتراف کیا ہے کہ ان وزراتوں میں بھی جن کے سربراہ "سوشلسٹ" (اس لفظ کے لئے معاف کیجئے گا) ہیں ان تک میں افسر شاہی کی ساری مشینری پرانے طریقے پر برقرار ہے، پرانے طریقے سے کام کر رہی ہے اور بالکل "آزادی" کے ساتھ انقلابی اقدامات میں توڑ پھوڑ کر رہی ہے، اگر یہ اعتراف نہ بھی ہوتا تو کیا حکومت میں سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں کی شرکت کی حقیقی تاریخ اس کا ثبوت نہیں ہے؟ یہاں قابل توجہ یہ بات ہے کہ کیڈیٹوں کے ساتھ وزارتی ٹولی میں چیرنوف، روسانوف، زین زینوف صاحبان اور "دیلو نارودا" کے دوسرے ایڈیٹر اپنا ضمیر اتنا کھو بیٹھے ہیں کہ ان کو، اس طرح جیسے کوئی ویسے ہی بات کہہ رہے ہوں، علانیہ یہ کہتے شرم نہ آئی کہ "ان کی "وزارتوں میں ہر چیز پرانی جگہ پر قائم ہے!! انقلابی جمہوری لفاظی۔ دیہاتی بدھو جمن کو دھوکا دینے کے لئے اور نوکر شاہی اور سرخ فیتہ سرمایہ داروں کا "دل خوش کرنے" کے لئے۔ یہ ہے "ایماندار" ائتلاف کا نچوڑ۔

بورژوا سماج کی بک جانے والی اور سڑی گلی پارلیمانیت کی جگہ کمیون ایسے ادارے لاتا ہے جن میں رائے اور بحث مباحثہ کی آزادی دھوکا نہیں بن جاتی کیونکہ پارلیمنٹ کے ممبروں کو خود کام کرنا ہوتا ہے، اپنے قوانین پر خود عمل کرنا ہوتا ہے،

زندگی میں جو کچھ ہوتا اس کی خود جانچ کرنی ہوتی ہے اور خود براہ راست اپنے انتخاب کرنے والوں کے سامنے جواب دہ ہونا پڑتا ہے۔نمائندہ ادارے باقی رہتے ہیں لیکن پارلیمانیت خاص سسٹم کی حیثیت سے، قانون ساز اور انتظامی کام کے درمیان تقسیم کی حیثیت سے ممبران پارلیمنٹ کے لئے مراعاتی پوزیشن کی حیثیت سے یہاں نہیں رہتی، نمائندہ اداروں کے بغیر ہم جمہوریت کا تصور نہیں کر سکتے، حتیٰ کہ پرولتاری جمہوریت کا بھی لیکن پارلیمانیت کے بغیر کر سکتے ہیں اور کرنا چاہئے، اگر بورژوا سماج پر نکتہ چینی ہمارے لئے محض لفاظی نہیں ہے، اگر ہم بورژوا حکمرانی کا تختہ الٹنے کی خواہش سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ رکھتے ہیں اور یہ محض مزدوروں کے ووٹ حاصل کرنے کے لئے "انتخابی" لفاظی نہیں ہے کہ جیسا کہ منشویکوں اور سوشلسٹوں انقلابیوں کے لئے، جیسا کہ شیڈمان اور لیگین اور وانڈرویلڈے والوں کے لئے ہے۔

یہ بات بہت ہی سبق آموز ہے کہ ان افسروں کے فرائض منصبی کا ذکر کرتے ہوئے جو کمیون اور پرولتاری جمہوریت کے لئے ضروری ہیں مارکس ان کا مقابلہ ''ہر دوسرے آجر'' کے ملازمین سے کرتے ہیں یعنی ہر معمولی سرمایہ دار کارخانے سے جو ''مزدور نگران اور محاسب'' رکھتا ہے۔

مارکس کے یہاں اس معنی میں یوٹوپیت کا کوئی شائبہ نہیں ہے کہ انہوں نے کوئی ''نیا'' سماج ایجاد کرلیا یا گھڑلیا ہو۔ نہیں وہ پرانے سماج میں سے نئے سماج کے جنم کا، پہلے میں سے دوسرے کی طرف عبور کی صورتوں کا قدرتی تاریخی عمل کی حیثیت سے مطالعہ کرتے ہیں۔ وہ عوامی پرولتاری تحریک کے حقیقی تجربے کو لیتے ہیں اور اس سے عملی سبق حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ کمیون سے ''سیکھتے

ہیں'' جیسا کہ تمام عظیم انقلابی مفکروں نے کچلے ہوئے طبقوں کی عظیم تحریکوں کے سبق سے بے جھجک سیکھا اور ان کو کبھی (پلیخانوف کی طرح: ''ان کو ہتھیار نہیں اٹھانا تھا'' یا تسرے تیلی کی طرح: ''ہر طبقے کو اپنی حدود میں رہنا چاہیے'') ''وعظ'' نہیں دیئے۔

افسر شاہی کو فوراً، ہر جگہ اور مکمل طور سے ختم کرنے کی تو بات ہی نہیں ہوسکتی۔ یہ تو محض یوٹوپیا ہے۔ لیکن پرانی افسر شاہی مشینری کو فوراً پاش پاش کر دینا اور فوراً ہی نئی مشینری بنانا شروع کر دینا جو ساری نوکر شاہی کے رفتہ رفتہ خاتمے کو ممکن بنائے گی، یہ یوٹوپیائی نہیں ہے، یہ کمیون کا تجربہ ہے، یہ انقلابی پرولتاریہ کا براہ راست اور فوری فریضہ ہے۔

سرمایہ دار نظام ''ریاست'' کے انتظامی عوامل کو سیدھا سادہ بناتا ہے۔ وہ اس کو ممکن بناتا ہے کہ ''افسری'' کو ہٹا دیا جائے اور سارا کام پرولتاریوں کی تنظیم (حکمراں طبقے کی حیثیت سے) تک محدود کر دیا جائے جو سارے سماج کی طرف سے ''مزدوروں نگرانوں اور محاسبوں'' کو اجرت پر لیتی ہے۔

ہم تو یوٹوپیائی نہیں ہیں۔ ہم اس کے ''خواب'' نہیں دیکھتے کہ کس طرح فوراً ہر طرح کے انتظامی ادارے سے، ہر طرح کی ماتحتی سے بچا جائے۔ یہ انارکسٹ خواب جن کی بنیاد پرولتاری ڈکٹیٹرشپ کے فرائض کی نافہمی پر ہے، مارکسزم کے لئے بالکل اجنبی ہیں اور درحقیقت صرف سوشلسٹ انقلاب ایسے لوگوں کے ساتھ چاہتے ہیں جیسے وہ اب ہیں جو بلا ماتحتی، بلا کنٹرول، بلا ''نگرانوں اور محاسبوں'' کے نہیں رہ سکتے۔

لیکن یہ ماتحتی تمام استحصال کے شکار اور محنت کش لوگوں کے مسلح ہراول یعنی

پرولتاریہ کی ہونی چاہیے۔ ریاستی افسروں کی خاص ''افسری'' کی جگہ ''نگرانوں اور محاسبوں'' کے سادہ عوامل کو لانے کی ابتداء فوراً کی جاسکتی ہے اور کرنا چاہیے، ایسے عوامل جو اس وقت بھی پوری طرح عام شہری کی قابلیت کی سطح کے ہیں اور پوری طرح ''مزدوروں کی اجرت'' پر کئے جاسکتے ہیں۔

ہم مزدوروں کو خود اپنے مزدور تجربے پر بھروسہ کرکے، سخت، آہنی ڈسپلن قائم کرکے جس کی پشت پناہی مسلح مزدوروں کا ریاستی اقتدار کرتا ہو بڑے پیمانے کی پیداوار اس سے منظم کرنا چاہیے جو سرمایہ دار نظام قائم کر چکے ہیں۔ ہمیں ریاستی افسروں کا رول گھٹا کر محض ہمارے احکام پورا کرنے والوں کا، جواب دہ، قابل تبدیلی، معتدل اجرت والے ''نگرانوں اور محاسبوں'' کا رول رکھنا چاہیے (ضرور، ہر طرح، ہر قسم اور ہر درجے کے ماہرین ٹکنیک کی مدد سے) ___ یہ ہے ہمارا پرولتاری فریضہ، یہی ہے وہ بات جس سے ہم پرولتاری انقلاب کی تکمیل کے لئے ابتداء کرسکتے ہیں اور کرنا چاہیے۔ ایسی ابتداء بڑے پیمانے کی پیداوار کی بنیاد پر خود بخود ہر قسم کی افسر شاہی کے ''مٹنے'' کی طرف، رفتہ رفتہ ایسے نظم کی تخلیق کی طرف لے جائے گی، بلاواوین والے نظم، نظم جس کی اجرت کی غلامی سے کوئی مشابہت نہ ہوگی، نظم جس کے تحت نگرانی اور حساب کے عوامل زیادہ سیدھے سادے ہو جائیں گے جن کو ہر ایک باری باری کرے گا اور پھر وہ عادت بن جائیں گے اور آخر میں وہ لوگوں کے مخصوص پرت کے مخصوص عوامل کی حیثیت سے ختم ہو جائیں گے۔

پچھلی صدی کی آٹھویں دہائی کے ایک حاضر دماغ جرمن سوشل ڈیموکریٹ نے ڈاک کی سروس کو سوشلسٹ معاشی نظام کا نمونہ کہا تھا۔ یہ بہت سچ بات ہے۔ آج کل ڈاک کی سروس ایسا کاروبار ہے جو ریاستی سرمایہ دار اجارہ داری کی طرح

منظم کیا گیا ہے۔ سامراج رفتہ رفتہ تمام ٹرسٹوں کو اس قسم کی تنظیموں میں تبدیل کر رہا ہے۔ ''معمولی'' محنت کشوں کے اوپر، جو کام کے بوجھ سے دبے ہیں اور بھوک کا شکار ہیں، یہاں بھی بورژوا نوکر شاہی کھڑی ہے۔ لیکن یہاں سماجی انتظام کی مشینری تیار ہو چکی ہے۔ سرمایہ داروں کا تختہ الٹنے، مسلح مزدوروں کے آہنی ہاتھوں سے ان استحصال کرنے والوں کی مزاحمت کو کچلنے اور موجودہ ریاست کی نوکر شاہی مشینری کو پاش پاش کرنے کے بعد ہمارے سامنے ''طفیل خوری'' سے آزاد اعلیٰ درجے کے تکنیکی سامان سے لیس مشینری ہوگی جس کو متحد مزدور خود پوری طرح چالو کر سکیں گے جو ماہرین ٹکنیک، نگرانوں اور محاسبوں کو اجرت پر لیں گے اور ان سب کو، سب ''ریاستی'' افسروں کی طرح عام طور پر مزدوروں کی اجرت دیں گے۔ یہاں ایک ٹھوس اور عملی فریضہ ہے جو سب ٹرسٹوں کے تعلق سے فوراً پورا کیا جا سکتا ہے، جس کی تکمیل محنت کشوں کو استحصال سے نجات دلائے گی اور جو اس سبق کو نظر میں رکھتا ہے جس پر کمیون نے عمل کرنا شروع کر دیا تھا (خصوصاً ریاست کی تعمیر کے شعبے میں)۔

پوری عوامی معیشت کو ڈاک کی سروس کی لائن پر منظم کرنا تاکہ ماہرین ٹکنیک، نگراں اور محاسب اور سارے افسران بھی مسلح پرولتاریہ کے کنٹرول اور رہنمائی میں ''مزدور کی اجرت'' سے زیادہ تنخواہ نہ پائیں ـــــ یہ ہے ہمارا اولینمقصد۔ یہی وہ ریاست ہے، یہی وہ معاشی بنیاد ہے جس کی ہمیں ضرورت ہے۔ یہی پارلمانیت کے خاتمے اور نمائندہ اداروں کو محفوظ رکھنے کا نتیجہ بنے گا۔ یہی بورژوازی کے ہاتھوں ان اداروں کو محفوظ رکھنے کا نتیجہ بنے گا۔ یہی بورژوازی کے ہاتھوں ان اداروں کی ''طوائف بازی'' سے محنت کش طبقوں کو نجات دلائے گا۔

4۔ قومی اتحاد کی تنظیم:

''....قومی تنظیم کے اس مختصر اسکیچ میں جسے پیرس کمیون کو آگے بڑھانے کا وقت نہیں ملا پورے یقین کے ساتھ یہ کہا گیا ہے کہ کمیون کو چھوٹے سے چھوٹے گاؤں تک کی سیاسی شکل میں ہونا چاہیے تھا''....کمیونوں کو پیرس میں ''قومی وفد'' کا انتخاب کرنا تھا۔

.....چند لیکن بہت اہم عوامل جواب بھی مرکزی حکومت کے ہاتھ میں رہتے ان کو رد نہیں کرنا تھا، جیسا کہ جان بوجھ کر غلط بیانی کی گئی ہے بلکہ ان کو کمیونوں کی طرف منتقل کرنا تھا یعنی انتہائی ذمے دار افسروں کی طرف....

''....قومی اتحاد کو توڑنا نہیں بلکہ اس کے برعکس کمیون کے ڈھانچے کے ذریعہ اس کو منظم کرنا تھا۔ قومی اتحاد کو اس ریاستی اقتدار کی تباہی کے ذریعہ حقیقت بنانا تھا جو اس اتحاد کا مجسمہ ہونے کا دعویٰ کرتا تھا لیکن قوم سے آزاد اور بالاتر بھی رہنا چاہتا تھا۔ عملی طور سے یہ ریاستی اقتدار قوم کے جسم پر ایک طفیل خور بدگوشت تھا.... فریضہ یہ تھا کہ پرانے سرکاری اقتدار کے جبر و تشدد کے اعضاء کو کاٹ کر الگ کر دیا جائے، اس کے جائز عوامل کو اس اقتدار سے چھین کر حاصل کر لیا جائے جو سماج سے بالاتر رہنے کا دعویٰ کرتا ہے اور ان کو سماج کے ذمے دار خادموں کو سونپ دیا جائے۔''

کس حد تک موجودہ سوشل ڈیموکریسی کے موقع پرستوں نے مارکس کے اس غور و فکر کو نہیں سمجھا یا شاید یہ کہنا زیادہ ٹھیک ہوگا کہ سمجھنا نہیں چاہا اس کو غدار برنشٹائن کی ہیرو ستراتی (14) شہرت رکھنے والی کتاب ''سوشلزم کی ابتدائی شرائط اور سوشل ڈیموکریٹوں کے فرائض'' میں بہترین طور پر دکھایا گیا ہے۔ مارکس کے مندرجہ بالا

اقتباس کے سلسلے میں ہی برنشٹائن نے لکھا ہے کہ ''جہاں تک اس کے سیاسی مواد کا سوال ہے'' یہ پروگرام'' اپنے تمام بنیادی خد و خال میں پرودھوں کی وفاقیت (fedrelism) سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے .... مارکس اور'' پیٹی بورژوا'' پرودھوں کے درمیان (برنشٹائن لفظ'' پیٹی بورژوا'' کو اپنے خیال میں طنزیہ بنانے کے لئے واوین میں لکھتا ہے) تمام دوسرے نکات پر اختلاف کے باوجود ان نکات پر ان کے نقطہ نظر اتنے قریب ہیں جتنا ممکن ہوسکتا ہے''۔ برنشٹائن اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے کہ واقعی میونسپلٹیوں کی اہمیت بڑھ رہی ہے لیکن'' مجھے اس میں شک معلوم ہوتا ہے کہ آیا جمہوریت کا پہلا فریضہ جدید ریاستوں کی ایسی منسوخی (Auflosung) اور ان کی تنظیم میں ایسی مکمل تبدیلی (Umwandlung) ہوگا جیسا کہ مارکس اور پرودھوں تصور کیا کرتے ہیں۔ ان صوبائی کمیونوں کے مندوبین پر مشتمل ہوں گی۔ اور اس کے نتیجے میں قومی نمائندگی کی پہلی صورت بالکل غائب ہوجائے گی''۔ (برنشٹائن کی ''ابتدائی شرائط''، صفحات 134 تا 136، جرمن ایڈیشن، 1899)۔

''طفیل خور ریاستی اقتدار کی تباہی'' پر مارکس کے خیالات کو پرودھوں کی وفاقیت سے گڈمڈ کرنا یقیناً ہیبت ناک ہے؛ لیکن یہ کوئی اتفاقی بات نہیں ہے کیونکہ موقع پرست کو یہ کبھی خیال نہیں آتا کہ مارکس یہاں وفاقیت کو مرکزیت کے خلاف رکھ کر بالکل بات نہیں کرتے بلکہ وہ پرانی، بورژوا ریاستی مشینری کو جو تمام بورژوا ملکوں میں ہے، توڑنے کے بارے میں کہتے ہیں۔

موقع پرست کے ذہن میں تو صرف وہی بات آتی ہے جو وہ اپنے چاروں طرف، پیٹی بورژوا تنگ نظری اور'' اصلاح پرست'' جمود کے ماحول میں

دیکھتا ہے یعنی صرف ''میونسپلٹیاں''؛ موقع پرست کو تو پرولتاری انقلاب کے بارے میں سوچنے تک کی عادت نہیں رہی ہے۔

یہ مضحکہ انگیز ہے۔ لیکن نرالی بات یہ ہے کہ کسی نے اس نکتے پر برنشٹائن سے بحث مباحثہ نہ کیا۔ بہت سے لوگوں نے برنشٹائن کی تردید کی، خصوصاً پلیخانوف نے روسی ادب میں اور کاؤتسکی نے یورپی ادب میں لیکن ان دونوں میں سے کسی نے بھی برنشٹائن کے ہاتھوں مارکس کی اس توڑمروڑ کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا۔

موقع پرست اس حد تک انقلابی طریقے سے خیال کرنا اور انقلاب کے بارے میں سوچنا بھول چکا ہے کہ وہ ''وفاقیت'' کو مارکس سے منسوب کرتا ہے جن کو وہ انارکزم کے بانی پرودھون سے گڈمڈ کر دیتا ہے۔ اور پکے مارکس وادی ہونے کے دعوے دار اور مارکس کی انقلابی تعلیمات کی مدافعت کرنے والے کاؤتسکی اور انارکزم کے درمیان فرق کے بارے میں خاموش ہیں؛ یہاں مارکس ازم اور انارکزم کے درمیان فرق کے بارے میں نظریات کو انتہائی مسخ کرنے کی خصوصیت ہے اور جس کے بارے میں ہم پھر بات کریں گے۔

پیرس کمیون کے تجربے کے بارے میں مارکس کے مندرجہ بالا خیالات میں وفاقیت کا نشان تک نہیں ہے۔ مارکس پرودھوں سے اسی نکتے پر متفق ہیں جس کو موقع پرست برنشٹائن نے نہیں دیکھا۔ مارکس پرودھوں سے اسی نکتے پر متفق نہیں ہیں جس پر برنشٹائن نے ان کا اتفاق دیکھا۔

مارکس پرودھون سے اس بات پر متفق ہیں کہ دونوں موجودہ ریاستی مشینری کو ''توڑنے'' کے حق میں ہیں۔ مارکس ازم اور انارکزم (معہ پرودھون اور باکونین)

کے درمیان اس اتفاق کو نہ تو موقع پرست اور نہ کاؤتسکی والے ہی دیکھنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ اس نکتے پر مارکس ازم سے الگ ہو گئے ہیں۔

مارکس پرودھون اور باکونین دونوں سے وفاقیت ہی کے سوال پر متفق نہیں ہیں (پرولتاری ڈکٹیٹرشپ کا ذکر نہ کر کے)۔ وفاقیت انارکزم کے پیٹی بورژوا خیالات سے اصولی طور پر ابھرتی ہے۔ مارکس مرکزیت پسند تھے۔ ان کے جن خیالات کا ابھی حوالہ دیا گیا ہے ان میں مرکزیت سے کسی طرح کی علیحدگی نہیں پائی جاتی ہے۔ صرف وہی لوگ جو ریاست میں "واہمانہ یقین" کے تنگ نظر خیالات سے بھرے ہیں بورژوا ریاستی مشینری کی تباہی کو مرکزیت کی تباہی سمجھ سکتے ہیں۔

اب اگر پرولتاریہ اور غریب کسانوں ریاستی اقتدار خود اپنے ہاتھوں میں لے لیں، آزادی کے ساتھ اپنے آپ کو کمیونوں میں منظم کر لیں اور سارے کمیونوں کے عمل کو سرمایہ پر ضرب لگانے، سرمایہ داروں کی مزاحمت کو کچلنے اور نجی ملکیت والی ریلوے لائنوں، فیکٹریوں اور زمین وغیرہ کو، ساری قوم کو، پورے سماج کو منتقل کرنے کے لئے متحد کر لیں تو کیا یہ مرکزیت نہ ہوگی؟

برنشٹائن کے دماغ میں بس یہ بات نہیں آسکتی کہ رضاکارانہ مرکزیت، کمیونوں کا ایک قوم میں رضاکارانہ اتحاد، پرولتاری کمیونوں کا رضاکارانہ سنگم، بورژوا تسلط اور بورژوا ریاستی مشینری کو توڑنے کے لئے ممکن ہے۔ ہر تنگ نظر آدمی کی طرح برنشٹائن مرکزیت کی تصویر کشی یوں کرتا ہے جو صرف اوپر سے ہی صرف نوکر شاہی اور فوجی طاقت سے ہی مسلط کی جاسکتی ہے اور محفوظ رکھی جاسکتی ہے۔

جیسے کہ مارکس نے یہ پہلے سے دیکھ لیا ہو کہ ان کے خیالات کو مسخ کرنے کا امکان ہے اس بات پر عمداً زور دیا کہ یہ الزام جانبوجھا جعل ہے کہ پیرس کمیون قومی

اتحاد کو تباہ کرنا اور مرکزی اقتدار کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ مارکس نے عمداً یہ الفاظ استعمال کئے کہ ''قومی اتحاد کو منظم کرنا تھا'' تاکہ باشعور، جمہوری، پرولتاری مرکزیت کو بورژوا، فوجی، نوکرشاہی مرکزیت کے مقابلے میں پیش کیا جا سکے۔

لیکن ....وہ بہرے سے بھی بدتر ہے جو سننا نہیں چاہتا۔ اور موجودہ سوشل ڈیموکریسی کے موقع پرست اقتدار کی تباہی کے بارے میں، طفیل خور کو کاٹ کر پھینک دینے کے بارے میں ہی نہیں سننا چاہتے ہیں۔

5۔ طفیل خور ریاست کی تباہی

ہم اس موضوع پر مارکس کے الفاظ کا حوالہ دے چکے ہیں اور اب ہمیں ان میں اضافہ کرنا چاہیے۔

''.... عام طور پر نئی تاریخی تخلیقات کی یہ تقدیر ہوتی ہے'' مارکس نے لکھا'' کہ ان کو سماجی زندگی کی ان پرانی اور فرسودہ شکلوں کا مثل سمجھا جاتا ہے جن سے یہ نئے ادارے کچھ نہ کچھ مشابہت رکھتے ہیں۔ اس طرح یہ نیا کمیون جو موجودہ ریاستی اقتدار کو توڑ دیتا ہیں (پاش پاش کر دیتا ہے۔bricht) قرون وسطیٰ کے کمیون کی تجدید سمجھا جاتا تھا..چھوٹی ریاستوں کا اتحاد (مونتیسکے اور ژیروندی (15) خیال میں حد سے زیادہ مرکزیت کے خلاف پرانی جدوجہد کی مبالغہ آمیزہ شکل سمجھا جاتا تھا.."..کمیون کے ڈھانچے نے سماج کے جسم کے لئے وہ تمام طاقتیں بحال کر دی ہوتیں جو ابھی تک یہ طفیل خور بدگوشت " تھا۔ اس کو'' کاٹ'' کر پھینکنا'' پاش پاش کرنا''' اب ریاستی اقتدار فالتو ہو گیا''___ یہ ہیں وہ الفاظ جو مارکس نے کمیون کے تجربے کا اندازہ لگاتے اور تجزیہ کرتے ہوئے ریاست کے سلسلے میں استعمال کئے ہیں۔

یہ سب نصف صدی سے کچھ کم قبل لکھا گیا تھا اور اب اس کے لئے واقعی کھدائی کرنی پڑ رہی ہے تا کہ غیر مسخ شدہ مارکس ازم کو عوام کی بڑی تعداد کے علم میں لایا جائے۔ اس آخری عظیم انقلاب کے مشاہدے سے اخذ کئے ہوئے نتائج جس میں مارکس کی زندگی گذری ٹھیک اس وقت بھلا دئے گئے جب دوسرے عظیم پرولتاری انقلابوں کا وقت آیا۔

''....کمیون کی جو نوع بنوع توضیحات کی گئیں اور جن نوع بنوع مفادات کا اظہار اس میں ہوا یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ اعلیٰ درجے کی لوچ دار سیاسی شکل تھی جبکہ اس سے پہلے حکومت کی تمام شکلیں اپنی نوعیت کے لحاظ سے جابر تھیں۔ اس کا اصل راز یہ تھا کہ کمیون عملی طور پر مزدور طبقے کی حکومت تھی، زبردستی مالک بن بیٹھنے والے طبقے کے خلاف پیداوار کرنے والے طبقے کی جدوجہد کا نتیجہ۔ وہ آخر میں دریافت کی ہوئی ایسی سیاسی شکل تھی جس میں محنت کی معاشی آزادی کی تکمیل کی جا سکتی تھی....

''اس آخری شرط کے بغیر کمیون کا ڈھانچہ ناممکن اور دھوکا ہوتا...''

یوٹوپیائی لوگ ان سیاسی شکلوں کو'' دریافت'' کرنے میں لگ گئے جن میں سماج کی سوشلسٹ تبدیلی ہونی چاہئے تھی۔ انارکسٹوں نے سیاسی شکلوں کے سوال کو بالکل ہی مسترد کر دیا۔ آج کل کی سوشل ڈیموکریسی کے موقع پرستوں نے پارلیمانی جمہوری ریاست کی بورژوا سیاسی شکلوں کو اس حد کی حیثیت سے تسلیم کر لیا جس کے آگے قدم نہ بڑھانا چاہئے اور اس ''مورتی'' کے سامنے پیشانی گھس گھس کر عبادت کی اور ان شکلوں کو توڑنے کی ہر خواہش کو انارکزم قرار دیا۔

مارکس نے سوشلزم و رسیاسی جدوجہد کی ساری تاریک سے یہ اخذ کیا کہ ریاست کو غائب ہونا ہی ہے اور یہ کہ اس کے غائب ہونے کی عبوری شکل (ریاست

سے غیر ریاست میں عبور) ہوگا "حکمران طبقے کی حیثیت سے منظم پرولتاریہ"۔ لیکن مارکس نے اس مستقبل کی منزل کی سیاسی شکلیں دریافت کرنے کا کام اپنے اوپر نہیں لیا۔ انہوں نے فرانسیسی تاریخ کا بالکل ٹھیک مشاہدہ کرنے، اس کا تجزیہ کرنے اور وہ نتائج اخذ کرنے تک اپنے آپ کو محدود رکھا جن کی طرف 1851 لے گیا، یعنی معاملات بورژوا ریاستی مشینری کی تباہی کی طرف جا رہے تھے۔

اور جب پرولتاریہ کی عام انقلابی تحریک پھوٹ پڑی تو مارکس نے اس کی ناکامیابی کے باوجود، اس کی مختصر زندگی اور صریحی کمزوری کے باوجود ان شکلوں کا مطالعہ شروع کر دیا جو اس تحریک نے دریافت کی تھیں۔

کمیون وہ شکل ہے جو پرولتاری انقلاب نے " آخر میں دریافت " کی ہے اور جس کے تحت محنت کی معاشی نجات ہو سکتی ہے۔

کمیون بورژوا ریاستی مشینری کو پاش پاش کرنے کے لئے پرولتاری انقلاب کی پہلی کوشش اور سیاسی شکل ہے جو " آخر کار دریافت " کر لی گئی ہے جس کو توڑی ہوئی ریاستی مشینری کی جگہ پر لایا جا سکتا ہے اور لانا چاہئے۔ ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ 19.0 اور 1917 کے روسی انقلابوں نے مختلف حالات اور مختلف شرائط کے تحت کمیون کا کام جاری رکھا ہے اور مارکس کے فاضلانہ تاریخی تجزیئے کی تصدیق کی ہے۔

چوتھا باب

سلسلے وار۔ اینگلز کی مزید وضاحتیں

کمیون کے تجربے کے بارے میں مارکس نے بنیادی باتیں پیش کیں۔ اینگلز نے بھی بار بار اس موضوع کو لیا اور مارکس کے تجزئے اور نتائج کی وضاحت کی، کبھی کبھی سوال کے دوسرے پہلوؤں پر ایسے زور اور صفائی کے روشنی ڈالی کہ ان وضاحتوں کو خاص طور سے لینے کی ضرورت ہے۔

1۔ رہاشی مکانوں کا سوال

اینگلز نے اپنی تصنیف "رہاشی مکانوں کا سوال" (1872) میں کمیون کے تجربے کو پیش نظر رکھ کر ریاست کے تعلق سے انقلاب کے فرائض کے بارے میں کئی بار بحث کی ہے۔ یہ بات دلچسپ ہے کہ اس ٹھوس موضوع نے صاف طور پر انکشاف کیا ایک طرف پرولتاری ریاست اور موجودہ ریاست کے درمیان مشابہت کے نکات کا، ایسے نکات کا جو دونوں صورتوں میں ریاست کے بارے میں کہنے کی بنیاد فراہم کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کے درمیان اختلافی نکات یا ریاست کی بربادی کی طرف عبور کا۔

"رہاشی مکانوں کا سوال کیسے حل کیا جائے؟ موجودہ سماج میں اس کو بھی کسی دوسرے سماجی سوال کی طرح حل کیا جاتا ہے۔ مانگ اور سپلائی کی رفتہ رفتہ معاشی ہمواری کے ذریعہ، اور یہ ایسا حل ہے جو سوال کو بار بار پھر پیدا کرتا ہے اور اس لئے کوئی حل نہیں ہے۔ اس سوال کو سماجی انقلاب کیسے حل کرے گا، اس کا انحصار نہ صرف وقت اور مقام پر ہوگا بلکہ اس کا تعلق کہیں زیادہ دوررس سوالات پر ہے جن میں ایک بہت ہی بنیادی سوال شہر اور دیہات کے درمیان تضاد کو ختم کرنے کا ہے۔

چونکہ ہمارا یہ فریضہ نہیں ہے کہ ہم مستقبل کے سماج کے لئے یوٹوپیائی سسٹم منظم کریں اس لئے اس سوال کو لینا ہمارے لئے بے سود ہے۔لیکن ایک بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ بڑے شہروں میں اس وقت بھی رہائشی مکانوں کی واقعی کمی اتنی کافی تعداد ہے کہ رہائشی مکانوں کی واقعی کمیکو فوراً دور کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ ان کو معقول طور پر استعمال کیا جائے۔ظاہر ہے کہ یہ اسی طرح ممکن ہے کہ موجودہ مالکان کو مکانوں کی ملکیت سے بے دخل کر کے وہاں بے گھر مزدوروں کو یا ان مزدوروں بسایا جائے جن کے گھروں میں بہت مجمع ہو گیا ہے۔اور جیسے ہی پرولتاریہ سیاسی اقتدار حاصل کرے گا مفاد عامہ کے پیش نظر یہ معقول اقدام ویسا ہی آسان ہوگا جیسا کہ موجودہ ریاست کے لئے عمارتوں کے مالکوں کو بے دخل کرنا اور ان پر قبضہ کرنا ہے۔"

(جرمن ایڈیشن، 1887، صفحہ 22)

یہاں ریاستی اقتدار کی شکل میں تبدیلی پر نہیں غور کیا گیا ہے بلکہ صرف اس کی سرگرمیوں کا مافیہ لیا گیا ہے۔مکانوں کی بے دخلی اور ان پر قبضہ موجودہ ریاست کے حکم سے بھی ہوتا ہے۔معاملے کے باضابطہ پہلو سے پرولتاری ریاست بھی مکانوں پر قبضے اور مکانوں کی بے دخلی کا "حکم" دے گی۔لیکن یہ بات صاف ہے کہ پرانی انتظامی مشینری، افسر شاہی جو بورژوازی سے متعلق ہے پرولتاری ریاست کیا احکام پورے کرنے کے لئے ناموزوں ہوتی۔

'...اس بات کی توجہ دلانے کی ضرورت ہے کہ محنت کے تمام آلات پر، مجموعی طور پر صنعت پر محنت کش لوگوں کا واقعی قبضہ پرودھونی "ادائیگی" کے بالکل برخلاف ہے۔موخرالذکر صورت میں مزدور رہائشی مکان، کسان کے قطعہ زمین، محنت کے

آلات کا انفرادی طور پر مالک بن جاتا ہے۔ اول الذکر صورت میں " محنت کش لوگ " مکانوں، فیکٹریوں اور محنت کے آلات کے اجتماعی مالک رہتے ہیں اور کم سے کم عبوری دور میں مشکل سے ہی افراد یا انجمنوں کو بلا معاوضہ ان کے استعمال کی اجازت دی جائے گی۔ اسی طرح ملکیت آراضی کا خاتمہ لگان کا خاتمہ نہیں ہے بلکہ سماج کی طرف اس کی منتقلی ہے خواہ وہ کچھ تبدیل شدہ صورت میں ہو۔ اس لئے آلات محنت پر محنت کشوں کا واقعی قبضہ کسی صورت سے ان کی کرائے پر لین دین کی برقراری کو خارج نہیں کرتا" (صفحہ 68)۔

اس بحث میں جو سوال لیا گیا ہے یعنی ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے کی معاشی بنیاد، اس کا جائزہ ہم اگلے باب میں لیں گے۔ اینگلز بہت احتیار سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پرولتاری ریاست " مشکل سے " مکانوں کے استعمال کی اجازت بلا معاوضہ دے گی، کم سے کم عبوری دور میں "، سارے لوگوں کی ملکیت والے مکانوں کو انفرادی طور پر خاندانوں کو کرایہ پر دینے کا مطلب پہلے سے یہ فرض کرنا ہے کہ کرائے اکٹھا کیا جائے اور مکانوں کی تقسیم میں کچھ حد تک کنٹرول اور کوئی نہ کوئی معیار پیش نظر رکھا جائے۔ یہ ریاست کی کسی مخصوص صورت کا تقاضہ کرتا ہے لیکن ایسی مخصوص فوجی اور نوکر شاہی مشنیری کا بالکل تقاضہ نہیں کرتا جس میں افسروں کی خاص مراعاتی پوزیشن ہوتی ہے۔ ایسی صورت حال تک عبور جس میں بلا کرایہ فلیٹ دینا ممکن ہوگا، ریاست کی پوری طرح مٹنے پر منحصر ہے۔

کمیون کے بعد اور اس کے تجربے سے متاثر ہو کر بلانکیسٹوں (16) کے مارکس ازم کی اصولی پوزیشن اختیار کرنے کا ذکر کرتے ہوئے اینگلز نے سرسری طور پر اس پوزیشن کو اس طرح مرتب کر کے پیش کیا ہے۔"

...طبقات اور ان کے ساتھ ریاست کی منسوخی تک عبور کی حیثیت سے پرولتاریہ اور اس کی ڈکٹیٹرشپ کے سیاسی اقدام کی ضرورت..." (صفحہ 55)۔

کوئی ایک ایک لفظ کی نکتہ چینی کرنے والا یا "مارکس ازم کا گلا گھونٹنے والا" بورژوا غالباً "ریاست کی منسوخی" کے اس اعتراف اور "اینٹی ڈیورنگ" کے مندرجہ بالا اقتباس میں انارکسٹ فارمولے کی حیثیت سے اس فارمولے کی تردید کے درمیان تضاد دیکھے گا۔ اس میں کوئی حیرت نہ ہوتی اگر موقع پرستوں نے اینگلز کا شمار بھی انارکسٹوں میں کرلیا ہوتا کیونکہ اب سوشل شاونسٹوں میں یہ بات بہت عام ہوگی ہے کہ وہ سب بین اقوامیت پسندوں کو انارکزم کا ملزم ٹھہراتے ہیں۔ مارکس ازم نے ہمیشہ یہ تعلیم دی کہ طبقات کی منسوخی کے ساتھ ریاست بھی منسوخ ہو جائے گی۔" اینٹی ڈیورنگ" میں "ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے" کے بارے میں جو عام طور پر مشہور ٹکڑا ہے وہ انارکسٹوں کو محض ریاست کی منسوخی کی حمایت کے لئے ہی ملزم نہیں ٹھہراتا ہے بلکہ اس کا پرچار کرنے کے لئے بھی کہ جیسے ریاست کو "ایک رات" میں منسوخ کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ موجودہ رائج "سوشل ڈیموکریٹک" نظریہ انارکزم سے مارکس ازم کے تعلقات کو ریاست کی منسوخی کے بارے میں پوری طرح مسخ کر کے پیش کرتا ہے اس لئے اس بحث کو یاد دلانا مفید ہوگا جو مارکس اور اینگلز نے انارکسٹوں سے کی تھی۔

2۔ انارکسٹوں سے بحث مباحثہ

یہ بحث 1873 میں ہوئی۔ مارکس اور اینگلز نے پرودھوں کے حامیوں (17)، "اندرونی خودمختاری والوں" یا "اختیار کے مخالفوں" کے خلاف ایک اطالوی سوشلسٹ مجموعے میں مضامین لکھے اور صرف 1913 میں ان مضامین کے

ترجمے جرمن اخبار nue zeit میں شائع ہوئے (18)۔ "اگر مزدور طبقے کی سیاسی جدوجہد انقلابی صورتیں اختیار کرتی ہے" مارکس نے انارکسٹوں کے سیاست سے انحراف کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھا۔ "اور اگر مزدور بورژوازی کی ڈکٹیٹر شپ قائم کرتے ہیں تو وہ اصولوں کی توہین کرنے کا شدید جرم کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے حقیر، بھونڈے، روزمرہ کے مطالبوں کو مطمئن کرنے اور بورژوازی کی مزاحمت کچلنے کے لئے ریاست کو انقلابی اور عبوری شکل دیتے ہیں بجائے اس کے کہ ہتھیار ڈال دیں اور ریاست کو منسوخ کر دیں۔"

neue zeit، 1913-1914 32 سال اشاعت، جلد 1 صفحہ 40)

(19)

یہ ہے ریاست کی وہ "منسوخی" جس کی مارکس نے قطعی مخالفت کرتے ہوئے انارکسٹوں کی تردید کی تھی۔ انہوں نے کبھی اس خیال کی مخالفت نہیں کی کہ جب طبقات غائب ہوں گے تو ریاست بھی غائب ہو جائے گی یا ان کی منسوخی کے ساتھ وہ بھی منسوخ ہو جائے گی۔ انہوں نے اس کی مخالفت کی کہ مزدور اسلحہ کے استعمال سے، منظم تشدد سے انکار کر دیں یعنی اس ریاست سے انکار کر دیں جو "بورژوازی کی مزاحمت کچلنے" کا کام کرے گی۔

انارکزم کے خلاف اپنی جدوجہد کے اصلی معنوں کو توڑ مروڑ سے بچانے کے لئے مارکس نے اس ریاست کی "انقلابی اور عبوری شکل" پر عمداً زور دیا جس کی پرولتاریہ کو ضرورت ہے۔ پرولتاریہ کو ریاست کی صرف عارضی ضرورت ہے۔ مقصد کی حیثیت سے ریاست کی منسوخی کے بارے میں ہم انارکسٹوں سے بالکل اختلاف نہیں رکھتے۔ ہم باصرار یہ کہتے ہیں کہ اس مقصد کے حصول کے لئے ہمیں

استحصال کرنے والوں کے خلاف ریاستی اقتدار کے آلات، وسائل اور طریقوں کا عارضی استعمال کرنا چاہئے، اسی طرح جیسے طبقات کے خاتمے کے لئے مظلوم طبقے کی عارضی ڈکٹیٹرشپ کی ضرورت ہے۔ مارکس نے انارکسٹوں کے خلاف سوال پیش کرنے کے لئے انتہائی تیز اور انتہائی صاف رویہ اختیار کیا ہے۔ سرمایہ داروں کا جوا اتار پھینکنے کے بعد کیا مزدوروں کو "اپنے ہتھیار ڈال دینا" چاہئے؟ لیکن ایک طبقے کا دوسرے طبقے کے خلاف ہتھیاروں کا باقاعدہ استعمال اگر ریاست کی "عبوری شکل" نہیں تو کیا ہے؟

ہر سوشل ڈیموکریٹ کو اپنے آپ سے سوال کرنے دیجئے: کیا اسی طرح اس نے ریاست کے بارے میں سوال کو انارکسٹوں سے بحث میں پیش کیا؟ کیا اسی طرح اس کو دوسری انٹرنیشنل کی سرکاری سوشلسٹ پارٹیوں کی بڑی اکثریت نے پیش کیا؟ اینگلز نے ان خیالات کو زیادہ واضح اور مقبول عام طور پر پیش کیا ہے۔ سب سے پہلے انہوں نے پرودھوں کے حامیوں کے گڈمڈ خیالات کا مزاق اڑایا ہے جو اپنے کو "اختیار کے مخالفین" کہتے تھے یعنی ہر طرح کے اختیار، ہر قسم کی ماتحتی اور ہر قسم کے اقتدار سے انکار کرتے تھے۔ کسی فیکٹری، ریلوے یا کھلے سمندر میں جہاز کو لے لیجئے۔ اینگلز نے کہا۔ کیا یہ صاف نہیں ہے کہ ان میں کا ایک بھی ٹکنیکی لحاظ سے پیچیدہ ادارہ جس کی بنیاد مشینوں کے استعمال اور بہت سے لوگوں کے باقاعدہ تعاون پر ہے بغیر معینہ ماتحتی یا اس کے نتیجے میں بغیر معینہ اختیار یا اقتدار کے کام نہیں کرسکتا؟"

...اگر میں یہ دلیلیں اختیار کے شدید ترین مخالفوں کے خلاف پیش کرتا ہوں" اینگلز نے لکھا "تو وہ صرف یہی جواب دے سکتے ہیں "وہاں، یہ سچ ہے لیکن یہاں

اس اختیار کا سوال نہیں ہے جو ہم اپنے مندوبین کو دیتے ہیں بلکہ کوئی مخصوص کام سپرد کرنے کا سوال ہے" یہ لوگ سوچتے ہیں کہ کسی چیز کو اس کا نام بدل کر بدلا جا سکتا ہے..." (20) اس طرح یہ دکھا کر کہ اختیار اور خودمختاری نسبتی چیزیں ہیں، کہ ان کے استعمال کا دائرہ سماجی ارتقا کی مختلف منازل کے ساتھ بدلتا رہتا ہے، کہ ان کو قطعی نہ سمجھنا چاہئے اور اس کا اضافہ کرتے ہوئے کہ مشینوں اور بڑے پیمانے کی پیداوار کے استعمال کا دائرہ برابر وسیع ہو رہا ہے اینگلز اختیار کے بارے میں عام بحث سے گزر کر ریاست کے سوال پر آ جاتے ہیں۔ انہوں نے لکھا

"...اگر اندرونی خودمختاری کے حامی صرف یہی کہنا چاہتے تھے کہ مستقبل کی سماجی تنظیم اختیار کی اجازت صرف اسی حد تک دے گی جس کو پیداوار کے حالات ناگزیر بنا دیں گے تو ان کے ساتھ اتفاق کیا جا سکتا تھا۔ لیکن وہ ایسے تمام واقعات کی طرف سے اندھے ہو گئے ہیں جو اختیار کو ضروری بناتے ہیں اور بڑے جوش کے ساتھ الفاظ سے لڑتے ہیں۔"

"اختیار کے مخالفین اپنے کو سیاسی اختیار، ریاست کے خلاف چیخنے تک کیوں نہیں محدود رکھتے؟ تمام سوشلسٹ متفق ہیں کہ ریاست اور اس کے ساتھ سیاسی اختیار آنے والے سماجی انقلاب کے نتیجے میں غائب ہو جائیں گے یعنی سماجی فرائض اپنا سیاسی کردار کھو بیٹھیں گے اور محض انتظامی فرائض میں بدل جائیں گے جو سماجی مفادات کی دیکھ بھال کریں گے۔ لیکن اختیار کے مخالفین کا مطالبہ ہے کہ سیاسی ریاست بیک ضرب منسوخ کر دی جائے، حتی کہ ان سماجی تعلقات کی منسوخی سے پہلے جنہوں نے اس ریاست کو جنم دیا تھا۔ ان کا مطالبہ ہے سماجی انقلاب کا پہلا اقدام اختیار کی منسوخی ہونا چاہئے۔"

بھلا ان حضرات نے کبھی انقلاب دیکھا بھی ہے؟ انقلاب بلاشبہ اتنی بااختیار چیز ہے جتنی ممکن ہوسکتی ہے۔ انقلاب ایسا اقدام ہے جس میں آبادی کا ایک حصہ اپنی مرضی دوسرے حصے پر رائفلوں، سنگینوں اور توپوں کے ذریعہ مسلط کرتا ہے جو سب کے سب بہت ہی بااختیار ذرائع ہیں۔ اور فاتح پارٹی ضرورتاً اس پر مجبور ہوتی ہے کہ وہ اپنی حکمرانی اس دہشت کے ذریعہ برقرار رکھے جو اس کے اسلحہ رجعت پرستوں میں پیدا کرتے ہیں۔ کیا پیرس کمیون ایک دن سے زیادہ برقرار رہتا اگر اس نے بورژوازی کے خلاف مسلح عوام کا اختیار نہ استعمال کیا ہوتا؟ اس کے برعکس، کیا ہم اس کو اس بات کا ملزم نہیں ٹھہرا سکتے کہ اس نے یہ اختیار بہت کم استعمال کیا؟ اس لئے دو باتوں میں سے ایک ہے: یا تو اختیار کے مخالفین یہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور ایسی صورت میں وہ الجھن پیدا کرتے ہیں۔ یا تو وہ کچھ جانتے ہیں اور اس صورت میں پرولتاریہ کے کاز کے ساتھ غداری کر رہے ہیں۔ دونوں صورتوں میں وہ صرف رجعت پرستی کی خدمت کر رہے ہیں" (صفحہ 39)(21)۔

یہ بحث ان سوالات کو چھوتی ہے جن کا جائزہ ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے کے دوران سیاست اور معاشیات کے درمیان تعلقات کے سلسلے میں لینا چاہئے (اگلا باب اس کے بارے میں ہے)۔ یہ سوالات سماجی فرائض کو سیاسی سے معمولی انتظامی فرائض میں تبدیل کرنے اور "سیاسی ریاست" کے بارے میں ہیں۔ آخر الذکر اصطلاح جو خاص طور سے غلط فہمی پیدا کرسکتی ہے ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے کے عمل کو دکھاتی ہے۔ اس عمل کی ایک خاص منزل پر ریاست جو رفتہ رفتہ مٹ رہی ہے غیر سیاسی ریاست کہی جاسکتی ہے۔

پھر اینگلز کی اس بحث میں وہ طریقہ لاجواب ہے جس سے انہوں نے سوال

انارکسٹوں کے خلاف رکھا ہے۔سوشل ڈیموکریٹوں نے جو اینگلز کی شاگردی کا دعوی کرتے ہیں انارکسٹوں کے خلاف اس موضوع پر 1873 سے لاکھوں بار بحث کی ہے لیکن انہوں نے اس پر اس طرح بحث نہیں کی جس طرح ایک مارکس وادی کرسکتا ہے اور اسے کرنا چاہئے۔انارکسٹوں کا ریاست کی منسوخی کا خیال گڈمڈ اور غیر انقلابی ہے۔اینگلز نے سوال کو اس طرح پیش کیا ہے۔انارکسٹ انقلاب ہی سے،اس کے ابھار اور ارتقا سے،تشدد، اختیار، اقتدار اور ریاست کے تعلق سے اس کے معین فرائض سے انکار کرتے ہیں۔

انارکزم پر موجودہ سوشل ڈیموکریٹوں کی عام نکتہ چینی بالکل خالص عامیانہ سفلہ پن ہو کر رہ گی ہے۔"ہم ریاست کو مانتے ہیں جبکہ انارکسٹ نہیں مانتے! قدرتی بات ہے کے ایسا سفلہ پن تھوڑا بہت سوچنے والے اور انقلابی مزدوروں کو دور دھکیلنے کے سوا اور کچھ نہیں کرسکتا۔اینگلز نے مختلف بات کہی ہے وہ زور دیتے ہیں کہ سب سوشلسٹ یہ مانتے ہیں کہ سوشلسٹ انقلاب کے نتیجے میں ریاست غائب ہو جائے گی۔پھر وہ انقلاب کے ٹھوس سوال کو رکھتے ہیں،وہی سوال جس سے موقع پرست سوشل ڈیموکریٹ عام طور پر گریز کرتے ہیں اور یوں کہنا چاہئے کہ اس کو محض انارکسٹوں کے لئے "مرتب" کرنے کو چھوڑ دیتے ہیں۔اینگلز اس سوال پر بحث کرتےہوئے دکھتی رگ پکڑ لیتے ہیں،وہ سوال کرتے ہیں کیا کمیون کو ریاست کے انقلابی اقتدار کا معنی حکمراں طبقے کی حیثیت سے مسلح اور منظم پرولتاریہ کے اقتدار کا زیادہ استعمال نہ کرنا چاہئے تھا؟

رائج سرکاری سوشل ڈیموکریسی انقلاب میں پرولتاریہ کے ٹھوس فرائض کے سوال کو عام طور پر یا تو محض عامیانہ مذاق یا زیادہ سے زیادہ اس صوفیانہ گریز کے

ساتھ ٹال دیتی تھی "وہاں دیکھا جائے گا"۔ اور انارکسٹوں نے اس سوشل ڈیموکریسی کے بارے میں بجا طور پر کہا تھا کہ مزدوروں کو انقلابی تعلیم دینے کے اپنے فریضے سے غداری کرتی ہے۔ اینگلز پچھلے پرولتاری انقلاب کے تجربے کو اسی ٹھوس مطالعہ ہی کے لئے استعمال کرتے ہیں کہ بینکوں اور ریاست دونوں کے بارے میں پرولتاریہ کو کیا کرنا اور کیسے کرنا چاہئے۔

3۔ بیبل کے نام خط

ریاست کے بارے میں مارکس اور اینگلز کی تصانیف میں اگر بہترین نہیں تو ایک سب سے اچھی بحث اینگلز کے اس خط کا اقتباس ہے جو انہوں نے بیبل کو 18-28 مارچ 1870 کو لکھا تھا۔ ہم بر سبیل تذکرہ یہ کہتے چلیں کہ جہاں تک ہم کو معلوم ہے یہ خط سب سے پہلے بیبل نے اپنی سوانح ("اپنی زندگی سے") کی دوسری جلد میں شائع کرایا جو 1911 میں چھپی یعنی خط لکھنے اور بھیجنے جانے کے 36 سال بعد۔ گوتھا پروگرام کے اسی مسودے پر تنقید کرتے ہوئے جس پر مارکس نے براکے کے نام اپنے مشہور خط میں تنقید کی تھی اور ریاست کے بارے میں خاص طور سے سوال کو لیتے ہوئے اینگلز نے بیبل کو لکھا۔

"آزاد عوامی ریاست آزاد ریاست میں تبدیل ہوگئی۔ قواعد کے لحاظ سے ان الفاظ کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ آزاد ریاست وہ ہے جو اپنے شہریوں کے تعلق سے آزاد ہو یعنی مطلق العنان حکومت والی ریاست۔ مناسب یہ ہوتا کہ ریاست کے بارے میں یہ ساری بکواس بند کردی جاتی، خصوصاً کمیون کے بعد جو لفظ کے صحیح معنوں میں اب ریاست نہیں رہا تھا۔ انارکسٹوں نے "عوامی ریاست" کو کافی سے زیادہ ہماری آنکھوں کا کانٹا بنا دیا ہے حالانکہ پرودھوں کے خلاف مارکس کی کتاب

(22)اور بعد میں " کمیونسٹ مینی فسٹو " صاف کہتے ہیں کہ سوشلسٹ سماجی نظام رائج ہونے کے بعد ریاست خود منتشر ہوکر (sich auflost)غائب ہوجاتی ہے۔چونکہ ریاست ایک عبوری ادارہ ہے جس کو جدوجہد میں، انقلاب میں دشمنوں کو بزور کچلنے کے لئے استعمال کرنا پڑتا ہے اس لئے آزاد عوامی ریاست کی بات نری حماقت ہے۔ابھی تک پرولتاریہ کو ریاست کی ضرورت رہتی ہے، پرولتاریہ کو اس کی ضرورت آزادی کے مفادات کے لئے نہیں بلکہ اپنے دشمنوں کو دبائے رکھنے کے لئے ہوتی ہے تو ریاست کا اس صورت میں وجود نہیں رہتا۔اس لئے ہم تجویز کرتے ہیں کہ ہر جگہ لفظ ریاست کی جگہ لفظ " برادری "(gemeinwesen)رکھا جائے جو بڑا اچھا پرانا جرمن لفظ ہے اور فرانسیسی لفظ " کمیون " سے مطابقت رکھتا ہے "(اصل جرمن مسودہ، صفحات 322-321)

اس بات کو پیش نظر رکھا جائے کہ یہ خط اس پارٹی پروگرام کا حوالہ دیتا ہے جس پر مارکس نے مندرجہ بالا خط سے چند ہفتے بعد اپنے خط میں تنقید کی تھی (مارکس کا خط 5 مئی 1870 کا ہے اور اس وقت اینگلز مارکس کے ساتھ لندن میں رہتے تھے۔ اس لئے آخری جملے میں " ہم " کہتے ہوئے اینگلز بلاشبہ اپنی اور مارکس کی طرف سے بھی جرمن مزدور پارٹی کے لیڈر سے یہ تجویز کرتے ہیں کہ لفظ " ریاست " پروگرام سے نکال کر اس جگہ لفظ " برادری " رکھا جائے۔

موقع پرستوں کی آسانی کے لئے توڑی مروڑی ہوئی موجودہ " مارکس ازم " کے سربراہ " انارکزم " کے بارے میں کتنی چیخ پکار کریں گے اگر پروگرام میں اس طرح کی ترمیم کی تجویز ان سے کی جائے!

اب کو چیخ پکار کرنے دو۔اس کے لئے بورژوازی ان کو مرحبا کہے گی۔

اور ہم اپنا کام کریں گے۔ اپنی پارٹی کے پروگرام پر نظر ثانی کرتے ہوئے ہمیں ہر طرح سے مارکس اور اینگلز کے مشورے کو پیش نظر رکھنا چاہیے تاکہ ہم سچ سے قریب ہوسکیں، مارکس ازم کو توڑ مروڑ سے صاف کرکے بحال کرسکیں اور مزدور طبقے کی نجات کے لئے اس کی جدوجہد کی صحیح معنی میں رہنمائی کرسکیں۔ اینگلز اور مارکس کے مشورے کے خلاف بالشویکوں میں یقینی طور پر کوئی نہیں ملے گا۔ شاید مشکل صرف اصطلاح میں ہوگی۔ جرمن میں دو الفاظ ایسے ہیں جن کے معنی " برادری " ہیں اور اینگلز نے جو لفظ استعمال کیا ہے وہ واحد برادری نہیں دکھاتا بلکہ ان کے مجموعے، برادریوں کے سسٹم کو دکھاتا ہے۔ روسی میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے اور ممکن ہے فرانسیسی لفظ " کمیون " لینا مناسب ہو حالانکہ اس کی بھی اپنی خامیاں ہیں۔ " کمیون " لفظ کے صحیح معنوں میں، اب ریاست نہیں رہی تھی "۔ جو نظریاتی طور پر بہت ہی اہم بیان ہے جو اینگلز نے دیا ہے۔ جو کچھ اوپر کہا جا چکا ہے اس کے بعد یہ بیان بالکل صاف ہے۔ کمیون کا ریاست ہونا ختم ہو رہا تھا کیونکہ اسے آبادی کی اکثریت کو نہیں بلکہ اقلیت (استحصال کرنے والوں) کو دبانا تھا۔ اس نے بورژوازی کی ریاستی مشینری کو توڑ دیا تھا۔ دباؤ ڈالنے کی مخصوص طاقت کے بجائے آبادی خود سامنے آگئی۔ یہ سب کچھ ریاست کے صحیح معنوں سے علیحدہ تھا۔ اور اگر کمیون مضبوطی سے قائم ہو جاتا تو اس میں ریاست کی تمام علامتیں خود سے " رفتہ رفتہ مٹ جاتیں "، اسے ریاست کے اداروں کو " منسوخ " نہ کرنا پڑتا وہ کام کرنا بند کر دیتے کیونکہ ان کے پاس کچھ کرنے کو نہ ہوتا۔

" انارکسٹوں نے " عوامی ریاست " کو ہماری آنکھوں کا کانٹا بنا دیا ہے "۔ یہ کہنے میں اینگلز سب سے پہلے باکونین اور جرمن سوشل ڈیموکریٹوں پر اس کے حملے

پیش نظر رکھتے ہیں۔ اینگلز جملوں کو اس لئے بجا تسلیم کرتے ہیں کہ "عوامی ریاست " اس حد تک نامعقول اور سوشلزم سے اس حد تک علیحدگی ہے جتنی" آزاد عوامی ریاست"۔ اینگلز نے انارکسٹوں کے خلاف جرمن سوشل ڈیموکریٹوں کی جدوجہد کو صحیح ڈہرے پر لگانے کی کوشش کی تا کہ یہ جدوجہد اصولی طور پر صحیح بن سکے اور " ریاست" کے بارے میں موقع پرست تعصّبات سے اس کو نجات مل سکے۔ افسوس اینگلز کا خط 36 سال تک کہیں نیچے پڑا رہا۔ ہم آگے چل کر دیکھیں گے اس خط کی اشاعت کے بعد بھی کاؤتسکی نے حقیقت میں وہی غلطیاں باصرار دہرائیں جن کے خلاف اینگلز نے انتباہ کیا تھا۔ بیبل نے اینگلز کو اپنے 21 ستمبر 1870 کے خط سے جواب دیا جس میں دوسری چیزوں کے علاوہ بیبل نے یہ بھی لکھا کہ وہ پروگرام کے مسودے کے بارے اینگلز کی رائے سے "پوری طرح متفق" ہیں اور یہ کہ انہوں نے چھوٹ دینے کے لئے لیبکنیخت کو ملامت کی ہے (بیبل کی سوانح کا جرمن ایڈیشن، دوسری جلد، صفحہ 334)۔ لیکن اگر ہم بیبل کا پمفلٹ " ہمارے مقاصد" لے لیں تو وہاں ہم کو ریاست کے بارے میں ایسے خیالات ملیں گے جو بالکل غلط ہیں۔

" طبقاتی تسلط پر مبنی ریاست کو عوامی ریاست میں تبدیل کر دینا چاہئے " (unsere ziele جرمن ایڈیشن، 1886 صفحہ 14)۔ یہ بیبل کے پمفلٹ کے 9ویں (نویں) ایڈیشن میں شائع ہوا تھا یہ حیرت کی بات نہیں کہ ریاست کے بارے میں موقع پرستانہ بحث جس کو باصرار دہرایا جاتا تھا جرمن سوشل ڈیموکریٹوں نے اپنے میں سمولیا، خصوصاً جبکہ اینگلز کی انقلابی تشریحات کو کہیں نیچے ڈال دیا گیا اور حالات زندگی ایسے تھے کہ وہ مدتوں تک انقلاب سے ''الگ'' رہیں۔

4۔ایرفورٹ پروگرام کے مسودے پر تنقید

ریاست کے بارے میں مارکس ازم کی تعلیمات کا تجزیہ کرتے ہوئے ایر فورٹ پرگرام (23) کے مسودے پر اس تنقید کونظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو اینگلز نے کاوتسکی کو 29 جون 1891 کو بھیجی تھی اور جو دس سال بعد ہی Neue Zeit میں شائع ہوئی کیونکہ اس کا تعلق بڑی حد تک ریاست کی تنظیم سے متعلق سوالات میں سوشل ڈیموکریٹوں کے موقع پرستانہ خیالات پر تنقید سے ہے۔

ہم اس بات پر غور کرتے چلیں گے کہ اینگلز نے معاشی سوالات پر بھی بہت ہی بیش بہا رائے پیش کی ہے جو دکھاتی ہے کہ انہوں نے کتنی توجہ اور غور کے ساتھ ان تبدیلیوں کو دیکھا جو جدید ترین سرمایہ داری میں ہو رہی ہیں اور اسی وجہ سے وہ کیسے ایک حد تک ہمارے سامراجی دور کے فرائض کو پہلے سے دیکھ سکے۔ یہ رہی ان کی رائے: لفظ ''غیر منصوبہ بندی'' (Planlosigkeit) کے بارے میں، جو پروگرام کے مسودے میں سرمایہ داری کی کردار نگاری کے لئے استعمال کیا گیا، اینگلز نے لکھا ہے:

"... جب ہم جوائنٹ اسٹاک کمپنیوں کی طرف سے ٹرسٹوں کی طرف آتے ہیں جو ساری صنعتوں کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں اور ان کے اجارے دار بن جاتے ہیں تو یہاں نہ صرف نجی پیداوار بند ہوتی ہے بلکہ غیر منصوبہ بندی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ "(Neue Zeit بیسواں سال اشاعت، جلد 1، 1901-1902، صفحہ 8)

یہاں جدید ترین سرمایہ داری یعنی سامراج کے نظریاتی اندازے کی انتہائی اہم چیز لی گئی ہے یعنی یہ کہ سرمایہ داری بدل کر اجارے دارانہ سرمایہ داری ہو جاتی

ہے۔موخر الذکر پر زور دینا چاہئے کیونکہ بورژوا اصلاح پرست دعویٰ کہ سرمایہ داری یا ریاستی اجارے دارانہ سرمایہ داری اب سرمایہ داری نہیں رہی ہے بلکہ اس کو ''ریاستی سوشلزم'' کہا جاسکتا ہے وغیرہ، اب بہت عام غلطی ہوگئی ہے۔درحقیقت مکمل منصوبہ بندی نہ تو ٹرسٹ فراہم کرتے تھے، نہ اب کررہے ہیں اور نہ فراہم کرسکتے ہیں۔لیکن وہ چاہے جتنی منصوبہ بندی فراہم کرتے ہیں، بڑے بڑے سرمایہ دار قومی حتیٰ کہ بین الاقوامی پیمانے پر پیداوار کی مقدار کا چاہے جتنا بھی پہلے سے حساب لگاتے ہیں اور اس کو چاہے جتنا منصوبے کے مطابق متناسب بناتے ہیں ہم پھر بھی سرمایہ دار نظام کے تحت ہی رہتے ہیں، یہ سچ ہے کہ اس کی نئی منزل میں، پھر بھی بلاشبہ سرمایہ دارانہ نظام میں رہتے ہیں۔سوشلزم سے ایسی سرمایہ داری کی ''قربت'' پرولتاریہ کے حقیقی نمائندوں کے لئے سوشلسٹ انقلاب کی قربت، آسانی، امکانات اور فوری ضرورت کی دلیل کا ثبوت بن سکتی ہے اور اس کی کی دلیل بالکل نہیں بن سکتی کہ ایسے انقلاب کے انکار کو برداشت کیا جائے اور سرمایہ داری کو زیادہ دلکش بنانے کی کوششیں کی جائیں، ایسی چیز جس کے لئے سب اصلاح پرست کوشاں ہیں۔

لیکن ہم ریاست کے سوال کی طرف واپس آتے ہیں۔اپنے خط میں اینگلز نے خاص طور سے تین بیش بہا تجاویز پیش کی ہیں: اول، ریپبلک کے بارے میں، دوسرے، قومی سوال اور ریاستی تنظیم کے درمیان تعلق کے بارے میں اور تیسرے، مقامی خود انتظامی کے بارے میں۔

جہاں تک ریپبلک کا تعلق ہے اینگلز نے ایرفورٹ پروگرام کے مسودے پر اپنی نکتہ چینی کا اس کو مرکز بنایا اور اگر ہم یاد کریں کہ دنیا کی ساری سوشل ڈیموکریسی کے لئے ایرفورٹ پروگرام نے کیا اہمیت اختیار کرلی تھی اور کیسے ساری دوسری انٹر

نیشنل کے لئے نمونہ بن گیا تھا تو بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اینگلز نے یہاں ساری دوسری انٹرنیشنل کی موقع پرستی پر نکتہ چینی کی ہے۔

"مسودے کے سیاسی مطالبات میں اے بڑا نقص ہے" اینگلز نے لکھا" اس میں ٹھیک اس کی کمی ہے (خط کشیدہ اینگلز کا ہے) جس کو کہنا چاہئے تھا۔"

اور آگے انہوں نے اس کی وضاحت کی ہے کہ جرمن آئین 1850 کے انتہائی رجعت پرست آئین کا خاکہ ہے، کہ ریشتاغ بقول ولہلم لیبکنیخت " مطلق العنانی کا ''برگ انجیر'' ہے اور یہ خواہش ''محض حماقت'' ہوگی کہ ایسے آئین کی بنیاد پر ''محنت کے تمام آلات کو مشترکہ ملکیت بنا دیا جائے'' جو چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور چھوٹی جرمن ریاستوں کے فیڈریشن کے وجود کو قانونی قرار دیتا ہے۔

"اس موضوع کو لینا خطرناک ہے" اینگلز نے یہ اچھی طرح جانتے ہوئے اضافہ کیا ہے جرمنی میں ریپبلک کے مطالبہ کو قانونی طور پر پروگرام میں شامل کرنا ناممکن تھا۔ لیکن اینگلز نے یوں ہی اس بین بات سے نارضامندی کا اظہار نہیں کیا جس سے " سب " مطمئن تھے۔ اینگلز نے آگے چل کر کہا، "بہرحال، کسی نہ کسی طرح اس معاملے کو آگے بڑھانا چاہئے۔ یہ کتنا ضروری ہے، اس کو فی الوقت کو موقع پرستی بالکل ٹھیک ٹھیک دکھاتی ہے جو سوشل ڈیموکریٹک پریس کے ایک بڑے حصے میں پھیل رہی ہے (einredibender)۔ سوشلسٹ دشمن قانون (24) کی تجدید سے ڈرتے ہوئے یا اس قانون کے تسلط کے دور میں ہر طرح کے جلد بازی کے اعلانات کو یاد کرتے ہوئے اب یہ خواہش ہے کہ پارٹی جرمنی کے موجودہ قانونی نظام کو اس لئے تسلیم کرلے کہ وہ پارٹی کے تمام مطالبات پر امن طور پر پورے کرنے کے لئے کافی ہے...''

اینگلز نے خاص طور سے اس بنیادی واقعہ پر زور دیا کہ جرمن سوشل ڈیموکریٹ سوشلسٹ دشمن قانون کی تجدید کے ڈر سے سرگرم عمل تھے اور اس کو صاف طور پر موقع پرستی کہا۔ انہوں نے یہ اعلان کیا کہ چونکہ جرمنی میں نہ تو ریپبلک تھی اور نہ آزادی اس لئے "پرامن" راستے کے خواب محض حماقت تھے۔ اینگلز نے اس بات کی کافی احتیاط کی کہ ان کہ ہاتھ نہ بندھ جائیں۔ انہوں نے یہ تسلیم کرلیا کہ ریپبلک والے یا بہت آزاد ملکوں میں سوشلزم کی طرف پرامن ارتقا کا "تصور کرنا "(صرف تصور کرنا"!) ممکن ہے، لیکن جرمنی میں، انہوں نے پھر دہرایا،

"جرمنی میں جہاں حکومت قادر مطلق ہے اور ریشتاغ اور دوسرے نمائندہ ادارے حقیقی طاقت نہیں رکھتے۔ جرمنی میں ایسی بات کی وکالت کرنے کا مطلب، جہاں علاوہ بریں اس کی ضرورت بھی نہیں ہے، مطلق العنانی سے برگ انجیر ہٹالینا اور اس کے ننگے پن کی پردہ داری کے لئے خود کھڑے ہو جانا ہے..."

جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے سرکاری لیڈروں کی بڑی اکثریت جس نے اس مشورے کو بالائے طاق رکھ دیا درحقیقت مطلق العنانی کی پردہ دار ثابت ہوئی۔

"...آخر کار اس طرح کی پالیسی پارٹی کو صرف گمراہ کرسکتی ہے۔ وہ عام، مجرد سیاسی سوالوں کو سامنے لا کر فوری ٹھوس سوالوں کو چھپاتے ہیں جو پہلے بڑے واقعات، پہلے سیاسی بحران کے وقت خود بخود سامنے آجاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ فیصلہ کن لمحے میں پارٹی اچانک لاچار ثابت ہوگی اور اہم سوالوں کے بارے میں اس میں وضاحت اور اتفاق نہ ہوگا کیونکہ ایسے سوالوں پر پہلے کبھی بحث نہیں ہوئی.."

بڑی اور خاص باتوں کو روزمرہ کے فوری مفادات کے لئے اس طرح بھولنا، مابعد نتائج کو نظر انداز کر کے لمحاتی کامیابیوں کے پیچھے اس طرح دوڑنا اور ان کے لئے جدوجہد کرنا، تحریک کے مستقل کو اس کے حال پر اس طرح قربان کرنا_ ممکن ہے کہ "ایماندارانہ" نیت سے ہو لیکن یہ موقع پرستی ہے اور موقع پرستی رہے گی، اور "ایماندارانہ "موقع پرستی شاید سب سے زیادہ خطرناک ہے"

اگر کوئی بات بلاشبہ ہے، تو یہ کہ ہماری پارٹی اور مزدور طبقہ صرف جمہوری ریپبلک جیسی ہی سیاسی صورت میں برسر اقتدار آ سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کی خاص صورت یہی ہے جیسا کہ عظیم فرانسیسی انقلاب نے دکھایا ہے.."

اینگلز نے یہاں خاص طور سے نمایاں صورت میں اس بنیادی خیال کا اعادہ کیا ہے جو مارکس کی تمام تصانیف میں ایک سرخ دھاگے کی طرح دوڑا ہوا ہے۔ یعنی یہ کہ جمہوری ریپبلک پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ سے سب زیادہ قریب ہے۔ کیونکہ ایسی ریپبلک، ذرا بھیسر مائے کا تسلط ختم کئے بغیر اور ای لئے عوام پر جبر و تشدد اور طبقاتی جدوجہد ختم کئے بغیر ناگذیر طور پر اس جدوجہد کو احد تک پھیلاتی اور فروح دیتی ہے، اس کی تہیں کھولتی ہے اور جدوجہد کو تیز کرتی ہے کہ جیسے ہی کچلے ہوئے عوام کے بنیادی مفادات کو مطمئن کرنے کا مکان پیدا ہوتا ہے اس امکان کی ناگذیر اور واحد طریقے سے پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کے ذریعہ، ان عوام کی پرولتاریہ کی قیادت کے ذریعہ تکمیل کی جاتی ہے۔ ساری دوسری انٹرنیشنل کے لئے یہ بھی مارکس ازم کے "فراموش کردہ" الفاظ ہیں اور یہ واقعہ کہ وہ فراموش کئے جا چکے ہیں منشویک پارٹی کی تاریخ نے 1917 کے روسی انقلاب کے پہلے چھ مہینوں میں خاص صفائی کے ساتھ دکھایا ہے۔

آبادی کی قومی ساخت کے سلسلے میں وفاقی ریپبلک کے موضوع پر اینگلز نے لکھا ہے:

''موجودہ زمانے کے جرمنی کی جگہ کیا ہونا چاہئے؟'' (مع اس کے رجعت پرست شاہ پرست آئین اور اسی طرح چھوٹی ریاستوں میں اس کی رجعت پرست تقسیم، ایسی تقسیم جو ''پروشین ازم'' کی تمام خصوصیات کو ابدیت بخشتی ہے بجائے اس کے کہ ان کو جرمنی میں مجموعی طور پر منتشر کر دیا جائے)۔ ''میری رائے میں پرولتاریہ صرف واحد اور ناقابل تقسیم ریپبلک کی صورت ہی کو استعمال کر سکتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے زبردست علاقے میں مجموعی طور پر اب بھی ایک وفاقی ریپبلک کی ضرورت ہے حالانکہ اس کی مشرقی ریاستوں میں اب تک وہ رکاوٹ کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ برطانیہ میں یہ آگے کی طرف قدم ہوگا جہاں دو جزیروں میں چار قومیں بستی ہیں اور واحد پارلیمنٹ کے باوجود قانون سازی کے تین سسٹم پہلو بہ پہلو موجود ہیں۔ چھوٹے سوئٹزرلینڈ میں یہ مدتوں سے رکاوٹ بن چکی ہے اور وہاں وفاقی ریپبلک صرف اس لئے قابل برداشت ہے کہ سوئٹزرلینڈ یورپی ریاستی نظام کا بالکل مجہول ممبر ہونے پر قانع ہے۔ جرمنی کے لئے سوئٹزرلینڈ کے نمونے پر وفاقیت پیچھے کی طرف قدم ہوگا۔ دو نکتے یونین ریاست اور مکمل طور پر متحد ریاست کے درمیان فرق پیدا کرتے ہیں: اول تو ہر ممبر ریاست، ہر کینٹن اپنی دیوانی اور فوجداری قانون بنانے اور عدالت کا سسٹم رکھتا ہے۔ دوسرے، ایک عوامی ایوان کے ساتھ ایک وفاقی ایوان بھی ہوتا ہے جس میں ہر کینٹن خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ووٹ دیتا ہے''۔ جرمنی میں یونین ریاست مکمل متحد ریاست کی طرف عبور ہے اور 1866 اور 1870 کے ''اوپر سے انقلاب'' پیچھے کی طرف نہ دھکیلنا چاہئے بلکہ ''نیچے سے

تحریک کے ذریعہ" اس میں اضافہ کرنا چاہئے۔

نہ صرف یہ اینگلز ریاست کی شکلوں کی طرف بے توجہی نہیں برتتے بلکہ اس کے برعکس انتہائی تفصیل کے ساتھ وہ ان ہی عبوری شکلوں کا تجزیہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ ہر مخصوص معاملے میں اس کی ٹھوس تاریخی خصوصیات کے مطابق معلوم کرسکیں کہ کس بات سے کس بات کی طرف مخصوص عبوری شکل گزر رہی ہے۔

پرولتاریہ اور پرولتاری انقلاب کے نقطہ نظر سے اینگلز بھی مارکس کی طرح جمہوری مرکزیت، واحد اور نا قابل تقسیم ریپبلک کے علمبردار ہیں۔ وہ وفاقی ریپبلک کو یا تو استثنیٰ اور ترقی کے لئے رکاوٹ یا شاہی سے مرکوز ریپبلک کی طرف عبور، بعض خاص شرائط کے تحت " آگے کی طرف قدم " سمجھتے ہیں۔ اور ان مخصوص شرائط کے تحت قومی سوال سامنے آتا ہے۔

چھوٹی ریاستوں کی رجعت پرست نوعیت پر اور بعض ٹھوس معاملوں میں اس کو قومی سوال کے پردے میں چھپانے پر شدید تنقید کے باوجود اینگلز نے بھی مارکس کی طرح کبھی یہ ذرا کوشش نہیں کی کہ وہ قومی سوال کو نظر انداز کریں۔ یہ کوشش جس کے اکثر ہالینڈ اور پولینڈ کے مارکس وادی مرتکب ہوتے جو " اپنی " چھوٹی ریاستوں کی تنگ نظر قوم پرستی کے خلاف قانونی جدوجہد کرتے ہیں۔

حتی کہ برطانیہ میں، جہاں جغرافیائی حالات، مشترکہ زبان اور متعدد صدیوں کی تاریخ ملک کے مختلف چھوٹے حصوں میں قومی سوال کو " ختم کرتی " معلوم ہوتی ہے، یہاں بھی اینگلز نے اس واضح واقعہ کو پیش نظر رکھا کہ قومی سوال ابھی تک ماضی کی بات نہیں ہوئی ہے اور اس لئے وہ وفاقی ریپبلک کا قیام " آگے کی طرف قدم " سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں اس کا شائبہ بھی نہیں ہے کہ اینگلز نے وفاقی ریپبلک کی

خامیوں پر تنقید ترک کر دی ہے یا اور مرکوز جمہوری ریپبلک کی انتہائی باعزم جدوجہد اور پروپیگنڈے سے دست بردار ہو گئے ہیں۔

لیکن جمہوری مرکزیت سے اینگلز کا مطلب بالکل وہ نہیں ہے جو نوکر شاہی معنی میں اس اصطلاح کو بورژوا اور پیٹی بورژوا نظریات داں اور انارکسٹ استعمال کرتے اینگلز کا مرکزیت کا خیال ایسی وسیع خود انتظامی کو خارج نہیں کرتا جو تمام نوکر شاہی رواجوں اور اوپر سے سارے "احکام" جاری کرنے کو بالکل ختم کرتی ہے بشرطیکہ " کمیون" اور ضلع رضا کارانہ طور پر متحدہ ریاست کی وکالت کریں۔

اینگلز نے ریاست کے بارے میں مارکس ازم کے پروگرام والے نظریات کو آگے بڑھاتے ہوئے لکھا ہے۔ "...اس طرح، متحد ریپبلک لیکن موجودہ فرانسیسی ریپبلک کے معنی میں نہیں جو بلا شہنشاہ کے سلطنت ہے جو 1798 میں قائم ہوئی تھی۔ 1792 سے 1798 تک ہر فرانسیسی صوبے، ہر برادری (gemeinde) کو امریکی نمونے کی مکمل خود انتظامی حکومت حاصل تھی اور یہی ہم کو بھی حاصل ہونا چاہئے۔ خود انتظامی کو کیسے منظم کیا جائے اور ہم نوکر شاہی کے بغیر اس کا انتظام کیسے کریں، یہ ہم کو مریکہ اور پہلی فرانسیسی ریپبلک نے دکھایا اور ثابت کیا ہے اور آج بھی کناڈا آسٹریلیا اور دوسری برطانوی نوآبادیات دکھا رہی ہیں۔ اور اس قسم کی صوبوں (علاقوں) اور براداریوں کی خود انتظامی حکومت کہیں زیادہ آزاد ہے مثلاً نسبت سوئٹزلینڈ کی وفاقیت کے جس کے تحت، یہ صحیح ہے کہ کینٹن بند کے تعلق سے " (یعنی مجموعی طور پر وفاقی ریاست کے تعلق سے)" بہت خود مختار ہے لیکن ضلع (bezirk) اور برادری کے تعلق سے بھی خود مختار ہے۔ کینٹن کی حکومتیں ضلع کے گورنر (bezark statthalter) اور prefects) مقرر کرتی ہیں جو

انگریزی زبان والے ملکوں میں بالکل نہیں ہیں اور جن کو ہمیں یہاں مستقبل میں اسی عزم کے ساتھ ختم کرنا چاہئے جیسے پروشیائی ragierungsrate اور landrate (کمشنروں، ضلع پولیس افسران، گورنروں اور عام طور ان افسروں کو جو اوپر سے مقرر کئے گئے ہیں)" کو"۔ اسی کے مطابق اینگلز نے پروگرام میں خود انتظامی حکومت کی دفعہ کے بارے میں مندرجہ ذیل الفاظ کی تجویز کی " صوبوں (گوبیرنیا یا علاقوں)، ضلعوں اور برادریوں کی مکمل خود انتظامی عام رائے دہندگی کی بنیاد پر چنے ہوئے افسران کے ذریعے۔ ریاست کے مقرر کردہ سارے مقامی اور صوبائی صاحبان اختیار کی منسوخی۔ .. "

میں "پراودا" (20) (شمارہ 68، 28 مئی 1917) میں جس کو کیرینسکی اور دوسرے "سوشلسٹ" وزرا کی حکومت نے دبا دیا اس کی طرف اشارہ کر چکا ہوں کی کیسے اس نکتے پر (ظاہر ہے صرف اسی نکتے پر نہیں) نام نہاد انقلابی جمہوریت کے ہمارے نام نہاد سوشلسٹ نمائندے نمایاں طور پر جمہوریت سے پیچھے ہٹ گئے۔ قدرتی بات ہے کہ جن لوگوں نے اپنے کو سامراجی بورژوازی کے ساتھ "ائتلاف" کے رشتے میں باندھ رکھا ہے انہوں نے اس تنقید کی طرف سے اپنے کان بند کر لئے۔

اس بات کی طرف توجہ دینا بہت اہم ہے کہ اینگلز نے واقعات کے لے کر ایک انتہائی ٹھیک مثال سے اس تعصب کی تردید کی جو بہت پھیلا ہوا ہے، خصوصاً پیٹی بورژوا ڈیموکریٹوں میں، کہ مرکوز ریپبلک کے مقابلے میں وفاقی ریپبلک کا مطلب زیادہ آزادی ہے۔ یہ غلط ہے۔ اینگلز نے 1798 1792 کی مرکوز فرانسیسی ریپبلک اور سوئٹزلینڈ کی وفاقی ریپبلک نے واقعات پیش کر کے اس کی تردید کی ہے۔

حقیقی جمہوری مرکوز ریپبلک نے وفاقی ریپبلک کے مقابلے میں زیادہ آزادی دی ہے۔ دوسرے الفاظ میں سب سے زیادہ مقامی، علاقائی اور دوسری آزدای جس سے تاریخ واقف ہے مرکوز ریپبلک نے دی ہے نہ کہ وفاقی ریپبلک نے۔ اس واقعہ پر وفاقی اور مرکوز ریپبلک اور خود انتظامی حکومت کے بارے پورے سوال پر بھی، ہمارے پارٹی پروپیگنڈے اور ایجی ٹیشن میں کافی توجہ نہیں دی جاتی تھی اور اب بھی نہیں دی جارہی ہے۔

مارکس کی کتاب "فرانس میں خانہ جنگی" کا 1819 کا پیش لفظ"

فرانس میں خانہ جنگی" کے تیسرے ایڈیشن کے لئے اپنے پیش لفظ میں (اس پیش لفظ کی تاریخ 18 مارچ 1891 ہے اور پہلی بار یہ رسالہ (neue zeat میں شائع ہوا تھا) اینگلز نے ریاست کی طرف رویے کے بارے میں سوالوں پر کچھ دلچسپ سرسری رائے زنی کے علاوہ کمیون کے دئے ہوئے سبقوں کے بارے بہت ہی اچھا واضح خلاصہ پیش کیا۔ یہ خلاصہ جوان بیس برسوں کے پورے تجربے سے اور زیادہ گہرا ہو گیا تھا جو کمیون اور مصنف کے درمیان تھے اور جو خاص طور سے جرمنی میں پھیلے ہوئے "ریاست کے توہم آمیز عقیدے" کے خلاف تھا، زیر غور سوال کے سلسلے میں بجا طور پر مارکس ازم کا حرف آخر کہا جا سکتا ہے۔

اینگلز نے لکھا ہے کہ فرانس میں ہر انقلاب کے بعد مزدور مسلح ہوتے تھے،" اس لئے مزدوروں کو نہتا کرنا برسر اقتدار بورژوا کے لئے پہلا مقدس فریضہ تھا۔ اسی لئے مزدوروں کے جیتے ہوئے ہر انقلاب کے بعد نئی جدوجہد ہوتی ہے جو مزدوروں کی شکست پر ختم ہوتی ہے..."

بورژوا انقلابوں کے تجربے کا یہ خلاصہ بہت ہی جامع اور پر معنی ہے۔ ریاست

کے سوال پر (کیا مظلوم طبقے کے پاس اسلحہ ہے؟) دوسری باتوں کے علاوہ معاملے کے سارے مافیہ کو یہاں بہت اچھی طرح سمجھا گیا ہے۔ یہی نچوڑ ہے جس سے بورژوا نظریات سے متاثر پروفیسر اور پیٹی بورژوا ڈیموکریٹ اکثر گزیر کرتے ہیں۔ 1918 کے روسی انقلاب میں بورژوا انقلابوں کے اس راز کو فاش کرنے کی عزت (کاوینیک کی عزت (26)" منشویک''، ''نیز مارکسی''تسرے تیلی کا ملی۔ اپنی 11 جون کی تاریخی " تقریر میں تسرے تیلی یہ کہہ اٹھے کہ بورژوازی پیٹروگراد کے مزدوروں کو نہتا کرنے کا عزم رکھتی ہے۔ درحقیقت انہوں نے اس فیصلے کو اپنا اور عام طور پر "ریاست" کے لئے ضروری بتا کر پیش کیا!

تسرے تیلی کی 11 جون کی تاریخی تقریر واقعی 1917 کے انقلاب کی ہر مورخ کے لئے اس بات کی جیتی جاگتی مثال رہے گی کہ کس طرح جناب تسرے تیلی کی قیادت میں سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں کا اتحاد انقلابی پرولتاریہ کے خلاف ہو کر بورژوازی کی طرف چلا گیا۔

اینگلز کا ایک اور سرسری ریمارک جو ریاست کے سوال کے بارے میں بھی ہے مذہب کے متعلق ہے۔ یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ جرمن سوشل ڈیموکریسی جتنی فرسودہ ہوتی گئی اتنی ہی زیادہ موقع پرست ہوتی گئی، اتنی ہی زیادہ وہ اس مشہور فارمولے کی حامیانہ اور غلط تفسیر میں دھنستی گئی کہ ''مذہب کے نجی معاملہ ہونے کا اعلان کیا جائے گا۔ "یعنی اس فارمولے کو توڑ مروڑ کر یہ معنی نکالے گئے کہ مذہب انقلابی پرولتاریہ کی پارٹی کے لئے بھی نجی معاملہ ہے!! پرولتاریہ کے انقلابی پروگرام کے ساتھ اس مکمل غداری کے خلاف ہی اینگلز نے زوردار احتجاج کیا۔ 1891 میں انہوں نے اپنی پارٹی میں موقع پرستی کی صرف بہت ہی کمزور ابتدا دیکھی اور اسی

لئے اس کے بارے میں بہت ہی احتیاط کا اظہار کیا۔

''چونکہ تقریباً صرف مزدوروں کے مسلمہ نمائندے کمیون میں تھے اس لئے اس کے فیصلے قطعی طور پر پرولتاری کردار رکھتے تھے۔ یا تو ان فیصلوں میں وہ اصلاحات منظور کی گئی تھیں جو رپبلکن بورژوازی نے محض اپنی بزدلی کی وجہ سے منظور نہیں کیں اور جو مزدور طبقے کی آزادسرگرمیوں کے لئے ضروری بنیاد مہیا کرتی ہیں، مثلاً زندگی میں اس اصول کو رائج کرنا کہ ریاست کے تعلق سے مذہب بالکل نجی معاملہ ہے۔ یا کمیون نے ایسے احکام نافذ کئے جو مزدور طبقے کے مفاد میں براہ راست تھے اور جو پرانے سماج کے نظم ونسق کو گہرائی تک کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کرتے تھے۔"

اینگلز نے "ریاست کے تعلق سے" کے الفاظ پر عمداً زور دیا ہے جرمن موقع پرستی پر براہ راست ضرب لگانے کے لئے، جس نے پارٹی کے تعلق سے مذہب کے نجی معاملہ ہونے کا اعلان کر کے انقلابی پرولتاریہ کی پارٹی کو اس انتہائی بھونڈی "آزادخیال" تنگ نظری کی سطح تک نیچے گرادیا جو منکر ہونے کی صورت کو ماننے کے لئے تیار تھی لیکن لوگوں کو بیوقوف بنانے والی مذہب کی افیون کے خلاف پارٹی کی جدوجہد کے فریضے سے دست بردار ہوجاتی تھی۔

جرمن سوشل ڈیموکریسی کے مستقبل کا مورخ 1914 میں اس کی شرمناک ناکامی کی جڑیں تلاش کرتے ہوئے اس سوال پر بہت ہی دلچسپ اور کافی مواد پائے گا جو پارٹی کے نظریاتی لیڈر کاؤتسکی کے مضامین میں گریز پا اعلانات سے شروع ہوتا ہے جن میں موقع پرستی کے لئے پٹوپٹ دروازہ کھول دیا گیا ہے اور 1913 میں los-von-kirche-bewegung (چرچ سے علحدہ ہونے کی تحریک

) کی طرف پارٹی کے رویے پر ختم ہوتا ہے۔

لیکن آیئے ہم دیکھیں کہ کمیون کے 20 سال بعد اینگلز نے مجاہد پرولتاریہ کے لئے اس سبقوں کا خلاصہ کیسے پیش کیا ہے۔

یہ ہیں سبق جن کو اینگلز نے سب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔

"سابق مرکوز حکومت کا وہ ظالم اقتدار، فوج، سیاسی پولیس اور نوکر شاہی جس کی تخلیق نپولین نے 1798 میں کی تھی اور جس کو اس وقت سے ہر نئی حکومت دل پسند آلے کی طرح اپناتی اور اپنے مخالفین کے خلاف استعمال کرتی رہی ہے۔ یہی اقتدار ہے جس کو فرانس میں ہر جگہ اسی طرح ختم ہونا تھا جس طرح وہ پیرس میں ختم ہو چکا تھا۔

"بالکل ابتدا سے ہی کمیون کو یہ ماننا چاہئے تھا کہ مزدور طبقہ برسر اقتدار ہو کر پرانی ریاستی مشینری کے ذریعہ انتظام نہیں چلا سکتا، کہ اپنے تسلط کو نہ کھونے کے لئے جو ابھی حاصل ہوا ہے، مزدور طبقے کو، ایک طرف تو ظلم کی ساری مشینری اس کے خلاف استعمال ہوتی تھی اور دوسری طرف اپنے نمائندوں اور افسروں کے خلاف، ان سب کے لئے بلا استثنیٰ یہ اعلان کر کے کہ ان کو کسی وقت بھی واپس بلایا جا سکتا ہے، خود کو محفوظ کر لینا چاہئے...."

اینگلز نے ایک بار پھر اس پر زور دیا کہ صرف شاہی میں نہیں بلکہ جمہوری ریپبلک میں بھی ریاست یہی کچھ ہی رہتی ہے، یعنی وہ اپنی بنیادی اور امتیازی خصوصیت رکھتی ہے: افسروں، "سماج کے خادموں"، اس کے اداروں کو سماج کے مالکوں میں تبدیل کرنا۔ ."

" ریاست اور ریاست کے اداروں کی سماج کے خادموں سے سماج کے

مالکوں میں تبدیلی (تمام پچھلی ریاستوں میں ناگزیر تبدیلی) کے خلاف کمیون نے دو بالکل صحیح ذرائع استعمال کئے۔ اول تو اس نے تمام عہدے، انتظامی عدالتی اور تعلیمی، تمام متعلقہ لوگوں کی عام رائے دہندگی سے بھرے جن سے ووٹر عہدے دار کو کسی وقت بھی واپس بلا سکتے تھے۔ اور دوسرے اس نے تمام اعلیٰ اور ادنیٰ افسروں کو صرف وہ اجرت دی جو دوسرے مزدوروں کو ملتی تھی۔ کمیون نے سب سے زیادہ تنخواہ 6 ہزار فرانک دی۔ (برائے نام 2400 روبل یا زرتبادلہ کی موجودہ شرح کے مطابق تقریباً 6 ہزار روبل۔ ان بالشویکوں کا رویہ قطعی نا قابل معافی ہے جو یہ تجویز کرتے ہیں کہ مثلاً شہری دوماؤں کے ممبروں کو 9 ہزار روبل تنخواہ دی جائے اور یہ نہیں تجویز کرتے کہ ساری ریاست میں 6 ہزار روبل زیادہ سے زیادہ تنخواہ ہو جو کافی رقم ہے۔ (27)۔ اس طرح جاہ و منصب اور کیریرازم کے خلاف ایک معتبر رکاوٹ ان پابندیوں کے علاوہ کھڑی کر دی گئی جو نمائندہ اداروں کے مندوبین پر عائد کی گئی تھیں.....''

اینگلز یہاں ایسی دلچسپ حد قریب آجاتے ہیں جس پر مستقل جمہوریت ایک طرف سوشلزم کا تقاضہ کرتی ہے۔ کیونکہ ریاست کو ختم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ریاستی خدمات کے کاموں کو کنٹرول اور حساب کتاب کے ایسے سادہ عوامل میں بدل دیا جائے جو آبادی کی بڑی اکثریت کی دسترس اور اختیار میں ہوں اور پھر ہر فرد کے لئے۔ اور کیریرازم کے قطعی خاتمے کا مطالبہ یہ ہے کہ ریاستی ملازمت میں "معزز"، خواہ بے نفع عہدوں کو بینکوں اور جوائنٹ کمپنیوں کی بڑی آمدنی والی ملازمتوں تک جست لگانے کے لئے استعمال نہ کیا جا سکے جیسا کہ سب بہت ہی آزاد سرمایہ دار ملکوں میں متواتر ہوتا ہے۔ بہر حال، اینگلز نے وہ غلطی نہیں کی جو مثلاً

کچھ مارکس وادی قوموں کے حق خودارادیت کے سوال کے بارے میں کرتے ہیں جب وہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ سرمایہ داری میں یہ ناممکن ہے اور سوشلزم میں بے سود ہوگا۔ یہ بیان، جو بظاہر بڑی ہوشمندی کا معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت غلط ہے، کسی بھی جمہوری ادارے کے بارے میں دیا جاسکتا ہے اور ان میں سرکاری افسروں کی معتدل تنخواہیں بھی شامل ہیں کیونکہ قطعی طور پر مستقل جمہوریت سرمایہ دار نظام میں ناممکن ہے اور سوشلزم کے تحت ساری جمہوریت رفتہ رفتہ مٹ جائے گی۔

یہ صوفی ازم ہے جو اس پرانے لطیفے سے مشابہ ہے کی اگر آدمی کا ایک اور بال ضائع ہو جائے گا تو کیا وہ گنجا ہو جائے گا۔ جمہوریت کو منتہم حد تک ترقی دینا، اس ترقی کی صورتیں تلاش کرنا اور عمل سے ان کی آزمائش کرنا وغیرہ، یہ سب سماجی انقلاب کی جدوجہد کے فریضوں میں سے ہے۔ الگ الگ لے کر کسی طرح کی بھی جمہوریت سوشلزم نہیں لاسکتی، لیکن حقیقی زندگی میں جمہوریت کبھی " الگ نہیں لی جائے گی" وہ " دوسری چیزوں کے ساتھ لی جائے گی"، وہ معاشی زندگی پر بھی اثر انداز ہوگی اور اس کی تبدیلی کو تیز کرے گی اور معاشی ترقی سے خود بھی متاثر ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ یہ ہے زندہ تاریخ کی جدلیات۔

اینگلز نے آگے چل کر لکھا:

" سابق ریاستی اقتدار کا دھماکے (sprengung) سے اڑ جانا اور اس کی جگہ پر ایک نئے اور واقعی جمہوری اقتدار کا آنا تفصیل کے ساتھ " خانہ جنگی" کے تیسرے باب میں لکھا گیا ہے۔ لیکن یہاں مختصر طور پر اس تبدیلی کی کچھ خصوصیات کا ایک بار پھر ذکر کرنا ضروری تھا کیونکہ جرمنی میں خاص طور سے ریاست میں تو اہم آمیز یقین فلسفے سے گزر کر بورژوازی حتیٰ کہ بہت سے مزدوروں کے عام شعور میں

بھی پہنچ گیا ہے۔ فلسفیانہ نظریے کے مطابق ریاست "نظریے کی تکمیل" ہے یا فلسفیانہ زبان میں زمین پر خدا کی سلطنت ہے، ریاست ایسا شعبہ ہے جس میں ابدی سچائی اور انصاف کی تکمیل ہو چکی ہے یا ہونا چاہئے۔ اور اس سے ریاست اور اس سے ہر متعلق چیز کا تو اہم آمیز احترام پیدا ہوتا ہے جو بہت جلد جڑ پکڑ لیتا ہے کیونکہ لوگ بچپن سے یہ تصور کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں کہ ایسے معاملات اور مفادات کی تکمیل اور حفاظت جو سماج میں مشترک ہیں اس کے سوا اور کسی طرح نہیں ہو سکتی جیسے کہ پہلے ہوتی تھی یعنی ریاست اور اس کے اونچی اونچی تنخواہوں والے اعلیٰ عہدے داروں کے ذریعے۔ لوگ خیال کرنے ہیں کہ وہ بہت غیر معمولی جرات آمیز قدم اٹھا رہے ہیں اگر وہ وراثتی شاہی پر یقین سے ہٹ کر جمہوری ریپبلک میں یقین کرنے لگتے ہیں۔ بہر حال درحقیقت ریاست ایک طبقے کے ہاتھوں دوسرے طبقے کو دبانے کے آلہ کار کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور جمہوری ریپبلک میں بھی دراصل وہ شاہی سے کم اس کا آلہ کار نہیں ہے۔ بہترین صورت میں بھی ریاست ایک ایسی برائی ہے جو پرولتاریہ کو وراثت میں ملی ہے جس نے طبقاتی حکمرانی کی جدوجہد میں فتح پائی ہے۔ کمیون کی طرح فتح یاب پرولتاریہ کو اس برائی کے بدترین پہلو تیزی کے ساتھ کاٹ کر پھینکنا ہوں گے، یہاں تک کہ نئے، آزاد سماجی حالات میں نشو ونما پائی ہوئی نسل ریاستی سسٹم کے پورے ملبے کو مسترد کر سکے گی۔"

اینگلز نے جرمنوں کو انتباہ کیا کہ وہ شاہی کو ریپبلک سے بدلنے کے سلسلے میں عام طور پر ریاست کے سوال میں سوشلزم کے اصولوں کو نہ بھولیں۔ ان کے انتباہ اب تسرے تیلی اور چیرنوف صاحبان کے لئے براہ راست سبق ہیں جنہوں نے اپنے "ائتلاف" کے عمل میں ریاست کے لئے تو ہم آمیز یقین اور تو ہم آمیز احترام

کا اظہار کیا ہے!

دو اور باتیں: (1) اگر اینگلز نے کہا ہے کہ جمہوری ریپبلک میں ریاست شاہی سے " کچھ کم نہیں" ریاست" ایک طبقے کے ہاتھوں دوسرے طبقے کو دبانے کا آلہ کار " رہتی ہے تو اس کا یہ کسی طرح مطلب نہیں ہے کہ دباؤ کی صورت سے پرولتاریہ کے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا جیسا کہ کچھ انارکسٹ "پڑھا" رہے ہیں۔ طبقاتی جدوجہد اور طبقاتی دباؤ کی زیادہ وسیع، زیادہ آزاد اور زیادہ کھلی ہوئی صورت پرولتاریہ کے لئے عام طور پر طبقات کے خاتمے کی جدوجہد میں بڑی مددگار ہوتی ہے۔ (2) صرف نئی نسل ہی کیوں ریاستی سسٹم کے پورے ملبے کو مسترد کر سکے گی؟ اس سوال کا تعلق جمہوریت پر قابو پانے سے ہے جس کی طرف ہم آ رہے ہیں۔

6۔ جمہوریت پر قابو پانے کے بارے میں اینگلز کی رائے

اینگلز نے اس بات پر اپنے خیالات کا اظہار "سوشل ڈیموکریٹ" نام کے سائنسی طور پر غلط ہونے کے سوال کے سلسلے میں کیا۔ اپنے 1870 اور آگے کے برسوں کے مختلف موضوع والے مضامین کے ایک ایڈیشن کے لئے جس میں زیادہ تر "بین اقوامی "سوالات کے بارے میں(internationales aus dem volksstaat) مضامین تھے، "(عوامی ریاست" سے بین اقوامی موضوعات پر "۔ (ایڈیٹر) 3 جنوری 1894 کے پیش لفظ میں اپنی موت سے ڈیڑھ سال پہلے لکھے ہوئے پیش لفظ میں اینگلز نے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے تمام مضامین میں لفظ " کمیونسٹ " استعمال کیا ہے نہ کہ "سوشل ڈیموکریٹ" کیونکہ اس زمانے میں فرانس میں پرودھوں والے اور جرمنی میں لاسال والے (28) اپنے کو سوشل ڈیموکریٹ کہتے تھے۔ اینگلز نے آگے چل کر کہا ہے:

"مارکس اور میرے لئے اسی واسطے یہ قطعی ناممکن تھا کہ ہم اپنے مخصوص نقطۂ نظر کے اظہار کے لئے ایسی ڈھیلی ڈھالی اصطلاح استعمال کریں۔ موجودہ زمانے میں حالت مختلف ہے اور یہ لفظ ('' سوشل ڈیموکریٹ '') چل سکتا ہے (mag passieren) چاہے وہ اب بھی صحیح نہ ہو (unpassend، نا مناسب) ایسی پارٹی کے لئے جس کا معاشی پروگرام محض عام طور پر سوشلسٹ نہیں ہے بلکہ براہ راست کمیونسٹ ہے اور جس کا مختتم سیاسی مقصد پوری ریاست کو قابو میں لانا ہے، اور اس لئے جمہوریت کو بھی۔ بہر حال، حقیقی (اینگلز کا خط کشیدہ) سیاسی پارٹیوں کے نام کبھی پوری طرح ان سے مطابقت نہیں رکھتے ہیں۔ پارٹی ترقی کرتی رہتی ہے جب کہ نام اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔"

ماہر جدلیات اینگلز کو اپنے آخری دن تک جدلیات پر یقین رہا۔ انہوں نے کہا ہے کہ مارکس اور میرے پاس پارٹی کے لئے شاندار اور سائنسی طور پر ٹھیک نام تھا، لیکن اصل پارٹی ہی نہیں تھی یعنی عام پرولتاری پارٹی۔ اب (19ویں صدی کے آخر میں) اصل پارٹی تو ہے لیکن اس کا سائنسی طور پر غلط ہے۔ پرواہ نہیں، وہ "چل سکتا" ہے، کاش کہ پارٹی ترقی کرے اور اس کے نام کی سائنسی خامی اس سے چھپی نہ ہو اور صحیح سمت میں اس کی ترقی میں رکاوٹ نہ ڈالے! "

شاید کوئی مسخرا ہم بالشویکوں کو اینگلز کے طریقے سے یہ کہہ کر تسلی دلانے کی کوشش کرے ہماری پارٹی حقیقی ہے، وہ شاندار طور سے ترقی کر رہی ہے، حتی کہ " بالشویک " جیسا بے معنی اور بھدا نام بھی " چل جائے گا " حالانکہ وہ اس خالص اتفاقی واقعہ کے سوا اور کچھ نہیں ظاہر کرتا کہ 1903 کی برسلز۔ لندن کانگرس میں ہم اکثریت میں تھے۔ شاید اب جب کہ ہماری پارٹی پر ریپبلکن اور " انقلابی " پیٹی

بورژوا ڈیموکریسی کے جولائی اور اگست کے جبر و تشدد کی وجہ سے "بالشویک" نام کو ایسی عوامی اعزاز حاصل ہوگیا ہے اور مزید برآں اس جبر و تشدد نے ہماری پارٹی کی اس زبردست تاریخی پیش قدمی کی نشان دہی کی جو اس نے اپنی حقیقی ترقی میں کی ہے تو شاید اب میں بھی اس تجویز پر زور دینے میں جھجکوں گا جو میں نے اپریل میں اپنی پارٹی کا نام بدلنے کے لئے پیش تھی۔ شاید میں اپنے رفیقوں کے سامنے "سمجھوتے" کی تجویز پیش کروں، یعنی اپنے کو کمیونسٹ پارٹی کہنے کی لیکن بریکٹ میں لفظ "بالشویک" برقرار رکھنے کی۔

لیکن پارٹی کے نام سوال نسبتاً کہیں کم اہم ہے بمقابلہ ریاست کی طرف انقلابی پرولتاریہ کے رویے کے سوال کے۔

ریاست کے بارے میں عام مباحثوں میں وہ غلطی برابر کی جاتی ہے جس کے خلاف اینگلز نے یہاں انتباہ کیا ہے اور جس کے بارے میں ہم نے سرسری طور پر پہلے بتایا ہے یعنی یہ برابر فراموش کیا جارہا ہے کہ ریاست کے خاتمے کا مطلب جمہوریت کا خاتمہ بھی ہے، کہ ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے کے معنی ہیں جمہوریت کا رفتہ رفتہ مٹنا۔ پہلی نظر میں یہ دعویٰ بہت ہی عجیب اور نا قابل فہم معلوم ہوتا ہے دراصل کوئی ہم پر یہ بھی شبہ کرسکتا ہے کہ کہیں ہم ایسے سماجی نظام کی توقع تو نہیں رکھتے ہیں جس میں اقلیت کو اکثریت کے تحت رکھنے کے اصول کا لحاظ نہ کیا جائے گا کیونکہ جمہوریت کا مطلب تو ایسی اصول کو تسلیم کرنا ہے؟ (روسی میں اکثریت کے معنی "بلشی نستوو" ہیں اسی لئے بالشویک نام ہوگیا۔ (مترجم)

نہیں، جمہوریت اقلیت کو اکثریت کے تحت رکھنے کے ہم معنی نہیں ہے۔ جمہوریت ایسی ریاست ہے جو اقلیت کو اکثریت کے تحت رکھنے کو تسلیم کرتی ہے یعنی

وہ تنظیم ہے ایک طبقے پر دوسرے طبقے کے، آبادی کے ایک حصے پر دوسرے حصے کے باقاعدہ تشدد کے لئے۔

ہم ریاست کے خاتمے کو اپنے مختتم مقصد بناتے ہیں یعنی تمام منظم اور باقاعدہ تشدد، عوام کے خلاف عام طور پر تمام تشدد کے استعمال کے خاتمے کو۔ ہم ایسے سماجی نظام کے آنے کی توقع نہیں رکھتے جس میں اقلیت کو اکثریت کے تحت رکھنے کا اصول نہیں برتا جائے گا، بہرحال، سوشلزم کے لئے کوشش کرتے ہوئے ہمیں اس کا یقین ہے کہ وہ ترقی کر کے کمیونزم بن جائے گا اور اسی لئے عام طور پر لوگوں کے خلاف تشدد کرنے، ایک آدمی کو دوسرے کا، آبادی کے ایک حصے کا ماتحت بنانے کی ضرورت بالکل غائب ہو جائے گی کیونکہ لوگ بغیر تشدد اور بغیر ماتحتی کے سماجی زندگی کی ابتدائی شرائط پر عمل کرنے کے عادی ہو جائیں گے۔

عادت کے اس عنصر پر زور دینے کے لئے اینگلز نئی نسل کا ذکر کرتے ہیں جس کی "نئے، آزاد سماجی حالات میں نشوونما" ہوگی جو "ریاستی سسٹم کے پورے ملبے کو مسترد کر سکے گی"۔ کسی بھی ریاستی سسٹم کو جس میں جمہوری ریپبلکن ریاستی سسٹم بھی شامل ہے۔ اس کی وضاحت کے لئے ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے کی معاشی بنیادوں کے سوال کے تجزیے کی ضرورت ہے۔

پانچواں باب

ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے کی معاشی بنیادیں

کارل مارکس نے اپنی کتاب " گوتھا پروگرام کی تنقید " میں نہایت تفصیل سے اس سوال پر بحث کی ہے (ملاحظہ ہو وہ خط جو 5 مئی 1875 براکے کے نام لکھا گیا تھا اور صرف 1891 میں neue zeit کی جلد 9 شمارہ 1 میں شائع ہوا اور پھر روسی زبان میں ایک خاص ایڈیشن کی صورت میں نکلا)۔ مارکس کی اس اہم تصنیف کا جو مناظرانہ حصہ ہے اور جس میں لاسال کے نظریے کی تنقید شامل ہے، یوں یعنی کہنا چاہئے کہ وہ اس کے اصل موضوع والے حصے پر غالب آ گیا ہے، یعنی کمیونزم کے چڑھنے اور ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے کے درمیان جو تعلق ہے اس کے تجزیے پر۔

1۔ مارکس نے سوال یوں پیش کیا

کارل مارکس نے براکے کے نام 5 مئی 1875 کو اور اینگلز نے 27 مارچ 1875 کو بیبل کے نام جو خط لکھے (جس سے ہم نے اوپر بحث کی ہے) اگر ان دونوں خطوں کا سرسری نظر سے موازنہ کیا جائے تو یوں لگتا ہے کہ اینگلز کے مقابلے میں مارکس کہیں زیادہ " ریاست کے حامی " تھے اور یہ کہ ریاست کے متعلق ان دونوں اہل قلم کے خیالات میں بڑا فرق تھا۔

اینگلز نے بیبل کے سامنے یہ تجویز رکھی ہے کہ ریاست کے متعلق فضول گفتگو قطعی بند کی جائے، یہ لفظ ریاست پروگرام سے بالکل نکال دیا جائے اور اس کی جگہ " برادری " کا لفظ رکھا جائے۔ اینگلز نے یہاں تک کہہ دیا کہ ریاست کے جو معنی

ہوتے ہیں، کمیون ان معنوں میں ریاست تھا ہی نہیں۔ لیکن پھر بھی مارکس نے " کمیونسٹ سماج کی آئندہ کی ریاستی سسٹم " کا ذکر کیا ہے۔ مطلب یہ کہ گویا کمیونزم قائم ہونے کے بعد بھی ریاست کی ضرورت باقی رہنے کو کارل مارکس نے تسلیم کیا ہے۔

لیکن یہ نتیجہ نکالنا بنیادی طور پر غلط ہوگا۔ ذرا غور سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ریاست اور اس کے مٹنے کے بارے میں مارکس اور اینگلز کے خیالات قطعی ایک سے ہیں مارکس کے جو لفظ اوپر نقل کئے گئے ہیں، وہ صرف اسی ریاستی سسٹم کا حوالہ دے رہے ہیں جو رفتہ رفتہ مٹنے کی حالت میں ہوگی۔ صاف بات ہے کہ قطعی طور سے وہ لمحہ یا وقت مقرر نہیں کیا جا سکتا جب آئندہ چل کر ریاست "مٹ جائے گی" خاص کر ایسی حالت میں جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ریاست کا مٹنا بجائے خود ایک طول طویل سلسلہ ہوگا۔ مارکس اور خیالات میں ظاہراً جو فرق نظر آتا ہے وہ اس وجہ سے کہ ان کے موضوع الگ الگ تھے اور تحریر کا مقصد جداگانہ تھا۔ اینگلز کے سامنے یہ فریضہ تھا کہ وہ صاف طور سے، نقشہ کھینچ کر اور پھیلا کر بیبل کو دکھائیں کہ ریاست کے بارے میں اس وقت کیسے بیہودہ تعصّبات پائے جاتے تھے (اور جس میں کافی حد تک لاسال بھی شریک تھا)۔ مارکس نے اس سوال کو محض سرسری طور پر چھیڑا، ان کے پیش نظر ایک اور ہی سوال تھا، یعنی کمیونسٹ سماج کا پروان چڑھنا۔

مارکس کا پورا نظریہ ارتقا کے نظریے کا آج کی سرمایہ داری پر اطلاق کرنا ہے، اس کی باقاعدہ، مکمل، سوچی سمجھی اور بھرپور شکل میں۔ لہٰذا قدرتی طور پر مارکس کے سامنے اصل مسئلہ یہ تھا کہ اس نظریے کو دونوں صورتوں پر منطبق کر کے دکھائیں سرمایہ داری کے ہونے والے خاتمے پر اور آئندہ کمیونزم کی آئندہ ترقی پر بھی۔

تو پھر وہ کیا مواد ہے جس کی بنیاد پر کمیونزم کی آئندہ ترقی کے سوال پر مزید بحث کی جاسکتی ہے؟

اس کی بنیاد یہ ہے کہ سرمایہ داری میں ہی اس کا ابتدائی سرچشمہ ہے، وہ تاریخی اعتبار سے سرمایہ داری میں سے ہی ابھرے گا اور اس سماجی طاقت کے عمل کے بل بوتے پر ابھرے گا جسے خود سرمایہ داری نے جنم دیا ہے۔ مارکس کے ہاں دور دور اس بات کی کوشش نہیں پائی جاتی کہ وہ صرف خیال آرائی سے کام لے رہے ہیں اور جن باتوں کا صحیح علم نہیں ہوسکتا ان ان کے متعلق محض قیاس دوڑا رہے ہیں۔ کمیونزم کے سوال سے مارکس ٹھیک اسی طرح بحث کرتے ہیں جیسے کوئی قدرتی سائنس داں، کسی نئی حیاتیاتی چیز کے مستقبل پر بحث کرتا ہے، جب اسے معلوم ہو کہ اس کی ابتدا یوں تھی، اور جو تبدیلیاں اس میں رونما ہوتی جارہی ہیں، ان کا رخ اس اس طرف ہے۔

مارکس نے سب سے پہلے اس الجھاؤ کو دور کیا ہے جو گوتھا پروگرام نے ریاست اور سماج کے سوال میں پیدا کر دیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں

" آج کا سماج، سرمایہ دارانہ سماج ہے جو تمام متمدن ملکوں میں قائم ہے، یہ قرون وسطیٰ کے تانے بانے سے کم وبیش پاک ہے۔ ہر ملک کے خاص تاریخی حالات نے بھی اس کی صورت میں کچھ کمی بیشی کی ہے۔ یہ زیادہ یا کم ترقی یافتہ ہے۔ اس کے برعکس " آج کی ریاست " ہر ملک کی سرحدیں گزرنے کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے، پروشیائی جرمن سلطنت میں بالکل کچھ اور، انگلینڈ میں اس کی صورت ایک ہے، امریکہ میں اس سے مختلف۔ لہذا " آج کی ریاست " محض ایک ڈھونگ ہے۔"

مگر شکل وصورت میں طرح طرح کے اختلاف کے باوجود مختلف متمدن ملکوں کی مختلف ریاستیں ایک بات میں مشترک ہیں۔وہ یہ کہ ان سب کی بنیاد آج کے بورژوا سماج پر ہے سرمایہ دارانہ لحاظ سے کوئی زیادہ ترقی یافتہ ہے۔کوئی اس سے کم۔اس لئے ان میں بعض اہم خصوصیات مشترک ہیں۔اسی معنی میں " آج کے ریاستی سسٹم " کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔آنے والے کل کے ریاستی سسٹم کے برخلاف، جب کہ اس کی موجودہ اصل بنیاد، یعنی بورژوا سماج دم توڑ چکا ہوگا۔

اب سوال یہ اٹھتا ہے۔کمیونسٹ سماج میں ریاستی سسٹم کی کیا کایا پلٹ ہوجائے گی؟ دوسرے لفظوں میں یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ کونسے سماجی خدمات تب باقی رہ جائینگے جو آج کی ریاست کی خدمت سے ملتے جلتے ہیں؟ اس سوال کا صرف سائنسی جواب دیا جاسکتا ہے۔اگر کوئی ہزار بار بھی لفظ "عوام" کو لفظ "ریاست" کے ساتھ جوڑ اکر کہے تب بھی اس مسئلے کے حل میں ایک ذرہ کام نہیں چلے گا۔۔"

اس طرح سے " عوامی ریاست" کی لمبی چوڑی باتوں کا مذاق اڑاتے ہوئے مارکس نے اصل سوال کو قاعدے سے پیش کیا اور ہم کو خبردار کردیا کہ اس سوال کا سائنسی جواب صرف اسی صورت میں مل سکتا ہے کہ بہت اچھی طرح سے ثابت شدہ سائنسی مواد ہمارے سامنے ہو اور اسی سے کام لیا جائے۔اول تو وہ اصل حقیقت جو ارتقا کے پورے نظریہ نے، عام طور پر پوری سائنس نے ٹھیک ٹھیک ثابت کردی ہے، جسے یوٹوپیا پرست بھلا بیٹھے تھے اور آج کے وہ موقع پرست لوگ بھی بھول گئے ہیں جنہیں سوشلسٹ انقلاب سے ڈر لگتا ہے، وہ حقیقت یہ ہے کہ تاریخی اعتبار سے قطعی طور پر کوئی ایسا خاص مرحلہ یا خاص قسم کا دور ہونا چاہئے جو سرمایہ داری سے کمیونزم میں عبور کا مرحلہ یا دور ہوگا۔

2۔سرمایہ داری سے کمیونزم میں عبور کا مرحلہ

مارکس نے آگے چل کر لکھا ہے

"سرمایہ دارانہ سماج کے درمیان ایک ایسا دور پڑتا ہے جو پہلے کے دوسرے میں انقلابی طور پر تبدیل ہو جانے کا دور ہے۔اسی دور کے مطابق سیاسی عبوری دور بھی ہوتا ہے جس میں ریاست پرولتاریہ کی انقلابی ڈکٹیٹر شپ کے سوا اور کچھ ہو ہی نہیں سکتی۔۔"

مارکس نے اس رول کا تجزیہ کر کے جو آج کے سرمایہ دار سماج میں پرولتاریہ انجام دے رہا ہے، اس سماج کے ارتقا اور پرولتاریہ اور بورژوازی کے اٹل متضاد مفادات کے متعلق معلومات کی بنیاد پر یہ نتیجہ نکالا ہے۔شروع میں سوال اس طرح پیش کیا گیا تھا نجات حاصل کرنے کی غرض سے پرولتاریہ کا فرض ہے کہ بورژوازی کا تختہ الٹ دے، سیاسی اقتدار اپنے ہاتھ میں لے اور اپنی انقلابی ڈکٹیٹر شپ قائم کرے۔

اب سوال ذرا مختلف طریقے سے پیش کیا جاتا ہے: سرمایہ دارانہ سماج جو کمیونزم کی طرف بڑھتا جا رہا ہے، اس کا کمیونسٹ سماج میں تبدیل ہو جانا اس وقت ناممکن ہے جب تک" ایک سیاسی عبوری دور" نہ گزارا جائے اور اس دور میں ریاست کی حیثیت صرف پرولتاریہ کی انقلابی ڈکٹیٹر شپ ہوگی۔

تو پھر اس ڈکٹیٹر شپ کا جمہوریت سے کیا رشتہ ہے؟

ہم نے دیکھا کہ" کمیونسٹ مینی فیسٹو" نے دونوں خیالات کو ایک ساتھ رکھا ہے:" پرولتاریہ کو حکمراں طبقے میں تبدیل کر دینا" اور جمہوریت جیتنا"۔جو کچھ اب تک کہا جا چکا ہے اس کے پیش نظر زیادہ ٹھیک طور پر یہ بتایا جا سکتا ہے کہ سرمایہ

داری سے کمیونزم میں تبدیل ہونے کے دور میں جمہوریت کس طرح تبدیل ہوگی۔

سرمایہ دارانہ سماج میں، بشرطیکہ وہ نہایت موافق حالات میں پروان چڑھا ہو، جمہوری ریپبلک میں کم وبیش ایک مکمل جمہوریت موجود ہوتی ہے۔ مگر اس جمہوریت پر ہمیشہ تنگ بندشیں لگی ہوتی ہیں جو سرمایہ دارانہ استحصال کی طرف سے لگائی جاتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اصل میں وہ ہمیشہ اقلیت کی جمہوریت بن جاتی ہے۔ وہ صرف ان طبقوں کے لئے رہ جاتی ہے جو صاحب حیثیت ہوں، جن کے پاس دولت ہو۔ سرمایہ دارانہ سماج میں آزادی ہمیشہ قریب قریب ویسی ہی ہوتی ہے جیسی وہ قدیم یونانی ریپبلکوں میں ہوا کرتی تھی، یعنی آزادی ان کے لئے جن کے پاس غلام ہوں۔ سرمایہ دارانہ استحصال نے جو حالات بنا رکھے ہیں ان کی وجہ سے آج کی اجرت کے غلام غریبی اور محتاجی کے ہاتھوں اس قدر مجبور ہیں کہ انہیں ''جمہوریت کی کچھ ایسی فکر نہیں ہوتی''، انہیں ''سیاست میں سر کھپانے کا موقع نہیں ملتا''، واقعات کے عام پرسکون دھارے میں آبادی کی بہت بڑی اکثریت سماجی اور سیاسی زندگی کے معاملات میں شریک ہونے سے محروم ہے۔

اس بیان کی سچائی غالباً سب سے زیادہ جرمنی کے معاملے میں کھلتی ہے۔ اس کی صاف وجہ یہ کہ اس ملک میں آئینی جواز بہت کافی عرصے تک قائم و دائم رہا ہے۔ کوئی آدھی صدی (1871 سے 1914 تک)، اور اس عرصے میں سوشل ڈیموکریسی کو یہ موقع ملا کہ دوسرے ملکوں سے کہیں زیادہ آگے بڑھے اور ''قانونی سہولتوں'' کو زیادہ استعمال کر سکے۔ اس نے مزدوروں کے اتنے بڑے حصے کو سیاسی پارٹی میں منظم کر لیا کہ دنیا کے کسی اور ملک میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

اب دیکھئے کہ سرمایہ دارانہ سماج میں اب تک سیاسی طور پر باشعور اور باعمل

اجرت کے غلاموں کا یہ سب سے بڑا حصہ کتنا ہے؟ ایک کروڑ پچاس لاکھ اجرتی مزدوروں میں سے سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے کل دس لاکھ ممبر ہیں، اور کل تیس لاکھ آدمی ٹریڈ یونینوں میں منظم ہیں۔

ایک حقیر سی اقلیت کے لئے جمہوریت، دولت مندوں کے لئے جمہوریت، یہ ہے اصل میں سرمایہ دارانہ سماج کی جمہوریت۔ اگر ہم سرمایہ دارانہ جمہوریت کی مشینری کو اور ذرا قریب سے دیکھیں تو ہمیں ہر جگہ اور حق انتخاب کی ''چھوٹی موٹی'' نام نہاد تفصیلات تک میں (مثلاً سکونت کی شرطیں اور عورتوں کو ووٹ کا حق نہ دینا وغیرہ)، نمائندہ اداروں کی بناوٹ میں، جلسے جلوس کے حق میں جو واقعی رکاوٹیں کھڑی ہیں (مثلاً یہ کہ پبلک عمارتیں ''بھک منگوں'' کے لئے نہیں ہیں)، ان میں اور روزانہ اخباروں کی خالص سرمایہ دارانہ تنظیم میں، غرض ہر مقام پر، ہر طرف جمہوریت کے اوپر بندھن کے بندھن لگے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ پابندیاں، یہ بندھن، یہ شرطیں اور استثناء، یہ رکاوٹیں جو غریب لوگوں پر عائد ہیں، بظاہر معمولی نظر آتی ہیں، خاص کر اس شخص کی آنکھوں کو جسے غریبی اور حاجت مندی کا پتہ کبھی نہیں تھا اور جس کا کبھی کچلے ہوئے طبقوں سے ان کی عام زندگی میں کوئی قریبی واسطہ نہیں رہا تھا (اور بورژوازی کے نقیبوں اور سیاست دانوں کا ننانوے فیصدی نہیں تو کم از کم نو بٹا دس حصہ ضرور اس قسم کے لوگوں میں آتا ہے)۔ لیکن اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو یہ پابندیاں غریب آدمیوں کو سیاست سے اور جمہوریت میں عملی شرکت کرنے سے محروم کر دیتی ہیں، انہیں اس سے نکال پھینکتی ہیں۔

مارکس نے کمیون کے تجربے کی تشریح پیش کرتے ہوئے یہ کہا کہ دبے کچلے لوگوں کو چند سال میں ایک بار یہ فیصلہ کرنے کا موقع دیا جاتا ہے کہ دبانے، کچلنے

والے طبقے کے کونسے نمائندے وہ اپنے لئے چنیں جو پارلیمنٹ میں ان کی نمائندگی بھی کریں اور انہیں آئندہ کئی سال تک کچلتے بھی رہیں۔ اس طرح مارکس نے سرمایہ دارانہ جمہوریت کا لب لباب نہایت عمدہ طریقے سے پیش کر دیا۔

لیکن اس سرمایہ دارانہ جمہوریت سے۔۔۔ جو لازمی طور پر بہت تنگ ظرف ہے اور چپکے چپکے غریبوں کو دھکیلتی رہتی ہے اور اس لئے جڑ بنیاد سے مکروفریب سے بھری ہوئی ہے۔۔ آگے کا قدم سادگی کے ساتھ، سیدھا سادہ، اور بغیر رکاوٹ کے ''زیادہ سے زیادہ جمہوریت کی جانب'' نہیں اٹھتا ہے، جیسا کہ لبرل پروفیسر اور پیٹی بورژوا موقع پرست ہمیں یقین دلانا چاہتے ہیں۔نہیں۔ آگے کی جانب ترقی، یعنی کمیونزم کی طرف بڑھنے کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ ہے پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ سے ہو کر گزرنا، کیونکہ سرمایہ دارانہ استحصال کرنے والوں کی طرف سے جو مزاحمت کی جاتی ہے اس کا نہ تو کوئی اور توڑ ہے، نہ کسی دوسری صورت سے یہ ممکن ہے۔

اور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ کا یعنی دبے کچلے لوگوں کے ہراول دستے کا حکمراں طبقے کی حیثیت سے منظم ہونے کا تاکہ وہ استحصال کرنے والوں کو دبا دے، صرف یہ نتیجہ نہیں ہو سکتا کہ جمہوریت پھیل جائے۔ جمہوریت کو بے پناہ وسعت دینے کے ساتھ ساتھ۔۔ جب کہ وہ پہلی بار غریبوں کی، عام لوگوں کی جمہوریت بنے گی اور امیروں کی جمہوریت نہیں رہے گی، پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ دبانے والوں، استحصال کرنے والوں اور سرمایہ داروں کی آزادی پر بہت سی پابندیاں بھی لگائے گی۔ انسانیت کو اجرتی غلامی سے نجات دلانے کے لیے ان کو دبانا لازمی ہے۔ ان کی مدافعت کو طاقت کے ذریعے کچل دینا چاہیے، یہ بات ظاہر ہے کہ

جہاں زبردستی ہوگی، جہاں دباؤ اور تشدد سے کام لیا جائے گا وہاں نہ آزادی ہوگی، نہ کوئی جمہوریت۔

اینگلز نے یہ نکتہ بہت خوبی کے ساتھ اپنے خط میں واضح کیا ہے جو بیبل کے نام لکھا تھا۔ پڑھنے والوں کو یاد ہوگا کہ اینگلز نے اس میں لکھا ہے

''پرولتاریہ کو ریاست کی ضرورت رہتی ہے اس کو یہ ضرورت آزادی کے مفادات کے لئے نہیں بلکہ اپنے دشمنوں کو دبائے رکھنے کے لئے ہوتی ہے اور جیسے ہی آزادی کے بارے میں بات کرنا ممکن ہوگا تو ریاست کا اس صورت میں وجود نہیں رہے گا۔''

عام لوگوں کی بہت بڑی اکثریت کے لئے جمہوریت اور طاقت کا استعمال کر کے مخالفین کو دبانا، یعنی جمہوریت کے دائرے سے عوام کا استحصال کرنے والوں اور زبردستی کرنے والوں کو خارج کر دینا، یہ ہے وہ تبدیلی جس سے جمہوریت اس دور میں گزرتی ہے جو سرمایہ داری سے کمیونزم میں عبور کا دور ہے۔

صرف کمیونسٹ سماج میں، جب سرمایہ داروں کی مزاحمت بالکل توڑی جا چکی ہو، جب سرمایہ دار بالکل صاف کئے جا چکے ہوں، جب سماج میں طبقے نہ رہ گئے ہوں (مطلب یہ کہ جہاں تک سماجی ذرائع پیداوار کا تعلق ہے، سماج کے ممبروں کا ان سے یکساں رشتہ قائم ہو چکا ہو)، تبھی جا کر'' ریاست کا وجود ختم ہوتا ہے اور صرف اسی صورت میں آزادی کے بارے میں بات کرنا ممکن ہوتا ہے''۔ یہی وہ مقام ہے جب کہ صحیح معنوں میں مکمل جمہوریت کا امکان ہوگا اور وہ قائم ہوگی، ایسی جمہوریت، جس میں کسی قسم کی پابندیاں نہ ہوں گی۔ تبھی یہ صورت پیدا ہوگی کہ خود جمہوریت رفتہ رفتہ مٹنا شروع ہو جائے گی، محض اس معمولی سی وجہ سے کہ جب

لوگ سرمایہ داری کی غلامی سے آزاد ہو چکے ہوں گے، سرمایہ دارانہ استحصال کے ناقابل بیان مظالم سے، دہشت بے رحمی، بیہودگی اور شرمناک حرکتوں سے نجات پا چکے ہوں گے تو وہ خود ہی سماجی معاملات کے ان ابتدائی اصولوں کی پابندی کرنے کے رفتہ رفتہ عادی ہوتے جائیں گے جو صدیوں سے دنیا کو معلوم ہیں اور ہزاروں سال سے لکھے چلے آرہے ہیں، لوگوں کو بغیر کسی زور زبردستی کے، بغیر جبر اور طاقت کے، بغیر حکم حاکم کے اور بغیر اس خاص انتظامی مشینری کے جو لوگوں کو احکام کی پابندی پر مجبور کرتی ہے، اور جس کا نام ریاست ہے، ان سماجی اصولوں کے برتنے کی عادت ہو جائے گی۔

ریاست کے لئے یہ کہنا ہے کہ'' وہ رفتہ رفتہ مٹ جاتی ہے" عین مناسب ہے کیونکہ ان لفظوں میں ریاست کا رفتہ رفتہ ختم ہونا اور آپ سے آپ ختم ہونا، دونوں پہلوؤں کا اشارہ ملتا ہے۔ عادت ہی اس طرح اثر انداز ہوسکتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہی بالآخر اثر انداز ہوگی کیونکہ ہم اپنے چاروں طرف لاکھوں بار یہ دیکھتے ہیں کہ لوگ اپنے لئے ضروری سماجی قواعد کے کس آسانی سے عادی ہو جاتے ہیں بشرطیکہ استحصال نہ ہو، اگر کوئی ایسی حرکت نہ ہو جس پر غصہ آئے جس پر احتجاج یا سرکشی پیدا ہو اور اس کو دبانے کی ضرورت پیش آئے۔

غرض کہ سرمایہ دارانہ سماج میں جو جمہوریت ہے وہ لولی لنگڑی، کھوکھلی اور جھوٹی ہے۔ یہ ایسی جمہوریت ہے جو مالداروں کے لئے تھوڑے سے لوگوں کے لئے ہوتی ہے۔ پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ، وہ عرصہ جب کمیونزم میں آنے کا عبوری دور ہوگا، پہلی بار دنیا کو ایسی جمہوریت سے روشناس کرے گا جو عوام کے لئے ہوگی، بہت بڑی تعداد کے لئے ہوگی اور اسی کے ساتھ مٹھی بھر لوگوں پر، استحصال کرنے

والوں پر حسب ضرورت دباؤ رکھا جائے گا صرف کمیونزم ہی صحیح معنوں میں مکمل جمہوریت دینے کی اہلیت رکھتا ہے۔ یہ جمہوریت جس قدر مکمل ہوگی اتنی ہی جلدی وہ غیر ضروری ہو جائے گی اور خود بخود مٹ جائے گی۔

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے سرمایہ داری میں ریاست اپنے صحیح معنوں میں قائم رہتی ہے یعنی وہ ایک قسم کی مشین ہے جو ایک طبقے کے ہاتھوں دوسرے طبقے کو کچلنے میں کام آتی ہے، طرہ یہ کہ اقلیت کا طبقہ اکثریت کے طبقے کو کچلتا ہے۔ قدرتی بات ہے کہ جب لوٹنے والی اقلیت لوٹی جانے والی اکثریت کو دبانے کی ذمہ داری اپنے سر لیتی ہے تو اس میں کامران رہنے کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ زور زبردستی میں انتہائی ظالمانہ اور بے رحمانہ حرکتیں کی جائیں، خون کے دریا بہا دیئے جائیں جس میں گزرتے ہوئے نسل انسانی غلامی، کسان غلامی اور اجرتی غلامی کے حالات میں ہاتھ پاؤں مارتی رہتی ہے۔

آگے چل کر جب سرمایہ داری سے کمیونزم میں آنے کا عبوری دور ہوتا ہے تب بھی زور زبردستی کی ضرورت باقی رہتی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ اس وقت لوٹی جانے والی اکثریت لوٹنے والی اقلیت کو دبا کر رکھتی ہے۔ ایک خاص قسم کا ڈھانچہ، ایک خاص طرح کی مشین جو دبانے کے کام میں آتی ہے، یعنی "ریاست" تب بھی ضروری ہوتی ہے، لیکن اب وہ ایک عبوری ریاست ہوتی ہے، اب وہ صحیح معنوں میں ریاست نہیں ہوتی، کیوں کہ کل تک کے اجرتی غلاموں کی اکثریت کے ہاتھوں لوٹنے والوں کی اقلیت کا دبایا جانا نسبتاً اس درجہ آسان سادہ اور قدرتی عمل ہوتا ہے کہ غلاموں، کمیروں یا اجرتی مزدوروں کی بغاوتوں میں جس قدر خون ریزی ہو چکی ہے، اس کے مقابلے میں بہت ہی کم خون ریزی کا موقع آتا ہے۔ نسل انسانی

کو یہ نئی زور زبردستی اس سے کہیں سستی پڑتی ہے۔ اور چونکہ اس کے ساتھ ساتھ آبادی کی بہت بڑی اکثریت تک جمہوریت پھیلتی جاتی ہے، اس لئے دباؤ رکھنے کی خاص مشین کو استعمال کرنے کی ضرورت ختم ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ قدرتی بات ہے کہ استحصال کرنے والے طبقے اس وقت تک لوگوں کو دبائے رکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک کہ اس عمل کے لیے ان کے ہاتھوں میں ایک نہایت ہی پیچیدہ مشینری نہ ہو۔ لیکن جب عام لوگ ان استحصال کرنے والوں کو دبانے پر آتے ہیں تو وہ کسی سادہ "مشین" سے بھی یہ کام لے سکتے ہیں، بلکہ کسی بھی 'مشین' کسی بھی خاص انتظامی ڈھانچے کے بغیر یہ عمل انجام دے سکتے ہیں۔ ان کے لئے صرف مسلح عوام کی تنظیم کافی ہوتی ہے (پیش بندی کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ مثلاً مزدوروں اور فوجیوں کے نمائندوں کی سوویتیں)۔

آخر میں صرف کمیونزم ہے جو ریاست کو قطعی غیر ضروری بنا دیتا ہے کیوں کہ کمیونزم میں کسی کو بھی دبانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ " کسی کو" سے مطلب یہ کہ کسی طبقے کو، آبادی کے کسی مخصوص حصے سے باقاعدہ جدوجہد نہیں کرنی پڑتی۔ ہم لوگ یوٹوپیائی نہیں ہیں اور ہمیں اس سے ہرگز انکار نہیں ہے کہ بعض افراد کی طرف سے زیادتیوں کا امکان ہوگا اور یہ ناگزیر بھی ہے اور ایسی زیادتیوں کو دبانا بھی ضروری ہوگا۔ لیکن اول تو یہ کہ اس مقصد کے لئے نہ تو دباؤ کی کسی خاص مشین کی ضرورت ہوگی، نہ کسی خاص انتظامی ڈھانچے کی، ہتھیار بند لوگ خود ہی یہ فرض انجام دے لیں گے۔ وہ یہ خدمات اسی سادگی اور مستعدی سے انجام دینگے جیسے آج کل کی سوسائٹی میں بھی ہوتا ہے کہ مہذب لوگوں کا کوئی بھی مجمع جھگڑا فساد رفع کرنے میں آڑے آجاتا ہے یا کسی عورت سے اگر دہینگا مشتی کی جائے تو اس کو روکنے کے لئے فوراً کھڑا

ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہم جانتے ہیں کہ ان زیادتیوں کا بنیادی سماجی سبب، جن کا مافیہ سماجی میل ملاپ کے قواعد کی خلاف ورزی ہے، دراصل عام لوگوں کا استحصال ہے، ان کی غریبی اور محتاجی ہے۔ اگر یہ بڑا سبب ہٹا دیا جائے تو زیادتیاں لازمی طور پر "مٹنا" شروع ہو جائیں گی۔ ہمیں نہیں معلوم کہ زیادتیوں کے دور ہونے کی رفتار اور ان کی ترتیب کیا ہوگی، لیکن یہ ضرور جانتے ہیں کہ ان کا آپ سے آپ خاتمہ ہو جائے گا۔ ان کے مٹنے کے ساتھ ریاست بھی مٹ جائے گی۔

خیالی پرواز کئے بغیر مارکس نے زیادہ بھرپور طریقے سے وہ بتا دیا کہ جو اس مستقبل کے بارے میں آج قطعی طور سے بیان کیا جا سکتا ہے، یعنی کمیونسٹ سماج کے نیچے کے مرحلے اور اوپر کے مرحلے (یا منزلوں اور درجوں) کا فرق کیا ہوگا۔

3۔ کمیونسٹ سماج کا پہلا مرحلہ

مارکس نے اپنی تصنیف "گوتھا پروگرام کی تنقید" میں تفصیل سے لاسال کے اس خیال کا رد پیش کیا ہے کہ سوشلزم میں مزدور کو "اپنی محنت کا پورا حاصل" یا بلا تخفیف "محنت کا پورا صلہ ملے گا، مارکس نے بتایا ہے کہ سماج کی پوری مجموعی محنت میں سے ایک حصہ ضرور کاٹ کر ریزرو فنڈ اور ایک اور فنڈ بھی بنانا پڑے گا جو پیداوار کو بڑھانے پھیلانے میں کام آئے گا، جس سے مشین کی "گھسائی اور ٹوٹ پھوٹ" کا خرچ پورا کیا جائے گا، وغیرہ۔ پھر یہ بھی ہے کہ ذرائع استعمال میں سے کاٹ کر ایک ایسا فنڈ رکھنا ہوگا جس سے انتظامی محکموں کے خرچ، اسکولوں، اسپتالوں، بوڑھوں کے بسر اوقات کے لئے مکان وغیرہ کے خرچ چلائے جائیں۔

لاسال نے جو دھندلا، ناصاف اور چلتا جملہ لکھ دیا تھا کہ "مزدور کو اس کی محنت کا پورا حاصل" ملے گا، اس کی جگہ مارکس نے زیادہ سنبھال کر، جانچ تول کر

ایک واقعی صورت بیان کی ہے کہ اشتراکی سماج کو اپنے معاملات اور انتظامات کیسے چلانے ہوں گے، مارکس نے اس سماج کی زندگی کے حالات کا ایک ٹھوس تجزیہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس میں سرمایہ داری کا نام ونشان نہ ہوگا۔انہوں نے لکھا ہے..

"ہمیں یہاں جس چیز سے بحث ہے "(مزدور پارٹی کے پروگرام کا تجزیہ کرتے وقت)"وہ کمیونسٹ سماج ہے، ایسے نہیں جیسے کہ وہ خود اپنی بنیادوں پر بن کر کھڑا ہوا ہو، بلکہ اس کے برخلاف جو سرمایہ دارانہ سماج میں سے تازہ تازہ ابھرا ہو، اور اس طرح، معاشی ہو، اخلاقی ہو یا ذہنی، ہر لحاظ سے اس پر اسی پرانی سماج کا جنم داغ باقی ہوگا جس کے بطن سے وہ پیدا ہوا ہے۔ "

یہ کمیونسٹ سماج، جو سرمایہ داری کے پیٹ سے تازہ تازہ برآمد ہوا ہو اور ہر لحاظ سے اس پر پچھلے سماج کے نشان باقی ہوں، مارکس اسی کو کمیونسٹ سماج کا "پہلا" یا نیچے کا مرحلہ کہتے ہیں۔

اس مرحلے میں ہوتا یہ ہے کہ پیداوار کے ذریعے افراد کی ذاتی ملکیت نہیں رہتے، پورے سماج کی ملکیت ہو جاتے ہیں۔سماج کا ہر ایک فرد جو سماجی ضرورت کے کاموں میں سے اپنے حصے کی کوئی خدمت انجام دیتا ہے، سماج ہی سے اس کی سند پاتا ہے کہ اس نے اتنا کام کیا ہے۔اور یہ سند دکھا کر وہ سامان ضرورت کے پبلک اسٹور سے کام کی مناسبت سے مقررہ سامان حاصل کر لیتا ہے۔اس کی محنت کا جتنا صلہ ہونا چاہئے اس کا ایک حصہ پبلک فنڈ کے لئے منہا کر لیا جاتا ہے۔لہذا ہر ایک کام کرنے والے کو اس کام کے بقدر جو اس نے سماج کے لئے انجام دیا ہے، معاوضہ مل جاتا ہے۔

بظاہر "مساوات" کا اصول حاوی رہتا ہے۔

لیکن لاسال اس سماجی نظام کو نظر میں رکھتے ہوئے (جسے عام طور سے سوشلزم کہا جاتا ہے، لیکن جسے مارکس نے کمیونزم کا پہلا مرحلہ قرار دیا) جب کہتا ہے کی یہ "مساویانہ تقسیم" ہے اور "سماج کے ہر فرد کو برابر کا حق حاصل ہے کہ وہ محنت کی پیداوار سے برابر کا حصہ پائے" تو یہیں وہ غلطی کرتا ہے اور مارکس نے اس کی غلطی کا پردہ فاش کر دیا ہے۔

مارکس نے کہا ہے کہ "برابر کا حق" یہاں ضرور ملتا ہے، لیکن یہ ابھی تک "بورژوا حق" ہے جو سب حقوق کی طرح یہاں بھی نابرابری کی گنجائش قائم رکھتا ہے۔ ہر ایک حق کا مطلب یہ ہے کہ مختلف لوگوں پر جو ایک جیسے نہیں ہیں، ایک دوسرے کے برابر نہیں ہیں۔ ایک ہی ناپ فٹ کر دی جائے، اسی لئے "برابر کا حق" دراصل مساوات کی خلاف ورزی ہے اور ناانصافی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ شخص، جس نے دوسرے کے برابر سماجی محنت یا خدمت انجام دی ہے، سماج کی پیداوار سے برابر کا حصہ حاصل کرتا ہے (البتہ اس میں سے مذکورہ پبلک فنڈ منہا کر لیا جاتا ہ)۔

لیکن سب لوگ ایک سے نہیں ہیں کوئی مضبوط ہے، کوئی کمزور ہے، ایک شادی شدہ ہے، دوسرا نہیں، ایک کے زیادہ بچے ہیں، دوسرے کے کم، وغیرہ وغیرہ۔ مارکس نے اس سے نتیجہ نکالا ہے

"محنت کی مساویانہ ادائیگی کر کے اور اس کی وجہ سے سماجی ضروریات کے فنڈ سے برابر کا حصہ پا کر ایک شخص کو واقعی دوسرے کے مقابلے میں زیادہ ملے گا، ایک زیادہ دولت پائے گا، دوسرا کم۔ ان تمام کوتاہیوں کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ حق برابر نہ ہو بلکہ نابرابر ہو.."

نتیجہ یہ نکلا کہ کمیونزم کا پہلا مرحلہ انصاف اور مساوات قائم نہیں کر سکے گا دولت میں فرق اور نا منصفانہ اونچ نیچ پھر بھی باقی رہے گی۔ لیکن آدمی کے ہاتھوں آدمی کا استحصال ناممکن ہو جائے گا کیوں کہ پیداوار کے ذرائع پر، فیکٹریوں پر، مشینوں اور زمین وغیرہ پر ذاتی ملکیت قائم کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ لاسال نے " مساوات " اور عام طور سے " انصاف " کیچو پیٹی بورژوا اور گول مول جملے لکھے ہیں ان کو سختی سے رد کرتے ہوئے مارکس نے کمیونسٹ سماج کے ارتقا کی راہ بیان کی ہے اور بتا دیا ہے کہ کمیونسٹ سماج شروع میں اس حد تک رہنے پر مجبور ہے کہ ذرائع پیداوار کے ذاتی ملکیت بن جانے کی جو " ناانصافی " ہے صرف اسی کو ختم کرے، یہ اس کے بس سے باہر ہے کہ فوراً ہی دوسری ناانصافی کو بھی مٹا دے جو استعمال کی چیزوں کی تقسیم میں پائی جاتی ہے جو " انجام دی ہوئی خدمت یا محنت کے مطابق " ملتی ہیں (ہر ایک کی ضرورت کے مطابق نہیں)۔

معاشیات کے لچر ماہرین، جن میں بورژوا پروفیسر اور " ہمارے " تو گان صاحب بھی شامل ہیں، ہمیشہ سے سوشلسٹوں کو اس بات پر برا بھلا کہتے آئے ہیں کہ یہ لوگ اس کا خیال نہیں رکھتے کہ آدمیوں میں مساوات نہیں ہے اور اس نابرابری کو مٹا دینے کے " خواب دیکھتے ہیں "۔ سوشلسٹوں کو یہ طعنہ دینا صرف اتنا ثابت کرتا ہے کہ بورژوا ماہرین نظریات انتہا درجے کے ناواقف لوگ ہیں۔

مارکس نے نہ صرف لوگوں کی اس نابرابری کو، جس سے کوئی چارہ نہیں ہے، بہت ٹھیک پیش نظر رکھا ہے، بلکہ یہ حقیقت بھی مانی ہے کہ ذرائع پیداوار کو ذاتی ملکیت سے نکال کر پورے سماج کی مشترکہ ملکیت بنا دینے سے (جسے عرف عام میں " سوشلزم " کہتے ہیں) دولت کی تقسیم کے نقائص دور نہیں ہو جائیں گے اور اس "

بورژوا حق" کی نابرابری بھی نہیں جائے گی جو اس وقت تک حاوی رہے گا جب تک پیداوار کو "ہر ایک کی محنت کی مقدار کے حساب سے" تقسیم کیا جاتا رہے گا۔ اسی سلسلے میں مارکس نے آگے چل کر کہا ہے:

"لیکن یہ کوتاہیاں کمیونسٹ سماج کے پہلے مرحلے میں باقی رہنی لازمی ہیں کیوں کہ یہ وہ زمانہ ہے جب کمیونسٹ سماج سرمایہ دارانہ سماج میں سے ایک طویل دردزہ کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ حق کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو سماج کے معاشی نظام اور اس سے منسلک سماجی تہذیبی ارتقا سے بالاتر ہو۔"

چنانچہ ظاہر ہوا کہ کمیونسٹ سماج کے پہلے مرحلے میں (جسے عام طور سے سوشلزم کہا جاتا ہے)، بورژوا حق "پورے طور پر مٹایا نہیں جاتا بلکہ صرف جزوی طور پر، جتنا جتنا معاشی انقلاب بڑھتا جاتا ہے، اسی تناسب سے یہ بورژوا حق ختم ہوتا ہے یعنی صرف ذرائع پیداوار کی حد تک وہ ختم ہوتا ہے۔ "بورژوا حق" تسلیم کرتا ہے کہ ذرائع پیداوار افراد کی ذاتی ملکیت ہوتے ہیں۔ سوشلزم انھیں سماج کی مشترکہ ملکیت بنا ڈالتا ہے۔ اس حد تک اور صرف اسی حد تک "بورژوا حق" غائب ہو جاتا ہے۔

مگر جہاں تک اس کے دوسرے حصے کا تعلق ہے، "بورژوا حق" قائم رہتا ہے سماج کے ممبروں میں سامان کی تقسیم اور محنت کی تقسیم کے معاملے میں یہ ایک ریگولیٹر کا (معین کرنے والے کا) کام کرتا ہے۔ اشتراکی اصول کہ "جو کام نہیں کرتا وہ کھائے گا بھی نہیں" عمل میں آ چکتا ہے۔ دوسرا اصول کہ "جتنی کوئی محنت دے، اتنا ہی وہ صلہ پائے" یہ بھی عمل میں آ چکتا ہے۔ پھر بھی یہ کمیونزم نہیں ہے۔ اور نہ اس سے "بورژوا حق" کا خاتمہ ہوتا ہے جو غیر مساوی لوگوں کو نابرابر (واقعی نابرابر) محنت کے

بدلے میں برابر کا سامان دیتا ہے۔

مارکس کہتا ہے کہ یہ ایک " کوتاہی" یا خامی ہے، لیکن کمیونزم کے پہلے مرحلے میں اس کوتاہی سے بچنے کی کوئی صورت نہیں، کیونکہ اگر ہم محض خیالی پلاؤ پکانے میں نہ لگ جائیں تو ہمیں یہ گمان بھی نہیں کرنا چاہئے کہ سرمایہ داری کا تختہ الٹتے ہی لوگ ایک دم حق کے کسی معیار کے بغیر سماج کی خاطر کام کرنے میں جٹ جائیں گے، اور واقعہ یہ ہے کہ سرمایہ داری مٹ جانے سے ہاتھ کے ہاتھ اس قسم کی تبدیلی کے معاشی حالات تیار نہیں ہو جاتے ہیں

اور " بورژواحق" کے علاوہ اور کوئی پیمانہ یا میعار ہے بھی نہیں، اسی لئے ریاست کی بھی ضرورت باقی رہتی ہے جو ذرائع پیداوار کے مشترکہ ملکیت ہونے کی بھی حفاظت کرے اور اسی کے ساتھ محنت کی برابری اور پیداوار کی تقسیم میں مساوات کے قاعدے کی بھی نگہبانی کرتی رہے۔ ریاست صرف اس حد تک مٹتی ہے کہ اب نہ تو سرمایہ دار رہتے ہیں، نہ طبقے باقی رہتے اور اس کے نتیجے کے طور پر کسی طبقے کو کچلا نہیں جا سکتا۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ ریاست بالکل مٹ گئی کیوں کہ اب بھی اس "بورژواحق" کی حفاظت ونگہبانی کا کام باقی رہتا ہے جو اصلی نابرابری کا پابند ہوتا ہے۔ ریاست کے قطعی مٹنے کے لئے ضروری ہے کہ مکمل کمیونزم قائم ہو چکا ہو۔

4۔ کمیونسٹ سماج کا اعلی مرحلہ

مارکس نے کہا ہے " کمیونسٹ سماج کا اعلی مرحلہ یہ ہے کہ جب فرد تقسیم محنت کے غلامانہ بندھنوں سے آزاد ہو چکا ہو، اور اسی کے ساتھ ذہنی اور جسمانی محنت کے درمیان جو تضاد ہے، وہ دور ہو چکا ہو، جب محنت صرف زندگی کا اولین تقاضا بن چکی

ہو، جب فرد کے ہر پہلو سے ترقی یافتہ ہو جانے کے ساتھ ساتھ پیداواری قوتیں بھی بڑھ چکی ہوں، اور سماجی دولت کے سارے چشمے رواں ہوں، اس دولت کی افراط ہو رہی ہو، تب جا کر بورژوا حق کی تنگ سرحدیں پوری طرح پار کی جا سکتی ہیں اور سماج اس قابل ہو سکتا ہے کہ اپنے پرچم پر یہ لکھ دے۔ "ہر ایک سے اس کی قابلیت کے مطابق اور ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق"، "

صرف اب ہم صحیح طور پر اینگلز کی اس رائے زنی کی داد دے سکتے ہیں جس میں انہوں نے "آزادی" اور "ریاست" کے لفظوں کو جوڑنے کی بیہودگی کا بے دردی سے مذاق اڑایا ہے۔ جب تک ریاست موجود ہے، آزادی ہیں ہو سکتی اور جب آزادی عام ہو گی تو ریاست نہیں رہے گی۔

ریاست کے مکمل طور پر مٹنے کی معاشی بنیاد کمیونزم کی ترقی کا وہ اعلیٰ مقام ہے جب ذہنی اور جسمانی محنت کے درمیان تضاد ختم ہو چکتا ہے، اور نتیجے میں موجودہ سماجی نابرابری کا ایک بڑا سبب دور ہو جاتا ہے۔ ایک ایسا سبب جو ذرائع پیداوار کو پرائیویٹ ملکیت سے چھین کر سماجی ملکیت بنا دینے سے اور سرمایہ داروں کی بے دخلی سے ہی کسی حالت میں یکدم ختم نہیں ہو سکتا ہے۔

اس بے دخلی سے یہ امکان ضرور پیدا ہو گا کہ پیداواری طاقتیں بے پناہ بڑھ جائیں۔ اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ سرمایہ داری کس قدر ناقابل یقین طریقے سے ابھی اس ترقی کو روک رہی ہے، ٹکنیک آج جس درجے کو پہنچ چکی ہے اس کی بدولت کتنی کچھ ترقی کی جا سکتی تھی، تو ہمیں پورے اعتماد سے یہ کہنے کا حق ہو جاتا ہے کہ سرمایہ داروں کی بے دخلی کی وجہ سے انسانی سماج کی پیداواری طاقتیں واقعی کہیں سے کہیں پہنچ جائیں گی۔ لیکن یہ بات کہ ترقی کی یہ رفتار کتنی تیز ہو گی، کتنی مدت میں وہ

اس منزل تک جا پہنچے گی کہ تقسیم محنت کے بندھن سے اپنا پیچھا چھڑا لے، ذہنی اور جسمانی محنت کی مخالفانہ حیثیت کو دور کر دے، اور محنت کرنے کو " زندگی کا اولین تقاضا" بنا دے، یہ ابھی نہ تو ہم جانتے ہیں، نہ جان سکتے ہیں۔

اسی لئے ہم کو صرف اتنا کہنے کا حق پہنچتا ہے کہ ریاست کا خود بخود مٹ جانا یقینی ہے اور یہ خاص کر جتانا ہے کہ ریاست کے ختم ہونے کا عمل طویل ہے، اس کا انحصار کمیونزم کے اعلیٰ مرحلے کی طرف بڑھنے کی رفتار پر ہے۔ ابھی ہم یہ سوال کھلا چھوڑ دیتے ہیں کہ اس عمل میں کتنا وقت لگے گا س، اس کی ٹھوس شکل کیا ہوگی کیونکہ ان سوالوں کا مکمل اور قطعی جواب دینے کا کوئی مواد ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔

ریاست کا پوری طرح سے مٹنا اس وقت ممکن ہو جائے گا جب سماج یہ اصول اختیار کر لے " ہر ایک سے اس کی قابلیت کے مطابق اور ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق " یعنی اس وقت جب کہ لوگ باہمی معاملات کے بنیادی اصولوں کی پابندی کرنے کے اتنے عادی ہو چکے ہوں اور ان کی محنت اس قدر پیداوری ہو چکی ہو کہ وہ خوشی سے اپنی اپنی قابلیت کے مطابق کام کرنے لگیں۔ "بورژوا حق کی تنگ سرحدیں" جو آدمی کو شائی لاک (29) کی سی بے دردی کے ساتھ مول تول کرنے پر مجبور کرتی ہیں کہ کیا ایک نے دوسرے کے مقابلے میں آدھ گھنٹے زیادہ کام نہیں کیا، کیا ایک کو دوسرے کے مقابلے میں کم تنخواہ نہیں ملی، یہ تنگ سرحدیں تب ٹوٹ جائیں گی۔ پھر اس کی کوئی ضرورت نہ رہے گی کہ سماج ایسے قاعدے بنائے کہ کس کو سامان کی کتنی مقدار ملنی چاہئے؛ ہر ایک کو آزادی سے " اپنی اپنی ضرورت کے مطابق " ملے گا۔

بورژوا نقطہ نظر سے یہ کہہ دینا آسان ہے کہ اس قسم کا سماجی نظام " محض خیالی

پرواز" اور سوشلسٹوں کا مزاق اڑانا بھی آسان ہے کہ یہ لوگ ایک ایک شخص کی مخنتپر کسی قسم کا کنٹرول رکھے بغیر ہر ایک کو یہ حق دئے رہے ہیں کہ وہ سماج سے جتنی جی چاہئے قیمتی مٹھائیاں، موٹر کاریں اور پیانو وغیرہ وصول کرلے۔ آج بھی ایسے بورژوا" علما وفضلا" موجود ہیں جو اس تصور پر دانت نکالتے ہیں اور اس طرح سے اپنی بے علمی کا بھی مظاہر کرتے ہیں اور سرمایہ داری کی خدمت گزاری کا بھی۔

یہ کیسی جاہلیت ہے! کسی سوشلسٹ کے ذہن تک میں یہ بات نہیں آئی کہ وہ کمیونزم کی ترقی کے اعلی مرحلے کی آمد کا" وعدہ" کرتا پھرے، لیکن بڑے بڑے سوشلسٹوں نے آئندہ کبھی کمیونزم کے اعلی مرحلے کے آنے کا تصور کرتے ہوئے اپنے سامنے محنت کی اس پیداواری قوت کو نہیں رکھا جو فی الحال موجود ہے، اور نہ آج کل کے ان تنگ نظر لوگوں سے تخمینہ کیا جو پومیالوفسکی کی کہانیوں کے بورساک (30) کی طرح سماجی مال کو یوں ہی خواہ مخواہ تباہ کرتے پھرتے ہیں ناممکن چیز کا تقاضا کرتے ہیں۔

کمیونزم کا" اعلی" مرحلہ آنے تک سوشلسٹوں کا مطالبہ یہ ہے کہ سماج کی طرف سے اور ریاست کی طرف سے محنت کے پیمانوں پر اور سامان استعمال کے پیمانوں پر سخت سے سخت کنٹرول رہنا چاہئے۔ لیکن اس کنٹرول کی ابتدا یوں ہو کہ سرمایہ داروں کو بے دخل کیا جائے، سرمایہ داروں پر مزدوروں کا کنٹرول قائم کیا جائے، اور اختیارات کا استعمال دفتر شاہی ریاست کے ہاتھ میں نہ ہو بلکہ مسلح مزدوروں کی ریاست کے ہاتھ میں ہو۔

بورژوا نظریات ساز (اور ان کے چیلے تسرے تیلی اور چیرنوف قسم کے لوگ) سرمایہ داری کے بھاڑے کے ٹٹو اس کی حمایت کا دم اس طرح بھرتے ہیں کہ آج کی

سیاست کے جو سب سے اہم اور دہکتے ہوئے سوال ہیں ان کی جگہ بہت دور مستقبل کے اختلافی خیالات اور مباحثوں کو لے آتے ہیں۔ مثلاً آج کے اہم سوال یہ ہیں کہ سرمایہ داروں کو بے دخل کیا جائے اور تمام باشندوں کو ایک بہت بڑے "سینڈی کیٹ" یعنی خود ریاست کا ملازم اور کارکن بنا دیا جائے اور اس سینڈی کیٹ کی تمام کارگزاریوں کو ایک واقعی جمہوری ریاست کے ماتحت کر دیا جائے، جو مزدوروں اور فوجیوں کے نمائندوں کی سوویتوں کی ریاست ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ جب ایک عالم فاضل پروفیسر صاحب، اور ان کی دیکھا دیکھی کوئی ٹٹ پونجیا، اور اس کی نقل میں تسرے تیلی اور چیرنوف قسم کے لوگ خلاف عقل یوٹوپیا کے طعنے دیتے ہیں، بالشویکوں کے چکنے چپڑے وعدوں کا ذکر کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ سوشلزم کو "رائج کرنا" ناممکن ہے، تو ان کے دماغ میں کمیونزم کی یہی اعلیٰ منزل یا اونچا مرحلہ ہوتا ہے، جس کے "رائج کرنے" کا نہ تو کسی نے وعدہ کیا ہے اور نہ خیال کیونکہ اس کو "رائج" نہیں کیا جا سکتا۔

اب یہاں سوشلزم اور کمیونزم کے درمیان علمی فرق کا سوال آتا ہے جسے اینگلز نے "سوشل ڈیموکریٹ" نام کی غلطی کے بارے میں مذکور بالا بحث کے وقت کسی قدر اٹھایا ہے۔ سیاسی طور پر کمیونزم کے پہلے یا نیچے کے مرحلے اور اعلیٰ مرحلے کا فرق غالباً کسی وقت بہت زبردست ہو سکتا ہے، لیکن فی الحال سرمایہ داری میں رہتے ہوئے اس فرق کو شمار کرنا مضحکہ خیز ہوگا اور اسے پہلے نمبر پر رکھنے کی حرکت شاید اکا دکا انارکسٹ ہی کر سکتے ہیں (بشرطیکہ انارکسٹوں میں ایسے لوگ باقی رہ گئے ہوں جنھوں نے کروپوتکن، گراو، کورنیلسن اور انارکزم کے دوسرے "ستاروں" کی "پلیخانوف جیسی" کایا پلٹ سے کچھ نہ سیکھا ہو، کہ وہ انارکزم سے ایک دم سوشل

شاونزم یا بقول گے کے جو ایسے چند انارکسٹوں میں ہیں جنھوں نے عزت نفس اور ضمیر کی پاکیزگی کو ابھی تک سنبھالے رکھا ہے، anarchotrenchisim میں مبتلا ہو گئے)۔

لیکن سوشلزم اور کمیونزم کا علمی فرق بہت صاف ہے۔ جسے عام طور سے سوشلزم کہا جاتا ہے، یہ وہی ہے جس کو مارکس نے کمیونسٹ سماج کے "پہلے "یا نیچے کے مرحلے سے تعبیر کیا تھا۔ جہاں تک کہ ذرائع پیداوار کے عام مشترکہ ملکیت ہو جانے کا تعلق ہے، لفظ " کمیونزم " بھی اس پر صادق آتا ہے، اگر ہم یہ نہ بھول جائیں کہ اس حد میں پہنچ کر مکمل کمیونزم قائم نہیں ہوتا ہے۔ مارکس کی تشریحات کی زبردست اہمیت یہ کہ یہاں بھی وہ برابر مادی جدلیات سے کام لیتے رہے ہیں، ارتقا کے نظریے کو صادق کرتے آئے ہیں اور کمیونزم کو ایک ایسی چیز بتایا ہے جو سرمایہ داری میں سے ابھر کر آتی ہے۔لفظوں کی خالی خولی موشگافی کرنے کے بجائے (سوشلزم کیا ہے اور کمیونزم کیا ہے؟)،فضول کے بحث مباحثے کے بجائے مارکس نے تجزیہ کیا ہے کہ وہ کون سے حالات ہیں جنہیں کمیونزم کی اقتصادی پختگی کی منزلیں قرار دیا جا سکتا ہے۔

پہلے مرحلے یا پہلی منزل میں کمیونزم اقتصادی طور سے پوری طرح پختہ نہیں ہوسکتا اور سرمایہ داری کی روایات سے، اس کے اثرات سے مکمل طور پر پاک نہیں ہو سکتا۔اسی لئے یہ دلچسپ تصویر سامنے آتی ہے کمیونزم کے پہلے مرحلے میں "بورژوا حق کی تنگ سرحدیں" قائم رہتی ہیں۔ لازمی بات ہے کہ جہاں تک استعمال کی چیزوں کی تقسیم کا تعلق ہے بورژوا حق قائم رہنے کا مطلب یہ ہے کہ بورژوا ریاست بھی قائم رہے کیونکہ حق کا وجود ہی نہیں ہوگا جب تک کوئی ایسا ڈھانچہ موجود نہ ہو جو

حق کے معیاروں کو زندگی میں نافذ کرنے اور ان کی پابندی کرانے کا اختیار رکھتا ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کمیونزم میں کچھ عرصے تک نہ صرف بورژوا حق باقی رہتا ہے بلکہ بورژوا طبقے کے بغیر بورژوا ریاست بھی برقرار رہتی ہے۔

ممکن ہے کہ یہ بات بظاہر قول محال معلوم ہوتی ہو یا محض جدلیات کا گورکھ دھندا، جس کا طعنہ مارکس ازم کو ایسے لوگوں کی طرف سے اکثر دیا جاتا ہے جنہوں نے کبھی اس نظریے کی غیر معمولی گہرائی کو سمجھنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ لیکن حقیقت پوچھئے تو نئے میں پرانے کا باقی رہ جانا روزمرہ کی بات ہے اور زندگی میں ہر قدم پر اس کا سامنا ہوتا ہے، قدرت کے کارخانے میں بھی اور سماج میں بھی۔ مارکس نے یوں ہی یک طرفہ طور سے کمیونزم میں "بورژوا" حق کا لفظ نہیں رکھ دیا ہے، بلکہ یہ جتایا ہے کہ اقتصادی اور سماجی حیثیت سے یہ صورت اس سماج میں لازمی ہے جو سرمایہ داری کے بطن سے پیدا ہوا ہو۔ مزدور طبقہ جب اپنی نجات کے لئے سرمایہ داروں سے جدوجہد کر رہا ہو تو جمہوریت ایسی سرحد ہرگز نہیں ہے جس سے آگے قدم نہ رکھنا چاہئے، یہ صرف ایک منزل ہے اس راہ پر جو جاگیرداری سے سرمایہ داری کو گئی ہے اور سرمایہ داری سے کمیونزم کو۔ جمہوریت کے معنی ہیں مساوات۔ پرولتاری طبقہ جو مساوات کی جدوجہد کر رہا ہے، اس کی اور مساوات کے نعرے کی کیا زبردست اہمیت ہے، یہ بات صاف ہو جائے گی اگر ہم صحیح طریقے سے اسے بیان کریں کہ مساوات اور اس کے نعرے کا مطلب ہے طبقوں کا خاتمہ۔ لیکن جمہوریت کے معنی تو صرف ظاہری یا رسمی مساوات کے ہیں۔ پیداوار کے ذرائع کی ملکیت کے معاملے میں سماج کے تمام لوگوں کا حق جیسے ہی برابر ہو جائے گا، یعنی محنت میں اور محنت کے معاوضے میں جوں ہی مساوات قائم ہو جائے گی تو لازمی بات ہے کہ

انسانیت کے سامنے اگلا قدم اٹھانے کا مسئلہ درپیش ہوگا اور ظاہری مساوات سے اصلی مساوات کا سوال آئے گا۔ یوں سمجھئے کہ اس اصول پر عملدرآمد ہوگا کہ "ہر ایک سے اس کی قابلیت کے مطابق اور ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق"۔ کن کن منزلوں سے ہوکر، جن عملی تدبیروں کے ذریعے انسانیت اس مقصود اعلیٰ کو پہنچے گی، نہ تو ہمیں یہ معلوم ہے، نہ معلوم ہوسکتا ہے۔ لیکن یہ جان لینا اہم ہے کہ عام بورژوا تصور انتہائی جھوٹ سے بھرا ہوا ہے گویا سوشلزم کسی مردہ اور باسی چیز کا نام ہے جو سدا کے لئے ایک مقررہ صورت ہے، حالانکہ حقیقت میں صرف سوشلزم کے تحت تیز رفتار، اصلی اور صحیح معنی میں عوامی ہلچل شروع ہوتی ہے جس میں شروع میں آبادی کی اکثریت آتی ہے اور پھر ساری کی ساری آبادی شریک ہوجاتی ہے اور سماجی اور ذاتی زندگی کے سارے شعبے اس کے ساتھ حرکت میں آجاتے ہیں۔

جمہوریت ریاست کی کئی مختلف شکلوں میں سے ایک شکل ہے۔ چنانچہ ہر قسم کی ریاست کی طرح جمہوریت میں بھی ایک طرف تو لوگوں کے خلاف باقاعدہ اور باضابطہ تشدد سے کام لیا جاتا ہے اور دوسری طرف ظاہری یا رسمی طور سے وہ شہریوں کی برابری کا دم بھرتی ہے اور کہتی ہے کہ تمام لوگوں کو برابر کا حق ہے کہ وہ ریاست کی بناوٹ اور اسے چلانے کے متعلق فیصلہ کریں، اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہوتے ہوتے جمہوریت کے ارتقا کی ایک منزل ایسی آتی ہے جب شروع میں وہ اس طبقے کو ایک ساتھ کھڑا کر دیتی ہے جو سرمایہ داری کے خلاف انقلابی جنگ کرتا ہے، یعنی پرولتاری طبقہ، اور اسے اس کا موقع دیتی ہے کہ بورژوا بلکہ ریپبلکن بورژوا سرکاری بندوست، باقاعدہ فوج، پولیس اور دفتری مشینری کے ٹکڑے کردے، اس کے پرخچے اڑادے اور روئے زمین سے صاف کردے اور اس کی جگہ اپنے لئے زیادہ

جمہوری سرکاری بندوبست قائم کرے، مگر ہاں یہ اس وقت بھی ریاستی مشینری ہوگی جو مسلح مزدوروں کی صورت میں آئے گی، اور مسلح مزدوروں کی جمعیت بڑھتے بڑھتے ملیشیا کی شکل اختیار کرلے گی جس میں تمام آبادی شریک ہوگی۔

یہاں پہنچ کر "مقدار کوالٹی میں تبدیل ہوجاتی ہے" اس درجے کی جمہوریت درحقیقت بورژوا سماج کی حدوں سے آگے نکل جاتی ہے اور اس کی اشتراکی تعمیر نو کی شروعات بن جاتی ہے۔ اگر سچ مچ سبھی لوگ ریاست کا انتظام چلانے میں شریک ہوجائیں تو سرمایہ داری اپنا شکنجہ قائم نہیں رکھ سکتی۔ اور سرمایہ داری کا آگے بڑھنا خود ہی رفتہ رفتہ اس نوبت کو پہنچتا ہے جس سے وہ حالات پیدا ہوجاتے ہیں کہ وہ واقعی "سبھی" لوگ ریاست کا انتظام چلانے میں شریک ہونے کا موقع پاسکیں۔ ان حالات میں سے بعض یہ ہیں: عام تعلیم، جو کئی نہایت ترقی یافتہ سرمایہ دارانہ ملکوں میں اب بھی رائج ہوچکی ہے، لاکھوں کروڑوں مزدوروں کا بڑے بڑے، بھاری، پیچیدہ اور سماجی بنائے ڈاک تار کے محکموں میں، ریلوے میں، زبردست کارخانوں میں، بڑے پیمانے کے کاروبار، تجارت اور بینکوں وغیرہ میں "سیکھنا اور ڈسپلن اختیار کرنا"۔

ان اقتصادی حالات کے پیدا ہونے سے یہ عین ممکن ہوگیا ہے کہ سرمایہ داروں اور ان کی دفتر شاہی کا تختہ الٹتے ہی آج اور پیداوار اور تقسیم کے سارے انتظام کا کنٹرول، محنت اور پیداوار کے حسابات رکھنے کے کام کی ساری ذمہ داری مسلح مزدور اپنے ہاتھوں میں لے لیں، اور پوری مسلح آبادی یہ انتظام سنبھال لے۔ (کنٹرول اور حسابات کے سوال کو سائنسی تربیت یافتہ انجنیروں اور ماہرین زراعت وغیرہ کے اسٹاف کے مسئلے سے گڈمڈ نہ کرنا چاہئے۔ یہ ماہرین، بھلے آدمی

آج سرمایہ داروں کا منشا پوری کرنے میں لگے ہوئے ہیں، کل مسلح مزدوروں کی منشا کی پابندی یہ لوگ اور بھی خوبی سے کریں گے۔)

حسابات رکھنا اور کنٹرول، یہ ہے وہ اصل چیز جو کمیونسٹ سماج کے پہلے مرحلے میں سہولت سے کام چلانے اور ٹھیک طرح چالو رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ تمام باشندے ریاست کے تنخواہ یافتہ ملازم بن جاتے ہیں اور ریاست مسلح مزدور ہوتے ہیں۔ تمام شہری ایک کل قومی ریاستی "سنڈی کیٹ" کے ملازم اور مزدور ہو جاتے ہیں۔ یہ ہے ساری بات کہ وہ برابر کا کام کریں، کام میں اپنا مناسب حصہ پورا کریں اور برابر کا معاوضہ پائیں۔ اس غرض کے لئے جو حساب کتاب رکھنا اور کنٹرول کرنا ہوتا ہے اس کو سرمایہ داری نے انتہائی آسان بنا دیا ہے اور اس کی کارگزی غیر معمولی طور پر سادہ کر دی ہے جو کوئی بھی معمولی خواندہ آدمی انجام دے سکتا ہے کہ صرف نگرانی کرنا اور رٹا قاعدہ رسیدیں جاری کر دینا ہوتا ہے۔ بس۔

(جب ریاست کی اہم ترین کارگزاری خود مزدوروں کی طرف سے اس قسم کے حساب کتاب اور کنٹرول کی حد تک پہنچتی ہے تب وہ "سیاسی ریاست" نہیں رہتی اور "پبلک کارگزاری کی سیاسی نوعیت ختم ہو جاتی ہے، وہ صرف معمولی سی انتظامی کارگزاری رہ جاتی ہے (اینگلز کا "انارکسٹوں سے بحث مباحثہ"۔ حوالے کے لئے ملاحظہ ہو، باب 4، پیراگراف 2)

جب لوگوں کی بڑی تعداد آزادی کے ساتھ ہر جگہ اس قسم کا حساب کتاب رکھنے لگتی ہے اور ان سرمادراوں (جو اب مالک نہیں، ملازم بن چکے ہوتے ہیں) اور دانش ور حضرات پر جو بعد میں بھی سرمایہ دارانہ عادتوں پر قائم رہتے ہیں، اس طرح کا کنٹرول قائم کرنے لگتی ہے تو پھر یہ کنٹرول سب کے لئے واقعی عام اور عوامی ہو

جاتا ہے، اس سے بچ کر نکلنے کی کوئی صورت نہیں رہتی اور "نہ اس سے کوئی مفر "ہوتا ہے۔

یہ صورت قائم ہونے کے بعد تمام سماج ایک ہی دفتر، ایک ہی فیکٹری بن جائے گا جس میں سب کی محنت برابر ہوگی سب کی تنخواہ یا اجرت برابر ہوگی۔

مگر یہ "فیکٹری" کا سا ڈسپلن جو پرولتاریہ سرمایہ داروں کو شکست دینے کے بعد، استحصال کرنے والوں کا تختہ الٹنے کے بعد پورے سماج پر عائد کرے گا، یہ ڈسپلن ہرگز ہمارا آدرش نہیں ہے، ہماری منزل مقصود نہیں ہے۔ یہ بس مجبوری کا ایک قدم ہے اس غرض سے کہ سماج کے بدن سے اچھی طرح وہ نجاست خارج کر دی جائے وہ گندگی اور کمینگی دور کر دی جائے، جو سرمایہ دارانہ استحصال کا نتیجہ ہے اور یہ آگے کی طرف بڑھنے کا قدم ہے۔

جس لمحے سے سماج کے تمام لوگ، اور نہ سہی تو ان کی ایک بڑی اکثریت، ریاست کے خود کام چلانا سیکھ لیں گے، اس کام کی ذمہ داری خود اٹھالیں گے، سرمایہ داروں کی معمولی سی اقلیت پر اور ان شرفا پر جو اپنی سرمایہ دارنہ عادتیں باقی رکھنا چاہتے ہیں، اور ان مزدوروں پر، جنہیں سرمایہ داری نے بالکل بگاڑ کر رکھ دیا ہے، کنٹرول "چالو" کر دیں گے، اسی لمحے سے کسی قسم کی گورنمنٹ کی ضرورت قطعی طور پر ختم ہونے لگے گی، جمہوریت جتنی مکمل ہوگی، اتنا ہی وقت قریب آتا جائے گا جب جمہوریت کی ضرورت ہی نہ رہے۔ مسلح مزدوروں سے بنی ہوئی "ریاست" جتنی زیادہ جمہوری ہوگی۔ اور وہ صحیح معنوں میں ریاست ہوگی جتنی زیادہ جمہوری ہوگی ہی نہیں"۔ اتنی ہی تیزی سے ریاست کی ہر شکل مٹنی شروع ہو جائے گی۔

کیونکہ جب سبھی لوگوں کو سماجی پیداوار کے کام چلانے آجائیں گے اور وہ

واقعی خود یہ ذمہ داریاں ادا کرنے لگیں گے، پر جب وہ اپنے طور پر حساب کتاب اور کام چوروں پر، شریف زادوں پر، مال غبن کرنے والوں اور اسی قسم کے "سرمایہ داری کی روایات کے محافظوں" پر نگرانی اور کنٹرول کرنے لگیں گے تو تب اس عام حساب کتاب اور کنٹرول سے بچ کر نکلنا بے انتہا مشکل اور اتفاقی واقعہ ہو جائے گا، اور غالباً اس پر ایسی فوری اور سخت سزا دی جایا کرے گی (کیونکہ مسلح مزدور عملی لوگ ہوتے ہیں، وہ کوئی جذباتی دانش ور نہیں ہوتے اور شرارت کر کے نکل جانے کا شاید ہی کسی کو موقع دیں گے) کہ انسان کے باہمی لین دین اور سماجی معاملات کے جو بنیادی، سیدھے سادے اصول ہیں ان کی پابندی کرنے کی ضرورت لوگوں کی عادت بن جائے گی۔ تب وہ شاہراہ کھلی ہو گی جس پر کمیونسٹ سماج کا پہلا مرحلہ طے کر کے اس کے اعلیٰ مرحلے یا برتر مقام کی طرف بڑھا جائے اور اسی کے ساتھ ریاست قطعی طور پر مٹ جائے۔

چھٹا باب

موقع پرستوں کے ہاتھوں مارکس ازم کی تخریب

ریاست کے سماجی انقلاب سے اور سماجی انقلاب کے ریاست سے تعلق کے سوال پر، عام طور سے انقلاب کے سوال کی طرح دوسری انٹرنیشنل (1889 1914) کے نمایاں نظریہ دانوں اور پرچارکوں نے بہت کم توجہ کی۔لیکن موقع پرستی کے رفتہ رفتہ بڑھنے کے اس عمل میں جس کا نتیجہ 1914 میں دوسری انٹرنیشنل کا خاتمہ ہوا، یہ واقعہ انتہائی کرداری ہے کہ جب یہ لوگ اس سوال سے بالکل دوبدو تھے تو انہوں نے اس سے گریز کرنے کی کوشش کی یا اس کو نظر انداز کر دیا۔

عام طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ پرولتاری انقلاب سے ریاست کے تعلق کے سوال پر گریز کا نتیجہ، وہ گریز جس نے موقع پرستی کو فائدہ پہنچایا اور اس کی پرورش کی، مارکس ازم کی توڑ مروڑ اور اس کی مکمل تخریب ہوا۔

اس افسوس ناک عمل کی کرداری نگاری کے لئے خواہ وہ مختصر ہی کیوں نہ ہو ہم مارکس ازم کے بہت ہی نمایاں نظریہ دانوں پلیخانوف اور کاؤتسکی کو لیں گے۔

1۔انارکسٹوں کے ساتھ پلیخانوف کا بحث مباحثہ

پلیخانوف نے انارکزم سے سوشلزم کے تعلق کے بارے میں ایک مخصوص پمفلٹ "انارکزم سے سوشلزم" لکھا ہے جو 1894 میں جرمن زبان میں شائع ہوا تھا۔

اس موضوع پر لکھتے ہوئے پلیخانوف نے چالاکی سے انارکزم کے خلاف جدوجہد میں اس انتہائی فوری، اہم اور سیاسی طور پر انتہائی ضروری مسئلے یعنی ریاست

سے انقلاب کے تعلق اور عام طور پر ریاست کے سوال سے قطعی گریز کیا ہے پمفلٹ کے دو واضح حصے ہیں۔ ان میں سے ایک تاریخی اور ادبی ہے اور اشٹرنز اور پرودھوں وغیرہ کے خیالات کی تاریخ کے بارے میں قیمتی مواد مہیا کرتا ہے۔ دوسرا حصہ عامیانہ ہے اور اس میں اس موضوع پر ایک بھدی سی بحث ہے کہ انارکسٹ اور ڈاکو میں کیا فرق نہیں کیا جا سکتا ہے۔

یہ موضوعات کا انتہائی دلچسپ مرکب ہے اور روس میں انقلاب سے ذرا پہلے اور انقلابی زمانے کے دوران پلیخانوف کی ساری سرگرمیوں کا بہت ہی خاص نمونہ ہے۔ 1900 1918 کے دوران پلیخانوف نے اپنے کو ایسا نیم نظریہ پرست اور نیم تنگ نظر ظاہر کیا جو بورژوازی کا دم چھلا ہو۔

ہم دیکھ چکے ہیں کیسے انارکسٹوں کے ساتھ بحث مباحثے میں مارکس اور اینگلز نے انتہائی تفصیل کے ساتھ ریاست سے انقلاب کے تعلق کے بارے میں اپنے خیالات کی وضاحت کی ہے۔ 1891 میں مارکس کی کتاب " گوتھا پروگرام کی تنقید " شائع کرتے ہوئے اینگلز نے لکھا کہ " ہم " (یعنی اینگلز اور مارکس) " اس وقت یعنی (پہلی) انٹرنیشنل کی ہیگ کانگرس (31) کے مشکل سے دو سال بعد، باکونین اور اس کے انارکسٹوں کے خلاف انتہائی شدید جدوجہد میں مصروف تھے۔"

انارکسٹوں نے یہ اعلان کرنے کی کوشش کی تھی کہ گویا پیرس کمیون ان کا " اپنا " تھا جو ان کے نظریے کی تصدیق کرتا تھا حالانکہ انہوں نے اس سے حاصل کئے ہوئے سبقوں اور ان سبقوں کے مارکس کے تجزیے کو بالکل نہیں سمجھا۔ انارکزم نے کچھ بھی نہیں حتیٰ کہ ٹھوس سیاسی سوالات کا قریبی جواب تک نہیں دیا کیا پرانی ریاستی مشینری کو توڑنے کی ضرورت ہے؟ اور اس کی جگہ پر کیا لایا جائے؟

لیکن ریاست کے پورے سوال سے بالکل گریز کر کے اور کمیون سے پہلے اور اس کے بعد مارکس ازم کے سارے ارتقا کو نظر انداز کر کے "انارکزم اور سوشلزم" کی باتیں کرنے کا مطلب ہی ناگزیر طور پر موقع پرستی کی طرف مڑ جانا ہے۔ کیونکہ موقع پرستی کو سب سے زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ جن دو سوالوں کا ابھی ذکر ہوا ہے وہ بالکل نہ اٹھائے جائیں۔ یہ موقع پرستی کی بجائے خود جیت ہے۔

2۔ موقع پرستوں کے ساتھ کاؤتسکی کا بحث مباحثہ

بلاشبہ کاؤتسکی کی تصانیف بمقابلہ دوسری زبانوں کے روسی زبان میں بے شمار شائع ہوئی ہیں بعض جرمن سوشل ڈیموکریٹ مذاق میں یہ بات بلاوجہ نہیں کہتے کہ کاؤتسکی کو جرمنی کے مقابلے میں روس میں زیادہ پڑھا جاتا ہے (ہم بریکٹ میں یہ کہتے ہیں کہ اس مذاق میں اس سے کہیں زیادہ تاریخی مافیہ کی گہرائی ہے جتنی اس کو پھیلانے والے خیال کرتے ہیں: 1905 میں دنیا میں بہترین سوشل ڈیموکریٹ ادب کی بہترین تصانیف کے ترجمے اور ایڈیشن کی ایسی زبردست تعداد پا کر جس کی مثال دوسرے ملکوں میں نہیں ملتی روسی مزدوروں نے، یوں کہنا چاہئے، ایک پڑوسی اور زیادہ ترقی یافتہ ملک کے زبردست تجزئے کی قلم ہماری پرولتاری تحریک کی نوخیز زمین پر لگائی)۔

مارکس ازم کو مقبول بنانے کے علاوہ کاؤتسکی موقع پرستوں کے ساتھ اور بر نشٹائن کے ساتھ جو ان کا سربراہ تھا بحث مباحثے کے لئے ہمارے ملک میں خاص طور سے جانا جاتا ہے۔ بہر حال ایک واقعہ ہے جس کو لوگ تقریباً نہیں جانتے ہیں اور جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اگر ہم اس کی تحقیقات کرتے ہیں کہ کس طرح کاؤتسکی نا قابل یقین شرمناک ذہنی بدحواسی میں جا پڑا اور 1910-1914

کے زبردست بحران میں سوشل شاونزم کی وکالت کرنے لگا۔ یہ واقعہ اس طرح ہے کہ موقع پرستی کے بہت ہی نمایاں نمائندوں (فرانس میں اس ملیران اور ژورلیس اور جرمنی میں برنشٹائن) کی مخالفت کرنے سے کچھ دن پہلے کاؤتسکی نے کافی تذبذب کا اظہار کیا۔ مارکس وادی "زرایا" (32) جو 1902-1901 میں اشٹوٹگارٹ سے شائع ہوتا تھا اور انقلابی پرولتاری نظریات کی وکالت کرتا تھا اس پر مجبور ہوا کہ کاؤتسکی کے ساتھ بحث مباحثہ کرئے اور اس کی متذبذب، گزیر پا تجویز کو "لوچ دار" کہے جو موقع پرستوں کے ساتھ صلح جویانہ تھی اور جس کو کاؤتسکی نے 1900 میں پیرس کی بین اقوامی سوشلسٹ کانگرس میں پیش کیا تھا (33)۔ کاؤتسکی کے جو خطوط جرمن ادب میں شائع ہوئے اب سے بھی برنشٹائن کے خلاف میدان میں آنے سے پہلے کچھ کم تذبذب کا اظہار نہیں ہوتا ہے۔ بہر حال یہ بات بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے کہ موقع پرستوں سے اس کے بحث مباحثے میں، سوال کو ترتیب دینے اور اس کی تشریح کے طریقے میں، ہم مارکس ازم کے ساتھ کاؤتسکی کی تازہ ترین غداری کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے موقع پرستی کی طرف اس کی باقاعدہ گمراہی، خاص طور سے ریاست کے سوال پر اب دیکھ سکتے ہیں۔

ہم موقع پرستی کے خلاف کاؤتسکی کی پہلی اہم تصنیف "برنشٹائن اور سوشل ڈیموکریٹک پروگرام" لیتے ہیں۔ کاؤتسکی نے تفصیل کے ساتھ برنشٹائن کی تردید کی ہے۔ لیکن یہ رہی اس کی ایک خصوصیت۔

برنشٹائن اپنی ہیروستراتی شہرت رکھنے والی تصنیف "سوشلزم کی ابتدائی شرائط میں "مارکسزم کو "بلانک ازم" کا ملزم ٹھہراتا ہے (یہ الزام اس وقت سے روس میں موقع پرستوں اور بعدازاں اعتدال پرست بورژوازی نے ہزاروں بار انقلابی

مارکس ازم کے نمائندوں، بالیشویکوں کے خلاف دہرایا ہے)۔ اس سلسلے میں برنشٹائن نے خاص طور پر مارکس کی تصنیف "فرانس میں خانہ جنگی" پر تفصیلی بحث کی ہے اور، جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں اس کی بہت ناکام کوشش کی ہے، کہ کمیون کے سبقوں کے بارے میں مارکس کے نقطہ نظر کو پرودھوں کے نقطہ نظر سے مطابقت دے، برنشٹائن نے اس نتیجے کی طرف خاص توجہ دی ہے جس پر مارکس نے " کمیونسٹ مینی فسٹو " کے 1872 کے پیش لفظ میں زور دیا ہے یعنی "مزدور طبقہ محض بنی بنائی ریاستی مشینری پر قبضہ جما کر اس کو اپنے مقاصد کے لئے نہیں استعمال کرسکتا۔"

یہ بیان برنشٹائن کو اتنا "پسند" آیا کہ اس نے اس کو اپنی کتاب میں کم سے کم تین بار استعمال کیا اور اس کو انتہائی مسخ اور موقع پرستانہ ڈھنگ سے پیش کیا۔

جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، مارکس کا مطلب تھا کہ مزدور طبقے کو ساری ریاستی مشینری کو توڑ دینا، پاش پاش کر دینا، دھماکے سے اڑا دینا چاہئے۔ (اینگلز نے جرمن لفظ sprengung استعمال کیا ہے یعنی دھماکے سے اڑا دینا) لیکن برنشٹائن کے یہاں ایسا ہے گویا کہ مارکس نے ان الفاظ میں مزدور طبقے کو اقتدار پر قبضہ کرتے وقت ضرورت سے زیادہ انقلابی ولولے کے خلاف انتباہ کیا ہے۔

مارکس کے نظریے کی اس سے زیادہ بھونڈی اور شرمناک توڑ مروڑ کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے۔

تو پھر کاؤتسکی نے برنشٹائن ازم (34) کی انتہائی تفصیلی تردید میں کیا کیا؟

وہ اس نکتے پر موقع پرستی کے ہاتھوں مارکس ازم کی زبردست توڑ مروڑ کے تجزیے سے گریز کر گیا۔ اس نے مارکس کی "فرانس میں خانہ جنگی" پر اینگلز کے پیش

لفظ سے وہ اقتباس دے دیا جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے اور کہا کہ مارکس کے مطابق مزدور طبقہ محض بنی بنائی ریاستی مشینری پر قبضہ نہیں کر سکتا لیکن عام طور پر اس کا مالک ہو سکتا ہے اور بس۔ کاؤتسکی نے اس کے بارے میں ایک لفظ نہیں کہا کہ برنشٹائن نے مارکس کے اصل نظریے کے قطعی برعکس باتیں مارکس سے منسوب کی ہیں، کہ 1802 سے مارکس نے پرولتاری انقلاب کا یہ فریضہ بتایا کہ وہ ریاستی مشینری کو "توڑے" (30)۔

نتیجہ یہ ہوا کہ پرولتاری انقلاب کے فرائض کے سوال پر مارکس ازم اور موقع پرستی کے درمیان انتہائی نمایاں فرق کو کاؤتسکی نے نظر انداز کر دیا!

"پرولتاری ڈکٹیٹرشپ کے مسئلے کا حل ہم پورے اطمینان کے ساتھ مستقبل پر چھوڑ سکتے ہیں" کاؤتسکی نے برنشٹائن کے "خلاف" لکھتے ہوئے کہا (صفحہ 172، جرمن ایڈیشن)۔

یہ برنشٹائن کے خلاف کوئی بحث مباحثہ نہیں ہے بلکہ حقیقت میں اس کے لئے چھوٹ ہے، موقع پرستی کے سامنے ہتھیار ڈالنا ہے کیونکہ موقع پرستوں کو فی الحال اس کے سوا اور کسی بات کی ضرورت نہیں ہے کہ پرولتاری انقلاب کے فرائض کے تمام بنیادی سوالوں کو "پورے اطمینان کے ساتھ مستقبل پر چھوڑ دیا جائے"۔

1802 سے 1891 تک یا چالیس سال تک مارکس اور اینگلز نے پرولتاریہ کو یہ سکھایا کہ اس کو ریاستی مشینری توڑنا چاہئے۔ مگر 1899 میں کاؤتسکی نے اس نکتے پر مارکس ازم کے ساتھ موقع پرستوں کی مکمل غداری سے دوچار ہوتے ہوئے اس سوال کو کہ آیا اس مشینری کو توڑنا ہے یا نہیں اس سوال سے بدل دیا کہ کن ٹھوس صورتوں میں اس کو توڑنا ہے اور پھر اس "مسلمہ" (اور بے سود) عامیانہ حقیقت میں

پناہ لی کہ ٹھوس صورتوں کی پہلے سے نہیں جانا جاسکتا ہے !!

انقلاب کے لئے مزدور طبقے کو تربیت دینے کے پرولتاری پارٹی کے فریضے کے بارے میں مارکس اور کاؤتسکی کے رویے کے درمیان ایک زبردست خلیج ہے۔

اب کاؤتسکی کی ایک زیادہ پختہ تصنیف لیتے ہیں جو بڑی حد تک موقع پرستانہ غلطیوں کی تردید کے لئے ہے یہ اس کا پمفلٹ "سماجی انقلاب " ہے۔ اس پمفلٹ میں مصنف نے خاص طور سے "پرولتاری انقلاب "اور "پرولتاری حکومت " کے سوال کو اپنا خاص موضوع بنایا ہے۔ اس نے بہت ہی پیش بہا باتیں لکھی ہیں لیکن اس نے ریاست کے سوال سے گریز کیا ہے پورے پمفلٹ میں مصنف نے ریاستی اقتدار جیتنے کا چرچا کیا ہے اور بس، یعنی اس نے ایسا فارمولا منتخب کیا ہے جو موقع پرستوں کو اس حد تک چھوٹ دیتا ہے کہ وہ ریاستی مشنیری کو تباہ کئے بغیر اقتدار پر قبضہ کرنے کے امکان کو تسلیم کرتا ہے۔ مارکس نے 1872 میں " کمیونسٹ مینی فسٹو "(36) کے پروگرام میں جس بات کے "فرسودہ" ہونے کا اعلان کیا تھا اسی کی تجدید کاؤتسکی 1902 میں کرتا ہے۔

پمفلٹ کا ایک حصہ " سماجی انقلاب کی صورتوں اور اسلحہ " کے لئے مخصوص ہے، یہاں کاؤتسکی نے عوامی سیاسی ہڑتال، خانہ جنگی اور "نوکر شاہی اور فوج جیسے جدید بڑی ریاست کی طاقت کے آلات " کا ذکر کیا ہے لیکن اس کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہتا جو کمیون مزدوروں کو سکھا چکا ہے کہ اینگلز نے ریاست کے لئے "توہم آمیز احترام " کے خلاف بلاوجہ انتباہ نہیں کیا تھا، خصوصاً جرمن سوشلسٹوں کو۔

کاؤتسکی معاملے کو اس طرح پیش کرتا ہے۔ فتح مند پرولتاریہ " جمہوری پرووگرام کی تکمیل کرے گا" اور اس کی دفعات مرتب کرتا ہے۔ لیکن وہ اس نئے مواد

کے بارے میں ایک لفظ نہیں کہتا جو 1781 نے بورژوا جمہوریت کی جگہ پرولتاری جمہوریت لانے کے بارے میں فراہم کیا ہے۔ کاؤتسکی ایسی "وزنی" آواز والی پیش پا افتادہ باتیں کرکے معاملے سے نبٹ لیتا ہے،

"یہ بجائے خود ظاہر ہے کہ ہم موجودہ حالات میں برتری نہیں حاصل کریں گے۔ انقلاب خود طویل اور گہری لڑائیوں کو فرض کرتا ہے جو خود ہمارے سیاسی اور سماجی ڈھانچے کو بدل دیں گی۔" بلاشبہ یہ "بجائے خود ظاہر ہے"

بالکل اسی طرح جیسے یہ کہ گھوڑے جئی کھاتے ہیں اور دریائے والگا بحیرہ کیسپین میں گرتا ہے۔ صرف افسوس کی بات یہ کہ "گہری" لڑائیوں کے بارے میں خالی اور بڑے الفاظ استعمال کرکے انقلابی پرولتاریہ کے لئے ایک بہت ہی اہم سوال سے گریز کیا جاتا ہے، یعنی ریاست اور جمہوریت کے تعلق سے کیا چیز اس کے انقلاب کو پہلے غیر پرولتاری انقلابوں کے مقابلے میں "گہرا" بناتی ہے۔

لیکن اس سوال سے گریز کرکے کاؤتسکی عملی طور پر اس انتہائی اہم نکتے پر موقع پرستی کو جھوٹ دیتا ہے حالانکہ زبانی وہ اس کے خلاف سخت جنگ کا اعلان کرتا ہے اور "انقلاب کے نظریے" کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔" (اس "نظریے" کی قیمت کیا ہے جب کہ کوئی مزدوروں کو انقلاب کے ٹھوس سبق سکھانے سے ڈرتا ہو؟)یا کہتا ہے کہ "انقلابی آئیڈیلزم سب سے اہم ہے" یا اعلان کرتا ہے کہ اب انگریز مزدور "مشکل انگریز مزدور" مشکل سے بورژوا سے کچھ زیادہ ہیں"۔

"سوشلسٹ سماج میں" کاؤتسکی لکھتا ہے "ایک دوسرے کے ساتھ انتہائی مختلف قسم کے اداروں کا وجود ممکن ہے: نوکرشاہی (؟؟) ٹریڈ یونین، کوآپریٹیو اور نجی اداروں کا.... "مثلاً ایسے ادارے ہیں جو بلا نوکرشاہی (؟؟) تنظیم کے نہیں چل سکتے

جیسے ریلوے۔ یہاں جمہوری تنظیم مندرجہ ذیل صورت اختیار کر سکتی ہے مزدور مندوبین منتخب کریں جو ایک طرح کی پارلیمنٹ بنالیں جو کام کے قواعد رائج کرے اور نوکر شاہی مشنیری کے انتظام کی نگرانی کرے۔ کچھ کو آپریٹیو ادارے بن سکتے ہیں "(صفحہ 148 اور 110 روسی ترجمہ، جنیوا میں 1903 میں شائع ہوا)۔

یہ دلیل غلط ہے۔ یہ ان وضاحتوں کے مقابلے میں پیچھے کی طرف قدم ہے جو مارکس اور اینگلز نے آٹھویں دھائی میں کمیون کے سبقوں کو مثال کے طور پر استعمال کرتے ہوئے دی تھیں۔

جہاں تک نام نہاد ضروری "نوکر شاہی" تنظیم کا سوال ہے تو ریلوے اور بڑے پیمانے کی مشنیی صنعت کے کسی ادارے کسی فیکٹری، بڑے شاپ یا پیمانے کے سرمایہ دارانہ زرعی ادارے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے ان تمام اداروں کی ٹکنیک ہر ایک کے لئے اپنا مقررہ فریضہ ادا کرنے میں انتہائی سخت ڈسپلن اور انتہائی صحت کو قطعی طور پر ضروری بناتی ہے، نہیں تو سارے ادارے کا کام رک سکتا ہے یا مشنیری یا تیار شدہ سامان خراب ہو سکتا ہے۔ ان تمام اداروں میں مزدور واقعی "مندوبین منتخب کریں گے جو ایک طرح پارلیمنٹ بنائیں گے"۔

لیکن ساری بات کا نچوڑ یہ ہے کہ یہ "ایک طرح کی پارلیمنٹ" بورژوا پارلیمانی ادارے کے معنی میں پارلیمنٹ نہیں ہوگی۔ ساری بات کا نچوڑ یہ ہے کہ یہ "ایک طرح کی پارلمینٹ" محض "کام کے قواعد رائج کرنے اور نوکر شاہی مشیری کے انتظام کی نگرانی" نہیں کرے گی جیسا کہ کاؤتسکی تصور کرتا ہے جس کے فکر و خیال بورژوا پارلیمانیت کی حدوں سے آگے نہیں جاتے۔ سوشلسٹ سماج میں مزدوروں کے نمائندوں پر مشتمل "ایک طرح کی پارلیمنٹ" درحقیقت "کام کے قواعد رائج

کرے گی اور مشنیری کے انتظام کی نگرانی" کرے گی لیکن یہ مشنیری "نوکرشاہی" نہیں ہوگی۔ سیاسی اقتدار حاصل کرکے مزدور پرانی نوکرشاہی مشنیری کو توڑ دیں گے۔ اس بنیادوں تک کو پاش پاش کرکے اس کو زمین کے برابر کردیں گے۔ اس کی جگہ وہ ایک نئی مشنیری لائیں گے جو انہی مزدوروں اور ملازمین پر مشتمل ہوگی جن کے نوکرشاہوں میں تبدیل ہونے کے خلاف وہ اقدامات فوراً کئے جائیں گے جن کی مارکس اور اینگلز نے تفصیل کے ساتھ وضاحت کی (1) صرف انتخاب نہیں لیکن کسی وقت واپس بلانا بھی؛ (2) اجرت کا مزدور کی اجرت سے زیادہ نہ بڑھنا؛ (3) سب لوگوں کے کنٹرول اور نگرانی کے طریقے کو فوراً رائج کرنا تاکہ کچھ وقت کے لئے سب "نوکرشاہ" بن جائیں اور اسی لئے کوئی بھی "نوکرشاہ" نہ بن سکے۔

کاؤتسکی نے مارکس کے الفاظ پر بالکل غور نہیں کیا" کمیون پارلیمانی نہیں بلکہ کام کا جوادارہ تھا، بیک وقت قانون بنانے والا اور ان کو پورا کرنے والا بھی"۔ (37)

کاؤتسکی نے اس فرق کو بالکل نہیں سمجھا جو جمہوریت (عوام کے لئے نہیں) کو نوکرشاہی (عوام کے خلاف) سے ملانے والی بورژوا پارلیمانیت اور پرولتاری جمہوریت کے درمیان ہے جو نوکرشاہی کو جڑوں تک کاٹنے کے لئے فوری اقدامات کرے گی اور جو ان اقدامات کو انجام تک، نوکرشاہی کے بالکل خاتمے تک، عوام کے لئے مکمل جمہوریت کے رائج ہونے تک پہنچا سکے گی۔

کاؤتسکی یہاں ریاست کے لئے اسی پرانے "توہم آمیز احترام" اور نوکرشاہی پر "توہم آمیز یقین" کا اظہار کرتا ہے۔

آیئے اب موقع پرستوں کے خلاف کاؤتسکی کی آخری اور بہترین تصنیف،

اس کا پمفلٹ "اقتدار کا راستہ "لیں (جو میرے خیال میں روسی زبان میں نہیں شائع ہوا ہے کیونکہ یہ 1909 میں نکلا جب ہمارے ملک میں رجعت پرستی پورے عروج پر تھی)۔ یہ پمفلٹ آگے کی طرف ایک بڑے قدم ہے کیونکہ یہ برنشٹائن کے خلاف 1799 کے پمفلٹ کی طرح عام طور پر انقلابی پروگرام کے بارے میں 1902 کے پمفلٹ "سماجی انقلاب " کی طرح سماجی انقلاب کے واقع ہونے کے وقت کا لحاظ کئے غیر اس کے فرائض کے بارے میں نہیں کہتا بلکہ ان ٹھوس حالات کے بارے میں بتاتا ہے جو ہم کو یہ ماننے پر مجبور کرتے ہیں کہ "انقلابوں کا دور "شروع ہو رہا ہے۔

مصنف وضاحت کے ساتھ عام طور پر طبقاتی تضادات میں تیزی اور سامراج کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مغربی یورپ میں "1871-1789 کے انقلابی دور " کے بعد ایسا ہی دور مشرق میں 1905 میں شروع ہوا۔ ایک عالمی جنگ خطرناک تیزی کے ساتھ قریب آتی جارہی ہے۔ "پرولتاریہ اب قبل از وقت انقلاب کے بارے میں زیادہ باتیں نہیں کرسکتا"۔ "ہم انقلابی دور میں داخل ہوگے ہیں۔" انقلابی دور شروع ہو رہا ہے۔"

یہ بیانات بالکل صاف ہیں۔ کاؤتسکی کا یہ پمفلٹ اس بات کا موازنہ کرنے کا پیمانہ ہونا چاہئے کہ جرمن سوشل ڈیموکریسی نے سامراجی جنگ سے پہلے کیا ہونے کا وعدہ کیا تھا اور (مع کاؤتسکی کے) جنگ چھڑنے پر کتنی قعر مزلت میں جا گری۔ زیر جائزہ پمفلٹ میں کاؤتسکی نے لکھا کہ "موجودہ صورت حال میں یہ خطرہ ہے کہ ہم (یعنی جرمن سوشل ڈیموکریسی (بڑی آسانی سے اس سے زیادہ معتدل معلوم ہوں جتنے واقعی ہم ہیں"۔ ہوا یہ کہ عملی طور پر جرمن سوشل ڈیموکریٹک

پارٹی اس سے کہیں زیادہ اعتدال پرست اور موقع پرست نکلی جتنی وہ معلوم ہوتی تھی۔

اس لئے یہ اور زیادہ مثالی ہے کہ حالانکہ کاؤتسکی نے واضح طور پر یہ اعلان کیا کہ انقلابوں کا دور شروع ہو چکا ہے، اپنے پمفلٹ میں جو بقول خود اس کے "سیاسی انقلاب" ہی کے تجزیے کے لئے وقف تھا اس نے پھر ریاست سے بالکل گریز کیا۔ سوال سے اس گریز، خموشی اور ٹال مٹول نے مل کر موقع پرستی کی طرف مکمل طور سے جانے کو ناگریز بنا دیا جس کے بارے میں ہمیں ابھی بتانا پڑے گا۔

کاؤتسکی نے جرمن سوشل ڈیوکریسی کی طرف سے گویا اعلان کیا: میں انقلابی خیالات پر قائم ہوں (1899)۔ میں خاص طور سے پرولتاریہ کے سماج انقلاب کے ناگزیر ہونے کو تسلیم کرتا ہوں (1902)۔ میں انقلابوں کے نئے دور کی آمد کو تسلیم کرتا ہوں (1909)۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود میں اس سے مکر رہا ہوں جو مارکس 1802 میں ہی کہہ چکا تھا کیونکہ ریاست کے تعلق سے پرولتاری انقلاب کے فرائض کا سوال اٹھایا جا رہا ہے (1912)۔

اسی طرح یہ سوال پانے کوک کے ساتھ کاؤتسکی کے بحث مباحثے میں پیش کیا گیا۔

3۔ پانے کوک کے ساتھ کاؤتسکی کا بحث مباحثہ

"بائیں بازو کے ریڈیکل" رجحان کے نمائندے کی حیثیت سے جس میں روزا لکسمبرگ، کرل رادیک وغیرہ شامل تھے، پانے کوک نے کاؤتسکی کی مخالفت کی۔ انقلابی طریقہ کار کی وکالت کرتے ہوئے ان لوگوں کو متحدہ طور پر یہ یقین تھا کہ کاؤتسکی اس "مرکز" کی پوزیشن کی طرف جا رہا ہے جو مارکس ازم اور موقع پرستی

کے درمیان بے اصول طریقے سے ڈبلمل یقین ہے۔ جنگ نے اس خیال کو بالکل صحیح ثابت کیا جب "مرکز" (غلط طریقے پر مارکسی کہلانے والے) یا"" کاؤتسکی ازم "کے رجحان نے اپنے آپ کو انتہائی بدحالی میں ظاہر کر دیا۔

ریاست کے سوال میں اپنے ایک مضمون "عوامی اقدام اور انقلاب" میں (neue zeit۔1912، تیسواں سال اشاعت، 2) پانے کوک نے کاؤتسکی کی پوزیشن کو "جامد ریڈیکل ازم" اور "مجہول انتظار کا نظریہ" ٹھہرایا۔ پانے کوک نے لکھا کہ "کاؤتسکی انقلاب کے عمل کے نہیں دیکھنا چاہتا" (616)۔ سوال کو اس طرح پیش کرتے ہوئے پانے کوک اس موضوع کی طرف آتے ہیں جو ہمارے لئے دلچسپ، ہے یعنی ریاست کے تعلق سے پرولتاری انقلاب کے فرائض۔ انہوں نے لکھا "پرولتاریہ کی جدوجہد محض بورژوازی کے خلاف حصول اقتدار کے لئے جدوجہد نہیں بلکہ ریاستی اقتدار کے خلاف جدوجہد ہے۔ پرولتاری انقلاب کا مافیہ ریاست کی طاقت کے حربوں کی تباہی اور ان کی جگہ پر (auflosung) پرولتاریہ کی طاقت کے حربے لانا ہے۔ جدوجہد صرف اس وقت ختم ہوگی جب کہ اس کے آخری نتیجے میں ریاستی تنظیم بالکل تباہ کر دی جائے گی اس وقت حکمراں اقلیت کی تنظیم کو تباہ کر کے اکثریت کی تنظیم اپنی برتری کا مظاہرہ کرے گی" (صفحہ 548)۔

پانے کوک نے جس ترتیب سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اس میں بہت زیادہ خامیاں ہیں۔ لیکن پھر بھی اس کے معنی صاف ہیں اور یہ بات دلچسپ ہے کہ کاؤتسکی نے اس کی تردید کیسے کی۔ اس نے لکھا۔ "ابھی تک سوشل ڈیموکریٹوں اور انارکسٹوں کے درمیان تضاد یہ رہا ہے کہ اول الذکر ریاستی اقتدار حاصل کرنا چاہتے

تھے جب کہ موخر الذکر اس کو تباہ کرنا چاہتے تھے پانے کوک دونوں کرنا چاہتا ہے۔"
(صفحہ 724)۔

اگر پانے کوک کا بیان کچھ حد تک ٹھیک اور ٹھوس نہیں ہے (اس کے مضمون کی دوسری خامیوں کا ذکر نہ کرتے ہوئے جن کا تعلق موجودہ موضوع سے نہیں ہے) تو کاؤتسکی نے وہی اصولی نکتہ لیا ہے جو پانے کوک نے اٹھایا تھا اور اسی اصولی اور بنیادی نکتے پر کاؤتسکی نے مارکسی پوزیشن کو بالکل چھوڑ دیا ہے اور موقع پرستی کی طرف بالکل چلا گیا ہے۔سوشل ڈیموکریٹوں اور انارکسٹوں کے درمیان فرق کی جو وضاحت کاؤتسکی نے کی ہے وہ بالکل غلط ہے اور اس نے مارکس ازم کو بالکل مسخ اور خراب کیا ہے۔

مارکس وادیوں اور انارکسٹوں کے درمیان فرق یہ ہے (1) اول الذکر ریاست کے مکمل کاتمے کا مقصد سامنے رکھتے ہوئے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مقصد صرف اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب سوشلزم کے قیام کے نتیجے میں جو ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے کی طرف لے جائے گا۔سوشلسٹ انقلاب کے ذریعے طبقات ختم کردئے جائیں گے؛موخر الذکر ریاست کو پورے طور فوراً تباہ کرنا چاہتے ہیں اور ان حالات کو نہیں سمجھتے جن میں یہ تباہی ممکن ہے۔(2) اول الذکر اس کو ضروری تسلیم کرتے ہیں کہ پرولتاریہ سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے بعد پرانی ریاستی مشینری کو بالکل تباہ کردے گا اور اس کی جگہ ایک نئی مشینری لائے گا جو کمیون کی طرح مسلح مزدوروں پر مشتمل ہو۔موخر الذکر ریاستی مشینری کی تباہی پر زور دیتے ہیں لیکن اس کے بارے میں بہت مبہم خیال رکھتے ہے کہ پرولتاریہ اس کی جگہ پر کیا لائے گا اور کیسے اپنا انقلابی اقتدار استعمال کرے گا۔انارکسٹ اس بات تک سے انکار کرتے

ہے کہ انقلابی پرولتاریہ ریاستی اقتدار استعمال کرے۔ وہ اس کی انقلابی ڈکٹیٹر شپ کو مسترد کرتے ہیں۔(3) اول الذکر مطالبہ کرتے ہیں کہ انقلاب کے لئے پرولتاریہ کی تربیت کے واسطے موجود ہر ریاست کو استعمال کیا جائے، انارکسٹ اس کو مسترد کرتے ہیں۔

اس بحث میں کاؤتسکی کے خلاف پانے کوک ہی مارکس ازم کی نمائندگی کرتے ہیں کیونکہ مارکس نے یہی تعلیم دی ہے کہ پرولتاریہ محض اس معنی میں ریاستی اقتدار نہیں جیت سکتا کہ پرانی ریاستی مشینری نئے ہاتھوں میں آجائے بلکہ اس کو اسے توڑنا، پاش پاش کرنا چاہیے اور اس کی جگہ نئی مشینری لانا چاہیے۔

کاؤتسکی مارکس ازم سے منہ موڑ کر موقع پرستی کی طرف چلا جاتا ہے کیونکہ ریاستی مشینری کی یہ تباہی جو موقع پرستوں کے لئے قطعی نا قابل قبول ہے اس کی نظر سے بالکل غائب ہو جاتی ہے اور وہ موقع پرستوں کے لئے روزن چھوڑ دیتا ہے کہ وہ "جیتنے" کا مطلب محض اکثریت کی حاصلات بتا سکیں۔

مارکس ازم کی اپنی تحریف کو چھپانے کے لئے کاؤتسکی رٹوطوطے کا رویہ اختیار کرتا ہے: وہ خود مارکس کا ''حوالہ'' پیش کر دیتا ہے۔ 1850 میں مارکس نے'' ریاستی اقتدار کے ہاتھ میں طاقت کو قطعی مرکوز کرنے'' (38) کی ضرورت کے بارے میں لکھا تھا۔ اور کاؤتسکی فاتحانہ انداز میں پوچھتا ہے: کیا پانے کوک'' مرکزیت'' کو تباہ کرنا چاہتا ہے؟

یہ محض اسی طرح کی ایک معمولی چال ہے جیسے برنشٹائن نے مرکزیت کے خلاف وفاقیت کی موضوع پر مارکس ازم اور پرودھون ازم کے خیالات کو مطابقت دی ہے۔

کاؤتسکی کا ''حوالہ'' کہیں بھی میل نہیں کھاتا۔ مرکزیت پرانی اور نئی ریاستی مشینری دونوں کے ساتھ ممکن ہے۔ اگر مزدور رضا کارانہ اپنی مسلح طاقتوں کو متحد کر لیں تو یہ مرکزیت ہوگی لیکن اس کی بنیاد مرکوز ریاستی مشینری ___ مستقل فوج، پولیس اور نوکر شاہی کی ''مکمل تباہی'' پر ہوگی۔ مارکس اور اینگلز کی کمیون کے بارے میں بہت مشہور بحث سے کترا کر اور ایسے حوالے کو چن کر جو سوال سے غیر متعلق ہے کاؤتسکی بالکل دھوکے بازوں والی حرکت کرتا ہے۔ کاؤتسکی آگے چل کر لکھتا ہے:

''...ممکن ہے کہ پانے کوک افسروں کے سرکاری فرائض کو ختم کر دینا چاہتا ہے؟ لیکن ریاستی انتظام کی بات تو الگ رہی ہم بلا افسروں کی پارٹی اور ٹریڈ یونینوں کی کام بھی نہیں چلا سکتے۔ ہمارا پروگرام ریاستی افسروں کو ختم کرنے کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ یہ کہ ان کو عوام کا منتخب کردہ ہونا چاہیے....ہم یہاں اس پر بحث نہیں کر رہے ہیں کہ ''مستقبل کی ریاست'' کی انتظامی مشینری کیا صورت اختیار کرے گی بلکہ یہ کہ آیا ہماری سیاسی جدوجہد ریاستی اقتدار کو، قبل اس کے کہ ہم اسے حاصل کریں، ختم کر دے گی (لفظی ترجمہ: برخاست کر دے گی ___ AUFLOST) (خط کشیدہ کاؤتسکی کا ہے)۔ کون سی وزارت مع اپنے افسروں کے ختم کی جاسکتی ہے؟'' اس کے بعد تعلیم، انصاف، مالیات اور جنگ کی وزارتوں کو گنوایا جاتا ہے۔ ''نہیں، حکومت کے خلاف ہماری سیاسی جدوجہد کے نتیجے میں موجودہ وزارتوں میں سے کوئی بھی نہیں ہٹائی جائے گی....میں دہراتا ہوں تاکہ کوئی غلط فہمی نہ ہو: ہم یہاں اس صورت پر نہیں بحث کر رہے ہیں جو فتح یاب سوشل ڈیموکریسی ''مستقبل کی ریاست'' کو دے گی بلکہ یہ کہ کیسے ہمارا حزب مخا

لف موجودہ ریاست کو بدل رہا ہے'' (صفحہ 725)۔

یہ صاف چال ہے۔ پانے کوک نے انقلاب ہی کا سوال اٹھایا۔ ان کے مضمون کا عنوان اور اوپر دیا ہوا اقتباس دونوں اس بات کا صاف اظہار کرتے ہیں۔ '' حزب مخالف'' کے سوال پر چھلانگ کر پہنچنے سے کاؤتسکی انقلابی نقطہ نظر کی جگہ موقع پرستی لاتا ہے۔ اس کے کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے: فی الحال ہم حزب مخالف ہیں، اقتدار پر قابض ہونے کے بعد ہم کیا ہوں گے اس کو ہم دیکھیں گے۔ انقلاب غائب ہو جاتا ہے؛ اور موقع پرست بس یہی چاہتے تھے۔

بحث نہ تو حزب مخالف کی ہے اور نہ عام طور پر سیاسی جدوجہد کی بلکہ انقلاب کی ہے۔ انقلاب مشتمل ہے پرولتاریہ کے ''انتظامی مشینری'' اور ساری ریاستی مشینری کے تباہ کرنے اور اس کی جگہ مسلح مزدوروں پر مشتمل نئی مشینری لانے پر۔ کاؤتسکی '' وزارتوں'' کے لئے '' تو ہم آمیز احترام'' کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن ان کی جگہ پر، مان لیجئے، مکمل اقتدار اور اختیار رکھنے والی مزدوروں اور فوجیوں کے نمائندے کی سوویتوں کی تحت ماہرین کے کمیشن کیوں نہیں لائے جا سکتے؟

دراصل بات یہ نہیں ہے کہ آیا ''وزارتیں'' باقی رہیں گی یا ''ماہرین کے کمیشن'' یا کوئی اور ادارے قائم کئے جائیں گے۔ یہ بالکل اہم بات نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ آیا پرانی ریاستی مشینری (جو ہزاروں رشتوں سے بورژوازی سے بندھی ہوئی ہے اور ڈھرے کے کام اور جمود میں بالکل غرق ہے) باقی رہے یا اس کو تباہ کر کے اس کی جگہ نئی مشینری لائی جائے۔ انقلاب کو اس پر مشتمل ہونا نہیں ہے کہ نیا طبقہ پرانی ریاستی مشینری کی مدد سے حکم احکام دے اور انتظام کرے بلکہ اس پر مشتمل ہونا ہے کہ یہ طبقہ اس مشین کو توڑ دے اور نئی مشینری کے ذریعہ حکم احکام دے اور انتظام

کرے۔ کاؤتسکی مارکس ازم کے اس بنیادی خیال سے یا تو گریز کرتا ہے یا اس کو بالکل نہیں سمجھتا۔

افسروں کے بارے میں اس کا سوال صاف طور پر دکھلاتا ہے کہ وہ کمیون کے سبقوں اور مارکس کی تعلیمات کے بارے میں نہیں سمجھتا ہے۔ ''ہم بلا افسروں کے پارٹی اور ٹریڈ یونینوں کا کام نہیں چلا سکتے...''۔

ہم سرمایہ داری میں، بورژوازی کی حکمرانی میں افسروں کے بغیر کام نہیں چلا سکتے۔ سرمایہ داری نے پرولتاریہ کو دبا رکھا ہے، محنت کشوں کو غلام بنا رکھا ہے۔ سرمایہ داری میں جمہوریت اجرت کی غلامی کے تمام حالات اور لوگوں کی غریبی اور محتاجی کی وجہ سے محدود، مفلوج، بریدہ اور مسخ شدہ ہے۔ اسی لئے اور محض اسی لئے ہماری سیاسی اور ٹریڈ یونین تنظیموں کے اعمال سرمایہ داری کے حالات کی وجہ سے بدکردار ہو جاتے ہیں (یا یہ کہنا ٹھیک ہوگا کہ بدکردار بننے کا رجحان رکھتے ہیں) او رنوکر شاہ بننے کا رجحان ظاہر کرتے ہیں یعنی عوام سے بالاتر بن کر فوقی حقوق والے لوگ۔

یہ ہے نوکر شاہی کا نچوڑ اور جب تک سرمایہ داروں کو حقوق ملکیت سے محروم نہیں کیا جاتا اور بورژوازی کا تختہ نہیں الٹا جاتا اس وقت تک پرولتاریہ کے عملوں کی بھی'' نوکر شاہیت'' صاف طور پر ناگریز ہے۔

کاؤتسکی کا خیال ہے کہ چونکہ سوشلزم میں منتخب کردہ عمال باقی رہیں گے اس لئے افسران بھی باقی رہیں گے اور نوکر شاہی بھی باقی رہے گی؛ یہی بات غلط ہے۔ مارکس نے کمیون کا حوالہ دیتے ہوئے دکھایا ہے کہ سوشلزم میں عمال'' نوکر شاہ'' نہیں رہیں گے،'' افسر'' نہیں رہیں گے، اسی حد تک نہیں رہیں گے جتنا کہ

افسروں کے انتخاب کے اصول کے ساتھ ان کو کسی وقت بھی واپس بلانے کا اصول بھی رائج کیا جائے گا، جتنی زیادہ تنخواہیں عام مزدور کی اجرت کے معیار تک گھٹائی جائیں گی اور جتنے زیادہ پارلیمانی ادراں کی جگہ " کام کرنے والے ادارے یعنی بیک وقت قانون بنانے والے اور قوانین کو پورا کرنے والے ادارے "(39) لیں گے۔

درحقیت پانے کوک کے خلاف کاؤتسکی کی ساری دلیلیں اور خصوصاً اس کی یہ لاجواب دلیل کہ پارٹی اور ٹریڈ یونیوں میں بھی افسروں کے بغیر کام نہیں چلا سکتے عام طور پر مارکس ازم کے خلاف برنشٹائن کی پرانی "دلیلوں" کی تکرار ہے۔ اپنی غدارانہ کتاب "سوشلزم کی ابتدائی شرائط " میں برنشٹائن "ابتدائی "جمہوریت کے خیالات کے خلاف لڑتا ہے، اس بات کے خلاف جس کو وہ " کٹر جمہوریت " کہتا ہے: لازمی احکام، بلاتنخواہ افسران، مجہول مرکزی نمائندہ ادارے وغیر۔ اس "ابتدائی "جمہوریت کو نادرثابت کرنے کے لئے برنشٹائن ویب میاں بیوی (40) کے پیش کردہ برطانوی ٹریڈ یونیوں کے تجربے کا حوالہ دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے (جرمن ایڈیشن، صفحہ 137 کہ " مکمل آزادی کے ساتھ "70 سال کے ارتقا کے واران ٹریڈ یونینوں کو یقین ہوگیا کہ ابتدائی جمہوریت بے سود ہے اور وہ اس کی جگہ معمولی جمہوریت لائیں، یعنی نوکرشاہی سے متحد پارلیمانیت۔

حقیقت میں ان ٹریڈ یونینوں کا ارتقا" مکمل آزادی کے ساتھ " نہیں بلکہ مکمل سرمایہ دارانہ غلامی میں ہوا جس میں یہ مانی ہوئی بات ہے کہ رائج برائیوں، تشدد، جھوٹ، "اعلیٰ " انتظامی امور سے غریبوں کے اخراج کو چھوٹ دئے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ سوشلزم میں "ابتدائی "جمہوریت کی بہت سی باتوں کی تجدید لازمی ہوگی کیو

نکہ مہذب سماج کی تاریخ میں پہلی بار آبادی کی زبردست اکثریت صرف ووٹنگ اور الیکشن میں ہی نہیں بلکہ ریاست کے روزمرہ کے انتظام میں خودمختارانہ حصہ لینے کے لئے اٹھے گی۔ سوشلزم میں سب باری باری حکومت میں حصہ لیں گے اور جلد ہی اس کے عادی ہو جائیں گے کہ کوئی حکومت نہیں کرتا۔

مارکس نے اپنی لاجواب تنقیدی تجزیاتی ذہانت سے کمیون کے عملی اقدامات میں وہ موڑ دیکھ لیا جس سے موقع پرست ڈرتے ہیں اور اپنی بزدلی کی وجہ سے اس کو تسلیم کرنا نہیں چاہتے اور جس کو انارکسٹ نہیں دیکھنا چاہتے کیونکہ یا تو وہ عجلت میں ہیں یا وہ عوامی پیمانے پر سماجی تبدیلیوں کے حالات کو عام طور پر نہیں سمجھتے۔ "ہمیں پرانی ریاستی مشینری کو تباہ کرنے کا خیال تک نہ کرنا چاہے، ہم بلاوزراتوں اور افسروں کے کیسے کام چلا سکتے ہیں"۔ موقع پرست دلیل پیش کرتا ہے جو تنگ نظری سے لبریز ہے اور جو دراصل نہ صرف انقلاب میں، انقلاب کی تخلیقی طاقت میں یقین رکھتا بلکہ اس کئے مہلک خوف میں مبتلا ہے (جیسے ہمارے منشویک اور سوشلسٹ انقلابی اس سے ڈرتے ہیں)"۔

ہمیں صرف پرانی ریاستی مشیری تباہ کرنے کے متعلق سوچنا چاہئے۔ پہلے کے پرولتاری انقلابوں کے ٹھوس سبقوں کی چھان بین کرنے اور یہ تجزیہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں کہ جو کچھ تباہ کیا گیا ہے اس کی جگہ پر کیا لایا جائے اور کیسے"۔ انارکسٹ دلیل پیش کرتا ہے (درحقیقت بہترین انارکسٹ اور ویسے نہیں جو کروپوتکن اینڈ کمپنی کی تقلید کرتے ہوئے بورژوازی کے دم چھلے بن گئے ہیں) اس لئے انارکسٹ کا طریقہ کار بھی یاس آمیز بن جاتا ہے اور ٹھوس مسائل کا حل کرنے کا ایسا بے دھڑک جرأت آمیز انقلابی طریقہ کار نہیں رہتا جو عوامی تحریک کے عملی حالات کا لحاظ

کرتا ہے۔

مارکس ہمیں دونوں غلطیوں سے بچنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ ہمیں پوری پرانی ریاستی مشینری کو انتہائی بہادری کے ساتھ تباہ کرنے کے اقدام کی تعلیم دیتے ہیں اور ساتھ ہی وہ ہمیں سوال کو ٹھوس طور پر رکھنا سکھاتے ہیں: اسی طرح زیادہ وسیع جمہوریت فراہم کرنے اور نوکر شاہی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے فلاں فلاں باتیں رائج کر کے کمیون اس قابل ہوسکا تھا کہ وہ چند ہفتے کی مدت میں نئی، پرولتاری، ریاستی مشینری کی تعمیر شروع کردے، ہم کمیون والوں سے انقلابی بہادری کا سبق لیں گے۔ ہم ان کے عملی اقدامات سے عملی طور پر اہم اور فوری امکانی اقدامات کے لئے خاکہ حاصل کریں گے اور پھر اس رستے پر چل کر ہم نوکر شاہی کی مکمل تباہی تک پہنچ سکیں گے۔ اس تباہی کے امکان کی ضمانت اس سے ہوتی ہے کہ سوشلزم کام کے دن کو مختصر کردے گا، عوام کو نئی زندگی تک بلند کرے گا، آبادی کی اکثریت کے لئے ایسے حالات پیدا کردے گا کہ ہر ایک بلا استثنیٰ اس قابل ہو کہ "ریاستی کام" کر سکے اور اس کا نتیجہ عام طور پر ریاست کی ہر شکل کا مکمل طور پر مٹنا ہوگا۔

کاؤتسکی آگے چل کر کہتا ہے "....عوامی ہڑتال کا مقصد ریاستی اقتدار کو تباہ کرنا کبھی نہیں ہوسکتا۔ اس کا مقصد صرف یہ ہوسکتا ہے کہ کسی خاص مسئلے پر حکومت سے اپنی بات منوالے یا پرولتاریہ کی دشمن حکومت کو ایسی حکومت کو بدل دے جو اس سے آگے بڑھ کر ملنے کو تیار ہو (entgegenkommende)۔ لیکن کبھی، کسی حالت میں بھی اس کا نتیجہ " (یعنی دشمن حکومت پر پرولتاریہ کی فتح کا)" ریاستی اقتدار کی بربادی نہیں ہوسکتا، اس کا نتیجہ صرف یہ کچھ تبدیلی

(verschiebung)ہوجائے۔ اور ہماری سیاسی جدوجہد کا مقصد ماضی کی طرح اب بھی یہ ہے کہ پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل کرکے ریاستی اقتدار جیت لیں اور پارلیمنٹ کوحکومت سے بلند کردیں۔" (صفحات 732, 726, 727)۔

یہ تو خالص اور انتہائی ذلیل موقع پرستی ہے جو عمل میں انقلاب کی تردید کرتی ہے اور زبانی اس کوتسلیم کرتی ہے۔ کاؤتسکی کے خیالات اس "حکومت" سے آگے نہیں جاتے "جو پرولتاریہ سے آگے بڑھ کر ملنے کو تیار ہو۔" یہ بمقابلہ 1847 کے تنگ نظری کی طرف پیچھے قدم ہے جب " کمیونسٹ مینی فسٹو" نے اعلان کیا تھا "حکمراں طبقے کی حیثیت سے پرولتاریہ کی تنظیم"۔

کاؤتسکی کو اپنا من بھاتا "اتحاد "شیڈمان، پلیخانوف اور وانڈرویلڈے کے ساتھ مل کر حاصل کرنا ہوگا جو پورے اتفاق کے ساتھ ایسی حکومت کے لئے جدوجہد کرنے کے حق میں ہیں" جو پرولتاریہ سے آگے بڑھ کر ملنی کو تیار ہو۔ "

اور ہم سے سوشلزم کے ان غداروں سے علیحدہ ہو جائیں گے اور ساری پرانی ریاستی مشینری کی تباہی کے لئے جدوجہد کریں گے تاکہ مسلح پرولتاریہ خود حکومت بن سکے۔ یہ "دو بڑی مختلف چیزیں ہیں"۔

کاؤتسکی کو لیگین، ڈیوڈ، پلیخانوف، پوتریسوف۔ تسرے تیلی اور چیرنوف جیسے لوگوں کی خوشگوار صحبت سے لطف اندوز ہونا پڑے گا جو "ریاستی اقتدار کے اندر طاقتوں کے توازن میں کچھ تبدیلی" کے لئے "اکثریت حاصل کرنے" کے لئے اور "پارلیمنٹ کو حکومت سے بلند کرنے" کے لئے جدوجہد کرنے کو پوری طرح راضی ہیں۔ یہ بہت ہی نیک مقصد موقع پرستوں کے لئے پوری طرح قابل قبول ہے اور

جو ہر چیز کو بورژوا پارلیمانی ریپبلک کی حدود میں رکھتا ہے۔

ہم موقع پرستوں سے الگ ہو جائیں گے اور سارا طبقاتی شعور رکھنے والا پرولتاریہ بھی جدو جہد میں ہمارے ساتھ ہوگا، " طاقتوں کا توازن تبدیل کرنے " کے لئے نہیں بلکہ بورژوازی کا تختہ الٹنے کے لئے، بورژوا پارلیمانیت کو تباہ کرنے کے لئے، کمیون ٹائپ کی جمہوری ریپبلک کے لئے یا مزدوروں اور فوجیوں کے نمائندوں کی سوویتوں کی ریپبلک کے لئے، پرولتاریہ کی انقلابی ڈکٹیٹر شپ کے لئے۔

بین اقوامی سوشلزم میں کاؤتسکی سے دائیں ایسے رجحانات ہیں جیسے جرمنی میں " سوشلسٹ ماہنامہ " (1) لیگین، ڈیوڈ کولب اور بہت سے دوسرے معہ اسکینڈینیویا کے اسٹاؤننگ اور برانٹنگ کے)فرانس اور بلجیم میں ژوریسیسٹ (42) اور وانڈرویلڈے، اطالوی پارٹی (43) کے دائیں بازو کے توروتی، تریولیس اور دوسرے لوگ، برطانیہ میں فیبئن (44) اور " انڈ پنڈنٹ لیبر پارٹی " جو درحقیقت ہمشیہ لبرلوں کی محتاج رہی)(40) اور اسی طرح کے لوگ۔ یہ سب حضرات جو پارلیمانی کام اور اپنی پارٹی کے پریس میں زبردست اور اکثر غالب رول ادا کرتے ہیں، پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ سے صاف انکار کرتے ہیں۔ اور کھلم کھلا موقع پرستی کی پالیسی پر گامزن ہوتے ہیں۔ ان حضرات کی نگاہ میں پرولتاریہ کی " ڈکٹیٹر شپ " جمہوریت کا " تضاد " ہے دراصل ان کے اور پیٹی بورژوا ڈیموکریٹوں کے درمیان کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ

دوسری انٹرنیشنل یعنی اس کے سرکاری عہدے داروں کی غالب اکثریت بالکل موقع پرستی میں دھنس گئے ہیں۔کمیون کے تجربے کو نہ صرف فراموش کیا گیا ہے بلکہ اس کو مسخ بھی کیا گیا ہے۔ عام مزدوروں کے یہی نہیں سمجھایا جاتا تھا کہ وہ وقت قریب آرہا ہے جب ان کو میدان عمل میں آنا اور پرانی ریاستی مشینری توڑنا، اس کی جگہ پر نئی لانا اور اس طرح اپنی سیاسی حکمرانی کو سماج کی سوشلسٹ تنظیم نو کی بنیاد بنانا چاہئے۔ان کو اس کے برعکس سمجھایا جاتا تھا اور "حصول اقتدار" کو اس طرح پیش کیا جاتا تھا جو موقع پرستوں کے لئے ہزاروں فرار کے راستے چھوڑ دیتا تھا۔

ریاست سے پرولتاری انقلاب کے تعلق کے سوال کو مسخ کرنا اور نظر انداز کرنا ایسے وقت میں زبردست رول ادا کرسکتا ہے جب سامراجی رقابت کی وجہ سے توسیع شدہ فوجی مشینری رکھنے والی ریاستیں فوجی عفریت بن گئی ہیں جو لاکھوں آدمیوں کو یہ مسئلہ طے کرنے کے لئے موت کے گھاٹ اتارنے لگی ہے کہ آیا برطانیہ یا جرمنی، یہ یا وہ مالیاتی سرمایہ دنیا پر حکومت کرے۔

کتاب کا مسودہ اس طرح جاری رہتا ہے:

ساتواں باب

1900 اور 1917 کے روسی انقلابوں کا تجربہ

اس باب کے عنوان میں جس موضوع کا اظہار کیا گیا ہے وہ اتنا وسیع ہے کہ اس کے بارے میں جلدیں لکھی جا سکتی ہے اور لکھی جانی چاہئیں۔ ظاہر ہے کہ اس پمفلٹ میں صرف تجربے کے سب سے اہم سبقوں کے بارے میں، جو ریاستی اقتدار کے تعلق سے انقلاب میں پرولتاریہ کے فرائض سے براہ راست متعلق ہیں، اپنے کو محدود کرنا پڑے گا۔" (یہاں پہنچ کر مسودے کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ایڈیٹر)

پہلے ایڈیشن کے لئے پس لفظ

یہ پمفلٹ اگست اور ستمبر 1917 میں لکھا گیا تھا۔ میں نے اگلے یعنی ساتویں باب "1900 اور 1917 کے روسی انقلابوں کا تجربہ" کے لئے منصوبہ بنا لیا تھا۔ لیکن عنوان کے علاوہ مجھے اس باب کی ایک سطر بھی لکھنے کا وقت نہیں ملا سیاسی بحران اس میں "خلل انداز" ہوا۔ 1917 کے اکتوبر انقلاب کی ابتدا ایسی "خلل اندازی" صرف خوشگوار ہی ہو سکتی ہے لیکن پمفلٹ کا دوسرا حصہ ("1900 اور 1917 کے روسی انقلابوں کا تجربہ") لکھنے کا کام غالباً طویل مدت کے لئے ملتوی کرنا پڑے گا۔ "انقلاب کا تجربہ" کرنا اس کے بارے میں لکھنے کے مقابلے میں کہیں زیادہ خوشگوار اور کارآمد ہے۔

پیٹروگراد

30 نومبر 1917

اگست۔ستمبر 1917 میں لکھا گیا۔ پہلے ایڈیشن کے دوسرے باب کا تیسرا پیراگراف 17 دسمبر 1918 سے پہلے لکھا گیا۔ 1918 میں پیٹروگراد میں

اشاعت گھر " ژیزن ای زنانیے " (" زندگی اور علم ") نے الگ کتاب میں شائع کیا۔

تشریحی نوٹ

1۔لینن نے اپنی کتاب "ریاست اور انقلاب" اگست۔ستمبر 1917 میں لکھی تھی۔ریاست کے مسئلے پر نظریاتی خیالات کو ترتیب دینے کی ضرورت کا اظہار لینن نے 1916 کے دوسرے ہی حصے میں کیا تھا۔اس وقت انہوں نے " نوجوانوں کی بین اقوامی تنظیم " کے عنوان سے جو چھوٹا مضمون لکھا تھا اس میں ریاست کے بارے میں بوخارین کی مارکس مخالف پوزیشن پر تنقید کرتے ہوئے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ ریاست کے بارے میں مارکس ازم کی پوزیشن کے متعلق مضمون لکھیں گے،انہوں نے ا۔م۔کولنتائی کو اپنے 17 فروی 1917 کے خط کے ذریعہ مطلع کیا کہ ریاست کے بارے میں مارکس ازم کی پوزیشن کے متعلق تقریباً سارا مواد انہوں نے تیار کرلیا ہے۔یہ مواد چھوٹی شکستہ تحریر میں ایک کاپی میں جمع کیا گیا تھا جس کا سرورق نیلا تھا اور اس پر عنوان تھا'' مارکس ازم اور ریاست کے بارے میں" اس میں مارکس اور اینگلز کی تصانیف سے حوالے جمع کئے گے تھے اور کاؤتسکی ،پانے کوک اور برنشٹائن کی کتابوں سے اقتباسات،لینن کے ملاحظات،ماخوذات اور تعمیمات کے ساتھ دئے گئے تھے۔

منصوبے کے مطابق " ریاست اور انقلاب "نامی کتاب کو سات ابواب پر مشتمل ہونا چاہئے تھا لیکن آخری ساتواں باب "1900 اور 1917 کے روسی انقلابوں کے تجربے" نہیں لکھ سکے۔صرف اس باب کے لئے جو تفیصلی تیاری کی گئی تھی اس کا منصوبہ محفوظ رہ گیا۔لینن نے اس کتاب کی اشاعت کے بارے میں

اشاعت گھر کو ایک نوٹ لکھا جس میں کہا گیا تھا کہ اگر ان کو "اس کے آخری حصے، ساتویں باب کے لکھنے میں زیادہ دیر ہو جائے یا یہ باب ضرورت سے زیادہ بڑا ہو جائے تو پہلے چھ ابواب کو پہلے ایڈیشن کی طرح الگ سے چھاپ دیا جائے۔" مسودے کے پہلے صفحے پر لینن نے مصنف کی حیثیت سے فرضی نام "ف۔ف۔ ایوانوفسکی" دیا ہے اس فرضی نام سے لینن اپنی کتاب چھپوانا چاہتے تھے ورنہ عارضی حکومت اس کو ضبط کر لیتی۔ یہ کتاب صرف 1918 میں شائع ہو سکی اور فرضی نام کی ضرورت نہیں۔ دوسرا ایڈیشن 1919 میں شائع ہوا جس میں لینن نے دوسرے باب میں ایک نئے حصے کا "1802 میں مارکس نے مسئلے کو کس طرح پیش کیا" کے عنوان سے اضافہ کیا۔

2۔فیبین لوگ۔فیبین سوسائٹی (انگلستان کی اصلاح پرست تنظیم) کے ممبر جو 1884 میں قائم کی گئی تھی اس کو یہ نام روم کے جنرل فیبی میکسم (تیسری صدی ق۔م) سے ملا۔ اس جنرل کا دوسرا نام "کونک تاتر" بھی تھا جس کے معنی ہیں "سست" کیونکہ اس نے ہانی بال کے خلاف جنگ کرنے میں فیصلہ کن رویے سے منہ چرایا۔ اس سوسائٹی کے ممبر زیادہ تر بورژوا دانشوروں کے نمائندے، عالم، ادیب اور سیاسی کارکن (سڈنی اور بیاٹرس ویب، ریمزے میکڈانلڈ اور برنارڈ شاوغیرہ) تھے۔ وہ پرولتاریہ کی طبقاتی جدوجہد اور سوشلسٹ انقلاب کی ضرورت کو نہیں مانتے تھے اور یقین کرتے تھے کہ صرف چھوٹی چھوٹی اصلاحیں کر کے اور رفتہ رفتہ سماج کی نئی تشکیل کر کے سرمایہ دارنظام سے سوشلزم تک پہنچنے کا امکان ہے۔ لینن نے فیبین ازم کی کردار نگاری "انتہائی موقع پرست رجحان" کی حیثیت سے کی ہے۔ 1900 میں یہ سوسائٹی لیبر پارٹی میں مل گئی۔ "فیبین سوشلزم" لیبر خیالات والوں

کے نظریات کا ایک سرچشمہ ہے۔ پہلی عالمی جنگ کے برسوں (18- 1914) میں فبین خیالات کے لوگوں نے سوشلزم کی پوزیشن اختیار کی۔

3۔سوشلسٹ انقلابی۔ روس کی پیٹی بورژوا پارٹی جو 1901 کے آخر اور 1902 کی ابتدا میں مختلف نرودنک گروپوں اور حلقوں کے اتحاد کی وجہ سے ظہور میں آئی۔ پہلی عالمی جنگ کے برسوں میں سوشلسٹ انقلابیوں کی اکثریت نے سوشل شاونزم کی پوزیشن اختیار کی۔ 1917 میں فروی کے بورژوا جمہوری انقلاب کی کامیابی کے بعد سوشلسٹ انقلابی منشویکوں کے ساتھ مل کر انقلاب دشمن بورژوا جاگیردار عارضی حکومت کے زبردست حامی تھے اور ان کے لیڈر (کیرینسکی، اوکسین تیف اور چیرنوف) اس حکومت میں شریک ہوئے۔ سوشلسٹ انقلابی پارٹی نے کسانوں کے اس مطالبے کی حمایت سے انکار کردیا کہ جاگیرداری کو ختم کردیا جائے اور اس کی حمایت کی کہ زمین پر جاگیرداروں کی ملکیت برقرار رہے۔ عارضی حکومت میں سوشلسٹ انقلابی وزرا نے ان کسانوں کے خلاف تعزیراتی دستے بھیجے جنھوں نے جاگیرداروں ک زمین پر قبضہ کرلیا تھا۔ سوشلسٹ انقلابی پارٹی کے بائیں بازو نے آخر نومبر 1917 میں بائیں بازو کے سوشلسٹ انقلابیوں کی الگ پارٹی قائم کرلی۔ غیر ملکی جنگی مداخلت اور خانہ جنگی کے برسوں میں سوشلسٹ انقلابیوں نے انقلاب دشمن تباہ کن اقدامات کئے، سرگرمی کے ساتھ مداخلت کرنے والوں اور سفید گارڈوں کی حمایت کی، انقلاب دشمن سازشوں میں حصہ لیا اور سوویت ریاست اور کمیونسٹ پارٹی کے کارکنوں کے خلاف دہشت آمیز کارروائیاں منظم کیں۔ خانہ جنگی ختم ہونے کے بعد سوشلسٹ انقلابیوں نے اندرون ملک اور سفید گاڈ رتارکین وطن کے کیمپ سے مخاصمانہ سرگرمیاں جاری رکھیں۔

4۔ منشویک ۔روسی سوشل ڈیموکریسی میں پیٹی بورژوا موقع پرست رجحان کے حامی،مزدور طبقے میں بورژوا اثرات لانے والے۔منشویکوں نے اپنا نام اگست 1903 کی روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی دوسری کانگرس میں اس وقت سے پایا جب کہ وہ کانگرس کے آخر میں پارٹی کے مرکزی ادرواں کے انتخابات کے موقع پر اقلیت میں رہ گئے اور انقلابی سوشل ڈیموکریٹ لینن کی قیادت میں اکثریت میں آئے ۔ اس طرح بالشیویک (اکثریت والے) اور منشویک (اقلیت والے) کے نام پڑے۔منشویک بورژوازی کے ساتھ پرولتاریہ کے سمجھوتے کے خواہاں تھے اور مزدور تحریک میں موقع پرست لائن چلاتے تھے۔ فروری 1917 کے بورژوا جمہوری انقلاب کے بعد منشویک سوشلسٹ انقلابیوں کے ساتھ عارضی حکومت میں شامل ہو گئے، اس کی سامراجی پالیسی کی حمایت کی اور ابھرتے ہوئے پرولتاری انقلاب کے خلاف جدو جہد کی۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد منشویک اعلانیہ طور پر انقلاب دشمن پارٹی ہو گئے، انہوں نے ایسی سازشوں اور بغاوتوں کی تنظیم کی اور ان میں حصہ لیا جن کا مقصد سوویت اقتدار کا خاتمہ تھا۔

5۔قدیم قبائلی (یا جرگے والی) تنظیم۔ابتدائی برادری کا نظام یا تاریخ انسانی میں پہلا سماجی معاشی نظام ہے۔قبائلی برادری ان خونی رشتہ داروں کی جمعیت تھی جو خانہ داری اور سماجی تعلقات سے مربوط تھے۔اس خاندانی اور سماجی تعلقات سے مربوط تھے۔اس خاندانی نظام کے ارتقا میں دو دور آئے: مادرشاہی اور پدرشاہی۔ پدرشاہی کے آخری زمانے میں ابتدائی سماج طبقاتی سماج میں تبدیل ہو گیا اور ریاست نمودار ہوئی۔ابتدائی برادری کے نظام میں پیداواری تعلقات کی بنیاد ذرائع پیداوار پر سماجی ملکیت اور سامان کی مساوی تقسیم تھی۔یہ ان کے کردار سے بنیادی طور

پر مطابقت رکھتی تھی۔

1618- 1648 کی تیس سالہ جنگ۔ پہلی کل یورپی جنگ، جو یورپی ریاستوں کے مختلف گروہوں کے درمیان شدید تضاد کا نتیجہ تھی اور جس نے پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک لوگوں کے درمیان جدوجہد کی شکل اختیار کر لی۔ جرمنی اس جدوجہد کا خاص میدان اور فوجی لوٹ کھسوٹ اور جنگ کے شرکا کے قبضہ گیر دعوؤں کا نشانہ بنا۔ اس جنگ کا خاتمہ 1648 میں ویسٹ فالین معاہدے سے ہوا جس نے جرمنی کے سیاسی انتشار کو اور زیادہ کر دیا۔

7۔ گوتھا پروگرام۔ جرمنی کی سوشلسٹ لیبر پارٹی کا پروگرام جو 1870 میں ان دو جرمن سوشلسٹ پارٹیوں کی گوتھا کانگرس میں منظور کیا گیا جو اس وقت تک الگ تھیں اور اس کانگرس میں متحد ہوگئیں۔ یہ پارٹیاں تھیں ائیز یناخ والوں کی (جس کے رہنما بیبل اور۔ و۔ لیبکنیخت تھے اور یہ مارکس اور اینگلز کے خیالات سے متاثر تھے) اور لاسال کے حامیوں کی (دیکھئے نوٹ نمبر 28)۔ پروگرام میں بہت سے خیالات گڈمڈ تھے اور موقع پرستانہ تھا کیونکہ انتہائی اہم مسائل پر ائیز یناخ والوں نے لاسال کے حامیوں کو بہت چھوٹ دے دی اور ان کے فارمولوں کو منظور کر لیا۔ کارل مارکس نے اپنی تصنیف " گوتھا پروگرام کی تنقید " اور اینگلز نے بیبل کے نام خط 28-18 مارچ 1870) میں گوتھا پروگرام کے مسودے پر شدید تنقید کی اور اس کو 1869 کے ائیز یناخ والوں کے پروگرام کے مقابلے میں نمایاں طور پر پیچھے کی طرف قدم کہا۔

8۔ انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کی ابتدا میں بورژوا حکمراں حلقوں نے متعدد ملکوں میں مزدور تحریک میں تفرقہ ڈالنے اور کافی مطالبات مان کر

پرولتاریہ کو انقلابی جدو جہد سے باز رکھنے کی غرض سے پیچدہ چالیں چلیں۔ مثلاً رجعت پرست بورژوا حکومتوں میں سوشلسٹ پارٹیوں کے کچھ اصلاح پرست لیڈروں کو شرکت کا لالچ دیا۔ 1892 میں برطانوی پارلیمنٹ میں جان برنس منتخب کیا گیا جو "مزدور طبقے سے کھلی غداری کرنے والوں میں سے تھا جو وزارت کے منصب کے لئے بورژوازی کے ہاتھوں بک گئے تھے" (لینن)۔ فرانس میں 1899 میں ر۔ والدیک روسو کی بورژوا حکومت میں سوشلسٹ الیکساندر ریتین میلران شامل ہوا اور بورژوازی کو اس کی پالیسی چلانے میں مدد دی۔ رجعت پرست بورژوا حکومت میں میلران کی شرکت نے فرانس کی مزدور تحریک کو سخت نقصان پہنچایا۔ لینن نے میلران ازم کو غداری اور ترمیم پرستی کہا۔ اٹلی میں بیسویں صدی کی ابتدا میں سوشلسٹ لیونید بیسولاتی، ایوانوئے بونومی وغیرہ حکومت سے تعاون کے کھلم کھلا حامی تھے۔ ان کو 1912 میں سوشلسٹ پارٹی سے نکال دیا گیا۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران متعدد ملکوں کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے دائیں بازو کے موقع پرست لیڈروں نے کھلم کھلا سوشل شاونزم کی پوزیشن اختیار کی، اپنے ملکوں کی بورژوا حکومتوں میں شامل ہوئے اور ان کی پالیسی چلائی۔

9۔ یہاں لینن کا مطلب روس میں 27 فروی (12 مارچ) 1917 کے بورژوا جمہوری انقلاب سے ہے جس کی وجہ سے مطلق العنان حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور بورژوا عارضی حکومت کی تشکیل ہوئی۔

10۔ کانسٹی ٹیوشنل (آئینی) ڈیموکریٹک پارٹی) کیڈیٹ)۔ روس میں لبرل شاہ پرست بورژوازی کی یہ نمایاں پارٹی اکتوبر 1905 میں قائم ہوئی۔ اس میں بورژوازی اور زمینداروں کے نمائندے اور بورژوا دانش ور شامل ہوئے۔

پہلی عالمی جنگ کے دوران کیڈیٹوں نے سرگرمی کے ساتھ زارشاہی کی قبضہ گیر خارجہ پالیسی کی حمایت کی فروری 1917 کے بورژوا جمہوری انقلاب کے زمانے میں انہوں نے شاہی حکومت کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ بورژوا عارضی حکومت میں رہنمائی کی پوزیشن حاصل کر کے کیڈیٹوں نے عوام دشمن، انقلاب دشمن سیاست کو جاری رکھا جو امریکہ، برطانیہ اور فرانس کے سامراجیوں کے لئے کا آمد تھی۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کی فتح کے بعد کیڈیٹ سوشلسٹ اقتدار کے قطعی دشمن بن گئے، انہوں نے تمام مسلح انقلاب دشمن اقدامات اور مداخلت کرنے والوں کے حملوں میں شرکت کی۔ مداخلت کرنے والوں اور سفید گارڈ کی بربادی کے بعد بھی کیڈیٹوں نے وطن چھوڑ کر اپنی انقلاب دشمن سرگرمیاں بند نہیں کیں۔

11۔ die neue zeit ("نیا زمانہ")۔ جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا نظریاتی رسالہ جو اشٹوٹگارٹ سے 1883 سے 1923 تک نکلتا رہا۔ اکتوبر 1917 تک اس کا ایڈیٹر کاؤتسکی تھا اور اس کے بعد کونوف ایڈیٹر ہوا۔ اس رسالے میں پہلی بار مارکس اور اینگلز کی بعض تحریریں شائع ہوئیں۔ اینگلز نے اکثر اس کے ایڈیٹوریل بورڈ کو مشوروں کے ذریعہ مدد دی اور اس میں مارکس ازم سے گمراہی کے مضامین شائع ہونے پر اکثر نکتہ چینی کی دسویں دھائی کے دوسرے حصے میں، اینگلز کی موت کے بعد اس رسالے میں برابر ترمیم پرستوں کے مضامین شائع ہونے لگے جن میں برنشٹائن کے مضامین کا سلسلہ "سوشلزم کے مسائل" بھی تھا۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران (1918-194) عملی طور پر سوشل شاونسٹوں کی حمایت کر کے اس رسالے نے مرکزیت پرست پوزیشن اختیار کی۔

12۔ یہاں "فرانسیسی۔ پروشیائی جنگ کے بارے میں بین الاقوامی مزدور

لیگ کی جنرل کونسل کی بین الاقوامی مزدور لیگ کے یورپی اور امریکی ممبروں سے دوسری اپیل کا" ذکر ہے جو مارکس نے لندن میں 9 ستمبر 1870 کو لکھی تھی۔

13۔"دیلو نارودا"۔روزانہ اخبار جو سوشلسٹ انقلابیوں کا ترجمان تھا۔اس نے کئی بار اپنا نام بدلا۔یہ پیٹروگراد میں مارچ 1917 سے جولائی 1918 یک شائع ہوتا رہا۔اس اخبار نے ملک کا دفاع کرنے اور سمجھوتہ کرنے کی پالیسی اختیار کی اور بورژوا عارضی حکومت کی حمایت کی۔اکتوبر 1918 میں شہر سمارا میں اس کے چار شمارے اور مارچ 1919 میں ماسکو سے دس شمارے نکلے۔اس اخبار کو اپنی انقلاب دشمن سرگرمیوں کی وجہ سے بند کر دیا گیا۔

14۔ ہیروستراتی۔یہ یونانی ہیروستراتس کے نام پر ہے جس نے 306 قبل مسیح میں ایفیس میں آرتیمیدی کا مندر جلا دیا تا کہ اس کا نام مشہور ہو جائے۔

15۔ ژیروندی 18 صدی کے آخر میں فرانسیسی بورژوا انقلاب کے دور میں سیاسی بورژوا گروپ کا نام۔ژیروندی اعتدال پرست بورژوازی کے مفادات کا اظہار کرتے تھے اور انقلاب و انقلاب دشمنی کے درمیان ڈانواں ڈول تھے۔انہوں نے شاہی سے سودے بازی کا رستہ اختیار کیا۔

16۔بلانکیسٹ۔فرانسیسی سوشلسٹ تحریک میں ایک رجحان کے نمائندے جس کے لیڈر نمایاں انقلابی اور فرانسیسی یوٹوپیائی کمیونزم کے ممتاز نمائندے لوئی اگسٹ بلانک (1805- 1881 تھے۔ انقلابی پارٹی کی سرگرمیاں کی جگہ مٹھی بھر خفیہ سازش کرنے والوں کی کاروائیوں کو لے کر انہوں نے اس ٹھوس صورت حال کا اندازہ نہیں لگایا جو بغاوت کی فتح کے لئے ضروری ہوتی ہے اور عوام سے اپنا ناطہ توڑ لیا۔

17 ۔ پرودھوں کے حامی ۔ پیٹی بورژوا کا غیر سائنسی اور مارکس ازم مخالف رجحان ۔ اس کا نام فرانسیسی انارکسٹ پرودھوں کے نام پر پرودھوں ازم پڑا ۔ پیٹی بورژوازی کی پوزیشن سے بڑی سرمایہ دارانہ ملکیت پر نکتہ چینی کرتے ہوئے پرودھوں چھوٹی نجی ملکیت ہمیشہ کے لئے قائم رکھنے کے خواب دیکھتا تھا۔ اس نے ایسے "عوامی" اور "تبادلے" کے بینک قائم کرنے کی تجویز کی جن کی مدد سے مزدور گویا آلات پیداوار کی ملکیت حاصل کر کے دستکاریاں قائم کر سکیں اور اپنی پیداوار کی "منصفانہ" فروخت کی ضمانت پا سکیں ۔ پرودھون پرولتاریہ کے تاریخی رول کو نہیں سمجھتا تھا اور اس نے طبقاتی جدوجہد، پرولتاری انقلاب اور پرولتاری ڈکٹیٹر شپ کی مخالفت کی اور انارکسٹ پوزیشن اختیار کر کے ریاست کی ضرورت سے انکار کیا۔ مارکس اور اینگلز نے پرودھون کے حامیون کی ان کوشش کے خلاف جدوجہد کی کہ وہ اپنے خیالات میں پہلی انٹرنیشنل کو الجھائیں ۔ مارکس نے اپنی تصنیف "فلسفے کا افلاس" میں پرودھوں ازم پر شدید نکتہ چینی کی ۔ پہلی انٹرنیشنل میں مارکس، اینگلز اور ان کے حامیوں کی پرودھوں ازم کے خلاف سخت جدوجہد کا نتیجہ پرودھون ازم پر مارکس کی مکمل فتح ہوا۔

18 ۔ یہاں مارکس کا مضمون '' سیاسی آزادہ روی "(indifferentism) اور اینگلز کا مضمون "اختیار کے بارے" میں پیش نظر ہیں جو دسمبر 1873 میں اٹلی میں almanacco-repubblicano perl,anno 1874 (1874 کی ریپبلکن جنتری) میں شائع ہوئے اور پھر 1913 میں ان کا جرمن ترجمہ رسالہ die neue zeit میں شائع ہوا۔

19 ۔ یہاں ذکر مارکس کے آرٹیکل "سیاسی آزادہ روی" کا ہے۔

20۔ یہاں ذکر اینگلز کے آرٹیل "اختیار کے بارے میں" کا ہے

21۔یہاں ذکر اینگلز کے آرٹیل "اختیار کے بارے میں" کا ہے۔

22۔یہاں ذکر مارکس کی کتاب "فلسفے کا افلاس" کا ہے۔

23۔جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا ایرفورٹ پروگرام اکتوبر 1891 میں شہر ایرفورٹ کی کانگرس میں منظور کیا گیا۔یہ پروگرام گوتھا پروگرام (1870) کے مقابلے میں ایک قدم آگے کی طرف تھا۔اس پروگرام کی بنیاد پیداوار کے سرمایہ دارانہ طریقے کی ناگزیر تباہی اور اس کی جگہ پر سوشلسٹ طریقے کے آنے کے بارے میں مارکس ازم کی تعلیم تھی۔اس میں مزدور طبقے کی سیاسی جدوجہد پر زور دیا گیا تھا اور پارٹی کو اس جدوجہد میں رہنمائی کا رول دیا گیا تھا وغیرہ۔لیکن ایرفورٹ پروگرام میں موقع پرستی کو سنگین چھوٹ بھی دی گئی تھی۔ایرفورٹ پروگرام کے مسودے پر اینگلز نے اپنی تصنیف "1891 کے سوشل ڈیموکریٹک پروگرام کے مسودے پر تنقید" میں نکتہ چینی کی۔درحقیقت یہ ساری دوسری انٹرنیشنل کی موقع پرستی پر تنقید تھی۔بہرنوع جرمن سوشل ڈیموکریسی کی قیادت نے پارٹی کے عام ممبروں سے اینگلز کی تنقید چھپائی اور ان کی اہم تحریر کو پروگرام کے آخری مسودے میں پیش نظر نہیں رکھا گیا۔لینن کے خیال میں سب سے بڑی خامی یہ تھی کہ ایرفورٹ پروگرام موقع پرستی کو بزدلانہ چھوٹ دیکر پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ کے بارے میں خاموش رہا۔

24۔مزدور اور سوشلسٹ تحریک کے خلاف لڑنے کے لئے بسمارک کی حکومت نے 1878 میں جرمنی میں سوشلسٹوں کے خلاف ہنگامی قانون منظور کیا۔اس قانون کے مطابق سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی ساری تنظیموں اور عام مزدوروں

کی یونینوں اور مزدور پریس کو ممنوع قرار دیا گیا، سوشلسٹ ادب کو ضبط کرلیا گیا اور سوشلسٹ ڈیموکریٹ جبر و شدد اور جلاوطنی کا شکار ہوئے۔ بہر نوع جبر و تشدد سوشل؛ ڈیموکریٹک پارٹی کو نہیں توڑ سکا اور غیر قانونی صورت میں اس کی سرگرمیاں جاری رہیں۔ ملک کے باہر پارٹی کا مرکزی ترجمان اخبار "سوشل ڈیموکریٹ" چھپتا رہا اور پارٹی کانفرنسیں باقاعدگی سے (1883,1880 اور 1887 میں) ہوتی رہیں۔ جرمنی میں خفیہ طور سے تیزی کے ساتھ سوشل ڈیموکریٹک تنظیموں اور گروپوں کا احیا ہوا جن کی سربراہ غیر قانونی مرکزی کمیٹی تھی۔ ساتھ ہی پارٹی عوام سے روابط مضبوط کرنے کے لئے اپنے قانونی امکانات کو بھی استعمال کرتی رہی اور اس کا اثر بڑھتا گیا۔ ریشناغ کے انتخابات میں سوشل ڈیموکریٹوں کے حق میں ملنے والے ووٹوں میں 1878 سے 1890 تک تین گنے سے زیادہ اضافہ ہوا۔ جرمن سوشل ڈیموکریٹوں کو مارکس اور اینگلز نے بڑی مدد دی۔ 1890 میں عوام اور بڑھتی ہوئی مزدور تحریک کے دباؤ سے سوشلسٹوں کے خلاف ہنگامی قانون مسترد کردیا گیا۔

25۔ "پراواد" بالشویکوں کا قانونی اور روزانہ اخبار۔ اس کا پہلا شمار پیٹرسبرگ سے 22 اپریل (5 مئی) 1912 کو نکلا تھا۔ لینن "پراواد" کے نظریاتی رہنما تھے۔ وہ تقریباً روزانہ اخبار میں لکھتے رہتے تھے، ایڈیٹوریل بورڈ کو ہدایات دیتے تھے اور اس بات پر نظر رکھتے تھے کہ اخبار کی مجاہدانہ اور انقلابی اسپرٹ قائم رہے۔ "پراواد" کے ایڈیٹوریل بورڈ پر پارٹی کا تنظیمی کام بڑی حد تک منحصر تھا۔ یہیں مقامی پارٹی یونٹوں کے نمائندے ملتے تھے۔ فیکٹریوں اور کارخانوں میں پارٹی کے کام کی رپورٹیں بھی یہاں آتی تھیں، یہیں سے پارٹی کی مرکزی اور پیٹرسبرگ کی کمیٹیاں پارٹی کی ہدایت سے جاری کرتی تھیں۔ زار شاہی پولیس

مستقبل طور سے "پراواد" کے پیچھے پڑی رہتی تھی۔ 8 (21) جولائی 1914 کو اخبار بند کر دیا گیا۔ "پراواد" 1917 میں فروری کے بورژوا جمہوری انقلاب کے بعد پھر جاری کیا گیا۔ 5 (18) مارچ سے "پراواد" روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی مرکزی اور پیٹرسبرگ کمیٹیوں کے ترجمان کی حیثیت سے نکلنے لگا۔ پیٹروگراد آ کر لینن بھی ادارتی عملے میں شامل ہو گئے اور "پراودا" نے بورژوا جمہوری انقلاب کو سوشلسٹ انقلاب میں تبدیل کرنے کے لئے لینن کے منصوبے کے مطابق جدو جہد شروع کر دی۔ جولائی۔ اکتوبر 1917 میں انقلاب دشمن عارضی حکومت کے جبر و تشدد کی وجہ سے "پراواد"، "پرولتاری"، "ربوچی" اور "ربوچی پوت" کے نام سے شائع ہوا۔ عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کی فتح کے بعد 27 اکتوبر (9 نومبر) 1917 سے یہ اخبار اپنے پہلے نام "پراودا" سے شائع ہونے لگا۔

26۔ کاوینیاک، لوئی ایژین۔ فرانسیسی جنرل اور رجعت پرست سیاسی کارکن۔ 1848 کے فروری انقلاب کے بعد فرانس کی عارضی حکومت کا وزیر جنگ مقرر ہوا۔ جون 1848 میں فوجی ڈکٹیٹر شپ کا سربراہ ہوا اور انتہائی سختی کے ساتھ پیرس کے مزدوروں کی بغاوت کو کچل دیا۔

27۔ لینن نے امکانی شرح تنخواہ کے جن اعداد کا حوالہ دیا ہے وہ 1917 کے دوسرے نصف حصے کے کاغذی نوٹوں میں دئے گئے ہیں۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران روس میں کاغذی روبل کافی کم قیمت ہو گیا۔

28۔ لاسال والے۔ جرمن پیٹی بورژوا سوشلسٹ لاسال کے حامی اور پیرو اور کل جرمن مزدور یونین کے ممبر جو 1863 میں لائپزگ کی مزدور انجمنوں کی کانگرس میں قائم کی گئی تھی۔ ان بورژوا ترقی پسندوں کے خلاف جو مزدور طبقے پر اپنا

اثر ڈالنا چاہتے تھے۔اس یونین کے پہلے صدر، اس کے پروگرام کی تشکیل کرنے والے اور بنیادی طریقہ کار بنانے والے لاسال تھے۔عام حق رائے دہی کے لئے جدوجہد کل جرمن مزدور یونین کا سیاسی پروگرام تھا اور ریاست کی امداد سے قائم کی ہوئی پیداواری کام کرنے والے مزدوروں کی انجمنوں کا قیام اس کا معاشی پروگرام تھا۔اپنی عملی سرگرمیوں میں لاسال والوں نے بسمارک کی عظیم طاقت والی پالیسی اور پروشیا کی قیادت کی حمایت کی۔اینگلز نے 27 جنوری 1865 کا مارکس کو لکھا" معروضی طور پر پروشیا والوں کے حق میں یہ مزدور تحریک کے ساتھ کمینہ پن اور غداری تھی" مارکس اور اینگلز نے لاسال والوں کے،طریقہ کار اور تنظیم کے اصولوں پر کئی بار سخت تنقید کی اور کہا کہ جرمنی کی مزدور تحریک میں یہ موقع پرستی کا رجحان ہے۔

29۔شائی لاک، مشہور انگریز ڈرامہ نگار شیکسپیئر کی کامیڈی" مرچنٹ آف وینس" کا ایک کردار جو سخت اور سنگدل سود خور تھا۔اس نے اپنے تمسک میں یہ بے حمانہ شرط رکھی تھی کہ بروقت قرض ادا نہ ہونے پر وہ قرضدار کے جسم سے ایک پونڈ گوشت کاٹ لے گا۔

30۔بورساک۔مذہبی تعلیم گاہوں کے طالب علم جن کے رسوم روسی مصنف پومیالوفسکی نے اپنی تصنیف "بورسا کے خاکے" میں لکھے ہیں۔بورسا۔زار شاہی روس میں مذہبی تعلیم گاہوں کی اقامت گاہیں۔

31۔پہلی انٹرنیشنل کی ہیگ کانگرس 2 سے 7 ستمبر 1872 تک ہوئی۔ اس میں مارکس اور اینگلز نے شرکت کی۔اس کانگرس کے 65 مندوبین تھے اور ایجنڈے میں یہ مسائل تھے (ا) جنرل کونسل کے اختیارات (2) پرولتاریہ کی سیاسی سرگرمی وغیرہ۔کانگرس کی پوری کارروائی کے دوران باکونین کے حامیوں سے سخت

جدو جہد رہی۔ کانگرس نے جنرل کونسل کے اختیارات وسیع کرنے کا فیصلہ کیا۔ "پرولتاریہ کی سیاسی سرگرمی" کے مسئلے پر کانگرس کے فیصلے میں کہا گیا تھا کہ پرولتاریہ کا سماجی انقلاب کی فتح کے لئے خود اپنی پارٹی منظم کرنی چاہئے اور اس کا عظیم فریضہ سیاسی اقتدار احاصل کرنا ہے۔ اس کانگرس میں باکونین اور گیلوم کو انٹرنیشنل سے نکال دیا گیا۔

32۔ زرایا"۔ مارکسی سائنسی سیاسی رسالہ 1902-1901 میں اشٹوٹگارٹ سے "اسکرا" اخبار کے ادارتی بورڈ سے قانونی طور پر شائع ہوتا رہا۔ یہ رسالہ بین اقوامی اور روسی موقع پرستی پر نکتہ چینی کرتا تھا اور مارکس ازم کی نظریاتی بنیادوں کا حامی تھا۔

33۔ یہاں ذکر دوسری انٹرنیشنل کی پانچویں بین اقوامی کانگرس کا ہے جو 23 سے 27 ستمبر 1900 تک پیرس میں ہوئی۔ بنیادی سوال "سیاسی اقتدار کا حصول اور بورژوا پارٹیوں سے اتحاد" پر جس کا تعلق والدیک۔ روسو کی رجعت پرست حکومت میں ملیران کی شرکت سے تھا، کانگرس کی اکثریت نے کاؤتسکی کی تجویز کو منظور کیا۔ تجویز میں کہا گیا تھا کہ "انفرادی طور پر کسی سوشلسٹ کی بورژوا حکومت میں شرکت کو سیاسی اقتدار کے حصول کی نارمل ابتدا نہیں سمجھا جا سکتا بلکہ اس کو کٹھن صورحال سے جدوجہد کرنے کا مخصوص اور وقتی ذریعہ سمجھا جا سکتا ہے "بعد میں بورژوازی سے اپنے اتحاد کو صحیح قرار دینے کے لئے موقع پرست اکثر قرارداد کی اس دفعہ کا حوالہ دیتے تھے۔

34۔ برنشٹائن ازم۔ بین اقوامی سوشل ڈیموکریسی میں موقع پرست اور مارکس ازم دشمن رجحان جو 19 ویں صدی کی آخر میں جرمنی میں پیدا ہوا اور برنشٹائن

کے نام سے مشہور رہوا، جو انتہائی علانیہ طور پر ترمیم پرستی کا اظہار کرنے والا تھا۔

35۔ دیکھیے مارکس کا "لوئی بوناپارٹ کا 18واں برومیر"۔

36۔ دیکھئے "کمیونسٹ پارٹی کے مینی فیسٹو" کے 1872 کے جرمن ایڈیشن کے لئے مارکس اور اینگلز کا پیش لفظ۔

37۔ دیکھئے مارکس کی تصنیف "فرانس میں خانہ جنگی"۔

38۔ دیکھئے مارکس اور اینگلز۔ "مرکزی کمیٹی کا کمیونسٹ یونین سے خطاب"۔

39۔ دیکھئے مارکس کی تصنیف "فرانس میں خانہ جنگی"۔

40۔ یہاں سڈنی اور بیاٹریس ویب کی کتاب "برطانوی ٹریڈ یونین ازم کے نظریے اور عمل" نامی کتاب کا ذکر ہے۔

41۔ "سوشلسٹ ماہنامہ"۔ (sozialistische monatshefte)۔ جرمن موقع پرستوں کا خاص ترجمانوں میں سے تھا۔ یہ برلن سے 1897 سے 1933 تک شائع ہوتا رہا اور پہلی عالمی جنگ (1914-1918) کے دوران اس نے سوشل شاونسٹ رویہ اختیار کیا۔

42۔ ژوریسیسٹ۔ فرانسی اور بین اقوامی سوشلسٹ تحریک کے ممتاز کارکن ژورلیس کے حامی۔ ژورلیس نے جمہوریت، عوام کی آزدیوں اور امن کے حق میں اور سامراجی ظلم وستم اور قبضہ گیر جنگوں کے خلاف جدوجہد کی۔ پھر بھی ژورلیس اور اس کے حامیوں نے مارکس ازم کے بنیادی اصولوں میں ترمیم کی کوشش کی۔ ژرولیس کے حامیوں کا خیال تھا۔ کہ سوشلزم کی فتح بورژوا سے پرولتاریہ کی طبقاتی جدوجہد کے ذریعہ نہ ہوگی بلکہ "جمہوری خیالات کے پروان چڑھنے" کا نتیجہ

ہوگی ۔وہ ظالم اور مظلوم کے درمیان طبقاتی امن کے پرچارک تھے اور کوآپریٹیو سسٹم کے پرودھونی دھوکے میں گرفتار تھے۔ ان کا خیال تھا کہ سرمایہ داری کے حالات میں بھی کوآپریٹیو کی رفتہ رفتہ ترقی سے سوشلزم تک پہنچا جا سکے گا۔ 1902 میں ژورلیس کے حامیوں نے فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی بنائی جس کی پوزیشن اصلاح پرست تھی۔ 1905 میں اس پارٹی نے فرانس کی گیدیسٹ سوشلسٹ پارٹی کے ساتھ مل کر واحد پارٹی بنائی جس کا نام فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی پڑا۔ لینن نے ژرولیس اور اس کے حامیوں کے اصلاح پرست نظریات پر سخت تنقید کی۔ ژورلیس کی امن کے لئے اور جنگ چھڑنے کے خطرے کے خلاف جدوجہد نے سامراجی بورژوا میں اس کے لئے نفرت پھیلا دی۔ پہلی عالمی جنگ چھڑنے سے پہلے ژورلیس کو رجعت پرست چھوؤں نے قتل کر دیا۔ پارٹی عالمی جنگ کے دوران جب کہ فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی کی قیادت ژورلیس کے حامیوں کے ہاتھ میں تھی، انہوں نے کھلم کھلا سامراجی جنگ کی حمایت کی اور سوشل شاونزم کی پوزیشن اختیار کی۔

43۔ اطالوی سوشلسٹ پارٹی 1892 میں قائم کی گئی۔ اپنے قیام کے وقت سے ہی پارٹی کے اندر دو رجحانات یعنی موقع پرستی اور انقلابیت کے درمیان سخت نظریاتی جدوجہد شروع ہوگئی جو پارٹی کی پالیسی اور طریقہ کار کے بارے میں تھی۔ 1912 میں ریجو ایملئی کی کانگرس میں بائیں بازو کے دباؤ سے اصلاح پرستوں (بوٹومی اور بیسولاتی وغیرہ) کو جو جنگ اور حکومت اور بورژوازی کی مدد کے حق میں تھا۔ (۲) مرکزی بازو_ پارٹی کی اکثریت کو متحد کر کے یہ نعرہ دے رہا تھا "جنگ میں شرکت نہ کرو اور تھوڑ پھوڑ نہ کرو" اور (۳) بایاں بازو _ جنگ کے خلاف زیادہ قطعی رائے رکھتا تھا لیکن اس کے خلاف مسلسل جد و جہد کی تنظیمی کوششوں

میں کامیاب نہ تھا۔ بائیں بازو والے سامراجی جنگ کو خانہ جنگی میں تبدیل کرنے اور قطعی طور پر اصلاح پرستوں اور بورژوازی سے تعاون کرنے والوں سے الگ ہونے کی ضرورت کو نہیں سمجھتے تھے۔ 1914 میں لوگانو میں اطالوی سوشلسٹوں نے سوئزرلینڈ کے سوشلسٹوں کے ساتھ مل کر کانفرنس کی اور زمروالڈ (1915) اور کین تال (1916) کی بین الاقوامی سوشلسٹ کانفرنسوں میں سرگرمی سے حصہ لیا۔

1916 کے آخر میں اطالوی سوشلسٹ پارٹی نے سوشل پیسیفی ازم Social Paxifism کا راستہ اختیار کیا۔

44۔ فیبین۔ دیکھئے تشریحی نوٹ

45۔ برطانوی انڈیپنڈنٹ لیبر پارٹی Independent Labour Party۔ 1893 میں یہ اصلاح پرست تنظیم ''نئی ٹریڈ یونینوں'' کے لیڈروں نے ہڑتالوں کی بڑھتی ہوئی جدوجہد اور بورژوا پارٹیوں سے برطانوی مزدور طبقے کے چھٹکارے کی تحریک زور پکڑنے کے حالات میں بنائی۔ اس پارٹی میں ''نئی ٹریڈ یونینوں'' اور معتدد پرانی ٹریڈ یونینوں کے ممبر، دانش وروں اور پیٹی بورژوازی کے نمائندے شامل ہو گئے جو فیبین لوگوں کے زیر اثر تھے۔ پارٹی کے لیڈر کیئر ہارڈی اور ریمزے میکڈانلڈ تھے۔ انڈیپنڈنٹ لیبر پارٹی نے اپنے وجود کے وقت سے ہی بورژوا اصلاح پرست رویہ اختیار کئے رکھا۔ جدوجہد کی پارلیمانی شکل اور لبرل پارٹی کے ساتھ پارلیمانی سمجھوتوں کی طرف زیادہ توجہ کی۔ لینن نے لکھا کہ ''عمل میں یہ ہمیشہ بورژوازی پر تکیہ کرنے والی موقع پرست پارٹی رہی ہے۔''

پہلی عالمی جنگ کی ابتدا میں انڈیپنڈنٹ لیبر پارٹی نے جنگ کے خلاف ایک مینی فیسٹو شائع کیا لیکن جلد ہی اس نے سوشل شاونزم کی پوزیشن اختیار کر لی۔

ناموں کا اشاریہ

اسپنسر۔ Spenser۔ ہربرٹ۔ برطانوی فلسفی، ماہر نفسیات و سماجیات۔ثبوتی فلسفے کا نمایاں نمائندہ۔ وہ ''سماج کا طبعی نظریہ'' نامی تھیوری کے بانیوں میں سے تھا۔سماجی بابرابری کو منصفانہ قرار دینے کی کوشش میں اس نے انسانی سماج کو جسم حیوانی سے مشابہت دی اور بقا کی جدوجہد کے حیاتیاتی نظریے کو انسانی تاریخ سے جوڑ دیا۔اسپینسر کے رجعت پرست فلسفیانہ اور عمرانی خیالات نے اس کو برطانوی بورژوازی کا بہت ہی مقبول نظریہ دان بنا دیا۔ اس کی خاص تصنیف System of Synthetic Philosophy ہے۔

استرووے، پ، ب۔ 1870-1944۔ روسی بورژوا ماہر معاشیات، صحفہ اور آئینی جمہوری (کیڈٹ) پارٹی کا ایک لیڈر۔ انیسویں صدی کی آخری دہائی میں وہ ''قانونی مارکس ازم'' کا نمایاں علمبردار تھا۔اس نے مارکس کے معاشی اور فلسفیانہ نظریات پر ''نکتہ چینی'' کی اور ان میں ''ترمیمات'' پیش کیں۔اس بات کی کوشش کی کہ مارکس ازم اور مزدور تحریک کو بورژوا مفادات کے لئے استعمال کیا جا سکے۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد وہ سوویٹ اقتدار کا سخت دشمن اور ورانگیل کی انقلاب دشمن حکومت کا ممبر رہا۔پھر انتقال وطن کر گیا۔

اسٹاؤننگ۔ستائننگ، تورووالد آگسٹ ماری نوس۔ 1873-1942۔ ڈنمارک کا ریاستی کارکن، ڈنمارک کے سوشل ڈیموکریٹوں کے دائیں بازو اور دوسری انٹرنیشنل کا ایک لیڈر اور صحافی۔ 1914-1918 کی عالمی سامراجی جنگ میں وہ سوشل شاونسٹ تھا۔ 1916-20 میں ڈنمارک کی بورژوا حکومت میں وہ وزیر بے قلمدان ہو گیا۔بعد کو وہ سوشل ڈیموکریٹک حکومت اور بورژوا ریڈیکلوں

اور دائیں بازو کے سوشل ڈیموکریٹوں کی مخلوط حکومت کا سربراہ ہوا۔

اشٹرنر ماکس۔ Stirner ۔ (1806-1856) جرمن فلسفی، بورژوا انفرادیت اور انارکزم کا نظیہ دان۔ اس نے 1843 میں اپنی کتاب Der Einzige und sein Eigentum (فرد اور اس کی ملکیت) میں اپنے نظریات پیش کئے۔ مارکس اور اینگلز نے اس پر متواتر نکتہ چینی کی۔

اسکوبیلیف، م، ای۔ (1880- 1939) 1903 سے سوشل ڈیموکریٹک تحریک میں منشویک کی حیثیت سے شریک ہوا۔ 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ میں اس نے مرکزیت پرست پوزیشن اختیار کی۔ فروری 1917 کے بورژوا جمہوری انقلاب کے بعد وہ پیٹر گرادسوویٹ کا نائب صدر، مرکزی انتظامیہ کمیٹی کے پہلے اجلاس کا نائب صدر ہوا۔ مئی سے اگست 1917 تک بورژوا عارضی حکومت میں وزیر محنت رہا۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد اس نے منشویزم کو مسترد کر دیا۔ کوآپریٹو انجمنوں کا کارکن رہا اور پھر غیر ملکی تجارتی کی عوامی کمساریت میں آ گیا۔

اوکسینتیف، ن، د۔ 1878- 1943 ۔ سوشلسٹ انقلابیوں کی پارٹی کا ایک لیڈر اور اس کی مرکزی کمیٹی کا ممبر۔ عالمی سامراجی جنگ کے دوران سخت سوشل شاونسٹ بن گیا۔ فروری 1917 کے بورژوا جمہوری انقلاب کے بعد کسانوں کے مندوبین کی کل روس سوویٹ کی انتظامیہ کمیٹی کا صدر اور دوسری مخلوط عارضی حکومت میں وزیر داخلہ ہوا۔ بعد کو انقلاب دشمن" روسی ریپبلک کی عارضی کونسل" (پارلیمانی ادارہ) کا صدر رہا۔ اکتوبر انقلاب دشمن بغاوتوں کے ناظموں میں سے تھا۔

اینگلز، فریڈرک۔ 1820-1890۔ سائنسی کمیونزم کے بانیوں میں سے تھے۔ وہ بین الاقوامی پرولتاریہ کے معلم اور کارل مارکس کے دوسرا اور رفیق کار تھے۔

ب

باکونین، م، ا۔ 1814-1876۔ نرودازم اور انارکزم کا ایک نظریہ دان۔ 1840 سے روس کے باہر رہا اور جرمنی میں 49-1848 کے انقلاب میں حصہ لیا۔ پہلی انٹرنیشنل میں آیا اور، اور مارکس ازم کی سخت مخالفت کی۔ باکونین نے ہر طرح کی ریاست کو ماننے سے انکار کیا جن میں پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ بھی شامل تھی۔ وہ پرولتاریہ کے عالمی تاریخی رول کو نہیں سمجھتا تھا۔ اس نے مزدور طبقے کی خود مختار سیاسی پارٹی بنانے کی کھلم کھلا مخالفت کی کی مزدور طبقے کو سیاسی سرگرمیوں میں حصہ نہ لینا چاہئے۔ 1872 میں باکونین کو اپنی نفاق پھیلانی والی سرگرمیوں کی وجہ سے پارٹی سے نکال دیا گیا۔

براکے، ولہلم۔ 1842-1880۔ جرمن سوشلسٹ، کتابوں کا پبلشر اور ڈیلر اور آئنز یناخ پارٹی (1869) کے بانیوں اور لیڈروں میں سے تھا۔ وہ پارٹی کے لٹریچر کے خاص اشاعت اور نشر کرنے والوں میں سے تھا۔

برانٹنگ، کارل، یالمر۔ (1860- 1920) سویڈن کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی اور دوسری انٹرنیشنل کے لیڈروں میں سے تھا اور موقع پرست تھا۔ 1877 کے دوران (وقفوں کے ساتھ) پارٹی کے مرکزی ترجمان اخبار Socialdemokraten (سوشل ڈیموکریٹ) کا ایڈیٹر اور 1897 اور 1925 کے درمیان ریکسداغ کا ممبر رہا۔ 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ کے دوران وہ سوشلست شاونسٹ ہوگیا۔ 1917 میں اس نے ایڈین کی مخلوط لبرل

سوشلسٹ حکومت میں شرکت کی اور سوویٹ روس کے کلاف مسلح مداخلت کی حمایت کی۔

برنژ ٹائن، ایڈورڈ۔ (1850- 1932)۔ جرمن سوشل ڈیموکریسی کے انہتا پسند موقع پرست بازو اور دوسری انٹرنیشنل لیڈر، ترمیم پرستی اور اصلاح پرستی کا نظریہ داں۔ آٹھویں دہائی کے وسط سے اس نے سوشل ڈیموکریٹک تحریک میں حصہ لیا۔ 1881 سے 1889 تک جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے مرکزی ترجمان اخبار Socialademocraten (سوشل ڈیموکریٹ) کا ایڈیٹر رہا۔ 1896 میں رسالہ Die Neue Zetit (نیا زمانہ) میں اس کے مضامیں کا سلسلہ ''سوشلزم کے مسائل'' چھپتا رہا جو بعد کو ایک علیحدہ کتاب کی شکل میں ''سوشلزم کے لوازمات اور سوشل ڈیموکریسی کے فریضے'' کے نام سے شائع کیا گیا۔ اس میں انقلابی مارکس ازم کے فلسفیانہ، معاشی اور سیاسی اصولوں میں کھلم کھلا ترمیم کی کوشش کی گئی۔ برنشٹائن کا کہنا تھا کہ سرمایہ داری میں مزدوروں کی معاشی حالت بہتر بنانے کے لئے اصلاحات کی جد وجہد مزدور تحریک کا خاص مقصد ہے۔ اس سلسلے میں اس نے یہ فارمولا پیش کیا، تحریک سب کچھ ہے'' مختتم مقصد کچھ نہیں۔'' عالمی سامراجی جنگ کے دوران اس نے مرکزیت پرست پوزیشن اختیار کی اور اپنے سوشل شاونزم کو بین الاقوامیت کے جملوں کے پردے میں چھپانا چاہا۔ بعد کے برسوں میں بھی وہ سامراجی بورژوازی کی پالیسی کی حمایت کرتا رہا اور اکتوبر سوشلسٹ انقلاب اور سوویٹ ریاست پر حملے کئے۔

بریشکو۔ بریشکوفسکایا، اے۔ک (1844 1934)۔ سوشلسٹ انقلابی پارٹی کی ناظمہ اور لیڈر جو اس پارٹی کے انتہا پسند دائیں بازو کی ممبر تھی فروری

1917 کے بورژوا جمہوری انقلاب کے بعد اس نے عارضی حکومت کی حمایت کی۔ وہ سامراجی جنگ "فتحیاب اختتام" تک جاری رکھنے کی حامی تھی۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد اس نے سرگرمی کے ساتھ سوویت حکومت کی مخالفت کی۔

بسمارک (bismarck)، آٹو۔ ایڈورڈ لیوپولڈ (1898 1815)۔ پرویشا اور جرمنی کا ریاستی کارکن اور مدبر۔ بسمارک کا خاص مقصد چھوٹی مٹی ہوئی جرمن ریاستوں کو متحدہ کرنا اور یونکر پروشیا کی حکمرانی میں جرمنی کی متحدہ سلطنت کا چانسلر ہوا اور بیس سال یک جرمنی کی ساری داخلہ وخارجہ پالیسی زمیندار_ یونکروں کے مفادات کے لئے چلاتا رہا اور ساتھ ہی اس کے لئے بھی کوشاں رہا کہ یونکروں اور بڑی بورژازی کے درمیان اتحاد ہو جائے۔ 1878 میں اس کے اصرار پر بنائے ہوئے سوشلسٹ دشمن ہنگامی قانون کے ذریعہ مزدور طبقے کی تحریک کا گلا گھونٹنے کی کوشش میں جب اس کو نا کامیابی ہوئی تو اس نے عوام کو فریب دینے والا سماجی قانون سازی کا پروگرام بنایا اور بعض درجوں کے مزدوروں کے لئے لازمی بیمے کا قانون نافذ کیا۔ بہر حال چھوٹی چھوٹی رعایتوں سے مزدور تحریک کو کمزور کرنے کی بسمارک کی کوشش نا کام ہوئی اور 1890 میں اس کو استعفیٰ دینا پڑا۔

بونا پارٹ، لوئی۔ دیکھئے نپولین سوم۔

بیبل (bebel) آگسٹ (1913-1840)۔ جرمن سوشل ڈیموکریسی اور بین اقوامی مزدور تحریک کا ایک بہت ہی نمایاں کارکن۔ اپنی سیاسی سرگرمیاں انیسویں صدی کی ساتویں دہائی کی ابتدا میں شروع کر کے پہلی انٹرنیشنل کا ممبر ہو گیا۔ 1869 میں اس کے۔ و۔ لیبکنخت کے ساتھ ملکر جرمن سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی (آئیز ینا خ والوں کی) کی بنیاد ڈالی اور متواتر ریشاغ میں منتخب ہوتا رہا۔ دسویں

دہائی اور بیسویں صدی کی ابتدا میں اس نے جرمن سوشل ڈیموکریٹ پارٹی کی صفوں میں اصلاح پرستی اور ترمیم پرستی کی مخالفت کی۔ برنشٹائن کے پیروؤں کے خلاف اس کی تقریروں کو لینن "مارکسی نظریات کے دفاع اور مزدوروں کی پارٹی کے حقیقی سوشلسٹ کردار کے لئے جدوجہد کا نمونہ "خیال کرتے تھے۔

بیسولاتی (bissolati)، لیونڈ (1857-1920)۔ اطالوی سوشلسٹ پارٹی کے بانیوں میں سے تھا اور اس کے شدید دائیں اصلاح پرست بازو کا لیڈر۔ 1912 میں اس کو اطالوی سوشلسٹ پارٹی سے نکال دیا گیا اور اس نے "سماجی اصلاح پرست پارٹی" بنالی۔ 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ کے دوران وہ سوشل شاونست رہا اور اتحاد ثلاثہ کے ساتھ جنگ میں اٹلی کی شرکت کی وکالت کرتا تھا۔ 1916 اور 1918 کے درمیان وہ وزیر بے قلمدان تھا۔

پ۔ پاچینسکی، پ۔ ای۔ (سال انتقال 1930) انجینیر جس نے "پرودواگول" نامی سینڈیکیٹ منظم کیا۔ وہ بینکوں کے حلقوں سے گہرے تعلقات رکھتا تھا۔ فروری 1917 کے بورژوا جمہوری انقلاب کے بعد وہ بورژوا عارضی حکومت میں وزیر تجارت وصنعت ہوگیا۔ اس نے صنعت کاروں کی طرف سے کی ہوئی توڑ پھوڑ منظم کی اور جمہوری تنظیموں کے خلاف جدوجہد کرتا رہا۔

پانے کوک (panneckock)، انتونی (1873-1920) ہالینڈ کا سوشل ڈیموکریٹ۔ 1910 سے بائیں بازو کے جرمن سوشل ڈیموکریٹوں سے اس کے قریبی تعلقات تھے۔ 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ کے دوران وہ انٹرنیشنلسٹ رہا۔ اس نے بائیں بازو کے زمروالڈ کے نظریاتی ترجمان رسالے vorbte ("پیش گو") کی اشاعت میں حصہ لیا۔ 1918 اور 1921 کے

درمیان وہ ہالینڈ کی کمیونسٹ پارٹی کا ممبر رہا اور کمیونسٹ انٹرنیشنل کے کام میں حصہ لیا۔ وہ انتہا پسند بائیں بازو کے گروہ بندانہ خیالات رکھتا تھا۔ 1921 میں پانے کوک نے کمیونسٹ پارٹی چھوڑ دی اور جلد ہی سیاسی سرگرمیوں سے الگ ہو گیا۔ صفحات 137,132,130۔

پرودھون (proudhon)۔ پیئر ژوزیف (1865-1809)۔ فرانسیسی صحافی ماہر معاشیات وسماجیات، پیٹی بورژوازی کا نظریہ داں اور انارکزم کے بانیوں میں سے تھا۔

پلیخانوف، گ۔ و۔ (1918-1856) روسی اور بین اقوامی مزدور تحریک کا نمایاں کارکن اور روس میں مارکس ازم کا پہلا پرچارک۔ 1883 میں پلیخانوف نے پہلی روسی مارکسی تنظیم جنیوا میں "محنت کی نجات کا گروپ" کے نام سے بنائی۔ اس نے نرودازم اور بین اقوامی مزدور تحریک میں ترمیم پرستی کے خلاف جدوجہد کی۔ موجودہ صدی کی ابتدا میں وہ اخبار "اسکرا" اور رسالہ "زاریا" کے ایڈیٹوریل بورڈ میں سے تھا۔ 1883 اور 1903 کے درمیان پلیخانوف نے متعدد تصانیف کیں جنہوں نے مادی دنیا کے کے دفاع اور اشاعت میں بڑا رول ادا کیا۔ بہر حال اس وقت بھی اس نے کئی سنگین غلطیاں کیں جو آیندہ اس کے منشویک خیالات کی بنیاد بنیں۔ روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی دوسری کانگرس کے بعد پلیخانوف نے موقع پرستی کی طرف صلح جویانہ رویہ اختیار کیا اور پھر منشویکوں میں شامل ہو گیا۔ پہلے روسی انقلاب کے دوران اس نے تمام بڑے بڑے مسائل پر منشویکوں کی حمایت کی۔ 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ میں اس نے سوشل شاونست پوزیشن اختیار کی۔ فروری 1917 کے بورژوا ڈیموکریٹک انقلاب کے

بعد وطن واپس آ کر اس نے بالشویکوں اور سوشلسٹ انقلاب کی اس خیال سے مخالفت کی کہ روس میں سوشلزم کی طرف عبور کرنے کے لئے پختگی نہیں ہے۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کی طرف منفی رویہ اختیار کیا لیکن سوویت اقتدار کے خلاف نہیں لڑا۔

پوتریسوف، ا۔ن۔(1869-1934)۔منشویکوں کا لیڈر۔18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ کے دوران وہ سوشل شاونست ہوگیا۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد سوشلسٹ انقلاب کے بعد اس نے انتقال وطن کالیا۔

پومیا لوفسکی، ن۔گ۔(18301863)۔ روسی جمہوری مصنف۔ اپنی تصانیف میں اس نے روس کے مطلق العنان نوکر شاہی نظام، تشدد اور من مانی حکومت پر حملے کئے ہیں۔

ت۔تریویس(treves)کلاؤدیو(1868-1933)۔ اٹلی کی سوشلسٹ پارٹی کا اصلاح پرست لیڈر۔ 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ دوران مرکزیت پرست رہا۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کی طرف مخاصمانہ رویہ اختیار کیا۔ اطالوی سوشلسٹ پارٹی میں نفاق(1922)کے بعد وہ اصلاح پرست unitarian سوشلسٹ پارٹی کا ایک لیڈر رہوا۔

تسرے تیلی، ای۔گ۔ (1882-1959)۔منشویک لیڈر، 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ کے دوران مرکزیت پرست ہوگیا۔فروری 1917 کے بورژوا جمہوری انقلاب کے بعد وہ بورژوا عارضی حکومت میں وزیر ڈاک وتار اور جولائی کے واقعات کے بعد وزیر داخلہ ہوا اور بالشویکوں پر جبر وتشدد منظم کیا۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد وہ جارجیا میں انقلاب دشمن منشویک

حکومت کا لیڈر بنا۔ جارجیا میں سوویت اقتدار کی فتح کے بعد انتقال وطن کر گیا۔

تو راتی (turati) فیلیپو (1857-1932)۔ اٹلی کی مزدور تحریک کا کارکن، اطالوی سوشلسٹ پارٹی (1892) کا ایک ناظم اور اس کے دائیں، اصلاح پرست بازو کا لیڈر۔ 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ کے دوران مرکزیت پرست ہوگیا۔ وہ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے خلاف تھا۔ اطالوی سوشلسٹ پارٹی میں نفاق (1922) کے بعد اصلاح پرست unitarian سوشلسٹ پارٹی کا سربراہ ہوگیا اور 1926 میں وہ فسطائی اٹلی سے فرانس منتقل ہوگیا۔

تو گان۔ برانوفسکی، م۔ ای۔ (1865-1919)۔ روسی بورژوا ماہر معاشیات 19 ویں صدی کی آخری دہائی وہ "قانونی مارکس ازم" کا علمبردار تھا۔ 1905-7 کے انقلابی دور میں آئینی جمہوری (کیڈیٹ) پارٹی کا ممبر تھا۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد اس نے یوکرین میں انقلاب دشمن کارروائیاں کیں۔

چ۔ چیرنوف، و۔ م۔ (1876-`956)۔ سوشلسٹ انقلابی پارٹی کا ایک لیڈر اور نظریہ داں۔ 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ کے زمانے میں وہ بائیں بازو کے خیالات کا اظہار محض زبانی کرتا رہا لیکن حقیقت میں اس نے سوشلسٹ شاونست پوزیشن اختیار کی۔ 1917 میں بورژوا عارضی حکومت میں وزیر زراعت تھا۔ اس نے ان کسانوں کے خلاف جنہوں نے بڑے بڑے جاگیرداروں کی زمینوں پر قبضہ کرلیا تھا ظالمانہ زور و ظلم کے طریقے استعمال کئے۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد اس نے بغاوتیں کیں۔ انتقال وطن کر گیا اور بیرون ملک سے اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔

ڈ۔ ڈیورنگ (duhring)، ایوگینی (1833-1912)۔ جرمن فلسفی، ماہر معاشیات اور پیٹی بورژوا نظریہ داں۔

ڈیوڈ (david)۔ ایڈورڈ (1863-1930)۔ جرمن سوشل ڈیموریٹک پارٹی کے دائیں بازو کا ایک لیڈر اور ترمیم پرست تھا۔ وہ پیشے کے لحاظ سے ماہر معاشیات تھا۔ ڈیوڈ جرمن موقع پرستوں کے رسالے sozialistische monatshefte ("سوشلسٹ ماہنامہ") کے بانیوں میں سے تھا۔ 1903 سے وہ ریشتاغ کا ممبر ہوا۔ وہ 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ میں سوشل شاونست رہا۔

ر۔ رادیک، ک۔ ب۔ (1885-1939)۔ 19 ویں صدی کی آخری دہائی کی ابتدا سے گالیشا، پولینڈ اور جرمنی کی سوشل ڈیموکریٹک تحریک میں سرگرمی سے حصہ لیتا رہا اور بائیں بازو کے جرمن سوشل ڈیموکریٹوں کی اشاعتوں کے لئے لکھتا رہا۔ 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ میں اس نے انٹرنیشنلسٹ کی پوزیشن اختیار کی لیکن مرکزیت پرستی کی طرف ڈگمگاتا رہا۔ قوموں کے حق خود اختیاری کے بارے میں اس نے غلط پوزیشن اختیار کی۔ 1917 میں بالشویک پارٹی میں آیا اور معاہدہ بریست کے موقع پر "بائیں بازو کا کمیونسٹ" ہوگیا۔ 1927 کی سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کی 15 ویں کانگرس نے اس کو پارٹی سے نکال دیا کیونکہ وہ 1923 سے ترتوسکی والے مخالف گروپ کا سرگرم کارکن رہا تھا۔ 1936 میں پھر پارٹی دشمن سرگرمیوں کے لئے نکالا گیا۔

روبانوچ، ای۔ ا۔ (-1860-1920)۔ سوشلسٹ انقلابیوں کا لیڈر اور انٹرنیشنل سوشلسٹ بیورو کا ممبر۔ 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ میں سوشل

شاونست تھا۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد اس نے سوویت اقتدار کی مخالفت کی۔

روسانوف، ن۔س۔ (سال پیدائش 1859) صحافی پہلے نرودنک تھا، پھر سوشلسٹ انقلابی ہوگیا۔ تارک رطن کی حیثیت سے اس کی ملاقات فریڈرک اینگلز سے ہوئی۔ 1905 میں وہ کئی سوشلسٹ انقلابی اخباروں کا ایڈیٹر رہا۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد اس نے انتقال وطن کرلیا۔

رینا ڈیل (renaudel) پیئر (1871-1935)۔ فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی کا یک اصلاح پرست لیڈر۔ 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ میں وہ سوشل شاونست تھا۔ 1927 میں سوشلسٹ پارٹی کی قیادت سے علیحدہ ہوگیا اور 1933 میں پارٹی سے نکال دیا گیا۔ بعد کو اس نے ایک چھوٹا سا نیا سوشلسٹ گروپ قائم کیا۔

ز۔ زین زینوف، و۔م۔ (لاسال پیدائش 1881)۔ سوشلسٹ انقلابی پارٹی کا لیڈر اور اس کی مرکزی کمیٹی کا ممبر۔ اس نے 18-1914 کی عالمی جنگ میں "دفاع وطن" کے طریقہ کار کی وکالت کی۔ 1917 میں پیٹروگراد سوویت کی انتظامیہ کمیٹی کا ممبر رہا اور بورژوازی کے ساتھ بلاک بنانے کی حمایت کی۔ سوشلسٹ انقلابی پارٹی کے ترجمان اخبار "دیلو نارودا" کے ایڈیٹروں میں سے تھا۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد وہ سوویت اقتدار کا دشمن ہوگیا اور روس سے انتقال وطن کرگیا۔

ژ۔ ژورلیس (jaures) ژاں (1859-1914)۔ فرانسیسی اور بین اقوامی سوشلسٹ تحریک کا ممتاز کارکن اور مورخ۔ 185 سے 1889۔ تک،

1893 سے 1897 تک اور 1902 سے 1914 تک فرانسیسی پارلیمنٹ کا ممبر رہا اور پارلیمانی سوشلسٹ گروپ کے لیڈروں میں سے تھا۔ 1904 میں اس نے l,humanite اخبار ("انسانیت") کی بنیاد ڈالی اور آخر زندگی تک اس کا ایڈیٹر رہا۔ ژورلیس نے جمہوریت، عوام کی آزادیوں اور امن کی حمایت اور سامراجی ظلم وستم اور قبضہ گیر جنگوں کی مخالفت کی۔ اس کو یقین تھا کہ صرف سوشلزم ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنگوں اور نوآبادیاتی ظلم وستم کو ختم کر سکتا ہے۔ لیکن ژورلیس کا خیال تھا کہ سوشلزم کی فتح بورژوازی کے خلاف پرولتاریہ کی جدوجہد سے نہیں بلکہ "جمہوریت کے ذریعے پروان چڑھنے سے ہوگی۔" لینن نے ژورلیس کے اصلاح پرست خیالات پر کڑی نکتہ چینی کی جو اس کو موقع پرستی کی طرف لے جا رہے تھے۔ ژورلیس کی امن حق میں اور جنگ کے بڑھتے ہوئے خطرے کے خلاف جدوجہد نے سامراجی بورژوا میں اس کی طرف سے نفرت کی آگ بھڑکا دی اور 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ شروع ہونے سے قبل رجعت پرستوں کے گرگوں نے اس کو قتل کر دیا۔

س۔ سامبا (sembat) مارسیل (1826-1922)۔ فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی کا ایک اصلاح پرست لیڈر اور صحافی۔ 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ میں سوشل شاونست تھا۔ اگست 1914 سے ستمبر 1917 تک فرانس میں سامراجی حکومت "برائے قومی دفاع" میں پبلک خدمات کا وزیر رہا۔ فروری 1915 میں لندن میں اس نے اتحاد ثلاثہ کے ملکوں کے سوشلسٹوں کی کانفرنس میں شرکت کی جس کا مقصد ان کو سوشل شاونست پلیٹ فارم پر متحد کرنا تھا۔

ش۔ شیڈ مان (scheidemann) فلیپ (1865-1939)۔

جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے انتہاپرست موقع پرست دائیں بازو کے لیڈروں میں سے تھا۔ 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ کے دوران وہ سخت سوشل شاونست رہا۔ جرمنی کے نومبر 1918 کے انقلاب کے دوران وہ نام نہاد "عوامی نمائندوں کی کونسل" کا ممبر تھا جس میں اس نے اسپارٹاک گروپ کے ممبروں کے خلاف غارت گر ایجی ٹیشن کی ہمت افزائی کی۔ فروری سے جون 1919 تک وہ وےئمار ریپبلک کی مخلوط حکومت کا سربراہ رہا۔ 1918 اور 1912 کے درمیان جرمن مزدور تحریک کو ظالمانہ طور پر کچلنے والوں میں سے تھا۔ بعد کو وہ سیاسی سرگرمیوں سے دست بردار ہوگیا۔

ک۔ کاؤتسکی (kautsky) کارل (1938-1854)۔ جرمن سوشل ڈیموکریٹوں اور دوسری انٹرنیشنل کا ایک لیڈر۔ پہلے وہ مارکسی تھا۔ پھر غدار ہوگیا وہ مرکزیت پرستی کی (کاؤتسکی ازم) کا نظریہ داں تھا جو موقع پرستی کی خاص طور سے خطرناک اور مضرت رساں قسم تھی۔ کاؤتسکی جرمن سوشل ڈیموکریٹوں کے نظریاتی رسالے die neue zeit ("نیا زمانہ") کا ایڈیٹر تھا۔ 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ کے دوران اس نے مرکزیت پرستی (centrist) پوزیشن اختیار کی جس میں اس نے سوشل شاونزم کو چھپانے کے لئے بین اقوامیت کا پردہ استعمال کیا۔ اس نے رجعت پرست "مہاسامراج" (ultar-imperialism) کا نظریہ ایجاد کیا۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد اس نے علانیہ پرولتاری انقلاب، مزدور طبقے کی ڈکٹریشپ اور سوویت اقتدار پر حملے کئے۔

کروپوتکن، پ۔ ا۔ (1921-1846)۔ انارکزم کا ایک بڑا کارکن اور نظریہ داں، پہلی عالمی جنگ کے دوران وہ شاونست تھا۔ بہت برسوں کی سیاسی

جلاوطنی کے بعد 1917 میں وہ روس واپس آیا۔ حالانکہ واپسی کے بعد بھی اس کے بورژوا خیالات قائم رہے لیکن 1920 میں اس نے یورپی مزوروں کے نام ایک خط شائع کیا جس میں سوشلسٹ انقلاب کی تاریخی ضرورت کو تسلیم کیا اور مزدوروں سے اپیل کی کہ وہ سوویت روس کے خلاف مسلح مداخلت کو روکیں۔

کورنیلسن (cornelassen)، کرسٹیان۔ ہالینڈ کا یک انارکسٹ اور کروپوتکن کا پیرو۔ اس نے مارکس ازم کی مخالفت کی 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ میں وہ شاونست رہا۔

کوگلیمان (kugelman) لیودویگ (1830-1902)۔ جرمن سوشل ڈیموکریٹ اور کارل مارکس کا دوست۔ اس نے 49-1848 کے جرمنی کے انقلاب میں حصہ لیا اور پہلی انٹرنیشنل کا ممبر تھا۔

کولب (kolb) ولہلم (1870-1918) جرمن سوشل ڈیموکریٹ۔ انتہا پسند موقع پرست اور ترمیم پرست، ("عوام کا دوست" volksfreund) کا ایڈیٹر۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران وہ سوشل شاونست رہا۔

کیرینسکی، ا۔ ف۔ (1881-1970)۔ سوشلسٹ انقلابی فروری 1917 کے بورژوا جمہوری انقلاب کے بعد وہ وزیر انصاف، وزیر جنگ اور وزیر بحریہ رہا اور بعد کو عارضی حکومت کا وزیر اعظم اور کمانڈر انچیف ہوا۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد اس نے سرگرمی کے ساتھ سوویت حکومت کے خلاف جنگ کی اور 1918 میں باہر بھاگ گیا۔

گروا (grave)، ژاں (1854-1939)۔ فرانسیسی پیٹی بورژوا سوشلسٹ اور انارکزم کے نظریہ دانوں میں سے تھا۔ بیسویں صدی کی ابتدا میں اس

نے انارکسٹ سنڈیکالسٹ پوزیشن اختیار کی اور پہلی عالمی جنگ میں سوشل شاونست رہا۔

گے، الیکساندر (1879-1919)۔ روسی انارکسٹ جس نے اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد سوویت حکومت کی حمایت کی۔

گید (guesde) ژول (بازیل میتھیو) (1845-1922)۔ فرانسیسی سوشلسٹ تحریک اور دوسری انٹرنیشنل کا لیڈر اور ناظم۔ 1901 میں گید اور اس کے پیروؤں نے فرانس کی سوشلسٹ پارٹی قائم ک جو 1905 میں اصلاح پرست فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی ضم ہوگی اور میجد فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی بنائی گئی۔ گید نے فرانس میں مارکسی خیالات پھیلانے اور سوشلسٹ تحریک کو ترقی دینے کے لئے بہت کچھ کیا۔ دائیں بازو کے سوشلسٹوں کی پالیسی سے لڑتے ہوئے نظریاتی اور طریقہ کار کے مسائل دونوں میں گید نے گروبندی کے طریقے استعمال کر کے غلطیاں کیں، جب 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ چھڑی تو اس نے سوشل شاونست پوزیشن اختیار کی اور فرانسیسی بورژوا حکومت کا ممبر بن بیٹھا۔ 1920 میں فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی ک جو کانفرنس تور میں ہوئی اس میں گید نے اکثریت کی بات ماننے سے انکار کر دیا جس نے کمیونسٹ انٹرنیشنل میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا تھا۔

ل۔ لاسال (lassalle) فردیناند (1825-1864)۔ جرمن پیٹی بورژوا سوشلسٹ اور لاسال ازم کا بانی جو جرمن مزدور طبقے کی تحریک میں ایک طرح کی موقع پرستی تھی، لاسال کل جرمن مزدور یونین (1863) کے بانیوں میں سے تھا۔ اس یونین کا قیام مزدور تحریک کے لئے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ لیکن لاسال، جو اس کا منتخبہ صدر تھا اس کو موقع پرستی کی طرف لے گیا۔ وہ رجعت پرست پروشیا کی

حکمرانی میں "اوپر سے "جرمنی کی وحدت کی پالیسی کی حمایت کرتا تھا۔لاسال کے پیروؤں کی موقع پرست پالیسی نے پہلی انٹرنیشنل کی سرگرمیوں اور جرمنی میں حقیقی مزدور طبقے کی پارٹی کے قیام میں روڑے اٹکائے اور مزدور طبقے میں شعور پیدا کرنے کے کام میں مداخلت کی۔

لکسمبرگ (luxemburg)، رواز (1871-1919)۔ بین اقوامی مزدورتحریک کی ایک ممتاز کارکن اور دوسری انٹرنیشنل کے بائیں بازوں کے لیڈروں میں سے تھیں، وہ پولینڈ کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی ایک بانی اور لیڈر تھیں۔ 1897 سے انہوں نے جرمن سوشل ڈیموکریٹک تحریک میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا۔وہ جرمنی کی کمیونسٹ پارٹی کے بانیوں میں سے تھیں۔ 1919 میں ان کو گرفتار کرلیا گیا انقلاب دشمنوں نے ان کو وحشیانہ طور پر مار ڈالا۔

لوئی نپولین۔دیکھئے نپولین سوم۔

لیبکنیخت (liebknecht)، ولہلم (1826-1900)۔ جرمن اور بین اقوامی مزدورتحریک کا ایک نمایاں کارکن اور جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا بانی اور لیڈر۔ 1875 سے آخر زندگی تک وہ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا ممبر اور اس کے مرکزی ترجمان اخبار vorwarts("آگے بڑھو") کا ایڈیٹر رہا۔ 1867 سے 1870 تک وہ شمالی جرمن ریشتاغ کا ممبر تھا۔ 1867 کے بعد اس کو جرمن ریشتاغ کا کئی بار ممبر چنا گیا۔اس نے پروشیائی یونکروں کی رجعت پرست خارجہ اور داخلہ پالیسیوں کو بے نقاب کرنے کے لئے بڑی ہوشیاری کے ساتھ پارلیمنٹ فارم کو استعمال کیا۔اس کو اپنی انقلابی سرگرمیوں کے لئے بار بار جیل بھیجا گیا۔اس نے پہلی انٹرنیشنل میں اور دوسری انٹرنیشنل کی تنظیم میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا۔کارل

مارکس اور فریڈرک اینگلز لیبکنیخت کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ساتھ ہی انہوں نے اس کی بعض غلطیوں پر نکتہ چینی بھی کی (مثلاً دشمنوں کی طرف صلح جویانہ رویہ) اور اس کو صحیح رویہ اختیار کرنے میں مدد دی۔

لیگین (legien)، کارل (1861-1920)۔ دائیں بازو کا جرمن سوشل ڈیموکریٹ، جرمن ٹریڈ یونینوں کے جنرل کمیشن کا ممبر رہا۔ 1903 میں وہ ٹریڈ یونینوں کے انٹرنیشنل سکریٹریٹ کا سکریٹری اور 1913 میں اس کا صدر رہا 1893 سے 1920 تک ہوا (وقفوں کے ساتھ) وہ جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی طرف سے ریشتاغ کا ممبر رہا۔ 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ کے دوران وہ انتہا پسند سوشل شاونست تھا۔ 20-1919 مے وہ ویمار ریپبلک کی نیشنل آسمبلی کا ممبر ہوا۔ وہ بورژوازی کی پالیسیوں کی حمایت کرتا تھا اور پرولتاریہ کی انقلابی تحریک کے خلاف جدوجہد کی۔

لینن، و۔ ای۔ (لینن، ن۔) (اولیانوف، ولادیمر ایلیچ) (1870-1924)

م۔ مارکس، کارل (1818-1883)۔ سائنسی کمیونزم کے بانی، لاجواب مفکر، بین اقوامی پرولتاریہ کے لیڈر اور معلم۔

مونٹیسکے (montesquieu)، شارل لوئی (1689-1855) مایاں فرانسیسی ماہر عمرانیات، معاشیات اور مصنف۔ 18ویں صدی کی بورژوا تعلیمات کا حامی اور آئینی شاہی کا نظریہ داں۔

میخائیلوفسکی، ن۔ ک۔ (1842-1904)۔ اعتدال پرست نرودازم کا نظریہ داں، صحافی اور ادبی ناقد تھا۔ وہ فلسفہ ثبوتی کا قائل تھا۔ اور داخلی اسکول کا ماہر

عمرانیات تھا۔1892 میں وہ "روسکوئے بوگاتستوو" (روسی دولت) نامی رسالے کا سربراہ ہوا جو سخت مارکسسٹ دشمن خیالات رکھتا تھا۔

میرنگ (mehring)، فرانتس (1846-1919)۔ جرمنی کی مزدور تحریک کا ممتاز کارکن، جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے بائیں بازو کا لیڈر اور نظریہ داں۔ وہ پارٹی کے نظریاتی ترجمان رسالے die neue zeit ("نیا زمانہ") کے ایڈیٹروں میں سے جرمن کمیونسٹ پارٹی کے قیام میں نمایاں رول ادا کیا۔

میلران (millerand)، الیکساندر ایتین (1859-1943)۔ فرانسیسی سیاسی کارکن، 19ویں صدی کی دسویں دہائی میں وہ سوشلسٹوں کے ساتھ ہو گیا اور فرانسیسی سوشلسٹ تحریک میں موقع پرستی رجحان کا سربراہ تھا۔ 1899 میں وہ والدیک۔ روسو کی رجعت پرست بورژوا حکومت میں شامل ہوا اور پیرس کمیون کے قاتل جنرل گالیفے کے ساتھ ملکر کام کرنے لگا۔ لینن نے میلران ازم کو پرولتاریہ کے مفادات کے ساتھ غداری اور ترمیم پرستی کے علمی اظہار کی حیثیت سے بے نقاب کیا اور اس کی سماجی جڑوں کا پول کھولا۔ 1904 میں سوشلسٹ پارٹی سے نکالے جانے کے بعد میلران نے دوسرے سابق سوشلسٹوں (بریان اور ویویانی) کے ساتھ مل کر 'انڈپینڈنٹ سوشلسٹوں' کا گروپ بنایا۔ 1914,15,1912,13,1909,10, میں وہ مختلف وزراتی عہدوں پر رہا۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد میلران بھی سوویت دشمن مداخلت کے ناظموں میں سے تھا۔

ن۔ نپولین اول (بوناپارٹ) (1821-1869)۔ 1804 سے

1814 اور 1815 میں فرانس کا شہنشاہ۔

نپولین سوم (بونا پارٹ لوئی ؛ لوئی نپولین)۔ (1808-1873)۔ 1852-1870 میں فرانس کا شہنشاہ رہا۔ وہ نپولین اول کا بھتیجا تھا۔ 1848 انقلاب کی شکست کے بعد فرانسیسی ریپبلک کا صدر چنا گیا۔ یکم دسمبر 1851 کی رات کو اس نے حکومت کا تختہ الٹ دیا۔

و۔ وانڈرویلڈے (vandervelde) ایمیل (1866-1938)۔ بلجیم کی مزدور پارٹی کا لیڈر اور دوسری انٹرنیشنل کے سوشلسٹ بیورو کا صدر۔ وہ انتہا پسند موقع پرست خیالات رکھتا تھا۔ 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ کے دوران سوشل شاونسٹ اور بلجیم کی بورژوا حکومت کا ممبر تھا۔ فروری 1917 کے بورژوا جمہوری انقلاب کے بعد وہ روس میں اس کا پرچار کرنے آیا کہ سامراجی جنگ جاری رکھی جائے۔ وہ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے خلاف تھا اور سوویت روس کے خلاف اس نے مسلح مداخلت منظم کرنے میں مدد دی۔ وانڈرویلڈے نے دوسری انٹرنیشنل میں دوبارہ جان ڈالنے کی پوری کاشش کی۔

ویب (webb)، بیاٹرس (1858-1943)۔ برطانیہ کی مشہور سماجی کارکن۔

ویب (webb) سڈنی (1859-1947)۔ برطانیہ کا مشہور سماجی کارکن، اصلاح پرست۔ اپنی بیوی بیاٹریس ویب کے ساتھ ملکر اس نے برطانوی مزدور تحریک کی تاریخ اور نظریات کے بارے میں کئی تصانیف کیں۔ وہ پیٹی بورژوازی اور امیر مزدوروں کا نظریہ داں تھا۔ اس نے سرمایہ دار ڈھانچے کے اندر مزدوروں کے مسئلے کے پرامن حل کی وکالت کی۔ سڈنی ویب اصلاح پرست فیبین

سوسائٹی کے بانیوں میں سے تھا، 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ میں سوشل شاونست رہا۔وہ پہلی (1924) اور دوسری (31-1929) لیبر پارٹی کی حکومت کا ممبر تھا اور سوویت یونین کی طرف اس کا رویہ ہمدردانہ تھا۔

ویڈیمیئر (weydemeyer)، ایوسیف (1866-1818)۔ جرمن اور امریکی مزدور تحریک کا ممتاز کارکن۔ مارکس اور اینگلز کے دوست اور رفیق کار۔

ھ۔ ہائنڈ مان (hyndman)، ہنری میئرس (1921-1842)۔ برطانوی سوشلسٹ اور اصلاح پرست۔ 1881 میں اس نے جمہوری فیڈریشن کی بنیاد ڈالی جو 1884 میں سوشل ڈیموکریٹک فیڈریشن کی شکل میں دوبارہ منظم کی گئی۔ 1900 اور 1910 کے درمیان وہ انٹرنیشنل سوشلسٹ بیورو کا ممبر رہا۔وہ برطانوی سوشلسٹ پارٹی کا لیڈر رہا۔ جب 1916 میں سولفرڈ کانفرنس نے سامراجی جنگ کی طرف اس کے سوشل شاونست رویے پر ملامت کی تو اس نے اس پارٹی کو چھوڑ دیا، وہ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کا مخالف اور سوویت روس کے خلاف مداخلت کا مدعی تھا۔

ہنڈرسن (henderson)، آرتھر (1930-1863)۔ برطانوی لیبر پارٹی اور ٹریڈ یونین تحریک کا لیڈر۔ 18-1914 کی عالمی سامراجی جنگ کے دوران وہ سوشل شاونست ہوگیا۔وہ کئی برطانوی بورژوا حکومتوں کا ممبر رہا۔

ہیگل (Hegel) جارج ولہلم فریڈرک (-1831-1770)۔ معروضی نظریاتی اسکول کا ممتاز جرمن فلسفی اور جرمن بورژوازی کا ایک نظریہ داں۔ فلسفے کے لئے ہیگل کی سب سے نمایاں دین جدلیات کی گہری اور تفصیلی وضاحت ہے جو مادی جدلیات کا یک نظریاتی سرچشمہ بن گئی، بہرحال مجموعی طور پر اس کا نظام فلسفہ

قدامت پرست اور مابعد طبیعاتی تھا۔ جس کی وجہ سے ہیگل کی جدلیات عینیت پرست تھیں۔

لینن

Lenin

ادب پر مضامین

On Literature

نظر ثانی ترجمہ و ترتیب: ابن حسن

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

فہرست:

1۔ پارٹی تنظیم اور پارٹی لٹریچر

2۔ لیوٹالسٹائی، روسی انقلاب کا آئینہ

3۔ گورکی کے اخراج کے متعلق بورژوا پریس کا افسانہ

4۔ صحافی کی یادداشتیں

5۔ لیوٹالسٹائی

6۔ ٹالسٹائی اور ہم عصر مزدور تحریک

7۔ ٹالسٹائی اور پرولتاری جدوجہد

8۔ ٹالسٹائی اور ان کا عہد

9۔ روس میں مزدور اخباروں کی تاریخ

10۔ ہرتسن کی یاد میں

11۔ یوگینی پوتنے (ان کی پچیسویں برسی کے موقع پر)

12۔ کیا لازمی سرکاری زبان ضروری ہے؟

13۔ عظیم روسیوں کے قومی وقار کے بارے میں

14۔ ہمارے اخبارات کا کردار

15۔ سوویت حکومت کی کامیابیاں اور مشکلات (اقتباس)

16۔نوجوانوں کی انجمنوں کے فریضے

17۔پرولتاری ثقافت کے بارے میں

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

تشریحی نوٹ

ناموں کا اشاریہ۔

1 ۔ پارٹی تنظیم اور پارٹی لٹریچر

اکتوبر انقلاب (1) کے بعد روس میں سوشل ڈیموکریسی کے کام کے لئے جو نئے حالات پیدا ہوئے ہیں ان کی وجہ سے پارٹی لٹریچر کا سوال سامنے آیا ہے۔ غیر قانونی اور قانونی پریس کے درمیان امتیاز، جو جاگیردارانہ اور مطلق العنان روس کی افسوسناک وراثت ہے، اب غائب ہوتا جا رہا ہے۔ لیکن یہ ابھی بھی بڑی حد تک ختم نہیں ہوا ہے۔ ہمارے وزیر اعظم کی ریاکار حکومت اب بھی اتنا اندھیر مچا رہی ہے کہ ''ایزویستیا سوویتا ربوچیخ دیپوتوف'' (2) ''غیر قانونی'' طور پر شائع ہوتا ہے۔ لیکن حکومت کی اخبارات پر پابندی کی احمقانہ کوششوں کا نتیجہ، جنہیں وہ روکنے سے بے بس ہے، سوائے اس کی بدنامی اور اس پر مزید اخلاقی ضرب لگنے کے علاوہ کچھ نہیں۔

جب تک غیر قانونی اور قانونی پریس کے درمیان امتیاز تھا، پارٹی اور غیر پارٹی پریس کے سوال کا فیصلہ بڑی سادگی سے اور بہت ہی مصنوعی اور بھونڈے طریقے سے کیا جاتا تھا۔ پورا غیر قانونی پریس پارٹی پریس تھا جس کی اشاعت ایسی تنظیمیں کرتی تھیں اور جس کو ایسے گروپ سے ربط تھا جن کا کسی نہ کسی طرح پارٹی کے عملی کارکنوں کے گروپوں سے ربط تھا۔ پورا قانونی پریس غیر پارٹی پریس تھا کیونکہ پارٹی کے ترجمان ممنوع تھے۔ لیکن یہ پریس کسی نہ کسی پارٹی کی طرف ''جھکاؤ'' رکھتا تھا۔ ان حالات میں غیر فطری اتحاد، اجنبی ''رفاقت'' اور پوشیدگی کے بناوٹی

طریقے ناگزیر تھے۔ ان لوگوں کی جبریہ کم سخنی جو پارٹی کے خیالات کا اظہار کرنا چاہتے تھے، ایسے لوگوں کی خام خیالی یا ذہنی بزدلی میں ضم ہوگئی جو ان خیالات تک بلند نہیں ہوئے تھے اور جو دراصل پارٹی کے لوگ تھے ہی نہیں۔

یہ یوسوپ کے اظہار بیان (3) 'ادبی چاپلوسی' غلامانہ زبان اور خیالات کی غلامی کا لعنتی دور تھا! پرولتاریہ نے اس گندی فضا کا خاتمہ کر دیا ہے جس میں روس کے اندر ہر زندہ اور تازہ چیز کا گلا گھونٹ دیا جاتا تھا۔ لیکن ابھی پرولتاریہ نے روس کے لئے صرف نصف آزادی حاصل کی ہے۔

ابھی انقلاب مکمل نہیں ہوا ہے اگر زارشاہی اب اتنی طاقتور نہیں رہی ہے کہ وہ انقلاب کو شکست دے سکے تو انقلاب بھی ابھی تک زارشاہی کو شکست دینے کے لئے کافی طاقتور نہیں ہے۔ اور ہم ایسے زمانے میں رہ رہے ہیں جب ہر جگہ اور ہر چیز پر فراخ، ایماندار، راست اور مستقل پارٹی اسپرٹ کا خفیہ، پوشیدہ، ''چالاک'' اور حیلے باز ''قانونیت'' کے ساتھ غیر فطری اتصال کارفرما ہے۔ اس غیر فطری اشتراک کا اثر ہمارے اخبار پر بھی محسوس ہوتا ہے کیونکہ اعتدال پسند بورژوا کے معتدل اخباروں کی اشاعت کو ممنوع قرار دینے کے سوشل ڈیموکریٹک ظلم کے بارے میں مسٹر گوچکوف کی تمام فقرہ بازیوں کے باوجود واقعہ یہ ہے کہ ''پرولتاری'' (4) یعنی روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کا مرکزی ترجمان اب بھی مطلق العنان، پولیس زدہ مقفل روس کے باہر شائع ہوتا ہے۔

بہر حال، نیم انقلاب ہم سب کو مجبور کرتا ہے کہ ہم فوراً سب کچھ نئے خطوط پر منظم کرنا شروع کر دیں۔ آج وہ ادب بھی جو ''قانونی'' طور پر شائع ہوتا ہے 90 فیصدی پارٹی لٹریچر ہو سکتا ہے اور اس کو پارٹی لٹریچر ہونا چاہئے۔ بورژوا رسم

و رواج کا روباری اور سودے بازبورژوا پریس، بورژوا ادبی جاہ و منصب کی ہوس (کیریرازم) اور انفرادیت، ''امیرانہ نزاج'' اور حصول نفع کی مہم کے بالکل برعکس سوشلسٹ پرولتاریہ کو پارٹی لٹریچر کا اصول سامنے لانا چاہئے، اس اصول کو فروغ دینا چاہئے۔ اور اس کو امکانی طور پر مکمل طریقے سے عمل میں لانا چاہئے۔

پارٹی لٹریچر کا یہ اصول کیا ہے؟ یہ صرف یہی نہیں ہے کہ سوشلسٹ پرولتاریہ کے لئے ادب افراد یا گروہوں کو دولت مند بنانے کا ذریعہ نہیں ہوسکتا، دراصل وہ کوئی انفرادی بات بھی نہیں ہوسکتی جو پرولتاریہ کے مشترک مقصد سے بے تعلق ہو۔ غیر پارٹی ادیب مردہ باد! بالائے انسان ادیب مردہ باد۔ ادب کو پرولتاریہ کے مشترک مقصد کا جزو بننا چاہئے، اس واحد عظیم سوشل ڈیموکریٹک مشینری کا ''کل پرزہ'' جسے پورے مزدور طبقے کا سارا سیاسی شعور رکھنے والا ہراول چلاتا ہے۔ ادب کو سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے منظم، منصوبہ بند اور متحدہ کام کا جزو ہونا چاہئے۔

''ہر موازنہ لنگڑا ہوتا ہے'' ___ یہ ایک جرمن کہاوت ہے۔ اسی طرح ادب کا کیل کانٹے سے، ایک زندہ تحریک کا مشنری سے میرا موازنہ بھی غیر متوازن ہے۔ اور میں یہ کہنے کی جرات کرتا ہوں کہ ایسے موازنے کے خلاف ہیجان زدہ دانشوروں کا وہ غل شور ہوگا جو خیالات کی آزادانہ جدوجہد، تنقید کی آزادی اور ادبی تخلیق کی آزادی وغیرہ کو مبتذل، مردہ اور ''کاغذ کا چاکر'' بناتا ہے۔ دراصل یہ شور وغل بورژوا دانشورانہ انفرادیت کے اظہار کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ادب میکانیکی یک سطحی یا ترتیب، اقلیت پر اکثریت کی حکمرانی کو ذرا بھی تسلیم نہیں کرسکتا۔ اور نہ یہ سوال ہوسکتا ہے کہ اس شعبے میں بلاشبہ ذاتی پہل قدمی، انفرادی صلاحیت، خیال اور تصور، ہیئت اور مواد کو اور زیادہ وسیع میدان دینے کی ضرورت ہے۔ یہ تمام

باتیں نا قابل انکار ہیں۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پرولتاریہ کے پارٹی مقصد کے ادبی رخ کو میکانیکی طور پر اس کے دوسرے رخوں پر منطبق نہیں کیا جا سکتا۔ بہر حال، یہ ذرا بھی اس حالت کی تردید نہیں کرتا جو بورژازی اور بورژوا جمہوریت کے لئے اجنبی اور عجیب ہے کہ ادب کو ہر طرح اور لازمی وطور پر سوا شل ڈیموکریٹک پارٹی کے کام کے دوسرے عناصر سے اٹوٹ طور پر منسلک ہونا چاہئے۔ اخباروں کو مختلف پارٹی تنظیموں کا ترجمان بننا چاہئے اور ان کے لکھنے والوں کو لازمی طور پر پارٹی تنظیمو ں کے ممبر ہونا چاہئے۔ اشاعت گھر اور کتابوں کے گودام، دوکانیں اور ریڈنگ روم، کتب خانے اور کتابوں کی ہر طرح کی فروخت ___ یہ سب پارٹی کے کنٹرول میں ہونا چاہئے۔ منظم سوشلسٹ پرولتاریہ کو اس سارے کام پر نگاہ رکھنی چاہئے، اس کی مکمل نگرانی کرنی چاہئے اور بلا استثنیٰ اس سارے کام میں جاندار پرولتاری مقصد کے زندہ دھارے کو سموکر اس پرانے، نیم آبلوا موا ف (5) کے نیم کاروباری روسی اصول کو ختم کر دینا چاہئے کہ ادیب کچھ لکھتا ہے اور قاری کچھ پڑھتا ہے۔

بہر حال، ہماری یہ رائے نہیں ہے کہ ادبی کام میں یہ تبدیلی فوراً یا یہ تکمیل تک پہنچائی جا سکتی ہے جس کو ایشیائی سنسر شپ اور یورپی بورژوازی نے گندہ کر رکھا ہے۔ ہم کسی قسم کے معیاری نظام کی وکالت کرنے یا چند فرمانوں کے ذریعے اس مسئلے کو حل کرنے کے بالکل قائل نہیں ہیں۔ یہاں تیار کی ہوئی اور پکی پکائی اسکیمیں بہت کم استعمال کی جا سکتی ہیں۔ ضرورت اس کی ہے کہ ہماری ساری پارٹی، کل روس میں سارا سیاسی شعور رکھنے والا سوشل ڈیموکریٹک پرولتاریہ اس نئے مسئلے کو سمجھے، اس کی صاف وضاحت کرے اور ہر جگہ اس کو حل کرنا شروع کر دے۔ ہر قسم کے آزادی دشمن سنسر شپ کی پابندیوں سے نکل کر ہم بورژوا کاروباری اور سودے باز ادبی

تعلقات کے قیدی بننا نہیں چاہتے اور بنیں گے بھی نہیں۔ہم ایک آزاد پریس قائم کرنا چاہتے ہیں اور قائم کریں گے جو نہ صرف پولیس سے آزاد ہو، بلکہ سرمائے، جاہ ومنصب کی ہوس اور مزید برآں بورژوا نرا جی انفرادیت سے بھی آزاد ہو۔

یہ آخری الفاظ بظاہر مہمل معلوم ہو سکتے ہیں یا قاری کے لئے گستاخ۔کیا کہا! کوئی دانش وریا آزادی کا پرجوش علمبردار چلا کر کہہ سکتا ہے۔کیا کہا! آپ ادبی کام جیسے نازک، انفرادی معاملے پر اجتماعی کنٹرول مسلط کرنا چاہتے ہیں! آپ چاہتے ہیں کہ مزدور سائنس، فلسفے یا جمالیات کے سوالات اکثریت کے ووٹوں کے ذریعے طے کریں! آپ مکمل انفرادی تخلیقی عمل میں آزادی مطلق دینے سے انکار کرتے ہیں!

حضرات' ذرا صبر سے کام لیجئے! سب سے پہلے تو ہم پارٹی لٹریچر اور اس کو پارٹی کنٹرول میں لانے کے بارے میں بحث کر رہے ہیں۔ہر شخص کو بلا کسی پابندی کے حسب منشا لکھنے اور بولنے کی آزادی ہے۔لیکن ہر رضا کارانہ انجمن کو (جس میں پارٹی بھی شامل ہے) یہ آزادی بھی حاصل ہے کہ وہ پارٹی مخالف نظریات کی وکالت کے لئے پارٹی کا نام استعمال کرنے والوں کو اپنی ممبری سے خارج کر دے۔ تقریر اور اشاعت کی آزادی مکمل ہونی چاہئے۔لیکن پھر جماعت بنانے کی بھی مکمل آزادی ملنا چاہئے۔مجھ پر لازم ہے کہ میں آزادیِ تقریر کے نام پر آپ کو نل مچانے، جھوٹ بولنے اور جو دل چاہے لکھنے کا پورا حق دوں۔لیکن آپ پر بھی یہ لازم ہے کہ آپ جماعت بنانے کی آزادی کے نام پر مجھے یہ حق دیں کہ میں ایک یا دوسرا نظریہ رکھنے والے لوگوں کی انجمن میں شامل ہو سکوں یا اس سے الگ ہو سکوں۔پارٹی ایک رضا کارانہ انجمن ہوتی ہے' جو ناگزیر طور پر ٹوٹ جائے گی، پہلے نظریاتی لحاظ سے اور

پھر طبعی لحاظ سے اگر اس نے اپنے درمیان ایسے ممبروں کا صفایا نہ کیا جو پارٹی مخالف خیالات پھیلاتے ہیں۔ پارٹی اور پارٹی مخالف خیالات کے درمیان حدود کی وضاحت کے لئے پارٹی پروگرام اس کے طریقہ کار پر قرار دادیں اور پارٹی کے قواعد اور آخر میں بین الاقوامی سوشل ڈیموکریسی اور اس پرولتاریہ کی رضاکارنہ بین الاقوامی انجمنوں کا سارا تجربہ موجود ہے۔ یہ تجربہ ایک طرف اپنی پارٹیوں میں برابر ایسے انفرادی عناصر اور رجحانات لایا ہے، جو پوری طرح با اصول، پوری طرح مارکسی اور بالکل صحیح نہیں تھے اور جس نے دوسری طرف اپنی پارٹی کی صفوں کی ''صفائی'' کا کام باقاعدگی کے ساتھ وقتاً فوقتاً کیا ہے۔ بورژوا ''آزادی تنقید'' کے حامیو، پارٹی کے اندر ہمارے ساتھ بھی یہی صورت ہوگی: ہم یک دم کثیر تعداد لوگوں کی پارٹی بنتے جا رہے ہیں، اب ہم کھلی تنظیم میں تبدیل ہو رہے ہیں اور یہ بات ناگزیر ہے کہ اب ہماری پارٹی میں بہت سے ایسے لوگ شامل ہو جائیں جو (مارکسی نقطہ نظر سے) مذبذب ہیں، شاید ہم میں کچھ کایائی عناصر اور بعض صوفی بھی۔ ہمارا ہاضمہ اچھا ہے اور ہم چٹان کی طرح مضبوط مارکسزم کے پیرو ہیں۔ ہم ان مذبذب عناصر کو ہضم کر لیں گے۔ پارٹی کے اندر آزادی فکر اور آزادی تنقید کے سبب ہم لوگوں کی رضاکارانہ انجمنوں میں جن کو پارٹیاں کہتے ہیں متحد ہونے کی آزادی کو کبھی نہیں بھولیں گے۔

اس کے علاوہ، بورژوا انفرادیت پسند حضرات، ہم آپ سے کہنا چاہتے ہیں کہ آزادی مطلق کے بارے میں آپ کی باتیں محض ریاکاری ہیں۔ ایسے سماج میں حقیقی اور موثر ''آزادی'' ہو ہی نہیں سکتی جس کی بنیاد پیسے کی طاقت ہو، ایسے سماج میں جہاں محنت کشوں کی اکثریت غربت میں مبتلا ہو اور مٹھی بھر امیر لوگ مفت خو

روں کی طرح رہتے ہوں۔ادیب صاحبان، کیا آپ اپنے بورژوا ناشروں کے تعلق سے، اور اپنی بورژوا پبلک کے تعلق سے آزاد ہیں جو یہ تقاضہ کرتے ہیں کہ آپ ان کو ناولوں اور تصویروں میں ''عریاں'' اور ''مقدس'' اسٹیج آرٹ کے ''ضمیمے'' کی طرح طوائف بازی مہیا کریں؟ یہ آزادی، مطلق بورژوا یا نراجی جملہ ہے (چونکہ نظریۂ زندگی کی حیثیت سے نراجیت الٹ پلٹ کیا ہوا بورژوا فلسفہ ہے)۔ آدمی سماج میں رہ کر سماج سے آزاد نہیں ہوسکتا۔بورژوا ادیب، مصور یا ایکٹرس کی آزادی سیٹھوں، رشوت ستانی اور پرورش پر منحصر ڈھکیموئی (یا ریا کارانہ طور پر ڈھکی ہوئی) محتاجی ہے۔

اور ہم سوشلسٹ اس ریا کاری کو بے نقاب کرتے ہیں، جھوٹے لیبل پھاڑ دیتے ہیں، اس لئے نہیں کہ ہم غیر طبقاتی ادب اور فن تک پہنچیں (یہ تو صرف سوشلسٹ غیر طبقاتی سماج میں حاصل ہوگا) بلکہ اس لئے کہ ریا کارانہ طور پر آزاد ادب کا، جو دراصل بورژوازی سے وابستہ ہے، اس واقعی آزاد ادب سے موازنہ کریں جو اعلانیہ پرولتاریہ سے وابستہ ہوگا۔

یہ آزاد ادب ہوگا کیونکہ خودغرضی اور جاہ ومنصب کی ہوس نہیں بلکہ اشتراکیت کے خیالات اور محنت کش لوگوں سے ہمدردی اس کی صفوں میں نو بہ نو طاقتیں لاتی رہے گی۔ یہ آزاد ادب ہوگا کیونکہ یہ کسی شکم سیر ہیروئن، چربی پن میں متبلا اور اداس ''چوٹی کے دس ہزار'' لوگوں کی خدمت کے لئے نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں محنت کشوں کیلئے ہوگا جو ملک کا شباب، اس کی طاقت اور اس کا مستقبل ہیں۔ یہ آزاد ادب ہوگا جو بنی نوع انسان کی انقلابی فکر کے آخری لفظ کو اشتراکی پرولتاریہ کے تجربے اور عملی کام سے دولت مند بنائے گا اور ماضی کی آزمودگی (سائنسی

سوشلزم، جس نے ابتدائی اور یوٹوپیائی شکلوں سے لے کر سوشلزم کے ارتقا کی تکمیل کی ہے)اور حال کے تجربے (ساتھی مزدوروں کی موجودہ جدوجہد)کے درمیان مستقل اشتراک عمل پیدا کرے گا۔

رفیقو، آؤ کام کریں! ہم ایک نئے اور مشکل فریضے سے دوچار ہیں لیکن یہ عظیم اور نیک کام ہے ایسا وسیع، کثیر شکلوں والا، نوع بنوع ادبی کام منظم کرنا جو سوشل ڈیموکریٹک مزدور تحریک سے گہرے اور اٹوٹ طور پر وابستہ ہو۔ تمام سوشل ڈیموکریٹک ادب کو پارٹی لٹریچر ہونا چاہئے۔ ہر اخبار، رسالے، اشاعت گھر وغیرہ کو فوراً اپنے کام کی ازسرنو تنظیم شروع کر دینی چاہئے جو ایسی صورت حال تک پہنچ جائے کہ وہ کسی نہ کسی صورت میں کسی نہ کسی پارٹی تنظیم سے پوری طرح مربوط ہو۔ صرف اسی وقت ''سوشل ڈیموکریٹک'' ادب اپنے اس نام کا مستحق ہوگا، صرف اسی وقت وہ اپنا بھی فرض پورا کر سکے گا، صرف اسی وقت وہ بورژوا سماجی ڈھانچے کے اندر بھی بورژوا غلامی سے نجات حاصل کرے گا اور واقعی ترقی یافتہ اور پوری طرح انقلابی طبقے کی تحریک میں ضم ہو جائے گا۔

''نووایا ژیزن'' شمارہ ۱۲،

لینن کا مجموعہ تصنیف،

13 نومبر 1905۔

پانچواں روسی ایڈیشن، جلد 12، صفحات 99-105

2۔ لیوٹالسٹائی، روسی انقلاب کا آئنیہ

ایک ایسے عظیم فن کار کو انقلاب (6) سے منسلک کرنا جسے یقینی طور پر اس نے نہیں سمجھا اور جس سے وہ دور ہی رہا، سرسری نظر میں عجیب اور مصنوعی بات معلوم ہو

سکتی ہے۔ ایسا آئینہ جو چیروں کی صحیح طور پر عکاسی نہیں کرتا اسے آئینہ کیسے کہا جا سکتا ہے؟ لیکن ہمارا انقلاب انتہائی پیچیدہ ہے۔ انقلاب میں جو لوگ براہ راست حصہ لے رہے ہیں اور اس کے خالق ہیں، ان میں ایسے کئی سماجی عناصر بھی ہیں جو یہ نہیں جانتے کہ ہو کیا رہا ہے اور ان حقیقی تاریخی فرائض سے الگ تھلگ کھڑے ہیں جن سے واقعات کی رو نے انھیں دوچار کر دیا ہے اس لئے اگر ہمارے ہاں واقعی ایک عظیم فن کار ہے تو اسے اپنی تخلیقات میں انقلاب کے بنیادی پہلوؤں کی ضرور عکاسی کرنا چاہئے۔

ٹالسٹائی کی 80ویں سالگرہ کے موقع پر قانونی روسی اخبارات اور رسالوں کے صفحات مضامین، خطوط اور تبصروں سے بھرے پڑے ہیں۔ لیکن ان میں کسی نے بھی روسی انقلاب کے کردار اور اس کی محرک قوتوں کے نقطہ نظر سے ٹالسٹائی کی تخلیقات کے تجزیے پر قلم نہیں اٹھایا۔ اس پریس کی گمبھیر ریاکاری سے گھن آتی ہے، اور یہ ریاکاری دو قسم کی ہے ــــ سرکاری اور اعتدال پسند۔ پہلی ان بھاڑے کے ٹٹوؤں کی بھونڈی ریاکاری ہے جن کو کل یہ حکم ملا تھا کہ وہ لیوٹالسٹائی کا تعاقب کریں اور آج یہ حکم ملا ہے کہ وہ ٹالسٹائی میں حب الوطنی تلاش کریں اور یورپ کی نظروں میں شائستگی کا پابند دکھانے کی کوشش کریں۔ یہ حقیقت کہ اس قماش کے بھاڑے کے ٹٹوؤں کی اپنی طویل بکواس کے عوض جیبیں گرم کر دی گئی تھیں سب کو معلوم ہے، اس سلسلے میں وہ کسی کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ لیکن اعتدال پسندوں کی ریاکاری چونکہ کہیں زیادہ نستعلیق ہے اس لئے کہیں زیادہ مضر اور خطرناک بھی ہے۔ کیڈیٹوں کے اخبار ''ریچ'' (۷) کے باتونیوں کو سنیئے تو خیال ہوتا ہے۔ کہ ٹالسٹائی کے ساتھ ان کی ہمدردی میں رتی بھر کمی نہیں اور وہ انتہائی پرجوش ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ''خدا کے

عظیم متلاشی'' کے متعلق ان کے جذباتی بیان اور طمطراق کے جملے شروع سے کر آخر تک مصنوعی ہیں اس لئے کہ کوئی بھی روسی اعتدال پسند ٹالسٹائی کے خدا کو نہیں مانتا اور نہ موجودہ سماج پر ٹالسٹائی کی تنقید سے اسے ہمدردی ہے۔ وہ ایک مقبول عام شخصیت سے اپنے آپ کو مربوط کر رہا ہے کہ اپنا سیاسی سرمایہ بڑھائے اپنی ذات کو ملک بھر کے حزب مخالف کا لیڈر ظاہر کرے۔ وہ اپنے جملوں کے شور اور گھن گرج میں اس سوال کے راست اور واضح جواب کے مطالبے کو ڈبونا چاہتا ہے۔: ''ٹالسٹائی ازم'' میں جو نمایاں تضاد ہیں ان کی وجہ کیا ہے، وہ ہمارے انقلاب کی کون سی خامیاں اور کمزوریاں ظاہر کرتے ہیں؟

ٹالسٹائی کی تصانیف، خیالات، اصولوں میں، ان کے مکتب خیال میں تضاد واقعی بہت نمایاں ہیں۔ ایک طرف ہمارے سامنے ایک ایسا عظیم فن کار ہے جس نے نہ صرف روسی زندگی کی بے نظیر تصویر کشی کی ہے بلکہ عالمی ادب کے خزانے میں بیش بہا اضافہ بھی کیا ہے۔ دوسری طرف ہمارے سامنے ایک ایسا زمیندار ہے جس پر حضرت عیسیٰ کا وہم مسلط ہے۔ ایک جانب قابل تعریف سخت، کھرے پن سے، صدق دل سے سماجی فریب اور ریاکاری کے خلاف احتجاج ہے، اور دوسری جانب ٹالسٹائی کا پژمردہ، جنونی ٹسوے بہانے والا چیلا ہے جس کو دوسرے الفاظ میں روسی دانشور کہتے ہیں جو برسر عام سینہ کوبی کرتا ہے اور رو رو کر کہتا ہے: '' میں پاجی ہوں، میں گنہگار ہوں لیکن اپنے اخلاق کو مکمل کرنے کی مشق کر رہا ہوں۔ اب میں گوشت بالکل نہیں کھاتا، بس دال چاول کی کھچڑی پر گزر کرتا ہوں''۔ ایک طرف سرمایہ دارانہ لوٹ کھسوٹ کی بے رحمی سے تنقید ہے، حکومت کی دست درازیوں، عدالتی ناٹکوں، ریاستی ظلم و نسق کی پردہ داری ہے، دولت کی افزائش،

تہذیب کی حاصلات اور غربت میں اضافے، محنت کش لوگوں کی پستی اور بد حالی کے درمیان گہرے تضادات کا فاش کرنا ہے۔ دوسری طرف تشدد کے ذریعہ ''بدی سے عدم مزاحمت'' کا احمقانہ وعظ بھی موجود ہے۔ ایک جانب انتہائی سنجیدہ حقیقت پسندی ہے، تمام اور ہر قسم کے نقاب نوچ ڈالے گئے ہیں، دوسری جانب دنیا میں ایک سب سے نفرت انگیز چیز یعنی کلیسائی مذہب کا وعظ دیا گیا ہے، یعنی سرکاری مقرر شدہ پادریوں کی جگہ ایسے پادریوں کو رکھنے کی کوشش کی گئی ہے جو اپنے اخلاقی عقیدے کی بنیاد پر کام کریں۔ یعنی انتہائی شائستہ اور اس لئے خاص طور پر کریہہ کلیسائیت پیدا کرنے کی کوشش۔ تو اس کا مطلب واقعی یہ ہوا:

تو مفلس ہے پھر بھی مالا مال ہے
تو طاقتور ہے پھر بھی بے بس ہے
___ اے مادر وطن روس! (۸)

یہ حقیقت کہ ان تضادوں کے سبب ٹالسٹائی مزدور تحریک اور اشتراکیت کی جدو جہد میں اس کے رول کو یا روسی انقلاب کو نہیں سمجھ سکے بالکل واضح ہے۔ لیکن ٹالسٹائی کے خیالات اور اصولوں میں تضاد اتفاقی نہیں ہیں، وہ انیسویں صدی کی آخری تہائی میں روسی زندگی کے متضاد حالات کا اظہار کرتے ہیں۔ پدرشاہی کا دیہات جسے ابھی ابھی کسان غلامی سے نجات ملی تھی، حقیقی معنی میں سرمایہ لگانے کے لئے اور غارت گری کرنے کے لئے سرمایہ داروں اور ٹیکس جمع کرنے والوں کے حوالے کر دیا گیا۔ کسان معیشت اور کسان زندگی کی قدیم بنیادیں جو صدیوں سے قائم تھیں انتہائی تیزی سے منہدم ہو گئیں۔ اس لئے ٹالسٹائی کے خیالات کا جائزہ موجودہ مزدور تحریک اور موجودہ اشتراکیت (ایسا جائزہ ضروری تو ہے لیکن کافی نہیں

ہے) کے نقطہ نظر سے نہیں لینا چاہئے بلکہ اس احتجاج کے نقطہ نظر سے لینا چاہئے جو بڑھتی ہوئی سرمایہ داری کے خلاف تھا، ان تباہ ہونے والے لوگوں کی طرف سے احتجاج تھا جو زمین سے محروم کئے جا رہے تھے _ یہ احتجاج پدرشاہی کے روسی دیہات سے بلند ہو رہا تھا۔ ٹالسٹائی ایک ایسے پیغمبر کی حیثیت سے جس نے انسانیت کی نجات کے لئے کوئی نیا نسخہ دریافت کرلیا ہو مہمل نظر آتے ہیں۔ اس لئے غیر ملکی اور روسی'' کے چیلے'' جو ٹالسٹائی کے نظریات کے سب سے کمزور پہلو کو عقیدے میں بدلنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے بارے میں کچھ لکھنا وقت ضائع کرنا ہے۔ ٹالسٹائی کی عظمت تب نظر آتی ہے جب وہ اس زمانے کے کروڑوں کسانوں کے خیالات اور جذبات کے نقیب بنتے ہیں جس وقت بورژوا انقلاب روس کا دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔ ٹالسٹائی میں انوکھاپن اس لئے ہے کہ مجموعی طور پر ان کے خیالات بحیثیت کسان بورژوا انقلاب ہمارے انقلاب کی ممتاز خصوصیات کا اظہار کرتے ہیں۔ اس نقطہ نظر سے ٹالسٹائی کے خیالات میں تضاد واقعی ان متضاد حالات کی آئینہ داری کرتے ہیں جن کے اندر رہ کر کسانوں کو ہمارے انقلاب میں تاریخی رول ادا کرنا تھا۔ ایک طرف تو صدیوں کی کسان غلامی کے ظلم وستم نے اور بعد از اصلاحات چند ہی دہائیوں میں تیزی سے بربادی نے کسانوں کے دل نفرت، ناراضگی اور بے دھڑک عزم سے بھر دئے۔ یہ تمنا کہ سرکاری گرجا صفحۂ ہستی سے مٹ جائے اور اس کے ساتھ ہی زمیندار اور زمینداروں کی حکومت بھی، زمین کی ملکیت کی تمام پرانی شکلیں اور طریقے ختم ہو جائیں، زمین صاف ستھری ہو، پولیس والی طبقاتی ریاست کی جگہ آزاد اور مساوی چھوٹے کسانوں کی برادری قائم ہو _ یہ تمنا کسانون کے ہر اس تاریخی قدم کا بنیادی تصور ہے جسے کسان ہمارے

انقلاب کی جانب بڑھاتے ہیں۔ چنانچہ خشک ''عیسائی نراخ'' کے مقابلے میں جسے غلطی سے ٹالسٹائی کے خیالات کا ''نظام'' سمجھا جاتا ہے، ان کی تصانیف کا نظریاتی مافیہ کسانوں کی اس تمنا سے کہیں زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔

دوسری طرف کسان جو ایک نئی زندگی کی تمنا کر رہے تھے، نئی زندگی حاصل کرنے کی جدوجہد کے متعلق، اس جدوجہد کے رہنماؤں کے بورژوا دانشوروں کے رویے کے متعلق، زمینداری ختم کرنے کے لئے زار شاہی حکمرانی کا بذریعہ طاقت تختہ الٹنے کے بارے میں ان کا تصور بہت ہی غیر پختہ، پدرزشاہی والا اور مضحکہ خیز تھا۔ کسانوں کو ان کے ماضی کی تمام زندگی نے زمینداروں اور سرکاری حکام سے نفرت کرنا تو سکھا دیا، لیکن یہ نہیں سکھایا، اور سکھا بھی نہیں سکتی تھی، کہ ان تمام سوالات کا جواب کہاں سے حاصل کیا جائے۔ ہمارے انقلاب میں کسانوں کا ایک چھوٹا سا حصہ جدوجہد کے مقصد پیش نظر کسی حد تک واقعی منظم ہو کر لڑا۔ اور کسانوں کے ایک اور سب سے چھوٹے حصے نے اپنے دشمنوں کو ختم کرنے کے لئے زار کے ملازموں اور زمینداروں کے محافظوں کو تباہ کرنے کے لئے ہتھیار اٹھائے۔ لیکن کسانوں کی اکثریت آنسو بہاتی رہی اور دعائیں مانگتی رہی، سوچ بچار کرتی رہی اور خواب دیکھتی رہی، اس نے عرضیاں پیش کیں اور ''سائل'' بھیجے ___ اور یہ سب ٹالسٹائی کے خیالات کے مطابق تھا! جیسا کہ ہمیشہ ایسے معاملات میں ہوتا ہے، سیاست سے اس ٹالسٹایانہ پرہیز کا، سیاست سے اس ٹالسٹایانہ دست برداری کا۔ سیاست سے غیر دلچسپی اور اسے نہ سمجھنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ صرف کسانوں کی اقلیت نے طبقاتی شعور رکھنے والے انقلابی پرولتاریہ کی رہنمائی قبول کی لیکن اکثریت بے اصولے، غلامانہ ذہنیت رکھنے والے بورژوا دانشوروں کا شکار ہو گئی۔ اور ان بورژوا

دانش وروں کا بس کام یہ تھا کہ کیڈیٹوں کے نام سے تروودویکوں (9) کے جلسے سے بھاگ کر استولیپین کے پیش کمرے میں آجائیں، وہاں گڑگڑائیں، سودے بازی کریں، مصالحت کریں اور مصالحت کرنے کا وعدہ کریں ___ اور آخر میں سپاہی کی لات انہیں باہر نکال دے۔ ٹالسٹائی کے خیالات ہماری کسان بغاوت کی کمزوری اور خامی کا آئینہ ہیں، وہ پدرشاہی والے دیہات کے عدم استقلال اور ''کفایت شعار کسان'' کی تنگ نظر بزدلی کی عکاسی کرتے ہیں۔

1900-6 کی سپاہیوں کی بغاوت کو لیجئے۔ سماجی ساخت کے لحاظ سے جو لوگ اس انقلاب میں لڑے ان کا ایک حصہ کسان تھا اور دوسرا حصہ پرولتاری، پرولتاریہ اقلیت میں تھا۔ اس لئے سپاہیوں میں قومی پیمانے پر اتنی یک جہتی، اتنا پارٹی شعور اس کے قریب قریب بھی نظر نہیں آیا جس کا مظاہرہ پرولتاریہ نے کیا، جس نے جیسا کہ محض ہاتھ کے اشارے سے سوشل ڈیموکریسی قبول کرلی۔ اس خیال سے زیادہ اور کوئی بات غلط نہیں ہے کہ سپاہیوں کی بغاوت اس لئے ناکام رہی کہ افسروں نے ان کی رہنمائی نہیں کی۔ اس کے برعکس ''برودنایا وولیا'' (10) کے دور کے بعد اگر انقلاب نے زبردست ترقی کی تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ''خاکی غول'' اپنے افسروں کے خلاف ہتھیار لے کر اٹھ کھڑا ہوا، اور اس کی آزادی عمل تھی جس نے اعتدال پسند زمینداروں اور اعتدال پسند افسروں کے حواس اڑا دئے۔ کسانوں کے مقصد سے عام سپاہی کی پوری ہمدردی تھی، زمین کا لفظ سن کر ہی اس کی آنکھیں چمکنے لگتی تھیں۔ اس کی کئی مثالیں ملتی ہیں جب مسلح افواج میں اختیارات سپاہیوں کے ہاتھ میں آگئے لیکن اختیارات کا فیصلہ کن استعمال مشکل ہی سے کیا گیا، سپاہی تذبذب میں رہے، دو دن کے بعد اور بعض وقت چند گھنٹوں کے اندر ہی کسیقابل

نفرت افسر کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد باقی گرفتار شدہ افسران کو رہا کر دیا، حکام سے گفت وشنید شروع کی اور پھر فیر کرنے والے دستے کے سامنے کھڑا ہونا پڑا، یا کوڑوں کے لئے اپنی پیٹھیں ننگی کر دیں، یا دوبارہ جوالا دلیا ___ یہ سب کچھ ٹالسٹائی کے خیالات کے مطابق ہوا!

ٹالستائی نے کسانوں میں نفرت کی آگ، بہتر زندگی کی پختہ تمناؤں، ماضی سے آزاد ہونے خواہش پیدا کی اور ساتھ ہی ان کے غیر پختہ خوابوں، سیاسی ناتجربے کاری اور انقلاب میں ڈھیلے پن کی عکاسی بھی کی۔عوام کی انقلابی جدوجہد کی ناگزیر ابتدا اور ساتھ ہی جدوجہد کے لئے ان کی عدم تیاری، ٹالسٹائی کے رنگ میں بدی کی عدم مزاحمت جو پہلے انقلابی تحریک کی ناکامی کا ایک سب سے اہم ترین سبب تھا ان دونوں پہلوؤں کی وضاحت تاریخی اور معاشی حالات کرتے ہیں۔

مثل مشہور ہے کہ ہاری ہوئی فوجیں اچھی طرح سیکھتی ہیں۔یہ صحیح ہے کہ بہت محدود معنوں میں ہی انقلابی طبقوں کا فوجوں سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ ہر لمحے سرمایہ داری کا ارتقا ان حالات کو بدل رہا ہے اور ان میں شدت پیدا کر رہا ہے، جنھوں نے کروڑوں کسانوں کو ___ جو جاگیردارانہ زمینداروں اور ان کی حکومت کے خلاف نفرت کا جذبہ رکھتے ہیں، انقلابی جمہوری جدوجہد کے واسطے بیدار کیا۔ خود کسانوں میں تبادلے، منڈی کے تسلط اور زر کی قوت بڑھنے کے سبب پدرشاہی کی دقیانوسیت اور پدرشاہی کے ٹالسٹایانہ نظریات کا اثر مسلسل کم ہوتا جا رہا ہے۔اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انقلاب کے پہلے برسوں سے، عوام کی انقلابی جدوجہد میں پہلی ناکامیابیوں سے ایک فائدہ بھی ہوا ہے: انہوں نے عوام کی پچھلی نرمی اور ڈھیلے پن پر کاری ضرب لگائی ہے۔ حد بندی کے خطوط اب زیادہ واضح ہو گئے ہیں۔

طبقات اور پارٹیوں کی حدود کا تعین ہو گیا ہے۔ استولیپین کے سکھائے ہوئے اسباق کے تازیانوں سے اور انقلابی سوشل ڈیموکریٹوں کے ثابت قدم اور سرگرم پرچار سے نہ صرف اشتراکی پرولتاریہ بلکہ جمہوری کسان بھی اپنی صفوں سے ناگزیر طور پر زیادہ سے زیادہ ایسے پختہ کار مجاہد پیدا کریں گے جو ہمارے ٹالسٹائی ازم کے تاریخی گناہ کے کم مرتکب ہوں گے۔

''پرولتاری'' شمارہ 35، 11 ستمبر 1908

لینن کا مجموعہ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن جلد

صفحات 213-206

گورکی کے اخراج کے متعلق بورژوا پریس کا افسانہ ۱۱

فرانس (L' Eclair, Le Radical) جرمنی (Berliner Tagblatt) اور روس (Utro Rossii.Rech, Russkoye slovo Novaya Vremya) کے بورژوا اخبارات کئی دنوں سے بڑے مزے لے لے کر یہ انتہائی سنسنی خیز خبر شائع کر رہے ہیں: سوشل ڈیموکریٹک پارٹی سے گورکی کا اخراج۔ Vorwarts (12) اس لغو اطلاع کی تردید شائع کر چکا ہے۔ ''پرولتاری'' کے ادارتی بورڈ نے بھی کئی اخباروں کو تردید بھیجی لیکن بورژوا پریس نے اسے نظر انداز کر دیا اور یہ ہتک آمیز خبر برابر چھاپے جا رہا ہے۔

یہ سب کیسے شروع ہوا، اسے سمجھنا مشکل نہیں ہے: کسی قلم فروش نے او تزوویزم (13) اور خدا پرستی (14) پر اختلافات کے متعلق کھسر پھسر سن لی (ایک سال سے اس سوال پر کھلم کھلا عام طور پر پارٹی میں اور خاص طور پر اخبار ''پرولتاری''

میں بحث ہو رہی ہے)، پھر اپنی اطلاع کے ٹکڑوں کو جوڑ کر اس نے ایک غیر مقدس معجون تیار کر لی اور فرضی ''انٹرویو'' کے ذریعے ''خوب کمائی'' کی۔ ان غلط باتوں کو اچھالنے کا مقصد بھی واضح ہے۔ بورژوا پارٹیاں چاہیں گی کہ گورکی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی چھوڑ دیں۔ بورژوا اخبار جی جان سے کوشش کر رہے ہیں کہ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے اندرونی اختلافات کو ہوا دیں اور ان کی مسخ شدہ تصویر پیش کریں۔ بورژوا اخباروں کی یہ کوششیں بے سود ہیں۔ رفیق گورکی نے فن کی اپنی عظیم تخلیقات کے ذریعے روس کی اور تمام دنیا کی مزدور تحریک سے اپنے آپ کو اتنے گہرے طور پر وابستہ کر لیا ہے کہ وہ اس خبر کا صرف حقارت سے جواب دے سکتے ہیں۔

''پرولتاری'' شمارہ 28، 50۔ نومبر 11 دسمبر 1909

لینن کا مجموعہ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد 19، صفحہ 103

صحافی کی یادداشتیں

(اقتباس)

موجودہ بین انقلابی دور کو محض اتفاق کہہ کر نہیں سمجھایا جا سکتا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم مطلق العنانی کے ارتقا کے، بورژوا بادشاہت کے ارتقا کے، بورژوا سیاہ صد (15) کی پارلیمانیت کے اور دیہات میں زار شاہی کی بورژوا پالیسی کے ایک خاص دور سے دوچار ہیں، اور انقلاب دشمن بورژوازی ان سب باتوں کی حمایت کر رہا ہے۔ موجودہ دور بلاشبہ ''انقلاب کی دولہروں کے درمیان'' ایک عبوری دور ہے لیکن دوسرے انقلاب کی تیاری کے واسطے ہمیں اس عبور کی خصوصیات پر ملکہ حاصل کرنا چاہئے اور اپنے طریقہ کار اور تنظیم کو اس مشکل، سخت اور اداس عبور کے مطابق اختیار کرنا چاہئے جسے ''تحریک'' کی رفتار نے ہم پر لاد دیا ہے۔ دوما اور دوسرے قانونی موقعوں کو استعمال کرنا جدوجہد کا ایک ایسا عام طریقہ ہے جس سے کوئی ''قابل نمائش'' نتیجے برآمد نہیں ہوتے۔ لیکن عبوری دور اسی لئے عبوری ہوتا ہے کہ اس کا خاص فریضہ قوتوں کا تیار کرنا، انھیں جمع کرنا ہے تاکہ فوری اور فیصلہ کن عمل کے وقت ان کا استعمال ہو۔ یہ جاننا کہ یہ کام کس طرح منظم کیا جائے جو ظاہری بھڑک چمک سے عاری ہے، یہ جاننا کہ اس مقصد سے وہ تمام نیم غیر قانونی ادارے کس طرح استعمال کئے جائیں جو سیاہ صد اکتوبری دوما (16) کے دور کا نشان امتیاز ہیں، یہ جاننا کہ اس بنیاد پر ہی انقلابی سوشل ڈیموکریسی کی تمام روایات کو، اس کے بہادر ماضی قریب کے نعروں کو، اس کے کام کی پوری روح کو، موقع پرستی اور اصلاح پسندی کے خلاف اس کے غیر مصالحانہ جدوجہد کو کس طرح برقرار رکھا جائے۔ یہ ہے پارٹی کا فریضہ اور وقت کا تقاضہ۔

...اب ہمیں اس نئے نظام العمل کی دوسری نئی خصوصیت کا جائزہ لینا چاہئے۔

یہ نئی خصوصیت ''ایک نئی پرولتاری'' ثقافت کی'' اور ''عوام میں اس کے پرچار'' کا فریضہ ہے جس کا اس نئے گروپ نے اعلان کیا ہے: ''پرولتاری سائنس کو فروغ دینا، پرولتاریوں کے درمیان سچے رفیقانہ تعلقات کو مضبوط کرنا، پرولتاری فلسفے کو ترقی دینا، فن کو پرولتاری تمناؤں اور تجربے کا آئینہ دار بنانا''۔

نیا نظام العمل جس معصومانہ فن سفارت سے معاملے کے جوہر کو چھپایا کرتا ہے اس کہ یہ ایک مثال ہے! کیا یہ واقعی سادہ لوحی نہیں ہے کہ ''سائنس'' اور ''فلسفے'' کے درمیان ''سچے رفیقانہ تعلقات کو مضبوط کرنا'' ٹھونس دیا جائے۔ نیا گروپ اپنے نظام العمل میں اپنی فرضی شکایتیں، دوسرے گروپوں (سب سے پہلے کٹر بولشویکوں) کے خلاف اپنے الزامات شامل کر رہا ہ کہ انہوں نے ''سچے رفیقانہ تعلقات'' توڑ دئے۔ اس دلچسپ فقرے کا اصلی مطلب یہی ہے۔

یہاں ''پرلتاوری سائنس'' بھی ''رنجور اور بے محل'' نظر آتی ہے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ ہم صرف ایک پرولتاری سائنس جانتے ہیں، اور وہ ہے مارکس ازم۔ پتہ نہیں کس وجہ سے اس نظام العمل کے منصف اس صحیح اصلاح سے گریز کرتے ہیں اور ہر جگہ ''سائنسی سوشلزم'' کے الفاظ استعمال کرتے ہیں (صفحات 21, 20, 16, 10, 13)۔ یہ سب کے علم میں ہے کہ روس میں مارکس ازم کے کٹر مخالف تک اسی اصطلاح کا حوالہ دیتے ہیں۔ دوسرے، جب نظام العمل میں یہ صاف صاف بیان کرنا بھی ضروری تھا کہ ہمارے موجودہ حالات میں فکری اور نظریاتی جدوجہد کا مطلب کیا ہے اور نظام کے مصنف کس کے ساتھ ہیں۔ اس نکتے پر خاموشی کو سادہ لوح حیلہ ہی کہا جا سکتا ہے اس لئے کہ معاملے کا جوہر ہر اس شخص پر

واضح ہے جو 9-1908ء کے سوشل ڈیموکریسی کے ادب سے واقف ہے۔ ہمارے زمانے میں مارکسسٹوں اور فلسفہ ماخ (18) کے ماننے والوں کے درمیان جدوجہد منظر عام پر آ گئی ہے اور وہ سائنس، فلسفے اور فن کے میدانوں میں لڑی جارہی ہے۔ اس روشن حقیقت کی جانب آنکھیں بند کرنے کا مطلب مضحکہ خیزی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ ''نظام العمل، اختلافات کو نظر انداز کرنے کے لئے نہیں بلکہ ان کی وضاحت کرنے کے لئے لکھے جاتے ہیں۔

اوپر نقل کئے ہوئے حصے سے ہمارے مصنفوں کا بری طرح بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔ ہر شخص کو معلوم ہے کہ اصطلاح ''پرولتاری فلسفے'' کا مطلب دراصل ماخ ازم ہے۔ ہر سمجھدار سوشل ڈیموکریٹ ''نئی'' فرضی اصطلاح کو فوراً شناخت کرسکتا ہے۔ اسی فرضی اصطلاح کے گھڑنے اور اس کے پیچھے چھپنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس نے گروپ کے بااثر ادبی روح رواں لوگ فلسفی ماخ کے پیرو ہیں اور وہ غیر ماخ فلسفے کو غیر ''پرولتاری'' قرار دیتے ہیں۔

اس نظام العمل میں دراصل یہ لکھنا چاہئے تھا: نیا گروپ ان لوگوں کو یکجا کرتا ہے جو فلسفے اور فن کے بارے میں غیر ''پرولتاری'' یعنی غیر ماخ کے نظریات کے خلاف جدوجہد کرنے کو تیار ہوں گے۔ یہ مشہور نظریاتی رجحان کا کھرا، سچا اور کھلا اعلان ہوتا اور دوسرے رجحانات کے لئے کھلی للکار ہوتی۔ جب پارٹی کے لئے کوئی نظریات جدوجہد بہت اہمیت رکھتی ہے تو پھر آنکھ مچولی کھیلنے کے بجائے کھلم کھلا اعلان جنگ کرنا چاہئے۔

ہم سب سے اپیل کریں گے کہ وہ مارکس ازم کے خلاف نظام العمل کی فلسفیانہ جدوجہد کے ڈھکے چھپے اعلان کا دو ٹوک اور صاف جواب دیں۔

درحقیقت ''پرولتاری ثقافت'' کے بارے میں تمام لفاظی کا مقصد مارکس ازم کے خلاف جدوجہد پر محض پردہ ڈالنا ہے نئے گروپ کی ''انوکھی'' خصوصیت یہ ہے کہ صاف گوئی سے یہ بتائے بغیر کہ وہ فلسفے کے میدان میں کس رجحان کا علم بردار ہے، اس نے پارٹی کے نظام العمل میں فلسفے کو داخل کر دیا ہے

برسبیل تذکرہ، یہ کہنا غلط ہوگا کہ نظام العمل کے وہ الفاظ جو اوپر نقل کئے گئے ہیں ان کا اصل مافیہہ پوری طرح منفی ہے۔ ان کا ایک مثبت پہلو بھی ہے۔ اور یہ مثبت پہلو ایک نام ظاہر کرتا ہے: میکسم گورکی۔

بورژوا اخبارات جسے الم نشرح کر چکے ہیں (اسے مسخ کر کے اور توڑ مروڑ کر) واقعی اس حقیقت کو چھپانے کی ضرورت نہیں ہے کہ گورکی اس نئے گروپ کے حامی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ گورکی پرولتاری فن کے عظیم ترین نمائندے ہیں، انہوں نے اس فن کے لئے بہت کچھ کیا ہے اور مستقبل میں اور زیادہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ سوشل ڈیموکریٹ پارٹی کے کسی بھی گروپ کو گورکی کی رکنیت پر بجا فخر ہوسکتا ہے۔ لیکن اس بنیاد پر نظام العمل میں ''پرولتاری فن'' داخل کرنے کا مطلب اس نظام العمل کو بے مائیگی کی سند دینا ہے، اپنے گروپ کو ادبی حلقے تک محدود کر دینا ہے اور اس کی قلعی کھولنا ہے کہ وہ خود ''تحکمانہ'' ہے.. نظام العمل کے مصنفوں نے بااثر لوگوں کو تسلیم کرنے کے خلاف بہت کچھ کہا ہے لیکن براہ راست یہ نہیں بتایا کہ کس لئے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ فلسفے کے میدان میں مادیت کی مدافعت کو اور اوترووریزم کے خلاف بولشویکوں کی جدوجہد کو ان بااثر لوگوں کا انفرادی کاروبار سمجھتے ہیں (ایک سنجیدہ معاملے کے بارے میں اتنا نرم و نازک اشارہ) جن پر فلسفہ ماخ کے دشمنوں کا ''اندھا عقیدہ'' ہے۔ اس قسم کی جملے بازی

بلاشبہ بچکانہ ہی کہی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ واقعی ''ویپریوڈ''(18) کے حامی ہیں جو بااثر لوگوں کے ساتھ بدتمیزی کررہے ہیں۔گورکی پرولتاری فن کی دنیا میں مستند ہستی ہیں۔ اس پر کوئی اختلاف نہیں ہوسکتا۔ اس مستند شخصیت کو مارخ ازم اور اوترووویزم (نظریاتی معنی میں)مضبوط کرنے کے لئے استعمال کرنا بااثر لوگوں کے ساتھ بدتمیزی کی ایک مثال ہے۔

مارخ ازم اور اوترووویزم کے ساتھ اپنی ہمدردی کے باوجود پارٹی پرولتاری فن کے لئے قابل قدر ہیں۔ لیکن ایک نظام العمل جو پارٹی کے اندر مارخ ازم اور اوترووویزم کے حامیوں کا گروپ قائم کرتا ہے اور اس گروپ کا خاصل فریضہ نام نہاد'' پرولتاری'' فن کی ترقی قرار دیتا ہے سوشل ڈیموکریٹک پرولتاری تحریک کے فروغ کے لئے منفی ہے۔ یہ اس لئے کہ یہ نظام العمل ایک ممتاز مستند شخصیت کی سرمیوں کی وہی خصوصیات استعمال کرنا اور انہیں مضبوط بنانا چاہتا ہے جو اس مستند شخصیت کے کمزور پہلو کو ظاہر کرتی ہیں اور پرولتاریہ کی وہ جو عظیم خدمت کررہا ہے اس منفی نوعیت رکھتی ہیں۔

6(19) مارچ اور 25 مئی (7 مارچ)1910 کو'' دسکوسیونی لستوک'' کے شماروں 1 اور 2 میں شائع شدہ مضمون سے اقتباس

لینن کا مجموعہ تصانیف، پانچوں روسی ایڈیشن، جلد 19 صفحات 248-252

لیوٹالسٹائی

لیوٹالسٹائی کا انتقال ہوگیا۔فن کار حیثیت سے ان کی عالمی فضلیت، مفکر اور

معلم اخلاق کے لحاظ سے ان کی عالمی شہرت، یہ دونوں باتیں اپنے اپنے طریقے سے روسی انقلاب کی عالمی اہمیت کی عکاسی کرتی ہیں۔

ٹالسٹائی اس وقت ایک عظیم فن کار تسلیم کئے گئے جب ملک پر ہنوز کسان غلامی چھائی ہوئی تھی۔ اپنے عظیم شاہکاروں میں، جو نصف صدی سے زیادہ اپنی ادبی سرگرمیوں کے دوران تخلیق کئے گئے، انہوں نے خاص کر پرانے قبل از انقلاب کے روس کی تصویر کشی کی جو 1861 کے بعد بھی نیم کسان غلامی کی حالت میں تھا (19) - زمیندار اور کسان کا دیہاتی روس۔ روسی تاریخ کے اس دور کی تصویر کشی میں اتنے زیادہ اہم مسائل پیش کرنے میں کامیاب رہے اور فنی صلاحیتوں کی اتنی بلندیوں پر پہنچے کہ ان کی تصنیفات کا شمار عالمی ادب کے بہترین شاہکاروں میں ہونے لگا۔ ٹالسٹائی کی طباع درخشانی کا ممنوں ہونا چاہئے کہ ایک ایسے ملک میں، جو غلاموں کے آقاؤں کے جوئے تلے تھا، انقلاب کی تیاری کا دور تمام انسانیت کے فنی ارتقا کے لئے ایک سنگ میل بن گیا۔

روس میں بھی بہت چھوٹی سی اقلیت ٹالسٹائی کو ایک فن کار کی حیثیت سے جانتی ہے اس لئے اگر ان کی عظیم تخلیقات کو واقعی سب کی ملکیت بنانا ہے تو پھر اس سماجی نظام کے خلاف جدوجہد اور جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے جس میں کروڑوں لوگ جہالت، گمراہی، مشقت اور غربت کا شکار ہیں۔ اسے بدلنے کے لئے اشتراکی انقلاب کرنے کی ضرورت ہے۔

ٹالسٹائی نے صرف فنی تخلیقات ہی نہیں کیں جن کی لوگ ہمیشہ قدر کریں گے اور انہیں پڑھیں گے لیکن یہ اس وقت ہوگا جب وہ زمینداروں اور سرمایہ داروں کا جوا اتار پھینکنے کے بعد اپنی انسانی زندگی کے لئے بہتر حالات پیدا کریں گے۔ وہ عام

لوگوں کی کیفیت مزاج کو بھی بڑی غیر معمولی قوت سے پیش کرنے میں کامیاب رہے جنہیں موجودہ نظام کچل رہا ہے، انہوں نے ان کی حالت زار کا نقشہ کھینچا اوران کے احتجاج اور غصے کے بے ساختہ جذبات کا اظہار کیا۔ بنیادی طور پر 1904 -1861 کے دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایک فن کار، مفکر اور معلم اخلاق کی حیثیت سے انہوں نے اپنی تصنیفوں میں پہلے روسی انقلاب کے مخصوص خدوخال_ اس کی مضبوطی اور کمزوری کا___ حیرت انگیز طور پر اظہار کیا۔

ہمارے انقلاب کی ایک خاص ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ وہ عالمی پیمانے پر سرمایہ داری کے بہت ترقی یافتہ ارتقا کے دور میں اور روسی میں نسبتاً ترقی یافتہ ارتقا کے دور میں ایک کسان بورژوا انقلاب تھا۔ وہ بورژوا انقلاب اس لئے تھا کہ اس کا فوری مقصد زار شاہی کی مطلق العنانی اور زار شاہی با دشاہت کا تختہ الٹنا اور زمینداری کو ختم کرنا تھا، اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ بورژوازی کا غلبہ ختم کیا جائے۔ خاص کر کسان اس آخر الذکر مقصد سے واقف نہ تھے، انہیں اس مقصد اور جدوجہد کے قریبی اور فوری مقاصد کے درمیان فرق معلوم نہیں تھا۔ وہ کسان بورژوا انقلاب اس لئے تھا کہ خارجی حالات نے سب سے آگے یہ مسلہ پیش کیا کہ کسانوں کے حالات زندگی بنیادی طور پر بدلے جائیں، زمین کی ملکیت کا پرانا قرون وسطیٰ کا نظام ختم کیا جائے اور سرمایہ داری کے لئے ''زمین ہموار'' ہو۔ خارجی حالات ایسے تھے کہ کسان کم وبیش آزاد تاریخی اقدام کے لئے میدان میں اتریں۔

ٹالسٹائی کی تصانیف عام کسان تحریک کے ان ہی دونوں پہلوؤں، مضبوطی اور کمزوری، قوت اور قیود کی عکاسی کرتی ہیں۔ ریاست اور سرکاری کلیسا جس کا پولیس کے ساتھ گٹھ جوڑ تھا ان کے خلاف ٹالسٹائی کا پر جوش، جذباتی اور اکثر بے

رحمانہ سخت احتجاج ان سادہ کسان جمہوری عوام کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہے جن کے دلوں میں صدیوں کی کسان غلامی نے، سرکاری مظالم اور لوٹ مار نے، کلیسا کی ریاکاری نے، فریب اور حیلہ بازی نے غصے اور نفرت کے سمندر بھر رکھے تھے۔ زمین کی نجی ملکیت سے ان کی غیر مصالحانہ مخالفت اس تاریخی دور میں کسان عوام کی نفسیات کا اظہار کرتی ہے، جب زمین کی قدیم اور ازمنہ وسطیٰ کی ملکیت ___ آراضی املاک اور سرکاری طور پر دئے ہوئے قطعات دونوں شکلوں میں، ملک کی ترقی کی راہ میں ایک نا قابل برداشت رکاوٹ بن گئی تھی اور جب زمین کی اس قدیم ملکیت کو بلاتوقف اور بے رحم طریقے سے ناگزیر طور پر ختم ہونا ہی تھا۔ سرمایہ داری کے خلاف ان کی پیہم ملامت ___ جو انتہائی گہرے جذبات اور غیظ وغضب سے لبریز تھی ___ پدرشاہی والے کسان کی اس تمام دہشت کی عکاسی کرتی ہے جسے وہ اس وقت محسوس کر رہا تھا۔ جب کہیں بدیس سے ایک نیا، نظر نہ آنے والا، نا قابل فہم دشمن اس کے نزدیک آچکا تھا، جس نے دیہی زندگی کے تمام ''ستون'' منہدم کر دیے اور جو اپنی جلو میں بے مثال تباہی، غربت، فاقہ کشی، بربریت، عصمت فروشی، آتشک لایا۔ اور یہ سب بپتائیں جو سرمایے کے ''ابتدائی اجتماع کے دور'' کے ساتھ آتی ہیں روس میں سوگنا بڑھ گئیں، جب اس کی سرزمین پر قادر مطلق موسیو کوپن (20) کے ایجاد کئے ہوئے غارتگری کے جلدترین طریقوں کو چسپاں کیا گیا۔

لیکن اس پرزور احتجاج کرنے والے اور پرجوش الزام لگانے والے اور عظیم معترض نے اپنی تخلیقات میں ایک کمزوری بھی دکھائی، یہ تھی روس کو درپیش بحران کے اسباب اور بحران سے بچنے کے ذرائع سمجھنے میں ناکامی۔ یہ صرف پدرشاہی

والے، بھولے کسان کی ہی خاصیت ہوسکتی ہے، مغربی تعلیم یافتہ مصنف کی نہیں۔ چنانچہ جاگیردارانہ اور پولیس ریاست کے خلاف، مطلق العنانی کے خلاف ان کی جدو جہد نے سیاست سے گریز کی شکل اختیار کر لی، وہ ''بدی کے خلاف عدم مزاحمت کے'' عقیدے میں بدل گئی، اور وہ لوگوں کی 7_1900 کی انقلابی جدوجہد سے بالکل الگ تھلگ رہے۔ سرکاری کلیسا کے خلاف لڑائی کے ساتھ ساتھ ایک نئے، پاک و صاف مذہب کی تبلیغ بھی کی گئی، جس کا مطلب یہ تھا کہ مظلوم عوام کے واسطے ایک نیا، لطیف، میٹھا زہر۔ زمین کی نجی ملکیت کی مخالفت کا نتیجہ اصلی دشمن۔ زمینداری اور اس کے اقدار کے سیاسی آلے یعنی شہنشاہیت ___ کے خلاف جدوجہد مرکوز ہونے کی شکل میں نہیں نکلا بلکہ اس نے خواب سی، دھندلی او رمجہول گریہ وزاری کا راستہ اختیار کرلیا۔ سرمایہ داری کا اور جو تباہ کاریاں وہ لوگو پر مسلط کرتی ہے اس کا پردہ ضرور چاک کیا گیا لیکن ساتھ ہی ساتھ بین الاقوامی اشتراکی پرولتاریہ جو عالمی پیمانے پر نجات کے لئے جدوجہد کر رہا ہے اس کی جانب بالکل بے تعلقی کا رویہ رہا۔

ٹالسٹائی کے خیالات میں جو تضاد پائے جاتے ہیں وہ صرف ان کے ذاتی خیالات کے منفرد تضاد نہیں ہیں بلکہ ان انتہائی پیچیدہ متضاد حالات، سماجی اثرات اور تاریخی روایتوں کی عکاسی کرتے ہیں جنہوں نے بعد از اصلاحات لیکن قبل از انقلاب کے دور میں روسی سماج کے مختلف طبقات اور مختلف پرتوں کی نفسیات ڈھالی۔

یہی وجہ ہے کہ ٹالسٹائی کی شخصیت کو صحیح طور پر صرف اس طبقے کے نقطہ نظر سے پرکھا جاسکتا ہے جس نے ان تضادات کی پہلی بار مذمت کے وقت یعنی انقلاب کے

دوران اپنے سیاسی رول اور اپنی جدوجہد کے ذریعے یہ ثابت کر دیا کہ وہ آزادی کی اور عوام کی لوٹ کھسوٹ سے نجات کی لڑائی میں رہنمائی کے لئے مامور ہے ___ وہ طبقہ جس نے جمہوریت کے نصب العین سے اپنی بے لوث وفاداری اور بورژوا (اس کسان بھی شامل ہے) معذوریوں اور غیر ثابت قدمی کے خلاف لڑنے کی اپنی قابلیت ثابت کر دی ہے ___ صحیح تخمینہ صرف سوشل ڈیموکریٹک پرولتاریہ کے نقطہ نظر سے ممکن ہے۔

سرکاری اخباروں نے پر جو رائے آرائی کی ہے اس پر نظر ڈالیے۔ ''عظیم مصنف'' کی عظمت کا اعتراف کرنے کے لئے انہوں نے مگرمچھ کے آنسو بہائے ہیں لیکن ساتھ ہی ''مقدس'' مجلس کلیسا (21) کی مدافعت بھی کی ہے۔ جہاں تک بشپوں کا تعلق ہے تو انہوں نے ایک خاص پاجی پن کا گناہ کیا، انھوں نے دم توڑتے ہوئے آدمی کے پاس پادری بھیجے تا کہ عوام کو یہ کہہ کر بیوقوف بنائیں کہ ٹالسٹائی نے اپنے ''گناہوں کا اعتراف'' کر لیا ہے۔ مقدس مجلس کلیسا ٹالسٹائی کو کلیسائی حقوق سے محروم کر چکی تھی۔ سونے پر سہاگہ اسی کو کہتے ہیں۔ یہ کرتب اس وقت یاد رکھا جائے گا جب لوگ پادریوں کا جبہ پہننے والے افسروں، حضرت عیسیٰ کے نام لیوا پولیس والوں اور خبیث احتساب کرنے والوں سے حساب صاف کریں گے جو یہودیوں کے قتل اور غارتگری کی اور زارشاہی کے سیاہ صدغنڈوں کی مہموں کی حمایت کرتے ہیں۔

اعتدال پسند اخباروں نے پر جو رائے آرائی کی ہے اس پر بھی نظر ڈالیے۔ انہوں نے اپنے آپ کو کھوکھلے، سرکاری طور پر اعتدال پسند، گھسے ہوئے پروفیسرانہ جملوں تک محدود رکھا ہے ___ ''مہذب انسانیت کی آواز''، ''دنیا کی ایک دل

دھرکن''، ''سچائی اور نیکی کے خیالات'' وغیرہ وغیرہ۔ ایسی ہی باتوں پر بورژوا سائنس کی بجا طور پر گوشمالی کیا کرتے تھے۔ اعتدال پسند لوگ ریاست پر، کلیسا اور زمین کی نجی ملکیت پر، سرمایہ داری پر ٹالسٹائی کے خیالات کے متعلق صاف اور سادہ زبان میں اپنی رائے نہیں دے سکتے ___ یہ اس لئے نہیں کہ سینسر انہیں روکتا ہے۔ اس کے برعکس سینسران کی اتنی زیادہ مدد کرتا ہے کہ وہ کھسیانے لگتے ہیں! وہ اس لئے رائے نہیں دیتے کہ ٹالسٹائی کی تنقید کا ہر نکتہ بورژوا اعتدال پسندی کے منہ پر تماچہ ہے، وہ اس لئے خاموش ہیں کہ ٹالسٹائی جس طرح ہمارے زمانے کے انتہائی شدید اور پریشان کن مسائل کو بے جگری، صاف گوئی اور نے رحمی سے پیش کرتے ہیں وہ ہمارے اعتدال پسند (اور اعتدال پسند نرودنیکی) صحافیوں کے بازاری جملوں، فرسودہ لفظوں کے ہیر پھیر اور حیلے باز ''مہذب'' فریبوں کے لئے تازیانہ ہے۔ اعتدال پسند کے حامی ہیں، مجلس کلیسا کے بالکل خلاف ہیں ___ اور ساتھ ہی وہ ''ویخی'' (22) کے حلقے کی بھی حمایت کرتے ہیں، جس سے ''رضامند نہ ہونا ممکن ہے'' لیکن ایک پارٹی میں میل ملاپ کرنا بھی ''ضروری'' ہے اور جس کے شانہ بشانہ ادب اور سیاست میں کام کرنا بھی ''ضروری'' ہے۔ اور بشپ انتھونی وولینسکی ''ویخی'' کے لوگوں کے ہاتھ چوم کر ان کا خیر مقدم کرتا ہے۔

اعتدال پسند اس پر بڑا زور دیتے ہیں کہ ٹالسٹائی ''عظیم ضمیر'' ہیں۔ کیا یہ کھوکھلا فقرہ نہیں ہے جسے ''نووائے وریمیا'' (23) اور اس جیسے تمام اخبار ہزار طریقوں سے دہراتے رہتے ہیں؟ کیا یہ جمہوریت اور سوشلزم کے ان ٹھوس مسائل سے گریز نہیں ہے جنہیں ٹالسٹائی نے پیش کیا تھا؟ کیا یہاں خیالات کی پیش بیانی نہیں ہے جو ان کی دانش کی نہیں بلکہ ان کے تعصّبات کا اظہار ہیں، ان کا وہ حصہ جس

کا تعلق مستقبل سے نہیں بلکہ ماضی سے ہے، ہر قسم کے طبقاتی غلبے کے خلاف ان کے پر جوش احتجاج سے نہیں بلکہ سیاست سے کنارہ کشی اور اخلاق کی اندرونی تکمیل کے وعظ سے ہے۔

ٹالسٹائی سدھار گئے۔ اور قبل از انقلاب کا روس، جس کی کمزوری اور مجہولیت ان کے فلسفے میں ملتی ہے اور جس کی تصویر کشی انہوں نے اپنی تخلیقات میں عظیم فن کار کی طرح کی ہے، اب قصہ پارینہ بن چکا ہے۔ لیکن انہوں نے جو ورثہ چھوڑا ہے اس میں ایسی باتیں بی شام ہیں جو قصہ پارینہ نہیں ہوئیں بلکہ ان کا تعلق مستقبل سے ہے۔ روسی پرولتاریہ نے اس ورثے کو قبول کیا ہے اور وہ اس پر کام کر رہا ہے۔ روس کا پرولتاریہ محنت کش اور استحصال کئے جانے والے عوام کو ریاست اور کلیسا پر، زمین کی نجی ملکیت پر ٹالسٹائی کی تنقید کا مفہوم سمجھائے گا، اس غرض سے نہیں کہ عوام اپنے اخلاق کی اندرونی تکمیل اور متقی زندگی کی تمنا کرنے میں الجھے رہیں بلکہ اس لئے کہ وہ زار شاہی کی بادشاہت اور زمینداری پر نئی ضرب لگانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں، جنہیں 1905 میں کم نقصان پہنچا تھا، جنہیں اب مکمل طور پر ختم کر دینا چاہئے۔ روس کا پرولتاریہ عوام کو سرمایہ داری پر ٹالسٹائی کی تنقید سمجھائے گا، اس غرض سے نہیں کہ وہ سرمایے اور زر کی حکمرانی کو بد دعائیں دیتے رہیں بلکہ اس لئے کہ وہ اپنی زندگی کے اور جدوجہد کے ہر قدم پر سرمایہ داری کی ٹکنیکی اور سماجی حاصلات کو استعمال کرنا سیکھیں، وہ اپنے آپ کو کروڑوں اشتراکی مجاہدوں کی ایک ایسی متحد فوج میں مربوط کرنا سیکھیں جو سرمایہ داری کا تختہ الٹ دے اور ایک نیا سماج تعمیر کرے جس میں عوام کو غربت سے نجات ملے اور جہاں انسان انسان کا استحصال نہ کرے۔

''سوشل ڈیموکریٹ'' شمارہ 16,18(29) نومبر 1910 کو شائع ہوا۔
لینن کا مجموعہ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد 20، صفحات 24_19-

---

ٹالسٹائی اور ہم عمر مزدور تحریک

روس کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں روسی مزدور ٹالسٹائی کی موت کے سلسلے میں اپنے خیالات پیش کر چکے ہیں۔ انھوں نے مصنف کے متعلق، جن کی قلم سے بڑی تعداد میں ایسے نادر فن پارے تخلیق ہوئے جن کے سبب وہ دنیا کے عظیم ترین مصنفوں کے رتبے تک جا پہنچے، اور مفکر کے بارے میں بھی جنہوں نے اپنی انتہائی قوت، خود اعتمادی اور خلوص کے ساتھ اپنے ہم عصر سیاسی اور سماجی نظام کے بنیادی خدوخال سے تعلق رکھنے والے سوالات اٹھائے، اپنے رویے کو کسی نہ کسی طرح ظاہر کیا۔ اس رویے کا مجموعی اظہار تیسری دوما میں مزدوروں کے نمائندہ ممبروں کے تار میں ملتا ہے، جسے اخبار شائع کر چکے ہیں (24)۔

ٹالسٹائی نے اپنی ادبی زندگی اس وقت شروع کی جب کسان غلامی ہنوز باقی تھی لیکن اپنے خاتمے کے دن گن رہی تھی۔ ٹالسٹائی کی سرگرمیاں روس کی تاریخ کے اس عہد سے تعلق رکھتی ہیں جو اس کی دو اہم منزلوں کے درمیان پھیلا ہوا تھا___ 1861 اور 1900- اس عہد میں کسان غلامی کے نشانات، اس کی براہ راست باقیات ملک کی تمام معاشی (خاص کر دیہات میں) اور سیاسی زندگی پر چھائی ہوئی تھیں۔ اور یہی وہ مانہ تھا جب سرمایہ داری نیچے سے بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی تھی اور اوپر سے بوئی جا رہی تھی۔

کسان غلامی کی باقیات کا اظہار کس طرح ہوتا تھا؟ سب سے زیادہ اور انتہائی

واضح شکل میں اس حقیقت سے کہ روس میں، جو خاص کر زرعی ملک تھا، اس وقت زراعت تباہ حال، مفلس کسانوں کے ہاتھوں میں تھی جو دقیانوسی اور قدیم طریقوں سے پرانے جاگیری قطعات پر کام کرتے تھے جو 1861 میں زمینداروں کے ہاتھ میں تھی جو زمین پر کاشت کسانوں کی محنت، ان کے لکڑی کے ہلوں اور گھوڑوں کے ذریعے کراتے تھے اور اس کا معاوضہ ''کٹی ہوئی زمین'' (20)، چراگاہوں اور پانی کے ذخیروں کی شکل میں دیتے تھے۔ بنیادی طور پر یہ معیشت کا کسان غلامی کا پرانا نظام تھا۔ اس دور میں روس کے سیاسی نظام پر بھی کسان غلامی چھائی ہوئی تھی۔ یہ متعدد باتوں سے ظاہر ہوتا ہے ___ 1900 میں تبدیلی کے ابتدائی اقدام سے پہلے والے ریاستی نظام سے، ریاستی امور پر زمیندار امرا کے غالب اثر سے، حکام کے غیر محدود اختیارات سے، جو اکثر و بیشتر ___ خاص کر اونچے عہدوں کے لئے ___ زمیندار امرا سے ہی تعلق رکھتے تھے۔

1861 کے بعد عالمی سرمایہ داری کے زیر اثر یہ قدیم پدرشاہی والا روس بڑی تیزی سے منتشر ہونے لگا۔ کسان بھوکوں مرنے لگے، اور واقعی مرے بھی، اتنے تباہ ہوئے جتنے پہلے کبھی نہ ہوئے تھے اور زمین چھوڑ چھوڑ کر شہر بھاگنے لگے۔ تباہ شدہ کسانوں کی ''سستی محنت'' کو دعائیں دیجئے کہ ریلوے لائنوں، کارخانوں، فیکٹریوں کی تعمیر بڑے زور شور سے ہونے لگی۔ روس میں وسیع پیمانے پر بڑا مالیاتی سرمایہ تجارت اور صنعت کے ساتھ ساتھ بڑھنے لگا۔

اس کی وجہ سے پرانے روس کے تمام قدیم ''ستون'' بڑی تیزی سے، تکلیف کے ساتھ اور شدت سے گرنے لگے۔ اسی کی عکاسی فن کار ٹالسٹائی کی تخلیقات میں اور مفکر ٹالسٹائی کے خیالات میں ملتی ہے۔

دیہی روس، زمینداروں اور کسانوں کے رہن سہن کے بارے میں ٹالسٹائی کی معلومات غیر محدود تھیں۔ اپنے فن پاروں میں انہوں نے ان ہی کی تصویر کشی کی جواب عالمی ادب کی بہترین تصنیفوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ دیہی روس کے تمام" پرانے ستونوں" کے انہدام نے ان کی توجہ کو مہمیز دی، اور ان کے اردگرد جو رہا تھا اس سے ان کی دلچسپیبڑھائی اور ان کے نظریہ زندگی میں بنیادی تبدیلی کی۔ پیدائش اور تعلیم وتربیت کے لحاظ سے ٹالسٹائی روس کے سب سے اونچے زمیندار سے تعلق رکھتے تھے، لیکن انہوں نے اپنے ماحول کے روایتی خیالات سے ناطہ توڑ ڈالا اور اپنی بعد کی تصنیفات میں ہم عصر ریاست، کلیسا، سماجی اور معاشی اداروں کے خلاف سخت تنقیدی حملے کئے جن کی بنیاد عوام کی غلامی، ان کی غربت، کسانوں اور عام طور پر چھوٹے مالکوں کی تباہی اور جبر وریاکاری پر تھی جو ہم عصر زندگی میں اوپر سے لے کر نیچے تک چھائی ہوئی تھی۔

ٹالسٹائی نے جو تنقید کی وہ کوئی نئی نہ تھی۔ انہوں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جو یورپی اور روسی دونوں ادبوں میں بہت پہلے محنت کش عوام کے خیر خواہوں نے نہ کہی ہو۔ لیکن ٹالسٹائی کی تنقید کی جدت اور اس کی تاریخی اہمیت اس حقیقت میں مضمر ہے کہانہوں نے، ایک طباع فن کار کی پوری قوت سے، اس زمانے میں مضمر ہے کہ وسیع ترین عوام کے خیالات ___ کسان روس کے خیالات میں ترقی پسند تبدیلی کی عکاسی کی۔ اپنے ہم عصر اداروں پر ٹالسٹائی نے جو تنقید کی وہ ان ہی اداروں پر جدید مزدور تحریک کے نمائندوں کی تنقید سے مختلف اس لئے ہے کہ ٹالسٹائی کا نقطہ نظر پدرشاہانہ، بھولے کسان کا نقطہ نظر تھا جس کی نفسیات ان کی تنقید اور عقائد میں شامل تھی۔ ٹالسٹائی کی تنقید کا امتیاز اس کی جذباتی قوت، احساس،

تیقن، تازگی، خلوص اور ''جڑ تک پہنچنے کے لئے'' عوام کے دکھوں کی اصل وجہ کا کھوج لگانے کے لئے اس کی بے باکی ہے۔ اور یہ اس لئے ہے کہ یہ تنقید ان کروڑوں کسانوں کے خیالات میں بڑی تبدیلی کی عکاسی کرتی ہے جنہوں نے ابھی ابھی کسان غلامی سے آزادی حاصل کی تھی اور پھر انہوں نے دیکھا کہ ان کے لئے اس آزادی کا مطلب تباہی، فاقے سے موت، شہر کی آبادی کی نچلی تہہ کے درمیان بے گھر زندگی وغیرہ کی ہولناکیاں ہیں۔ ان کے جذبات کی ٹالسٹائی نے اتنی سچائی کے ساتھ آئینہ داری کی کہ انہوں نے کسان عوام کی سادگی، سیاسی زندگی سے ان کی علیحدگی، ان کی صوفیت، دنیا سے الگ تھلگ رہنے کی ان کی خواہش، ''بدی سے عدم مزاحمت''، سرمایہ داری اور ''زر کی طاقت'' کے خلاف بے سود بددعاؤں کو اپنے عقائد میں شامل کرلیا۔ کروڑوں کسانوں کا احتجاج اور ان کی مایوسی بھی ـــــ یہ دونوں باتیں ٹالسٹائی کے عقیدے میں یکجا ہوگئیں۔

جدید مزدور تحریک کے نمائندے سمجھتے ہیں کہ انہیں اور زیادہ احتجاج کرنا ہے اور مایوسی کی کوئی ضرورت نہیں۔ مایوسی مٹنے والے طبقات کی علامت ہوتی ہے لیکن اجرتی مزدوروں کا طبقہ وہ طبقہ ہے جو روس سمیت تمام سرمایہ دار ملکوں میں ناگزیر طور پر تعداد کے لحاظ سے بڑھ رہا ہے، ترقی کر رہا ہے اور مضبوط ہو رہا ہے۔ مایوسی ان لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے جو بدی کے اسباب نہیں سمجھتے، جنہیں کوئی حل نظر نہیں آتا اور جو جدوجہد کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ جدید صنعتی پرولتاریہ کا ایسے طبقات کے زمرہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اخبار ''ناش پوت'' شمارہ 7، 28 نومبر، 1910

لینن کا مجموعہ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد 20، صفحات 41-38

ٹالسٹائی اور پرولتاری جدوجہد

ٹالسٹائی زبردست قوت اور خلوص کے ساتھ حکمراں طبقات کی مذمت کرتے رہے، انہوں نے بڑی وضاحت سے ان تمام اداروں کی ریاکاری کا پردہ چاک کیا جن پر جدید سماج قائم ہے: کلیسا، عدالت، عسکریت پرستی، ''قانونی'' شادی، بورژوا سائنس۔ لیکن ان کے نظریات جدید سماجی نظام کو دفن کرنے والے پرولتاری طبقے کی زندگی، کام اور جدوجہد کے بالکل متضاد ثابت ہوئے۔ تو پھر لیو ٹالسٹائی کی تعلیمات کس کا نقطہ نظر پیش کرتی ہیں؟ ٹالسٹائی کی زبان ذریعے روس کے ان کروڑوں لوگوں نے اپنے دل کی بھڑاس نکالی جو موجودہ زندگی کے آقاؤں سے نفرت تو کرنے لگے لیکن ابھی تک ان کے خلاف باشعور، ثابت قدم، گہری فیصلہ کن جدوجہد کے نقطے تک نہیں پہنچے۔

عظیم روسی انقلاب کی تاریخ اور اس کے نتائج دکھاتے ہیں کہ طبقاتی شعور رکھنے والے اشتراکی پرولتاریہ اور پرانے نظام کے کھلم کھلا محافظوں کے وسط میں ایسے ہی لوگ تھے۔ ان لوگوں نے، جو خاص کر کسانوں پر مشتمل تھے انقلاب کے دوران یہ ثابت کر دیا کہ انہیں پرانے نظام سے کس قدر نفرت ہے، وہ موجود نظام کے مصائب کتنی شدت سے محسوس کرتے ہیں، ان کے دلوں میں اس سے آزاد ہونے اور بہتر زندگی حاصل کرنے کی کتنی گہری خودرو تمنا ہے۔

لیکن ساتھ ہی انقلاب میں ان لوگوں نے یہ بھی دکھایا کہ ان کی نفرت میں سیاسی شعور کی کمی ہے، جدوجہد میں وہ ثابت قدم نہیں ہیں اور بہتر زندگی کے واسطے ان کی تلاش تنگ دائرہ تک محدود ہے اس عظیم انسانی سمندر نے جس کی تہہ تک ہلچل

کی لہریں پہنچ گئی تھیں اپنی تمام کمزوریوں اور تمام توانائیوں کے ساتھ ٹالسٹائی تعلیمات میں اپنے آپ کو منعکس کیا۔

لیوٹالسٹائی کے ادبی شاہکار پڑھ کر روسی مزدور طبقہ اپنے دشمنوں کو بہتر طور پر پہچانے گا، لیکن ان کی تعلیمات کی پڑتال کر کے روسا کے تمام عوام کو یہ سمجھنا ہوگا کہ ان کی اپنی کمزوری کی جڑ کیا ہے جس نے انہیں اپنی نجات کی منزل مقصود تک پہنچنے سے روکا۔ پیش قدمی کے لئے یہ سمجھنا ضروری ہے۔

اس پیش قدمی کو وہ تمام لوگ روک رہے ہیں جو ٹالسٹائی کو ''عالمی ضمیر''، ''زندگی کا استاد'' کہتے ہیں۔ اعتدال پسند یہ جھوٹ جان بوجھ کر پھیلا رہے ہیں اور ان کا مقصد ٹالسٹائی کے نظریات کا انقلاب دشمن پہلو استعمال کرنا ہے۔ اور ''زندگی کے استاد'' کے اسی مکر کو اعتدال پسندوں کے بعد سابق سوشل ڈیموکریٹ بھی دہرا رہے ہیں۔

روسی عوام صرف اس وقت اپنی نجات حاصل کر سکتے ہیں جب وہ یہ سمجھ لیں کہ بہتر زندگی حاصل کرنے کے لئے انہیں ٹالسٹائیسے نہیں بلکہ اس طبقے سے سیکھنا چاہئے جس کی اہمیت کو ٹالسٹائی نے محسوس نہیں کیا لیکن صرف یہی طبقہ اس پرانی دنیا کو تباہ کرنے کے قابل ہے جس سے ٹالسٹائی کو نفرت تھی۔ اور یہ طبقہ ہے پرولتاریہ۔

''ربوچایا گزیتا'' شمارہ 2، 18 (31) دسمبر 1910

لینن کا روسی ایڈیشن، جلد، صفحات 71_70-

ٹالسٹائی اور ان کا عہد

لیو ٹالسٹائی کا جس عہد سے تعلق ہے اور جس کی عکاسی نمایاں طور پر ان کی باکمال ادبی تخلیقات اور ان کے نظریات میں ملتی ہے وہ 1861 کے بعد شروع ہوا اور 1905 کے بعد ختم ہوگیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ نے اپنی ادبی زندگی اس سے پہلے شروع کر دی تھی اور وہ اس کے بعد ختم ہوئی، لیکن یہی وہ دور ہے جس کی عبوری نوعیت نے کی تخلیقات اور ازم کی تمام ممتاز خصوصیات کو نکھارا اور جب انہوں نے فن کار اور مفکر دونوں کی حیثیت سے پختگی حاصل کی۔

''آنا کرینینا'' ناول میں ایک کردار لیوین ہے۔ اس کے ذریعے بڑی وضاحت سے روس کی تاریخ کے اس موڑ کی نوعیت بیان کرتے ہیں جو اس نصف صدی میں واقع ہوا تھا۔

''فصل کی کٹائی، مزدوروں کو اجرت پر رکھنے وغیرہ کے متعلق لیوین جانتا تھا کہ رسم ورواج کے مطابق یہ ادنیٰ باتیں ہیں۔ لیکن اب یہی باتیں لیوین کے لئے اہم ہوگئیں۔ شائد یہ باتیں کسان غلامی میں غیر اہم تھیں، یا انگلستان میں غیر اہم ہوں۔ دونوں صورتوں میں حالات معین ہیں، جب چیزوں نے نئی شکل اختیار کرنا شروع کی ہے تو یہ سوال کہ حالات کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا روس کے لئے واحد اہم سوال ہے۔ لیوین سوچتا تھا۔''

''ہمارے ہاں جب ہر چیز میں الٹ پلٹ ہو رہی ہے، جب چیزوں نے نئی شکل اختیار کرنا شروع کی ہے۔'' 1900-1861 کے دور کی اس سے زیادہ موزوں خصوصیت بیان نہیں کی جاسکتی۔ کس میں ''الٹ پلٹ ہوئی'' اس سے ہر روسی خوب واقف ہے یا تھوڑا بہت جانتا ہے یہ کسان غلامی اور اس سے پورا کا پورا''

پرانا نظام'' تھا۔ کون سی چیز ''نئی شکل اختیار کر رہی''۔ یہ آبادی کے عام لوگ نہیں جانتے، ان کے لئے یہ چیز اجنبی اور نا قابل فہم ہے۔ نے اس بورژوا نظام کو جو'' نئی شکل'' میں آرہا تھا مبہم طور پر سمجھا، ہوّے کی طرح یعنی انگلستان کی طرح۔ واقعی ہوّے کی طرح کیونکہ اصولی طور پر اس'' انگلستان'' میں سماجی نظام کی خصوصیات، اس نظام اور سرمایے کی حکمرانی کے درمیان تعلق، زر کی کارکردگی، تبادلے کی ابتدا اور اس کے ارتقا کی چھان بین کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ نرودنیکوں (26) کی طرح وہ بھی اس چیز کو دیکھنے سے انکار کرتے ہیں، اس کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور اسے نظر انداز کر دیتے ہیں کہ جو چیز ''نئی شکل'' اختیار کر رہی ہے وہ بورژوا نظام کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ 1900 __ 1861 کے دور میں (اور آج بھی) روس میں تمام سماجی اور سیاسی سرگرمیوں کے فوری فرائض کے نقطہ نظر سے، اگر'' واحد اہم'' سوال نہیں تو یقینی اہم ترین سوالات میں سے ایک یہ تھا کہ یہ نظام'' کون سی شکل'' اختیار کرے گا، یہ بورژوا نظام جس نے انگلستان، جرمنی، امریکہ، فرانس وغیرہ میں انتہائی نوع بنوع شکلیں اپنائی ہیں۔ لیکن سوال کو اس طرح معین، ٹھوس اور تاریخی لحاظ سے پیش کرنا کے لئے بالکل اجنبی بات ہے۔ وہ زندگی سے بے تعلق صرف خیالی دلیلیں دیتے ہیں، وہ صرف اخلاق کے'' ابدی'' اصولوں، مذہب کی ابدی صداقتوں کے نقطہ نظر کے قائل ہیں اور یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ایسا نقطہ نظر پرانے (''جوالٹ پلٹ گیا'' ہے) نظام، کسان غلامی کے نظام کی، مشرقی لوگوں کی طرز زندگی کی نظریاتی عکاسی کرتا ہے۔

''لوسیرن'' میں (1807) اعلان کرتے ہیں کہ'' تہذیب'' کو ایک نعمت

خیال کرنا "تصور کا کھیل" ہے جو "انسان کی فطرت کے اندر نیکی کی جبلی انتہائی روحانی مسرت سے لبریز جبلی ضرورت کو ختم کر دیتی ہے۔" دعوی کرتے ہیں کہ "ہمارے خطا سے بَری صرف ایک رہبر ہے ___ کائناتی روح جو ہم میں سرایت کئے ہوئے ہے۔"

"ہمارے زمانے میں غلامی" (1900) میں اور زیادہ جوش سے وہ کائناتی روح سے اپیلوں کو دہراتے ہیں، کہتے ہیں کہ سیاسی معاشیات "نقلی سائنس"، ہے کیونکہ وہ "تاریخ کے دوران تمام دنیا میں انسانوں کی حالتوں" کو نمونہ بنانے کے بجائے "چھوٹے سے انگلستان" کو "نمونہ" بناتی ہے "جہاں حالت بہت زیادہ استثنیٰ ہے۔" یہ "تمام دنیا" کیا ہے؟ اس کا جواب ہمیں ان کے مضمون "ترقی اور تعلیم کی تعریف" (1862) میں ملتا ہے۔ "نام نہاد سالم مشرق" کا حوالہ دیتے ہوئے "مورخین" کی اس رائے کو ٹھکرا دیتے ہیں کہ ترقی "انسانیت کے تعلق سے ایک عام قانون ہے"۔ وہ کہتے ہیں: انسانی ترقی کا کوئی عام قانون نہیں ہے اور مشرق کے لوگوں کے سکون سے ثابت ہوتا ہے"۔

حقیقی تاریخی مافیہا کے لحاظ سے ازم ایک مشرقی، ایشیائی نظام کا نظریہ ہے۔ چنانچہ تیاگ، بدی کے خلاف عدم مزاحمت، تنوطیت کا گہرا رنگ، یہ عقیدہ کہ "ہر شے کچھ نہیں ہے، ہر مادی چیز کچھ نہیں ہے" ("زندگی کا مطلب" صفحہ 52)، "روح" پر "ہر چیز کی ابتدا" پر ایمان اور اس پر بھی کہ انسان اس "ابتدا" کے تعلق سے محض ایک ایسا "مزدور ہے ... جس کی قسمت میں اپنی روح کو بچانا لکھا ہے" وغیرہ۔ "کریتز یرسوناتا" میں بھی اسی نظریے پر قائم رہتے ہیں جب وہ لکھتے ہیں: عورت کی نجات نہ کالجوں میں ہے اور نہ پارلیمنٹوں میں بلکہ سونے کے کمرے میں

ہے۔'' اوراس مضمون میں بھی جسے انہوں نے 1862 میں لکھا تھا، وہ کہتے ہیں کہ یونیورسٹیاں صرف ''چڑچڑے، مضمحل اعتدال پسند'' لوگ پیدا کرتی ہیں جنہیں'' عوام بالکل استعمال نہیں کر سکتے''، جو''اپنے پرانے ماحول سے فضول جدا ہو جاتے ہیں''، جنھیں ''زندگی میں کوئی مقام نہیں ملتا'' وغیرہ۔

قنوطیت، عدم مزاحمت، ''روح کے نام اپیلیں ___ یہ ہیں اس نظریے کے اجزا جو ایسے دور میں ناگزیر ہے جب پورا پرانا نظام ''الٹ پلٹ ہو گیا ہے'' اور جب لوگ، جنہوں نے اس نظام میں پرورش پائی اور جنہوں نے اپنی ماں کے دودھ سے اس نظام کے اصول، عادتیں، روایات اور عقیدے قبول کئے، نہیں دیکھتے اور نہیں دیکھ سکتے کہ کس قسم کے ایک نئے نظام کی ''تشکیل ہو رہی'' ہے، کون سی سماجی قوتیں اس کی تشکیل کر رہی ہیں اور کس طرح، کون سی سماجی قوتیں اس قابل ہیں کہ اس بے حد اور غیر معمولی طور پر بھیانک آفت سے نجات دلا سکیں جو''اتھل پتھل'' کے زمانے کی خصوصیت ہوتی ہے۔

روس میں 1904 ___ 1862 کا دور اسی قسم کی اتھل پتھل کا دور تھا جب ہر ایک کی آنکھوں کے سامنے پرانا نظام منہدم ہوا اور پھر کبھی نہیں لوٹا، اسی کی کوکھ سے نیا نظام جنم لینے لگا اور جو سماجی قوتیں اس نئے نظام کی تشکیل کر رہی تھیں وہ صرف 1900 میں انتہائی مختلف میدانوں میں وسیع قومی اقدام کے ذریعے پہلی بار منظر عام پر آئیں۔ اور پھر روس میں 1900 کے واقعات کے بعد اسی ''مشرق'' کے کئی ملکوں میں بھی اسی قسم کے واقعات ہوئے جس مشرق کو نے 1862 میں ''پر سکون'' کہا تھا۔ 1900 کا سال تاریخی اعتبار سے ازم کے خاتمے کا سال بھی قرار پایا، اس عہد کے خاتمے کا جس میں کے نظریات کی بالیدگی ممکن بلکہ ناگزیر تھی

اور جس میں انہیں کسی ایک فرد کے تخیل کی پرواز یا خبط کے سبب نہیں بلکہ ان کروڑوں لوگوں کے حالات زندگی کے نظریے کی طرح لازمی طور پر ابھرنا ہی تھا جو زمانے کے ایک مخصوص دور میں رہتے تھے۔

کے نظریات یقنی یوٹوپیائی ہیں اور ان کا مافیہ رجعت پرست ہے ___ اس لفظ کے بالکل صحیح اور گہرے معنوں میں ___ لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ یہ تعلیمات اشتراکی نہیں ہیں یا ان میں ایسے تنقیدی عناصر موجود نہیں ہیں جو ترقی یافتہ طبقات کی روشن خیالی کے لئے قیمتی مواد فراہم کرسکیں۔

اشتراکیت کی کئی قسمیں ہیں۔ ان تمام ملکوں میں جہاں طریقہ پیداوار سرمایہ دارانہ ہے یقینی ایسا سوشلزم ہے جو اس طبقے کے نظریے کا اظہار کرتا ہے جسے بورژوازی کی جگہ لینا ہے۔ اور ایسا سوشلزم بھی ہے جو ایسے طبقات کے نظریے کا اظہار کرتا ہے جن کی جگہ بورژازی لینے والا ہے۔ مثال کے طور پر جاگیری سوشلزم آخر الذکر قسم کا سوشلزم ہے۔ 60 سال سے زیادہ عرصہ ہوا مارکس نے دوسرے قسم کے سوشلزم کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ اس سوشلزم کے بھی جائزہ لیا تھا (27)۔

اس کے علاوہ، کے یوٹوپیائی نظریات میں تنقیدی عناصر کا موجود ہونا اتنا ہی قدرتی ہے جتنا دوسرے کئی یوٹوپیائی نظاموں میں۔ لیکن ہمیں مارکس کا یہ گہرا خیال نہیں بھولنا چاہئے کہ یوٹوپیائی سوشلزم کے اندر تنقیدی عناصر کے معنی ''تاریخی ارتقا کے ساتھ الٹا تعلق رکھتے ہیں''۔ ان سماجی قوتوں کی سرگرمیاں جتنی زیادہ بڑھیں گی جو نئے روس کی ''تشکیل'' کررہی ہیں اور اسے موجودہ سماجی مصائب سے نجات دلا رہی ہیں وہ اتنا ہی زیادہ معین کردار اختیار کریں گی، اور تنقیدی یوٹوپیائی سوشلزم بھی اتنی ہی تیزی سے اپنی ''تمام عملی اہمیت اور تمام نظریاتی جواز کھو دے گا''

(28)۔

پچیس برس پہلے اپنی رجعت پرست خصوصیات اور یوٹوپیائی خصوصیات کے باوجود کی تعلیمات کے تنقیدی عناصر بعض اوقات لوگوں کے کچھ حصوں کے لئے عملی لحاظ سے مفید ہو سکتے تھے۔ ماضی قریب میں، مثال کے طور پر پچھلے دس برسوں میں ایسا نہیں ہوا کیونکہ تاریخی ارتقا نے انیسویں صدی کی نویں دہائی اور اس کے خاتمے کے درمیان کافی ترقی کر لی تھی۔ ہمارے زمانے میں جب کہ مندرجہ بالا واقعات کے سلسلوں نے ''مشرقی'' سکون کو ختم کر دیا ہے، ہمارے زمانے میں جب کہ'' ویخی'' کے انتہائی رجعت پرست خیالات (محدود طبقاتی، خودغرض طبقاتی معنی میں) اعتدال پسند بورژوازی میں بہت بڑے پیمانے پر پھیل چکے ہیں اور ان خیالات نے ان لوگوں کے ایک حصے تک کو چھوت لگا دی ہے جو تقریباً مارکسسٹ تھے اور ان میں ''انسداد پرستی'' کا رجحان (29) پیدا کر دیا ہے۔ تو ہمارے زمانے میں کے نظریات کو آسمان پر چڑھانے کی، ''عدم مزاحمت''، ''روح'' سے ان کی اپیل، '' اخلاقی تکمیل'' کے لیکچروں کو درست ثابت کرنے یا انہیں ہلکا کرنے کی ہر کوشش سے، ''ضمیر'' اور کائناتی ''محبت'' کی تعلیمات پر، دنیا ترک کرنے اور مجہول رہنے پر ان کے وعظوں کا جواز پیش کرنے یا انہیں گھٹانے کی ہر کوشش سے انتہائی براہ راست اور انتہائی سخت نقصان پہنچتا ہے۔

''ایزویزدا''ش، ارپ 6 .22 جنوری 1911۔

لینن کا مجموعہ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد 20، صفحات 100-104

روس میں مزدور اخباروں کی تاریخ

روس میں مزدور مطبوعات کی تاریخ اٹوٹ طور پر جمہوری اور اشتراکی تحریک کی تاریخ سے جڑی ہوئی ہے یہی سبب ہے کہ تحریک آزادی کی خاص منزلیں معلوم کرنے کے بعد ہی یہ سمجھنا ممکن ہے کہ مزدور پریس کی تیاری اور ابتدا ایک خاص طریقے سے، نہ کہ دوسرے سے کیوں ہوئی۔

روس میں آزادی کی تحریک تین منزلوں سے گذری ہے جو روسی سماج کے تین خاص طبقات سے مطابقت رکھتی ہیں، اور انہوں نے تحریک پر اپنے گہرے نقوش چھوڑے ہیں: (1) امرا کا دور۔ لگ بھگ 1820 سے 1861 تک۔ (2) رازنوچنتسی (30) یا بورژوا جمہوری دور، تقریباً 1861 سے 1890 تک۔ (3) پرولتاری دور۔ 1890 سے تا حال۔

امرا کے دور کی نمایاں ترین شخصیتیں دسمبری (31) تھے اور ہرتسن۔ اس زمانے میں جب کسان غلامی کا نظام رائج تھا عام کسان غلاموں، ''نچلے لوگوں''، ''گندے لوگوں'' میں سے مزدور طبقے کو الگ ممتاز کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس وقت جو غیر قانونی عام جمہوری پریس تھا اس کی سربراہی ہرتسن کا رسالہ ''کلوکول'' (32) کر رہا تھا۔ اور اسے ہم مزدوروں کے (پرولتاری جمہوری یا سوشل ڈیموکریٹک) پریس کا پیش رو کہہ سکتے ہیں۔

بالکل اسی طرح جیسے دسمبریوں نے ہرتسن کو بیدار کیا تھا، ہرتسن اور ان کے ''کلوکول'' نے رازنوچنتسی کو بیدار کرنے میں مدد دی ___ یہ تھے اعتدال پسند اور جمہوری بورژوازی کے تعلیم یافتہ نمائندے جن کا تعلق امرا سے نہیں بلکہ دفتری حکام، شہری پیٹی بورژوا، تاجروں اور کسانوں سے تھا۔ کسان غلامی ختم ہونے سے پہلے ہی

بیلنسکی رازنوچینتسی کے پیش رو بن گئے تھے جنہوں نے امرا کو ہماری تحریک آزادی سے بالکل خارج کر دیا۔ وہ مشہور ''گوگول کے نام خط'' (33) جس میں بیلینسکی کی ادبی سرگرمیوں کا خلاصہ ہے غیر قانونی جمہوری پریس کا ایک بہترین نمونہ ہے اور آج تک اس کی عظیم اور توانا اہمیت میں کسی بھی قسم کی کمی نہیں ہوئی ہے۔

کسان غلامی کے خاتمے نے رازنوچینتسی کو عام طور پر تحریک آزادی میں شامل شامل اور خاص طور پر جمہوری غیر قانونی پریس میں شامل لوگوں میں سے خاص سرگرم قوت کی حیثیت سے ابھار۔ رازنوچینتسی کے نقطہ نظر کا اظہار نرودازم کی شکل میں ہوا اور وہ اپنے زمانے کا غالب رجحان بن گیا۔ ایک سماجی رجحان کی حیثیت سے اس دایاں بازو اعتدال پسندی سے اور بایاں بازو مزاج سے اپنے آپ کو علیحدہ کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوا۔ لیکن چرنی شیفسکی جنہوں نے ہرتسن کے بعد نرودنیک خیالات کو فروغ دیا، وہ ہرتسن کے مقابلے میں بہت آگے نکل گئے۔ چرنی شیفسکی کہیں زیادہ ثابت قدم اور مجاہدانہ جمہوریت پسند تھے، ان کی تحریروں میں طبقاتی جدوجہد کا جذبہ رچا ہوا ہے۔ وہ استقلال سے اعتدال پسندی کی غداری کا پردہ چاک کرنے کی راہ پر گامزن رہے، اس راہ پر جسے آج بھی کیڈیٹ اور انسداد پرست قابل نفرت سمجھتے ہیں۔ اگرچہ یوٹوپیائی سوشلزم پر ان کا عقیدہ تھا لیکن اس کے باوجود وہ سرمایہ داری کے باکمال جید نقاد تھے۔

گذشتہ صدی کی ساتویں اور آٹھویں دہائیوں میں کئی غیر قانونی مطبوعات منظر عام پر آئیں، ان کا مافیہہ مجاہدانہ جمہوری اور یوٹوپیائی سوشلسٹ تھا، اور یہ پہلی بار ''عوام'' تک پہنچنے لگیں۔ اس عہد کی نہایت ممتاز شخصیتیں مزدور پیوتر الیکسیف، استیپان خلتورین وغیرہ ہیں۔ لیکن پرولتاری جمہوری رجحان نرودازم کے عام

دھارے سے اپنے آپ کو آزاد نہیں کر سکا۔ یہ اسی وقت ممکن ہوا جب روسی مارکس ازم نے نظریاتی شکل اختیار کر لی (''محنت کی نجات'' کا گروپ (34)1883)اور مستحکم مزدور تحریک جو سوشل ڈیموکریسی سے منسلک تھی شروع ہوئی (96_1890 میں سینٹ پیٹرسبرگ میں ہڑتالیں)

لیکن اس دور تک پہنچنے سے پہلے جب مزدوروں کا پریس منظر عام پر آیا ہم وہ اعداد و شمار پیش کرنا چاہیں گے جو مذکورہ بالا تین تاریخی ادوار میں تحریکوں کے درمیان طبقاتی فرق کو نمایاں طور پر ظاہر کرتے ہیں۔ یہ اعداد ان لوگوں کی درجہ بندی دکھاتے ہیں جن پر سماجی حیثیت یا پیشے (طبقے) کے لحاظ سے ریاستی (سیاسی) جرائم عائد کئے گئے تھے۔ ایسے ہر سو افراد پر یہ تعداد تھی:

امرا

شہری پیٹی بورژوا اور کسان

کسان

مزدور

دانشور

1827-46

76

23

؟

؟

؟

1884-90

30-6

46-6

7-1

10-1

73-2

1901- 1903

10-7

80-9

9-0

46-1

36-7

1905-1908

9-1

87-7

24-2

47-4

28-4

امرا یا کسان غلامی کے عہد میں (46_1827) امراء اگر چہ آبادی کی ایک بے حد چھوٹی اقلیت تھے لیکن ''سیاسی'' مجرموں میں ان کی بھاری اکثریت تھی)

(76فیصدی)۔نرودنیک، رازنوچینتسی کے دور میں(90_1884۔بدقسمتی سے ساتویں اور آٹھویں دہائیوں کے اعداد دستیاب نہیں ہیں) امرا کم ہوکر دوسرے درجے پر آ گئے لیکن پھر بھی فیصدی کی لحاظ سے اوپر رہے(30.6) ۔جمہوری تحریک کے شرکاء کی زبردست اکثریت دانشوروں پر مشتمل رہی(2ء73فیصد)۔

3_1901 میں جو پہلے سیاسی مارکسی اخبار پرانا ''ایسکرا''(30) کا زمانہ تھا مزدور(1.46فیصدی) دانشوروں (7.36فیصدی) پر غالب رہے اور تحریک پوری طرح جمہوری بن گئی (7.10فیصدی امراء اور 9.80فیصدی ''غیر مراعتی'' لوگ)

آگے چل کر ہم دیکھتے ہیں کہ پہلی عوامی تحریک کے دور میں (8_1905) تبدیلی صرف یہ ہوئی کہ دانشوروں (7.36فیصدی کے مقابلے میں 4.28فیصدی) کی جگہ کسانوں (0.9 کے مقابلے میں 2.24فیصدی) نے لے لی۔

روس میں سوشل ڈیموکریسی کی داغ بیل ڈالنے والا ''محنت کی نجات'' کا گروپ تھا، جو بدیس میں 1883 میں قائم ہوا تھا۔ اس گروپ کی تحریریں جو بدیس میں شائع ہوتی تھیں اور جن پر سنسر کی کوئی پابندی نہ تھی وہ پہلی تحریریں تھیں جن میں باقاعدہ مارکس ازم کے خیالات کی تشریح کی گئی اور ان کی بنیاد پر عملی نتائج اخذ کئے گئے۔ تمام دنیا کا تجربہ دکھاتا ہے کہ صرف یہ ہی مزدور طبقے کی تحریک اور اس کے مقاصد کا صحیح جوہر ظاہر کرتے ہیں۔ 1883 اور 1890 کے درمیان بارہ برسوں میں روس میں سوشل ڈیموکریٹک مزدور پیرس قائم کرنے کی جو واحد کوشش کی گئی وہ 1885 میں سینٹ پیٹرزبرگ سے سوشل ڈیموکریٹک اخبار ''ربوچی'' کی اشاعت تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ غیر قانونی اخبار تھا اور اس کے بس دو شمارے شائع

ہوئے ۔بڑے پیمانے پر مزدور تحریک کے نہ ہونے سے مزدور پیرس کے وسیع پیمانے پر ترقی کرنے کا امکان نہیں تھا۔

1890_96 سے جب سینٹ پیٹرز برگ میں مشہور ہڑتالیں ہوئیں تو بڑے پیمانے پر مزدور طبقے کی تحریک کا آغاز ہوا جس میں سوشل ڈیموکریٹ شریک تھے۔ اسی زمانے میں ہی صحیح معنوں میں روس میں مزدوروں کا پریس نمودار ہوا۔ اس زمانے میں مزدور پریس کی خاص مطبوعات غیر قانونی پرچیاں تھیں جو اکثر میمو گراف پر چھاپی جاتی تھیں اور ان کا موضوع ''معاشی'' (اور غیر معاشی بھی) ایجیٹیشن ہوتا تھا، یعنی مختلف کارخانوں اور صنعتوں میں مزدوروں کی ضرورتوں اور مانگوں پر ایجی ٹیشن۔ ظاہر ہے کہ ایسے ادب کی تیاری اور اشاعت کے کام میں باشعور مزدوروں کی سرگرم شرکت کے بغیر اس کا وجود ممکن نہ تھا۔ اس وقت سینٹ پیٹرز برگ میں جو مزدور سرگرم تھے ان میں یہ قابل ذکر ہیں ____ واسیلی آندرے ویچ شیلگونوف جو بعد میں نابینا ہو گئے اور زیادہ سرگرمی سے کام نہیں کر سکے اور ایوان واسلئے ویچ بابوشکین ''ایسکرا'' کے پر جوش حامی (3_1900) اور بالشویک (5_1903) جنہیں 1905 کے آخر میں یا 1906 کے شروع میں سائبیریا کی ایک بغاوت میں شرکت کرنے پر گولی ماردی گئی۔

جو سوشل ڈیموکریٹک گروپ، حلقے اور تنظیمیں پرچیاں شائع کرتی تھیں ان میں سے اکثر 1890 کے بعد ''مزدور طبقے کی آزادی کی مجاہد یونین'' کے نام سے مشہور ہوئیں۔ 1898 میں ''روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی'' (36) مقامی سوشل ڈیموکریٹک تنظیموں کے نمائندوں کی کانگریس میں قائم کی گئی۔

پرچیوں کے بعد مزدوروں کے غیر قانونی اخباروں کا سلسلہ شروع ہوا۔ مثلاً

1897 میں سینٹ پیٹرسبرگ سے ''سینٹ پیٹرسبرگ کا ربوچی لستوک'' (37) نکلنا شروع ہوا، اس کے بعد ''ربوچایا میسل'' (38) شائع کیا گیا جسے تھوڑے عرصے کے بعد ہی بدیس میں منتقل کرنا پڑا۔ اس وقت سے لگ بھگ انقلاب تک مقامی سوشل ڈیموکریٹک اخبار غیر قانونی طور پر چھپتے رہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ انہیں مسلسل کچلنے کی کوشش کی گئی لیکن وہ تمام روس میں برابر شائع ہوتے رہے۔

اس زمانے میں، یعنی بیس برس پہلے پرچیاں اور سوشل ڈیموکریٹک اخبار سب مل کر مزدور طبقے کے موجودہ پریس کے براہ راست پیش رو تھے: کارخانوں کو اسی طرح ''فاش کرنا''، ''معاشی'' جدوجہد کے متعلق ویسی ہی اطلاعات، مارکسی اصولوں اور ثابت قدم جمہوریت کے نقطہ نظر سے مزدور طبقے کی تحریک کے فرائض کی ویسی ہی وضاحت اور ہی دو خاص رجحانات ___ مارکسی اور موقع پرست، مزدور طبقے کا پریس ان ہی باتوں کا حامل رہا ہے۔

یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے، جس کا آج تک پوری طرح اندازہ نہیں لگایا گیا، کہ جیسی ہی روس میں بڑے پیمانے پر مزدور تحریک شروع ہوئی (1890_96) فوراً مارکسی اور موقع پرست رجحانات کی تفریق ظاہر ہوئی ___ اس تفریق نے شکلیں اور خدوخال وغیرہ ضرور بدلے لیکن 1894 سے لے کر 1914 تک بنیادی طور پر وہ جاری رہی۔ ظاہر ہے کہ سوشل ڈیموکریٹوں میں اس خاص تقسیم کی اور ان کے درمیان اندرونی جدوجہد کی گہری سماجی اور طبقاتی جڑیں ہیں۔

''ربوچایا میسل'' جس کا اوپر ذکر کیا گیا، اس وقت کے موقع پرست رجحان کی نمائندگی کرتا تھا جو ایکونومیزم (39) کے نام سے مشہور ہے۔ یہ رجحان بہت

پہلے 90_1894 میں مزدور طبقے کی تحریک کے مقامی رہنماؤں کے درمیان جھگڑوں سے ظاہر ہوا تھا۔ اور بدیس میں جہاں 1896 سے روسی مزدوروں کی بیداری کے سبب سوشل ڈیموکٹیک ادب اپنے شباب پر تھا ایکونومیسٹوں کے ابھرنے اور اپنی قوتیں جمع کرنے کا اختتام 1900 کی بہار میں پھوٹ پر ہوا (یعنی ''ایسکرا'' شائع ہونے سے قبل، اس کا پہلا شمارہ 1900 کے بالکل آخر میں نکلا تھا۔

مزدور طبقے کے پریس کی بیس سالہ تاریخ 1894 سے 1914 تک روسی مارکس ازم اور روسی (بہتر ہے کل روس) سوشل ڈیموکریسی کے اندر رجحانات کی تاریخ ہے۔ مزدور طبقے کے پریس کی تاریخ کو سمجھنے کے واسطے نہ صرف اور اتنے زیادہ پریس کی ترجمانوں کے ناموں کے جاننے کی ضرورت نہیں ___ وہ نام جو موجودہ قاری کو کچھ نہیں بتاتے بلکہ اس کا ذہن اور زیادہ الجھا دیتے ہیں، بلکہ سوشل ڈیموکریسی کے مختلف حصوں کا مافیہہ، نوعیت اور نظریاتی راستہ جاننے کی ضرورت ہے۔

ایکونومیسٹوں کے خاص ترجمان ''ربوچایا میسل'' (1897 __ 1900) اور ''ربوچیئے دیلو'' کے مدیروں میں کرتیکیفسکی جو بعد میں سنڈیکلسٹ ہو گئے، مارتینوف ایک نمایاں مینشویک اور موجودہ انسداد پرست اور اکیموف تھے جو اب ''آزاد سوشل ڈیموکریٹک'' ہیں اور تمام بنیادی مسائل پر انسداد پرستوں سے متفق ہیں۔

شروع میں ایکونومیسٹوں کے خلاف صرف پلیخانوف اور ''محنت کی نجات'' کے پورے گروپ (رسالہ ''ربوتنیک'' (41) وغیرہ نے جدوجہد کی اور پھر اجد وجہد میں ''ایسکرا'' بھی شامل ہو گیا (1900 سے اگست 1903 تک روسی سوشل

ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی دوسری کانگریس تک)۔ ایکونومیزم کا اصلی جوہر کیا تھا؟

ایکونومیسٹ منہ سے تو مزدور طبقے کی تحریک کو وسیع پیمانے پر چلانے اور مزدوروں کے خودمختار اقدام کی بہت زور سے حمایت کرتے تھے لیکن ''معاشی'' ایجی ٹیشن کی اولین اہمیت پر زور دیتے تھے اور سیاسی ایجی ٹیشن اختیار کرنے میں میانہ روی اور تدریج پر اصرار کرتے تھے جیسا کہ قاری دیکھے گا کہ یہ بالکل وہی مرغوب الفاظ ہیں جن کی نمائش آج انسداد پرست کر رہے ہیں۔ عمل میں ایکونومیسٹ اعتدال پسند مزدور پالیسی پر چلتے تھے، اس کا نچوڑ اس زمانے کے ایک ایکونومیسٹ لیڈر پروکوپوچ نے بڑے کھرے انداز میں پیش کیا ہے: ''معاشی جدوجہد مزدوروں کے واسطے ہے اور سیاسی جد وجہد اعتدال پسندوں کے لئے'' ایکونومیسٹ جو مزدوروں کے آزاد اقدام اور ان کی وسیع تحریک کی سب سے زیادہ لمبی چوڑی باتیں کیا کرتے تھے عمل میں مزدور طبقے کی تحریک کے اندر ایک موقع پرست اور پیٹی بورژوا دانشور بازو تھے۔

طبقاتی شعور رکھنے والے مزدوروں کی بھاری اکثریت، 3_1901 میں بھی ہر ایسے 100 افراد میں سے جن پر ریاستی جرم کا الزام تھا 38 دانشوروں کے مقابلے میں 46 تھے، موقع پرستوں کے بجائے پرانے ''ایسکرا'' کے ساتھ تھی۔'' ایسکرا'' کی تین سال (3-1901) کی سرگرمیوں نے دکھایا کہ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا پروگرام، اس کا خاص طریقہ کار، اور وہ شکلیں جن سے مزدوروں کی معاشی اور سیاسی جدوجہد جوڑی جاتی ہے راست مارکس ازم پر مبنی ہیں۔ قبل از انقلاب کے برسوں میں ''ایسکرا'' کے اردگرد اس کی نظریاتی رہنمائی میں مزدوروں کے پریس میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ غیر قانونی پرچیاں بڑی تعداد میں چھاپی گئیں اور

اجازت نامے کے بغیر چھاپے خانوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی اور وہ تمام روس میں پھیل گئے۔

ایکونومیزم پر ''ایسکرا'' کی مکمل فتح، 1903 میں موقع پرست دانشورانہ طریقہ کار پر راست پرولتاری طریقہ کار کی کامیابی نے سوشل ڈیموکریسی کی صفوں میں ''ہم سفروں'' کے بڑی تعداد میں گھس آنے کے عمل کو دیا، اور موقع پرستی نے ایسکرا ازم کی سرزمین پر ایک بار پھر جنم لیا، اس کے ایک حصے کی طرح اور ''مینشویزم'' کی شکل میں۔

مینشویزم نے دراصل روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی دوسری کانگریس میں روپ دھارا (اگست 1903) اس کی ابتدا ''ایسکرا'' کے حامیوں کی اقلیت سے (اس لئے نام مینشویزم) اور ''ایسکرا'' کے تمام موقع پرست مخالفین سے ہوئی۔ ظاہر ہے کہ ''مینشویکوں'' نے ایکونومیزم کو تھوڑی بدلی ہوئی شکل میں پیش کیا، تمام ایکونومیسٹ جو تحریک کے ساتھ وابستہ رہے تھے مارتینوف کی رہنمائی میں ''مینشویکون'' کی صفوں میں شامل ہو گئے۔

☆ روسی لفظ مینشویزم مینشینستوو سے لیا گیا ہے جس کے اردو میں معنی اقلیت ہوتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

نیا ''ایسکرا'' جو نومبر 1903 سے نئے ادارتی بورڈ کے تحت نکلنا شروع ہوا ''مینشویزم'' کا خاص ترجمان بن گیا۔ ٹروٹسکی نے جو اس وقت کٹر مینشویک تھا صاف گوئی سے کہا تھا کہ ''پرانے اور نئے ''ایسکرا'' کے درمیان ایک خلیج ہے''۔ ''وپیریود'' (46) اور ''پرولتاری'' (43) (1900) بولشویکوں کے خاص اخبار تھے، انہوں نے راست مارکس ازم کا طریقہ کار اپنایا اور پرانے ''ایسکرا'' کے وفادار رہے۔

عوام کے ساتھ حقیقی رابطے کے نقطہ نظر سے اور پرولتاری عوام کے طریقہ کار اظہار کی حیثیت سے بھی 7_1900 کے انقلاب کے سال سوشل ڈیموکریسی کے اندر اور مزدور طبقے کے پریس میں بھی دو خاص رجحانات _ مینشویک اور بولشویک رجحانات کے لئے کسوٹی تھے۔ اگر ان باشعور مزدوروں کی سرگرمیوں سے راستہ ہموار نہ کیا گیا ہوتا جن کے عوام کے ساتھ قریبی رابطے تھے تو 1900 کی خزاں میں اتنی جلدی قانونی سوشل ڈیموکریٹک پریس منظر عام پر نہیں آ سکتا تھا۔ یہ حقیقت کہ 1900، 1906 اور 1907 میں سوشل ڈیموکریٹوں کا پریس دو رجحانات کا حامل اور دو گروپوں پر مشتمل تھا، اس کا سبب صرف یہ تھا کہ اس وقت مزدور طبقے کی تحریک کے اندر مختلف لائنیں تھیں۔ پیٹی بورژوا اور پرولتاری۔

مزدوروں کا قانونی پریس انقلابی اٹھان کے تینوں ادوار میں اور نسبتاً ''آزادی'' کے وقت منظر عام پر آیا: 1900 کی خزاں میں (بولشویکوں کا ''نووایا ژیزن'' (44) اور مینشویکوں کا ''نچالو'' (40) ___ یہاں ہم نے کئی مطبوعات میں سے صرف خاص خاص کا نام لیا ہے)، 1906 کی بہار میں (''وولنا'' (46)، ''ایخو'' (47) وغیرہ جنہیں بولشویک شائع کرتے تھے اور ''نرودنایا دوما'' (48) وغیرہ جنھیں مینشویک نکالتے تھے)، اور 1907 کی بہار میں۔

اس زمانے میں مینشویکوں کا جو طریقہ کار تھا اس کے جوہر کا اظہار مارتوف نے حال ہی میں ان الفاظ میں کیا ہے: ''اس بحران میں پرولتاریہ صرف اسی طرح مفید حصہ لے سکتا تھا۔ اس کے علاوہ مینشویکوں کو کوئی دوسرا راستہ نظر نہیں آتا تھا ___ کہ وہ بورژوا اعتدال پسند جمہوریت پسندوں کی صاحب ملکیت طبقات کے رجعت پرست حصے کو سیاسی اقتدار سے ہٹانے کی کوششوں میں مدد کرے، لیکن

ایسی مدد دیتے وقت پرولتاریہ کو اپنی مکمل سیاسی آزادی برقرار رکھنا تھی'' (کتابوں کے درمیان'' از رباکن، جلد 2، صفحہ 772) عمل میں اعتدال پسندوں کو ''مدد دینے'' کے طریقہ کار کا نتیجہ مزدوروں کو ان کا ماتحت بنانا تھا، اصل میں یہ اعتدال پسند مزدور طریقہ کار تھا۔ اس کے برعکس بولشویکوں کے طریقہ کار نے جو بورژوا بحران کے دوران بحران کو انجام پر پہنچانے کے لئے جدوجہد کرنے، اعتدال پسندی کی غداری کی پول کھولنے، اس غداری کی کاٹ کرنے کی خاطر پیٹی بورژوازی (خاص کر دیہات میں) میں روشنی پھیلا کر اور انھیں اپنے گرد جمع کرنے پر مشتمل تھا، پرولتاریہ کی آزادی کی ضمانت دی۔

یہ حقیقت ہے ___ اور خود مینشویکوں نے بھی جن میں آج کے انسداد پرست کو لتسوف، لیوتسکی اور دوسرے شامل ہیں، کئی بار یہ تسلیم کیا ہے ___ کہ ان برسوں میں (1900_7) مزدور عوام بولشویکوں کی رہنمائی مانتے تھے۔ بولشویزم تحریک کا پرولتاری جوہر تھا اور مینشویزم اس کا موقع پرست اور پیٹی بورژوا دانشور بازو۔

یہاں مزدوروں کے پریس میں دو رجحانات کے طریقہ کار کے مافیہ اور اہمیت کی خصوصیات کو تفصیل سے بیان کرنا مشکل ہے۔ ہم اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کر سکتے کہ خاص خاص واقعات کو صحت کے ساتھ پیش کریں اور تاریخی ارتقا کی بنیادی راہیں معین کریں۔

روس میں مزدور پریس کی تاریخ تقریباً ایک سو سال پرانی ہے، پہلے ماقبل تاریخ، یعنی محنت کی نہیں، پرولتاریہ کی نہیں بلکہ ''عام جمہوریت کی'' تاریخ یعنی بورژوا جمہوری آزادتحریک جس کے بعد پرولتاری تحریک کی 20 سالہ تاریخ شروع ہوئی، پرولتاری جمہوریت کی یا سوشل دیموکریسی کی۔

دنیا میں کہیں بھی پرولتاری تحریک ''فوراً''، خالص طبقاتی شکل میں، تیار، منروا کی طرح جوپیٹر کے سر سے، وجود میں نہیں آتی، اور نہ آسکتی ہے۔صرف خود آگے بڑھے ہوئے مزدوروں، تمام طبقاتی شعور رکھنے والے مزدوروں کی طویل جدوجہد اور سخت کام کے بعد ہی پرولتاریہ کی ایسی طبقاتی تحریک کوتشکیل دینا اور اسے مضبوط بنانا ممکن ہے جوتمام پیٹی بورژوا معجون مرکبات، بندشوں، تنگ نظری اور توڑ مروڑ سے پاک ہو۔ مزدور طبقہ پیٹی بورژوازی کے ساتھ ساتھ رہتا ہے جو تباہ وبرباد ہونے کے بعد پرولتاریہ کی صفوں میں بڑی تعداد میں نئے رنگروٹوں کی بھرتی کا سرچشمہ ہے۔ جہاں تک روس کا تعلق ہے تو وہ انتہائی پیٹی بورژوا ملک ہے، سرمایہ دار ملکوں میں سب سے ٹٹ پونجیا ہے اور اب بھی بورژوا انقلابوں سے گذر رہا ہے جن سے مثال کے طور پر انگلستان 17ویں صدی میں اور فرانس 18ویں اور 19ویں صدی کے پہلے نصف میں گزر چکے ہیں۔

طبقاتی شعور رکھنے والے مزدور طبقے کا پریس چلانے، اسے صحیح بنیاد پر رکھنے والے مزدور جواب مزدور طبقے کا پریس چلانے، اسے صحیح بنیاد پر رکھنے، مضبوط کرنے اور فروغ دینے کا اپنا عزیز کام کر رہے ہیں انہیں روس میں مارکس ازم کی او رسوشل ڈیموکریٹک پریس کی 20 سالہ تاریخ نہیں بھولنا چاہئے۔

دانشوروں کے اندر مزدور تحریک کے کمزور اعصاب والے دوست جو سوشل ڈیموکریٹوں کے درمیان اندرونی جدوجہد میں حصہ لینے سے شرماتے ہیں اور جو چیخ چیخ کر سناتے ہیں کہ ان کا اس سے کوئی تعلق نہیں، وہ مزدور تحریک کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ یہ لوگ نیک نیت ہیں لیکن وہ اور ان کی چیخ وپکار بہت لغو ہے۔

صرف موقع پرستی کے خلاف مارکس ازم کی جدوجہد کی تاریخ پڑھ کر، صرف

اس طریقے کا گہرا اور تفصیلی مطالعہ کرنے کے بعد جس کے ذریعہ آزاد پرولتاری جمہوریت پیٹی بورژوا ملغوبے سے ابھری، آگے بڑھے ہوئے مزدور فیصلہ کن طریقے سے اپنا طبقاتی شعور پختہ کر سکتے ہیں اور اپنا مزدور پریس مضبوط بنا سکتے ہیں۔

''ربوچی'' شمارہ 1، 22 اپریل 1914۔

لینن کا مجموعہ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد 20، صفحات 93_101-

---

ہرتسن کی یاد میں

ہرتسن کے یوم پیدائش کو پورے ایک سو سال ہو چکے ہیں۔ سارا اعتدال پسند روس انہیں خراج عقیدت پیش کر رہا ہے، لیکن جان بوجھ کر سوشلزم کے سنجیدہ سوالات سے کترا کر اور بڑی احتیاط سے اس بات کو چھپاتے ہوئے جو انقلابی ہرتسن کو اعتدال پسند ممتاز کرتی تھی۔ دائیں بازو کے اخبار بھی ہرتسن کی صد سالہ سالگرہ منا رہے ہیں اور یہ غلط دعوی کر رہے ہیں کہ وہ اپنے آخری برسوں میں انقلاب سے منکر ہو گئے تھے۔ اور جہاں تک بدیس میں اعتدال پسندوں اور نرونیکون کا تعلق ہے تو ہرتسن کے متعلق ان کی تقریریں کھوکھلی لفاظی سے بھری پڑی ہیں۔

مزدوروں کی پارٹی کو بھی ہرتسن کی صد سالہ سالگرہ منانا چاہئے، لیکن گھٹیا طور پر ذرے کو آفتاب بنانے کے لئے نہیں بلکہ اس مقصد سے کہ اس کے فریضے واضح کئے جائیں اور تاریخ میں اس مصنف کا اصل مقام معلوم کیا جائے جس نے

روسی انقلاب کا راستہ ہموار کرنے میں ایک عظیم کردار ادا کیا ہے۔

ہرتسن کا تعلق انقلابیوں کی اس نسل سے ہے جو گذشتہ صدی کے پہلے نصف میں امرا اور زمینداروں میں پائی جاتی تھی۔ امرا نے روس کو بیرون اور ارا کچیف دئے، اور بے شمار ''شرابی افسر، دھونسیے، جواری، میلوں ٹھیلوں کے سورما، شکاری کتوں کے مالک، خرمستیاں کرنے والے چابک مار، درباری بھانڈ، بھی پیدا کئے اور لبھانے والے مانیلوف (49) جیسے لوگ بھی۔ ''لیکن'' ہرتسن لکھتے ہیں'' ان ہی میں سے 14 دسمبر کے لوگ بھی پروان چڑھے، رومولس اور ریمس جیسے سور ماؤں کے پورے کے پورے پرے نے جنگلی جانوروں کے دودھ پر نشوونما پائی ...واقعی دیو پیکر انسان تھے، سر سے لے کر پیر تک اصل فولاد میں ڈھلے ہونے، ایسے مجاہد رفیق جو نوجوان نسل کو ایک نئی زندگی کے لئے بیدار کرنے کے واسطے اور جو بچے ظلم اور غلامی کے ماحول میں پیدا ہوئے انہیں پاک کرنے کی خاطر سوچ سمجھ کر یقینی موت کی بازی تک لگا دیتے تھے''۔(50)

ہرتسن ان بچوں میں سے ایک تھے۔ دسمبریوں کی مسلح بغاوت نے انہیں بیدار کیا، ''پاک کیا'' انیسویں صدی کی پانچویں دھائی کے جاگیردارانہ روس میں انہوں نے اتنی بلندی حاصل کی کہ اپنے زمانے کے عظیم ترین مفکروں میں شمار ہونے لگے۔ انہوں نے ہیگل سے آگے کی جدلیات ذہن نشین کی اور محسوس کیا کہ وہ ''انقلاب کا الجبرا'' ہے۔ فائر باخ کے فلسفہ مادیت کو قبول کر کے وہ ہیگل سے آگے بڑھ گئے۔ انہوں نے 1844 میں ''فطرت کے مطالعے پر خطوط' سلسلے کا جو پہلا خط ''تجربیت اور تصوریت'' لکھا اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایسے مفکر تھے جو اس وقت بھی بے شمار جدید تجربی طبیعی سائنس دانوں اور آج کے بھی بے حساب تصوریت

پرست اور نیم تصوریت پرست فلسفیوں سے کہیں زیادہ بلند درجہ رکھتے ہیں۔ ہرتسن جدلیاتی مادیت کی منزل تک پہنچ گئے تھے لیکن تاریخی مادیت تک آتے آتے رک گئے۔

یہی ''رکنا'' فرانس میں 1848 کے انقلاب کی ناکامی کے بعد ہرتسن کے روحانی تباہی کا سبب بنا۔ جب یہ انقلاب ہوا تو ہرتسن روس سے باہر تھے اس وجہ سے ان کو اس کا قریب سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ اس وقت وہ جمہوریت پسند، انقلابی اور اشتراکی تھے۔ لیکن ان کا ''سوشلزم'' 1848 کے دور کے بورژوا اور پیٹی بورژوا سوشلزم کی بے شمار شکلوں اور قسموں میں سے ایک تھا۔ جنہیں اس سال کے جون کے دنوں نے گہرا دفن کر دیا۔ درحقیقت وہ بالکل سوشلزم نہیں تھا بلکہ بے حد جذباتی لفاظی اور نیک خوابوں پر مشتمل تھا جن میں بورژوا جمہوریت پسندوں اور پرولتاریہ کی بھی اس زمانے کی انقلابیت کا اظہار ملتا ہے جو اس وقت تک ان جمہوریت پسندوں کے اثرات سے آزاد نہیں ہوا تھا۔

1848 کے بعد ہرتسن کا روحانی انہدام ان کی گہری شک پرستی اور قنوطیت دراصل سوشلزم میں بورژوا خوش فہمیوں کا انہدام تھا۔ ہرتسن کا روحانی ڈرامہ عالمی تاریخ کے اس عہد کی پیداور اور عکس تھا جب (یورپ میں) بورژوا جمہوریت پسندوں کی انقلابیت ختم ہو رہی تھی اور اشتراکی پرولتاریہ کا انقلابی کردار ابھی تک پختہ نہیں ہوا تھا اسی بات کو اعتدال پسند، لفاظی کے میدان کے روسی سورما، جو ہرتسن کی شک پرستی کا ذکر کرتے ہوئے آج خوش نما الفاظ سے اپنی انقلاب دشمنی کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں، نہیں سمجھے اور نہ سمجھ سکتے ہیں۔ ان سورماؤں کے لئے، جنہوں نے 1900 کے روسی انقلاب سے غداری کی اور جو انقلابی کا عظیم لقب تک

بھلا جا چکے ہیں، شک پرستی جمہوریت سے پسندی تک عبور کی ایک شکل ہے ___ اس چاپلوس، ذلیل، گندی اور وحشیانہ اعتدال پسند تک جس نے 1848 میں مزدوروں کو گولیوں کا نشانہ بنایا، بوسیدہ شاہی مسندوں کو بحال کیا، نپولین سوئم کی واہ واہ کی۔ ایسی اعتدال پسندی پر اس کی طبقاتی نوعیت سمجھے بغیر ہرتسن لعنت بھیجا کرتے تھے۔

ہرتسن کی شک پرستی ''طبقات سے بلند'' بورژوا جمہوریت کی خوش فہمی سے لے کر پرولتاریہ کی سخت، کٹر اور نا قابل شکست طبقاتی جدوجہد تک عبور کی ایک شکل تھی۔ اس کا ثبوت باکونین کے نام ''پرانے رفیق کو خطوط'' ہیں جو ہرتسن نے اپنی موت سے ایک سال پہلے 1869 میں لکھے تھے۔ ان میں وہ ناراجی باکونین سے اپنا رشتہ توڑ لیتے ہیں یہ صحیح ہے۔ کہ اب بھی ہرتسن اس قطع تعلق کو محض طریقہ کار کے اختلاف پر مبنی کرتے ہیں، نہ کہ پرولتاریہ جسے اپنی طبقاتی فتح پر یقین ہے اور پیٹی بورژوا جو اپنی نجات سے ہمت ہار بیٹھا ہے، ان دونوں کے نظریہ زندگی کے درمیان وسیع خلیج کی طرح اختلاف پر۔ یہ صحیح ہے کہ ان خطوط میں بھی وہ اس قسم کے پرانے بورژوا جمہوری فقرے دہراتے ہیں کہ سوشلزم کو ایسا پرچار کرنا چاہئے جو ''مساوی طور پر مزدوروں اور مالکوں سے، دیہاتوں اور شہریوں سے مخاطب ہو''۔ اس کے باوجود باکونین سے رشتہ توڑنے کے بعد ہرتسن نے اپنی نے اپنی نگاہیں اعتدال پسندی کی طرف نہیں بلکہ انٹرنیشنل کی جانب موڑیں ___ وہ انٹرنیشنل جس کے قائد مارکس تھے اور جس نے پرولتاریہ کے ''دستے منظم'' کرنا شروع کر دئے تھے اور جو ''محنت کی دنیا'' متحد کر رہی تھی جہاں ان لوگوں کے لئے کوئی جگہ نہ تھی جو ''کام کئے بغیر عیش و عشرت کرتے ہیں''۔(51)

ہرتسن 1848 کی تمام تحریک اور قبل از مارکس کے سوشلزم کی تمام شکلوں کے بورژوا جمہوری کردار سمجھنے میں تو خیر ناکام رہے تھے، انہوں نے روسی انقلاب کی بورژوا نوعیت اور بھی کم سمجھی۔ ہرتسن کو ''روسی'' سوشلزم اور ''نرودازم کا بانی کہا جا سکتا ہے وہ کسانوں کو زمین دے کر ان کی نجات کو، زمین پر پنچائتی حق ملکیت کو اور ''زمین کے حق'' کے متعلق کسان کے خیال کو ''سوشلزم'' تصور کرتے تھے۔ اس موضوع پر انہوں نے اپنے پسندیدہ خیالات کو کئی بار پیش کیا۔

درحقیقت، پورے روسی نرودازم کی طرح، جس میں آج کے اشتراکی انقلابیوں (52) کا مرجھایا ہوا نرودازم بھی شامل ہے، ہرتسن کے نظریات میں سوشلزم کا ایک ذرہ تک نہیں ہے۔ مغرب میں ''1848 کے سوشلزم'' کی مختلف شکلوں کی طرح یہ بھی ویسا ہی ہے جس میں حسین جذباتی کھوکھلی لفاظی، نیک خواب ملتے ہیں جو روس میں بورژوا کسان جمہوریت کی انقلابیت کا روپ ہے۔ 1861 میں کسانوں کو جتنی زیادہ زمین ملتی، اس کے لئے وہ جتنا کم پیسہ ادا کرتے، جاگیری زمینداروں کا اقتدار اتنا ہی زیادہ کمزور ہو جاتا اور روس میں اتنی ہی تیزی، آزادی اور وسعت سے سرمایہ داری ترقی کرتی۔ ''زمین کے حق'' اور ''زمین کی مساوی تقسیم'' کا تصور ان کسانوں کی مساوات کی انقلابی تمناؤں کا مربوط خیال ہی ہے جو زمینداری مکمل طور پر ختم کرنے کے لئے لڑ رہے ہیں۔

انقلاب 1900 نے پوری طرح اس کا ثبوت دے دیا: ایک طرف پرولتاریہ اپنی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی قائم کرنے کے بعد بالکل آزادانہ طور پر انقلابی جد وجہد کے رہبر کی حیثیت سے سامنے آیا، اور دوسری طرف انقلابی کسانوں (''ترودویک'' اور ''کسان کمیٹی'') (53) نے جب زمینداری کی ہر شکل کو ختم کرنے،

یہاں تک کہ ''زمین کی نجی ملکیت کے خاتمے'' کے لئے بھی جدوجہد کی تو صاحب ملکیت اور چھوٹے مالکوں کی حیثیت سے۔

آج زمین کے حق کی ''اشتراکی نوعیت'' وغیرہ پر مباحثہ روسی بورژوا انقلاب میں اعتدال پسند بورژوازی اور انقلابی کسانوں کے مفادات کے درمیان فرق کے واقعی اہم اور سنجیدہ سوال کو دھندلا کر دیتا ہے اور اس پر پردہ ڈالتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس انقلاب میں جو دو رجحانات ___ اعتدال پسند اور جمہوری ''موقع پرست'' (شاہ پرست) اور ریپبلکن ظاہر ہوئے انہیں اگر ہم ہرتسن کے رسالے ''کلوکول'' (گھنٹی) کو پڑھتے وقت اپنی توجہ الفاظ پر نہیں بلکہ معاملے کے جوہر پر مرکوز کریں، اگر ہم طبقاتی جدوجہد کو ''نظریات'' اور اصولوں کی بنیاد کی طرح معلوم کریں، اس کے برعکس نہیں، تو اس میں ہمیں بالکل یہی سوال ملے گا۔

ہرتسن نے بدیس میں آزاد روسی پریس قائم کیا، یہ ان کی ایک عظیم خدمت ہے اخبار ''پولیارنایا زویزدا'' (04) نے دسمبریوں کی روایات اپنائیں۔ ''کلوکول'' (1807_67) نے بڑے زور شور کے ساتھ کسانوں کی نجات کی حمایت کی اور غلامانہ خاموشی کو توڑا۔

لیکن ہرتسن کا تعلق زمینداروں اور امرا سے تھا۔ وہ 1847 میں روس کو خیر باد کہہ چکے تھے۔ انہوں نے انقلابی عوام کو نہیں دیکھا تھا، چنانچہ ان پر اعتماد نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے وہ ''بالائی لوگوں'' سے اعتدال پسند اپیلیں کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ''کلوکول'' میں جلاوطن الکساندر دوئم کے نام کئی میٹھے میٹھے خطوط شائع کئے جنہیں آج پڑھ کر گھن آتی ہے۔ چرنی شیفسکی، دوبرولیوبوف اور سیرنو سولوویچ، جو انقلابی رازنوچینتسی کی نئی نسل کے نمائندے تھے۔ انہوں نے بالکل

بجا طور پر ہرتسن کی جمہوریت سے اعتدال پسندی کی جانب ایسے انحرافات کی نکتہ چینی کی۔ اس کے باوجود، اگر ایمانداری سے کام لیا جائے تو یہ کہنا پڑے گا کہ ہر تسن نے جمہوریت اور اعتدال پسندی کے درمیان پس وپیش ضرور کیا لیکن جمہوریت ان پر حاوی رہی۔

جب اعتدال پسند غلامانہ ذہنیت کے ایک انتہائی مکروہ پرچارک، کاویلین نے ___ جو ایک زمانے میں ''کلوکول'' کا گرویدہ تھا محض اس کے اعتدال پسند رجحانات کی وجہ سے ___ آئین کے خلاف شورش کی، انقلابی پروپیگنڈے پر حملہ کیا۔'' تشدد پسندی'' اور اس کی اپیلوں کے خلاف چیخا چلایا اور صبر کے وعظ دینے لگا تو ہرتسن نے اس اعتدال پسند دانا سے اپنا ناطہ توڑ لیا۔ ہرتسن نے کاویلین کے ''کم مایہ، احمقانہ اور ضرر رساں ''کتابچے'' کی خوب خبر لی جو ایسی ''حکومت کو نجی مشورہ دینے کے لئے مقصود تھا جو اعتدال پسند ہونے کا دعوے کرے''۔ انہوں نے کاویلین کے'' جذباتی سیاسی اصولوں'' کی سخت مذمت کی جن میں'' روس کے عوام کو مویشی اور حکومت کو دانش'' کا مجسمہ بتایا گیا تھا۔ ''کلوکول'' میں ایک مضمون شائع ہوا جس کا عنوان تھا'' لوح مزار''۔ اس میں ان'' پروفیسروں اور سابق پروفیسروں کو'' آڑے ہاتھوں لیا گیا'' جو اپنے نک چڑھے گھٹیا خیالات کا فرسودہ تانا بانا بنتے رہے ہیں، جو کبھی فراخدل تھے اور پھر تلخ مزاج اس لئے بن گئے کہ صحت مند نوجوان کے خنازیری خیالات سے ہمدردی ظاہر نہیں کر سکتے'' (55)۔ کاویلین فوراً اس مضمون میں اپنی تصویر دیکھ لی۔

جب چرنی شیفسکی کو گرفتار کیا گیا تو اسی خبیث اعتدال پسند کاویلین نے لکھا'' مجھے گرفتاریوں میں کوئی دل دہلانے والی چیز نظر نہیں آتی... انقلابی پارٹی حکومت کا

تختہ الٹنے کے لئے تمام ذرائع کو جائز خیال کرتی ہے، چنانچہ آخر الذکر بھی اپنے آپ کو اپنے طریقوں سے بچاتی ہے''۔ ہرتسن نے چرنی شیفسکی کے خلاف مقدمے کے سلسلے میں جو لکھا وہ ایک طرح اس کیڈیٹ کو جواب ہے: ''یہاں آپ کو ایسے حقیر لوگ، گھاس پھوس کی طرح لوگ، کیڑوں مکوڑوں کی طرح لوگ ملیں گے جو کہتے ہیں کہ ہمیں ان لٹیروں اور بدمعاشوں کے ٹولے کی مذمت نہیں کرنا چاہئے جو ہم پر حکمرانی کر رہے ہیں۔''(56)

جب اعتدال پسند ترگیف نے الکساندر دوئم کو ایک نجی خط میں اپنی وفاداری کا یقین دلایا اور سونے کے دو سکے ان سپاہیوں کے لئے بطور چندہ دئے جو پولینڈ میں بغاوت کچلنے کے دوران زخمی ہوئے تھے تو ''کلوکول'' نے لکھا کہ ''سفید بالوں والی مگدالین (مذکر جنس والی) نے زار کو یہ جتانے کے لئے لکھا کہ اس کی نیند اچاٹ ہو گئی ہے کیونکہ اسے یہ خیال ستا رہا ہے کہ زار کو اس کی پشیمانی کا علم نہیں ہے اور اس کی وجہ سے وہ پانی پانی ہوئی جا رہی ہے۔''(57) ترگیف نے فوراً اپنے آپ کو پہچان لیا۔

جب روسی اعتدال پسندوں کا پورا قافلہ ہرتسن سے دور بھاگ گیا کیونکہ انہوں نے پولینڈ کی حمایت کی تھی، جب تمام ''تعلیم یافتہ اعلے طبقے'' نے ''کلوکول'' کی طرف پیٹھ موڑ لی تب بھی ہرتسن نے ہمت نہیں ہاری۔ وہ پولینڈ کی آزادی کے علم بردار بنے رہے اور الکساندر دوئم کے جابروں، جلادوں، پھانسی دینے والوں کو خوب آڑے ہاتھوں لیا۔ ہرتسن روسی جمہوریت کی آن بان کے محافظ تھے۔ انہوں نے ترگیف کو لکھا: ''ہم نے روسی نام کی عزت بچالی اور اس کی پاداش میں غلامانہ ذہنیت رکھنے والی اکثریت کے ہاتھوں تکلیف سہنا پڑی۔''(08)

جب یہ خبر پھیلی کہ ایک غلام کسان نے زمیندار کو اس لئے مار ڈالا کہ اس نے کسان کی منگیتر کی عصمت لوٹنے کی کوشش کی تھی، تو ہرتسن نے ''کلوکول'' میں لکھا: ''شاباش!'' جب یہ معلوم ہوا کہ ''نجات'' کے ''پرامن'' عمل کی نگرانی کے لئے فوجی افسر مقرر کئے جائیں گے، تو ہرتسن نے تبصرہ کیا: ''پہلا عقل مند کرنل جو اپنے دستے کے ساتھ کسانوں کو کچلنے کے بجائے ان کا ساتھ دے گا وہ زار رومانوف کے تخت پر بیٹھے گا۔'' جب کرنل ریٹرن نے وارسا میں گولی سے اپنا خاتمہ کرلیا (1860) کیونکہ وہ جلادوں کی مدد کرنا نہیں چاہتا تھا تو ہرتسن کی قلم سے یہ الفاظ نکلے: ''اگر کسی کو گولی کا نشانہ بنانا ہے تو ان جنرلوں کو جنہوں نے غیر مسلح لوگوں پر گولی چلانے کا حکم دیا تھا۔'' جب بیزدنا میں پچاس کسانوں کا قتل عام کیا گیا اور ان کے رہنما انتون پیتروف کو پھانسی دی گئی (12 اپریل 1861) تو ہرتسن نے ''کلوکول'' میں تحریر کیا:

''ارض روس کے محنت کش اور مظلومو، کاش کہ میرے الفاظ تم تک پہنچ سکتے! ..میں تمہیں اپنے روحانی گلے بانوں سے نفرت کرنا سکھاتا جنھیں سینٹ پیٹرسبرگ کی مجلس کلیسا اور ایک جرمن زار نے تمہارے سر پر لادرکھا ہے...تمھیں زمیندار سے نفرت ہے، تم حکام سے نفرت کرتے ہو، تم ان سے ڈرتے بھی ہو، یہ صحیح ہے۔ لیکن اس کے باوجود تمھیں زار اور بشپ پر اعتماد ہے...ان پر اعتماد مت کرو۔ زار ان کے ساتھ ہے اور وہ اس کے آدمی ہیں۔ اور تم اس پر نظریں جمائے ہوئے ہو ___ تم اس نوجوان کے باپ جو بیزدنا میں قتل کیا گیا، تم اس باپ کے بیٹے جسے پینزا میں ہلاک کیا گیا...تمہارے گلے بان تمہاری طرح اتنے ہی جاہل ہیں اور غریب ...ایسا ہی ایک دوسرا انتونی (پادری نہیں بلکہ بیزدنا کا انتون) تھا جس نے

تمھارے لئے کازان میں بڑے دکھ جھیلے...تمھارے شہیدوں کے لاشے معجزے نہیں دکھائیں گے اور ان کی روحوں کو ثواب پہنچانے سے ایک دانت کا بھی درد دور نہ ہوگا، لیکن ان کی زندہ یاد ایک معجزہ دکھا سکتی ہے___ تمھاری نجات۔'' (59)

آپ نے دیکھ لیا کہ ہمارے اعتدال پسند جو غلامانہ'' قانونی'' پریس پر چھائے ہوئے ہیں کس بے حیائی اور پاجی پن سے ہرتسن پر بہتان باندھ رہے ہیں، وہ صرف ہرتسن کے کمزور پہلوؤں کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں اور ان کے توانا پہلوؤں کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہتے۔ یہ ہرتسن کا قصور نہیں تھا بلکہ ان کی بدقسمتی تھی کہ وہ اپنی آنکھوں سے پانچویں دہائی میں روس کے انقلابی عوام کو نہیں دیکھ سکے۔ اور جب پچھلی صدی کی ساتویں دہائی میں وہ انقلابی عوام کو دیکھنے آئے تو انہوں نے بلاخوف اعتدال پسندی کے مقابلے میں انقلابی جمہوریت کا ساتھ دیا۔ زارشاہی کے خلاف عوام کی فتح کے لئے لڑے، اس لئے نہیں کہ اعتدال پسند بورژوازی اور زمینداروں کے زار کے درمیان سودے بازی ہو۔ انہوں نے انقلاب کا پرچم بلند رکھا۔

ہرتسن کی یاد مناتے وقت ہم صاف صاف دیکھتے ہیں کہ روسی انقلاب میں تین نسلیں، تین طبقات سرگرم عمل رہے ہیں۔ ان میں پہلے امرا اور زمیندار، دسمبری اور ہرتسن تھے۔ ان انقلابیوں کا ایک چھوٹا سا حلقہ تھا۔ وہ عوام سے بالکل کٹے ہوئے تھے۔ لیکن ان کی کوششیں رائیگاں نہیں گئیں۔ دسمبریوں نے ہرتسن کو بیدار کیا۔ اور ہرتسن نے انقلابی پروپیگنڈے کی ابتدا کی۔

اس کام کو انقلابی راز نوچینتسی والوں نے___ چرنی شیفسکی سے لے کر مضبوط

کیا اور پختہ بنایا۔مجاہدوں کی صفیں بڑھیں، عوام سے انکا رابطہ بڑھا۔'' آنے والے طوفان کے نوجوان کھویا'' ہرتسن ان لوگوں کو اس طرح پکار کرتے تھے۔ لیکن طوفان آیا نہیں۔

طوفان خود عوام کی تحریک ہوتا ہے۔ واحد طبقہ جو سراپا انقلابی ہے یعنی پرولتا ریہ عوام کی پہلی صف میں اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے پہلی بار کھلی انقلابی جدوجہد کے لئے کروڑوں کسانوں کو بیدار کیا۔ اس طوفان کا پہلا دھاوا 1900 میں بولا گیا۔ اور دوسرا ہماری آنکھوں کے سامنے تیاری کر رہا تھا۔

ہرتسن کی یاد مناتے وقت پرولتاریہ ان کی مثال کو سامنے رکھ کر انقلابی نظریے کی عظیم اہمیت کی قدر کرنا سیکھ رہا ہے۔ وہ یہ سیکھ رہا ہے کہ انقلاب اور عوام میں انقلابی پروپیگنڈے کے لئے بے غرض قربانی کبھی ضائع نہیں ہوتی، اس وقت بھی جب کہ فصل بونے اور اس کے کاٹنے کے درمیان طویل دہائیاں حائل ہوں۔ وہ روسی انقلاب اور بین الاقوامی انقلاب میں بھی مختلف طبقات کا کردار معلوم کرنا سیکھ رہا ہے۔ ان اسباق سے مالا مال ہو کر پرولتاریہ اس اژدہے، زارشاہی مطلق العنانی کا سر کچل کر جس کے خلاف ہرتسن نے عوام سے آزاد روسی الفاظ خطاب کر کے سب سے پہلے جدوجہد کا عظیم پرچم بلند کیا تھا، تمام ملکوں کے اشتراکی مزدوروں کے ساتھ آزاد تحاد قائم کرنے کے لئے اپنا راستہ ہموار کرے گا۔

''سوشل ڈیموکریٹ'' شمارہ 26، 8 (20 اپریل) 1912

لینن کا مجموعہ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد 21، صفحات 200_262-

یوگینی پوتیئے

(ان کی پچیسویں برسی کے موقع پر)

پچھلے سال 1912 کے نومبر میں فرانسیسی مزدور شاعر، مشہور پرولتاری ترانے ''انٹرنیشنل'' کے خالق (''اٹھ جاگ بھوکے'' وغیرہ) یوگینی پوتیئے کے انتقال کو پورے پچیس برس ہو گئے۔

اس ترانے کا تمام یورپی زبانوں اور دوسری زبانوں میں بھی ترجمہ کیا جا چکا ہے۔ طبقاتی شعور رکھنے والا مزدور خواہ وہ کسی بھی ملک میں ہو، جہاں بھی قسمت اسے لے جائے، وہ اپنے وطن سے دور افتادہ غیر زبان بولنے والوں کے درمیان بلا دوستوں کے کتنا ہی اجنبی کیوں نہ محسوس کرتا ہو ___ لیکن جب جانی پہچانی '' انٹرنیشنل'' کی دھن سنتا ہے تو اسے رفیق اور دوست مل جاتے ہیں۔

تمام ملکوں کے مزدور یوگینی پوتیئے کی یاد کو خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ ان کی بیوی اور بیٹی اب بھی زندہ ہیں اور عسرت کے دن گزار رہی ہیں جیسے کہ خود'' انٹرنیشنل'' کے خالق نے اپنی زندگی بھر گزارے تھے۔ وہ پیرس میں 4 اکتوبر 1816 کو پیدا ہوئے۔ انہوں نے پہلا گیت چودہ برس کی عمر میں مرتب کیا جو'' آزادی زندہ باد!'' کے نام سے مشہور ہے۔ 1848 میں جب مزدوروں نے بورژوازی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو وہ سڑکوں کے مورچوں پر ڈٹے ہوئے تھے۔

پوتیئے نے ایک غریب گھرانے میں آنکھیں کھولیں اور زندگی بھر مفلس اور پرولتاری رہے۔ ان کا ذریعہ معاش سامان باندھنا تھا اور بعد میں وہ کپڑے پر نقش و نگار بنانے لگے۔

1840 سے پوتئے نے فرانس کے ہر عظیم واقعے پر مجاہدانہ گیت لکھ کر لبیک کہا، ان کے مجاہدانہ گیتوں نے بچھڑے ہوئے لوگوں میں بیداری اور شعور پیدا کیا، مزدوروں کو متحد ہونے کی آواز دی اور فرانس کے بورژازی اور بورژوا حکومتوں پر لعنت بھیجی۔

عظیم پیرس کمیون (1871) کے دنوں وہ اس کے رکن منتخب کئے گئے۔ رکنیت کے لئے جو 3600 ووٹ ڈالے گئے ان میں سے 3302 ووٹ انھیں ملے۔ انہوں نے پہلی پرولتاری حکومت یعنی کمیون کی تمام سرگرمیوں میں حصہ لیا۔

کمیون کی ناکامی نے پوتئے کو انگلستان بھاگنے پر مجبور کیا۔ پھر وہاں سے وہ امریکہ چلے گئے۔ انہوں نے اپنا مشہور ترانہ ''انٹرنیشنل'' جون 1871 میں لکھا تھا، کہنا چاہئے کہ مئی میں خون آلود شکست کے دوسرے دن...

کمیون کو کچل دیا گیا... لیکن پوتئے کے ''انٹرنیشنل'' نے دنیا کے گوشے گوشے میں اپنے خیالات بکھیر دیے اور آج وہ پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ جیتا جاگتا ہے۔

جلاوطنی کے زمانے میں پوتئے نے ایک نظم لکھی ___ ''امریکی محنت کشوں کا فرانسیسی محنت کشوں سے خطاب''۔ اس میں انہوں نے سرمایہ داری کے جوئے تلے مزدوروں کی زندگی، ان کی غربت، کمرتوڑ مشقت، ان کا استحصال اور اپنے مقصد میں ہونے والی کامیابی پر پختہ یقین دکھایا۔

کمیون کے صرف دس سال بعد پوتئے پھر فرانس واپس آ گئے اور ''مزدوروں کی پارٹی'' کے ممبر بن گئے۔ ان کی شاعری کی پہلی جلد ''انقلابی گیت''۔ وفات کے بعد بھی مزدور شاعر کے کئی گیت شائع ہوئے۔

8 نومبر 1887 کو پیرس کے مزدور یوگینی پوتئے کی راکھ دفن کرنے کے لئے پیر لاشائیز قبرستان لے گئے جہاں کمیون کے مجاہد شہید ابدی نیند سو رہے ہیں۔ اس موقع پر پولیس نے لال جھنڈا چھیننے کے لئے مجمع پر وحشیانہ حملہ کیا۔ تجہیز و تکفین میں لوگوں نے بڑی تعداد میں حصہ لیا۔ ہر طرف لوگوں نے نعرے بلند کئے: ''پوتئے زندہ باد!''

پوتئے کی موت غربت کی حالت میں ہوئی۔ لیکن انہوں نے جو یادگار چھوڑی وہ دستکاری سے زیادہ دیرپا ہے۔ وہ ایک عظیم گیتوں کے مبلغ تھے۔ جب انہوں نے اپنا پہلا گیت مرتب کیا تب اشتراکی مزدوروں کو صرف انگلیوں پر گنا جا سکتا تھا اور آج یوگینی پوتئے کے تاریخی ترانے کو کروڑوں پرولتاری جانتے ہیں...

''پراودہ'' شمارہ 2، 3 جنوری 1913۔

لینن کا مجموعہ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن جلد 22، صفحات 273_274-

---

کیا لازمی سرکاری زبان ضروری ہے

اعتدال پسند اس لحاظ سے رجعت پرستوں سے مختلف ہیں کہ وہ مقامی زبان میں ذریعہ کا حق مانتے ہیں، کم از کم ابتدائی اسکولوں میں لیکن جب لازمی سرکاری زبان کی ضرورت کا سوال اٹھتا ہے تو وہ رجعت پرستوں سے پوری طرح اتفاق کرتے ہیں۔

لازمی سرکاری زبان کا مطلب کیا ہے؟ عملاً اس کا مطلب یہ ہے کہ عظیم روسیو

ں کی زبان، جوروس کی کل آبادی میں اقلیت ہیں، روس کی باقی دوسری آبادی پر ٹھونس دی جائے۔ ہراسکول میں سرکاری زبان سکھانا لازمی ہونا چاہئے۔ تمام سرکاری مراسلت مقامی آبادی کی زبان میں بلکہ سرکاری زبان میں ہونا چاہئے۔

جو پارٹیاں لازمی سرکاری زبان کی حامی ہیں وہ اس کی ضرورت کے سلسلے میں کیا جواز پیش کرتی ہیں؟

سیاہ صد کا جواب ظاہر ہے ٹکا سا ہوگا: تمام غیر روسیوں پر ڈنڈے کے زور سے حکمرانی کرنا چاہئے تا کہ وہ ''قابو سے باہر'' نہ ہو جائیں. روس کو غیر منقسم ہونا چاہئے اور تمام دوسرے لوگوں کو عظیم روسی فرمانروائی کی اطاعت کرنا چاہئے کیونکہ یہ عظیم روسی ہی تھے جنہوں نے روس کی سرزمین تعمیر کی اور اسے متحد کیا۔ اس لئے حکمران طبقے کی زبان کو لازمی سرکاری زبان ہونا چاہئے۔ پوریشکیوچ قماش کے حضرات اس پر کوئی اعتراض نہیں کریں گے اگر ''مقامی بولیوں'' پر بالکل پابندی لگا دی جائے، اگر چہ روس میں غیر عظیم روسیوں کی آبادی کا 60 فیصد حصہ انہیں بولتا ہے۔

اعتدال پسندوں کا رویہ انتہائی ''مہذب'' اور ''لطیف'' ہے۔ وہ اس کے حامی ہیں کہ بعض حدود کے اندر مقامی زبان استعمال کرنے کی اجازت دے دی جائے (مثال کے طور پر ابتدائی اسکولوں میں)۔ لیکن ساتھ ہی وہ اس کی وکالت بھی کرتے ہیں کہ ایک لازمی سرکاری زبان ہونا چاہئے جو ان کی رائے میں ''ثقافت'' کے مفاد کے لئے، ''متحد'' اور ''ناقابل تقسیم'' روس کے مفاد کے ضروری ہے وغیرہ۔

''ریاست ثقافتی اتحاد کی تصدیق ہے ... ریاستی ثقافت میں سرکاری زبان لازمی طور پر شامل ہے ... ریاست کی بنیاد واحد اقتدار پر ہے اور سرکاری زبان ریاستی

اقتدار کا آلہ ہے۔ ریاست کی دوسری شکلوں کی طرح زبان بھی لازمی اور عالمگیر حیثیت سے جابرانہ قوت رکھتی ہے...

''اگر روس کو متحد اور غیر منقسم رکھنا ہے تو پھر ہمیں روسی ادبی زبان کی ریاستی افادیت پر سختی سے اصرار کرنا چاہئے۔'' سرکاری زبان کی ضرورت پر یہ ہے اعتدال پسندوں کے فلسفے کا نمونہ۔

اوپر جو عبارت ہم نے نقل کی ہے وہ مسٹر پاتراش کن کے ایک مضمون سے لی گئی ہے، اور یہ مضمون اعتدال پسند اخبار'' دین'' (''دن'') (شمارہ 7) میں چھپا ہے۔ تو یہ بات پوری طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ ایسے خیالات کے انعام میں سیاہ صد کے اخبار'' نووائے وریمیا'' نے مصنف کا بڑے چٹخارے سے بوسہ کیوں لیا۔ مسٹر پاتراشکن بڑے'' گھمبیر خیالات'' پیش کرنے والے انسان ہیں ــــ یہ میتشیکوف کے اخبار (شمارہ 13588) کی رائے ہے۔ ایک دوسرا اخبار جس کی سیاہ صد والے ایسے ہی'' گھمبیر'' خیالات کے لئے تعریف کرتے رہتے ہیں قومی اعتدال پسند'' روسکایا میسل'' (''روسی افکار'') ہے۔ اور آخر سیاہ صد والے کیوں نہ ان کی تعریف کریں جب اعتدال پسند اپنی'' مہذب'' دلیلوں سے ایسی چیزوں کی وکالت کر رہے ہیں جن سے ''نووائے وریمیا'' کے لوگوں کا دل باغ باغ ہوتا ہے؟

اعتدال پسند ہم سے کہتے ہیں کہ روسی ایک عظیم اور زبردست زبان ہے۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ وہ لوگ جو روس کے کسی بھی سرحدی علاقوں میں بسے ہوئے ہیں یہ عظیم اور زبردست زبان سیکھیں؟ کیا آپ اتنا نہیں سمجھتے کہ روسی زبان سے غیر روسی لوگوں کا ادب مالا مال ہوگا، ثقافت کا عظیم خزانہ ان کی دسترس میں آجائے گا؟

اعتدال پسندوں سے جواب میں ہم کہتے ہیں: حضرات! یہ سب ٹھیک ہے۔ ہم آپ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ ترگنیف، ٹالسٹائی، دوبرولوبوف، اور چرنی شیفسکی کی زبان عظیم اور زبردست ہے۔ یہ ہم آپ سے زیادہ چاہتے ہیں کہ تمام قوموں کے مظلوم طبقات کے درمیان جو روس میں آباد ہیں بلا کسی تفریق حتی الامکان قریب ترین میل جول اور برادرانہ اتحاد قائم ہو۔ اور ہم بالکل اس کے حامی ہیں کہ ہر شخص کو جو روس میں رہتا ہے عظیم روسی زبان دیکھنے کا موقع ملے۔

جو چیز ہم نہیں چاہتے وہ جبر کا عنصر ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ لوگوں کو ڈنڈے مار مار کر جنت میں داخل کرایا جائے۔ ثقافت کے متعلق آپ کتنے ہی باریک اور نفیس جملے کہیں، لازمی سرکاری زبان میں جبر اور ڈنڈے کا استعمال شامل رہتا ہے۔ ہمارے خیال میں عظیم اور زبردست روسی زبان اس کی محتاج نہیں ہے کہ لوگ اسے صرف لازم ہونے کی وجہ سے سیکھیں۔ ہمیں یقین ہے کہ روس میں سرمایہ داری کا ارتقا اور عام طور پر سماجی زندگی کا پورا دھارا تمام قوموں کو ایک دوسرے سے قریب تر لا رہا ہے۔ ہزاروں لاکھوں لوگ روس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آجا رہے ہیں، مختلف قومی آبادیاں خلط ملط ہو رہی ہیں، ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہنے کی عادت اور قومی کٹرپن ضرور ختم ہوگا۔ وہ لوگ جن کے کام اور زندگی کے حالات ایسے ہیں کہ روسی زبان جاننا ان کے لئے ضروری ہو جاتا ہے تو وہ اسے جبر کے بغیر سیکھیں گے۔ لیکن جبر (ڈنڈے) کا صرف ایک نتیجہ نکلے گا: عظیم اور زبردست روسی زبان کے دوسرے قومی گروپوں میں پھیلنے میں یہ رکاوٹ بنے گا، اور اہم ترین بات یہ ہے کہ اس سے قومی تصادم اور تیز ہو جائیں گے، لاکھوں نت نئی شکلوں میں قومی اختلاف بڑھیں گے، ناراضگی اور باہمی عدم

اعتمادی میں اضافہ ہوگا، وغیرہ۔

یہ کیسے چاہئے؟ نہ روسی عوام کو اور نہ روسی جمہوریت پسندوں کو۔ وہ کسی بھی شکل میں قومی ظلم تسلیم نہیں کرتے،'' اسی لئے روسی مارکسسٹ کہتے ہیں کہ یہ ضروری ہے کہ کوئی لازمی سرکاری زبان نہ ہو، آبادی کے لئے ایسے اسکولوں کا انتظام کیا جائے جہاں ذریعہ تعلیم تمام مقامی زبانیں ہوں، آئین میں ایک ایسا بنیادی قانون شامل کیا جائے جو کسی ایک قوم کی تمام مراعتوں کو اور قومی اقلیتوں کے حقوق کی خلاف ورزی کو ناجائز قرار دے...

''؛رولیتارسکایا پراودا'' شمارہ 14 (32)، 18 جنوری 1914-

لینن کا مجموعہ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد 24، صفحات 290_293-

---

عظیم روسیوں کے قومی وقار کے بارے میں

آج کل قومیت اور مادر وطن کے بارے میں کتنی زیادہ باتیں، حجتیں اور شور و شغب ہو رہا ہے! برطانیہ میں یہ اعتدال پسند اور ریڈیکل وزیر ہوں، فرانس میں یہ بے شمار'' پیش بین'' صحافی ہوں (جو اپنے رجعت پرست ہم کاروں سے پوری طرح متفق ہیں)، یا روس میں سرکاری، کیڈیٹ اور ترقی پسند بدنویسوں کے غول (معہ کئی نرودنیکوں اور'' مارکسیسٹوں'')___ سب کے سب اپنے اپنے'' وطن'' کی آزادی اور خودمختاری کی، قومی آزدی کے اصول کی عظمت کی شان میں بڑے جذباتی قصیدے پڑھ رہے ہیں۔ یہاں یہ بتانا مشکل ہے کہ جلادنکولائی فومانوف کا یا حبشیوں اور ہندستانیوں پر ظلم ڈھانے والوں کا ضمیر فروش قصیدہ خواں کون ہے

اورکون عقل کا کورا ہے جو اپنی حماقت یا بے اصولی پن کے سبب دھارے کے ساتھ ساتھ بہہ رہا ہے۔ اورفرق کرنا کوئی اہم بھی نہیں ہے۔ ہمارے سامنے ایک وسیع اور بہت گہرا نظریاتی رجحان ہے جس کی جڑیں غالب قوموں کے زمینداروں اورسرمایہ دارصاحبان کے مفادات میں مضبوطی سے پیوست ہیں۔ ان طبقات کے لئے جن خیالات کا پروپیگنڈہ مفید ہے، اس پر ہر سال کروڑوں روپیہ خرچ کیا جارہا ہے: پروپیگنڈے کی یہ بڑی پن چکی ہرسرچشمے کا پانی استعمال کررہی ہے ___ عقائد کے لحاظ سے کٹر جارحانہ قوم پرست مینشیکوف سے لے کر موقع پرست یا بے اصولے جارحانہ قوم پرستوں تک، جیسے کہ پلیخانوف اور ماسلوف، روبانووچ اورایسمرنوف، کراپوتکن اور بورتسیف۔

ہم سوشل ڈیموکریٹوں جن کا عظیم روسیوں سے تعلق ہے اس نظریاتی رجحان کی جانب اپنا رویہ واضح کرنا چاہئے۔ اس غالب قوم کے نمائندوں کی حیثیت سے جو یورپ کے مشرقی کنارے اورایشیا کے ایک بڑے حصے میں آباد ہے ہمارے لئے قومی سوال کی زبردست اہمیت کونظر انداز کرنا نازیبا ہوگا ___ خاص طور پر اس ملک میں جسے بجا طور پر ''قوموں کا قید خانہ'' کہا جاتا ہے اور خاص کر ایسے وقت جب کہ یورپ کے مشرقی کنارے میں اور ایشیا میں بھی سرمایہ داری کافی تعداد میں چھوٹی بڑی ''نئی'' قوموں کے اندر زندگی اور خودآگاہی کی روح پھونک رہی ہے، اور ایسے لمحے جب کہ متحدہ امرا کی مجلس (60) کے اورگوچکوفوں، کریکستو فنیکوفوں، دولگوروکوفوں، کوتلروں اور راد یچیفوں کے مفادات کے مطابق کئی قومی مسائل ''حل'' کرنے کے واسطے زارشاہی نے لاکھوں عظیم روسی اورلوگوں پر مشتمل فوج منظم کررکھی ہے۔

کیا ہم عظیم روسی قوم سے تعلق رکھنے والے طبقاتی شعور کے حامل پرولتاری قومی وقار کے احساس سے عاری ہیں؟ اپنی زبان اور وطن سے محبت ہے اور ہم اس کے محنت کش عوام کو (یعنی اس کی آبادی کے 90 فیصدی حصے کو) جمہوری اور اشتراکی شعور کی سطح تک پہنچانے کے لیے تن من دھن لگائے ہوئے ہیں۔ زار کے جلادوں، امرا اور سرمایہ داروں کے ہاتھوں ہمارا حسین وطن جو دست درازیاں، مظالم اور ذلتیں جھیل رہا ہے اسے دیکھ کر ہمارا دل بہت دکھتا ہے۔ ہم میں سے، عظیم روسیوں میں سے جب لوگ ان چیرہ دستیوں کا مقابلہ کرتے ہیں تو ہمارا دل فخر کے جذبے سے بھر جاتا ہے، ہمیں ان پر فخر ہے کہ ان ہی میں عوام کی ایک طاقتور انقلابی پارٹی تخلیق کی، ہمیں عظیم روسی کسانوں پر فخر ہے جو جمہوریت کی جانب بڑھ رہے ہیں اور پادریوں اور زمینداروں کا تختہ الٹنے کی ابتدا کر رہے ہیں۔

ہمیں عظیم روسی جمہوریت پسند چرنی شیفسکی کے، جنہوں نے اپنی تمام زندگی انقلاب کے لئے وقف کر دی تھی، وہ الفاظ یاد ہیں جو انہوں نے نصف صدی پہلے کہے تھے: ''ایک بدنصیب قوم، ایسے غلاموں کی قوم جو سر پیر تک غلام ہیں'' (21)۔ کھلے یا ڈھکے عظیم روسی غلام (زار شاہی کے غلام) ان الفاظ کی یاد تازہ کرنا پسند نہیں کرتے۔ لیکن ہماری رائے میں یہ الفاظ ہمارے وطن کے ساتھ سچی محبت کا اظہار کرتے ہیں، ایسی محبت جب عظیم روسی عوام میں انقلابی روح کی کمی دل میں چٹکیاں لیتی ہو۔ اس زمانے میں ایسی روح بالکل نہ تھی۔ آج وہ تھوڑی بہت ہے، لیکن موجود تو ہے۔ ہمیں عظیم قتل و غارت گری، پھانسیوں کی قطاروں، اذیت خانوں، عظیم قحطوں اور پادریوں، زاروں، زمینداروں اور سرمایہ داروں کی جانب عظیم غلامانہ ذہنیت پر نہیں بلکہ اس پر قومی فخر ہے کہ عظیم روسی قوم نے بھی ایک

انقلابی طبقہ پیدا کرلیا ہے اور وہ بھی انسانیت کو آزادی اور سوشلزم کی جدوجہد کے عظیم نمونے پیش کرنے کے قابل ہے۔

ہمارے دل قومی آن بان کے جذبے سے لبریز ہیں اسی وجہ سے خاص طور ہمیں اپنے غلامانہ ماضی سے (جبکہ زمیندار امرا نے کسانوں کو جنگوں میں جھونکا تھا تا کہ ہنگری، پولینڈ، ایران اور چین کی آزادی کا گلا گھونٹ دیا جائے)نفرت ہے اور اپنے غلامانہ حال سے بھی جب یہی زمیندار سرمایہ داروں کی مدد سے ہمیں جنگ میں جھونک رہے ہیں تا کہ پولینڈ اور یوکرین کا گلا گھونٹ دیا جائے، ایران اور چین میں جمہوری تحریک کچل دی جائے اور رومانوفوں، بوبرینسکیوں اور پوریشکیوچوں کے ٹولے کے ہاتھ مضبوط کئے جائیں جو ہمارے عظیم روسی وقار کے لئے باعث ننگ ہیں۔غلام پیدا ہونے پر کسی کو الزام نہیں دیا جا سکتا، لیکن اگر غلام نہ صرف آزادی کی خواہش سے دور بھاگے بلکہ اپنی غلامی کو صحیح ثابت کرے، اسے خوبصورت جامہ پہنا کر پیش کرے (مثلاً پولینڈ، یوکرین وغیرہ کا گلا گھونٹنے کو عظیم روسیوں کی'' مادرِوطن کا دفاع'' وغیرہ کہے)تو یہ غلام جوتے چاٹنے والا اور سفلہ ہے اور اس کا مستحق ہے کہ اسے غصے، حقارت اور نفرت کا نشانہ بنایا جائے۔

''وہ قوم کبھی آزاد نہیں ہوسکتی جو دوسری قوموں پر ظلم کرتی ہے'' (62)___ یہ الفاظ مارکس اور اینگلز کے ہیں، جو راست انیسویں صدی کی جمہوریت کے عظیم ترین نمائندے تھے اور جو انقلابی پرولتاریہ کے معلم بنے۔ اور ہم عظیم روسی مزدور جو قومی فخر کے جذبے سے سرشار ہیں ہر قیمت پر چاہتے ہیں کہ ایک آزاد، خودمختار، نجات شدہ، جمہوری، ریپبلک اور قابل فخر عظیم روس ہو جس کے پڑوسیوں کے ساتھ تعلقات کی بنیاد انسانی مساوات کے اصول پر ہو نہ کہ مراعات کے غلامانہ اصول پر

جو ایک عظیم قوم کے لئے بڑی تذلیل آمیز بات ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں اور برملا کہتے ہیں: بیسویں صدی میں اور یورپ میں (یورپ کے مشرق بعید تک میں بھی) ''مادر وطن کے دفاع'' کے لئے سوائے اس کے اور کوئی راستہ نہیں ہے کہ اپنی اپنی مادر وطن کی بادشاہت، زمینداروں اور سرمایہ داروں، یعنی اپنے وطن کے بدترین دشمنوں کے خلاف لڑنے کے لئے ہر ممکن انقلابی ذریعہ استعمال کیا جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ عظیم روسی کسی بھی جنگ میں زارشاہی کی شکست چاہے بغیر اپنی'' مادر وطن کا دفاع'' نہیں کر سکتے کیونکہ عظیم روس کے نوے فیصدی باشندوں کے لئے زارشاہی بدی ہے، اس لئے کہ زارشاہی ان نوے فیصدی لوگوں پر نہ صرف معاشی اور سیاسی لحاظ سے ظلم ڈھاتی ہے بلکہ انہیں دوسری قوموں کو غلام بنانے کی تعلیم دے کر اور اپنی بے شرمی کو ریاکارانہ اور نام نہاد حب الوطنی کے فقروں سے چھپا کر انہیں پست ہمت بناتی ہے ان کا اخلاق بگاڑتی ہے، انہیں بے آبرو کرتی ہے، انہیں بیسوا بناتی ہے۔

ایک اعتراض یہ کیا جا سکتا ہے کہ زارشاہی کے علاوہ لیکن اس کے زیر سایہ ایک اور تاریخی قوت ابھری اور مضبوط ہوئی ہے ___ یعنی عظیم روسی سرمایہ داری جو ملک کے وسیع علاقوں کو معاشی طور پر مرکوز اور مربوط کر کے ایک ترقی پسند کردار ادا کر رہی ہے۔ یہ اعتراض، بہر حال، ہمارے سوشلسٹ جارحانہ قوم رستوں کو جنہیں زار شاہی اور پوریشکیوچ کے اشترا کی کہنا چاہئے (اسی طرح جیسے مارکس لاسال کے ماننے والوں کو شاہی پروشیائی اشترا کی کہا کرتے تھے) بری نہیں کرتا بلکہ اس کے بر عکس ان کی اور زیادہ مذمت کرتا ہے۔ ہم یہ فرض کئے لیتے ہیں کہ تاریخ عظیم روسی غالب قومی سرمایہ داری کے حق میں فیصلہ صادر کرے گی، اور ایک سو ایک چھوٹی قوموں کے خلاف۔ یہ ناممکن نہیں ہے کیوں کہ سرمایے کی ساری تاریخ تشدد، غا

رتگری، خون خرابے اور اخلاقی وزال کی تاریخ ہے۔ ہم ہر قیمت پر چھوٹی قوموں کے برقرار رکھنے کی وکالت نہیں کرتے، اگر دوسرے حالات مساوی ہوں تو ہم قطعی طور پر مرکزیت کے حامی ہیں اور وفاقی تعلقات کے تنگ نظر پیٹی بورژوا آدرش کے خلاف ہیں۔ بہرحال، اگر ہمارا مفروضہ صحیح بھی ہو تو پہلے، یہ ہمارا یا جمہوریت پسندوں کا (اشتراکیوں کو الگ چھوڑیے) کام نہیں ہے کہ یوکرین وغیرہ کا گلا گھونٹنے میں رومانوف ___ بوبرینسکی ___ پوریشکیوچ کی مدد کریں۔ اپنے یونکر طریقے سے بسمارک نے ایک ترقی پسند تاریخی فریضہ انجام دیا تھا، لیکن اگر کوئی اس بنیاد پر بسمارک کو اشتراکی مدد دینا صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرے تو وہ بڑے پائے کا ''مارکسیسٹ'' ہے! اس کے علاوہ بسمارک نے منتشر جرمنوں کو متحد کر کے، جن پر دوسری قومیں ظلم کرتی رہتی تھیں، معاشی ترقی بڑھائی۔ لیکن عظیم روس کی معاشی خوش حالی اور تیز ترقی کا تقاضہ یہ ہے کہ ملک کو دوسری قوموں پر عظیم روسی ظلم سے نجات دلائی جائے ___ اس فرق کو روسی بسمارکوں کے مداح بھول جاتے ہیں۔

دوسرے، اگر تاریخ نے عظیم روسی غالب قومی سرمایہ داری کے حق میں فیصلہ صادر کر بھی دیا تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کمیونسٹ انقلاب میں عظیم روسی پرولتاریہ کا جسے سرمایہ داری نے جنم دیا ہے اشتراکی رول خاص محرک قوت کی حیثیت سے اور بھی بڑھ جائے گا۔ اور پرولتاری انقلاب اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ مزدوروں کو مکمل قومی مساوات اور اخوت کی اسپرٹ میں کافی عرصے تک تعلیم دی جائے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عظیم روسی پرولتاریہ کے مفاد میں ضروری ہے کہ عوام کو باقاعدہ یہ تعلیم دی جائے کہ وہ عظیم روسیوں کے ہاتھوں تمام مظلوں قوموں کے حق خود اختیاری اور مکمل مساوات کی مدافعت کے لئے ___ انتہائی استقلال سے، ثابت

قدمی کے ساتھ، بہادری اور انقلابی طریقے سے ___ اپنی آواکو بلند کریں۔ عظیم روسیوں کے قومی وقار کے مفادات (غلامانہ معنوں میں نہیں) اور عظیم روسی (اور تمام دوسرے) پرولتاریہ کے اشترا کی مفادات ایک ہیں۔ مارکس ہمیشہ ہمارے لئے منارہ ہدایت رہیں گے جو کئی دہائیوں تک برطانیہ میں رہے تھے اور نصف انگریز ہو جانے کے باوجود انہوں نے برطانوی مزدوروں کی اشترا کی تحریک کے مفاد میں آئرلینڈ کی کی آزادی اور قومی خودمختاری کا مطالبہ کیا۔

دوسری مفروضہ صورت میں جسے ہم پیش کر چکے ہیں ہمارے سدیشی اشترا کی، جارحانہ قوم پرست پلیخانوف وغیرہ، وغیرہ غدار ثابت ہوں گے، نہ صرف اپنے ملک کے ___ آزاد، جمہوری عظیم روس کے، بلکہ روس کی تمام قوموں کی پرولتاری اخوت اشترا کیت کے نصب العین کے بھی غدار۔

''سوشل ڈیموکریٹ'' شمارہ30، 12 دسمبر 1914-

لینن کا مجموعہ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد 26، صفحات 106_110-

---

ہمارے اخبارات کا کردار

فرسودہ مسائل پر ___ سیاسی بکواس پر پروپیگنڈے کے لئے کہیں زیادہ جگہ دی جارہی ہے، اور نئی زندگی کی تعمیر کے متعلق، اس کے بارے میں واقعات کے متعلق بہت ہی کم لکھا جارہا ہے

400 ___ 200 سطریں گھسیٹنے کے بجائے ہم ایسے سادے، عام طور پر مشہور، واضح موضوعات پر 20 یا 10 ہی سطریں کیوں نہیں لکھتے جن سے لوگ اچھی طرح

واقف ہیں، مثلاً بورژوازی کے کاسہ لیس مینشویکوں کی نفرت انگیز غداری، سرمایے کے مقدس حقوق کو بحال کرنے کے لئے انگریزوں، جاپانیوں کا حملہ، جرمنی کے خلاف امریکی کروڑ پتیوں کی دھمکیاں وغیرہ، وغیرہ؟ ہمیں ان باتوں کے بارے میں لکھنا چاہئے اور اس شعبے میں ہر نئے واقعے کو ذہن نشین کرنا چاہئے، اس کی ضرورت نہیں ہے کہ لمبے چوڑے مضمون لکھیں اور پرانی دلیلوں کو دہرائیں۔ ضروری یہ ہے کہ پرانی، جانی پہچانی اور نپی تلی سیاست کے تازہ ترین اظہار کو کم سے کم لفظوں میں ''ڈاک تار کے اسلوب میں'' بیان کردیں۔

''اچھے پرانے بورژوا وقتوں'' میں بورژوا اخبارات ''مقدس سے مقدس'' ___ یعنی نجی ملکیت کے کارخانوں اور نجی اداروں کی حالت کے بارے میں کبھی نہیں لکھتے تھے۔ یہ رسم بورژوازی کے مفاد کے عین مطابق تھی۔ اس رسم کو ہمیں بنیادی طور پر خیر باد کہنا چاہئے۔ ہم نے اسے خیر باد نہیں کہا ہے۔ ابھی تک ہمارے اخبارات کا طرز نہیں بدلا ہے جیسا کہ انہیں معاشرہ کے سرمایہ داری سے سوشلزم کی جانب عبور کے وقت ہونا چاہئے۔

سیاست کم ہو۔ سیاست کی پوری طرح ''وضاحت'' کی جاچکی ہے اور اسے تحلیل کرکے دو کیمپوں کے درمیان جدوجہد کی شکل میں لایا جاچکا ہے: مسلح باغی پرولتاریہ اور مٹھی بھر غلاموں کے آقا سرمایہ دار (اپنے پورے ٹولے کے ساتھ جس میں مینشویک وغیرہ تک شامل ہیں) اس سیاست کے متعلق ہم بہت اختصار سے لکھ سکتے ہیں، میں دہراتا ہوں، ہمیں اس طرح ہی لکھنا چاہئے۔

معاشیات زیادہ ہو۔ لیکن'' مباحثوں، عالمانہ تبصروں اور دانشورانہ منصوبوں اور اسی طرح کی لغویات کے معنوں میں نہیں، مجھے افسوس کے ساتھ

کہنا پڑتا ہے کہ وہ اکثر بالکل لغویات ہوتے ہیں۔ معاشیات سے ہماری مراد نئی زندگی کی تعمیر سے منسلک ٹھوس واقعات کا جمع کرنا، احتیاط سے ان کی جانچ پڑتال کرنا اور ان کا مطالعہ ہے۔ کیا نئی معیشت کی تعمیر میں بڑے کارخانوں، زرعی کمیونوں نے اور غریب کسانوں کمیٹیوں (63)، مقامی عوامی معاشی کونسلوں نے واقعی کامیابیاں حاصل کی ہیں؟ یہ کامیابیاں ٹھیک ٹھیک کیا ہیں؟ کیا ان کی تصدیق کر لی گئی ہے؟ کیا وہ قصے کہانیاں، ڈینگیں، خیالی منصوبے تو نہیں ہیں (''کام چل نکلا ہے''، ''منصوبہ تیار ہو چکا ہے''، ''مشکلات پر قابو پانے ہی والے ہیں''، ''ہم نے ذمہ لے لیا ہے''، ''بلاشبہ ترقی ہے'' اور اسی قسم کے ڈھونگیے جملوں کے ''ہم'' استاد ہیں)؟ کامیابیاں کس طرح حاصل کی گئیں؟ انہیں وسعت دینے کے لئے کیا کیا جائے؟

کہاں ہے ان پھسڈی کارخانوں کا رجسٹر نمبر 9 جو قومیانے کے بعد بدنظمی، انتشار، گندگی، غنڈہ گردی اور مفت خوری کے نمونے ہیں؟ یہ نہیں ہے لیکن ایسے کارخانے موجود ہیں۔ جب تک ہم ''سرمایہ دارانہ روایتوں کے ان محافظوں'' کے خلاف جنگ نہیں کریں گے، ہم اپنا فریضہ پورا نہیں کر سکتے۔ جب تک ہم ایسے کارخانوں کو خاموشی سے برداشت کرتے رہیں گے ہم کمیونسٹ نہیں بلکہ بے کردار لوگ کہلائیں گے۔ ہم نے اخبارات میں بورژوازی کی طرح مہارت سے طبقاتی جدوجہد چلانا نہیں سیکھی ہے۔ یاد کیجئے کہ اپنے اخباروں میں اس نے اپنے طبقاتی دشمنوں کا کس مہارت سے تعاقب کیا، ان کا مذاق اڑایا، انہیں ذلیل کیا، ان کا ناطقہ بند کیا۔ اور ہم؟ کیا سرمایہ داری سے سوشلزم کی جانب عبور کے دور میں طبقاتی جدوجہد یہ شکل اختیار نہیں کرتی کہ مزدور طبقے کے مفاد کو چند افراد، مزدوروں کے ان

گروپوں اور ٹکڑیوں سے بچایا جائے جو سرمایہ داری کی روایات (عادتوں) سے بضد چمٹے ہوئے ہیں اور سوویت ریاست کو پرانے ڈھنگ سے دیکھتے ہیں: ریاست کے لئے جتنا ممکن ہو کم اور خراب کام کرو اور اس سے زیادہ سے زیادہ پیسہ اینٹھو۔ کیا سوویت چھاپے خانوں تک کے کمپوزیٹروں میں، سورموو اور پوتیلوف وغیرہ کے مزدوروں میں ایسے لفنگوں کی کمی ہے؟ ان میں سے ہم نے کتنوں کو پکڑا ہے، کتنوں فاش کیا ہے اور کتنوں کو تذلیل اور تشہیر کیا ہے؟

اس بارے میں پریس خاموش ہے۔ اور اگر لکھتا بھی ہے تو رسمی طریقے سے، افسرانہ انداز میں، ایک انقلابی پریس کی طرح نہیں، ایک طبقے ک آمریت کے ترجمان کی حیثیت سے نہیں جس کا فرض عمل سے یہ ظاہر کرنا ہے کہ سرمایہ داروں اور سرمایہ دارانہ روایات کے حامل طفیلیوں کی مزاحمت کو آہنی ہاتھ سے کچل دیا جائے گا۔

جنگ کے سلسلے میں بھی یہی حالت ہے۔ کیا ہم بزدل اور نکمے افسروں پر تنقید کرتے ہیں؟ کیا ہم نے تمام روس کے سامنے واقعی بری رجمنٹوں کی ملامت کی؟ کیا ہم نے کافی ایسے بد قماش ''پکڑے'' جنہیں ان کی غیر موزونیت، لاپرواہی، لیت ولعل وغیرہ کو تشہیر کر کے فوج سے نکال دینا چاہئے تھا؟ ہم نے مخصوص مضر لوگوں کے خلاف موثر شدید اور واقعی انقلابی جنگ شروع نہیں کی ہے۔ ہم نے زندگی کے تمام شعبوں سے جیتی جاگتی ٹھوس مثالوں اور نمونوں کے ذریعے عوام کو تعلیم دینے کے سلسلے میں بہت کم کام کیا ہے، اگر چہ سرمایہ داری سے کمیونزم کی جانب عبور کے دوران اخباروں کا یہ خاص فریضہ ہے۔ کارخانوں، دیہات اور رجمنٹوں کے اندر جو روزمرہ کی زندگی میں ہو رہا ہے اس پہلو پر ہم نے کم توجہ دی ہے حالانکہ دوسری جگہوں کے مقابلے میں وہاں زیادہ نیا تعمیر کیا جا رہا ہے اور وہیں توجہ اور تشہیر کی، عوامی

تنقید کی، جو برا ہے اس کی مذمت کرنے کی اور اچھی باتیں سیکھنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

سیاسی بکواس کم کی جائے۔ عالمانہ بحثیں کم ہوں۔ زندگی کے قریب آیا جائے۔ اس پر زیادہ توجہ دی جائے کہ اپنے روزمرہ کے کام کے ذریعے مزدور اور کسان کس طرح حقیقت میں نئی تعمیر کر رہے ہیں۔ اس کی زیادہ تصدیق کی جائے تاکہ یہ پتہ لگے کہ نیا کہاں تک کمیونسٹ ہے۔

''پراودا'' شمارہ 202، 20 ستمبر 1918-لینن

لینن کا مجموعہ تصانیف، پانچوں روسی ایڈیشن، جلد 37، صفحات 91_89-

سوویت حکومت کی کامیابیاں اور مشکلات

(اقتباس)

پرانے یوٹوپیائی سوشلسٹوں کا خیال تھا کہ نئے قسم کے لوگ سوشلزم تعمیر کر سکتے ہیں، اس لئے پہلے نیک، پاکدامن اور بہترین تعلیم یافتہ لوگوں کو تربیت دینا چاہئے، پھر یہ لوگ اشتراکیت تعمیر کریں گے۔ ہم اس خیال پر ہمیشہ ہنسے اور کہا کہ یہ کٹھ پتلیوں کا ناٹک ہے۔ ایسے سوشلزم سے نوجوان خواتین ہی لطف اندوز ہو سکتی ہیں لیکن اسے سنجیدہ سیاست کبھی نہیں کہا جا سکتا۔

ہم ان مردوں اور عورتوں کی مدد سے سوشلزم تعمیر کرنا چاہتے ہیں جو سرمایہ داری نظام میں پروان چڑھے، جنہیں سرمایہ داری نے بگاڑا، خراب کیا لیکن اس کے خلاف جدوجہد کے ذریعے وہ فولاد بھی بنے۔ ایسے پرولتاریہ بھی ہیں جو اتنے فولاد بن چکے ہیں کہ کسی بھی فوج کے مقابلے میں ہزار گنی زیادہ مشقت برداشت کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ کروڑوں مظلوم کسان ہیں جو جاہل ہیں اور بکھرے ہوئے ہیں لیکن جدوجہد میں پرولتاریہ کے گرد متحد ہو سکتے ہیں بشرطیکہ پرولتاریہ سلیقہ مندی سے طریقہ کار اختیار کرے۔ پھر سائنسی اور ٹکنیکی ماہرین ہیں جن پر بورژوا نظریہ زندگی بری طرح چھایا ہوا ہے اور وہ فوجی ماہرین ہیں جنہوں نے بورژوا حالات میں تربیت حاصل کی ہے ___ اگر صرف بورژوا حالات ہی ہوتے تو یہ اتنی بری بات نہ ہوتی لیکن ساتھ ساتھ زمین کی نجی ملکیت، کسان غلامی بھی تھی اور ڈنڈا بھی۔ جہاں تک معیشت کا تعلق ہے تو تمام ماہرین زراعت، انجینئر اور اسکولوں کے مدرس صاحب جائداد طبقے سے حاصل کئے جاتے تھے، وہ آسمان سے نازل نہیں ہوتے تھے! نہ زارنکولائی کے عہد میں اور نہ ریپبلکن صدر ولسن دور میں فیکٹری میں کام کرنے

والے بے جائداد پرولتاریہ کو اور نہ ہل چلانے والے کسان کو یونیورسٹی میں تعلیم پانے کا موقع ملا۔ سائنس اور ٹیکنولوجی صرف دولت مندوں کی، صاحب جائداد طبقے کی خدمت کرتی ہے، سرمایہ داری صرف اقلیت کو ثقافت فراہم کرتی ہے۔ ہمیں اس ثقافت کے ذریعے اشتراکیت کی تعمیر کرنا چاہئے۔ ہمارے پاس کوئی اور سامان نہیں ہے۔ ہم فوراً اس سامان سے جو ہمیں سرمایہ داری سے کل ملا ہے اور جسے آج کام میں لانا چاہئے اسی لمحے سوشلزم کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں ــــ ان لوگوں کی مدد سے نہیں جو نازوں کے پالے ہوئے ہوں اگر ہم نے ایسے غیر سنجیدہ خیال پر سنجیدگی سے غور کیا تو۔ ہمارے پاس صرف بورژوا ماہرین ہیں، ان کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، تعمیر کرنے کے واسطے ہمارے پاس اور دوسری اینٹیں نہیں ہیں۔ سوشلزم کو کامیاب ہونا چاہئے اور ہم اشتراکیوں اور کمیونسٹوں کو اپنے عمل سے یہ ثابت کرنا چاہئے کہ ہم ان ہی اینٹوں اور سامان سے سوشلزم تعمیر کرنے کے اہل ہیں، ہم ان پرولتاریوں کی مدد سے جنہیں بہت کم ثقافت کے پھل ملے ہیں اور بورژوا ماہرین کی مدد سے بھی اشتراکی معاشرہ تخلیق کر سکتے۔

اگر آپ اس سامان سے کمیونسٹ سماج تعمیر نہیں کرتے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ محض لمبی چوڑی باتیں کرنے والے، بکی ہیں۔

عالمی سرمایہ داری کا تاریخی ورثہ اس طرح ہمارے سامنے مسئلہ پیش کر رہا ہے! جب ہم نے سیاسی اقتدار حاصل کیا، جب ریاست کا سوویت ڈھانچہ تیار کرنے لگے تو یہی ٹھوس مشکل ہمارے سامنے درپیش ہوئی!

یہ کام کا نصف حصہ ہے، لیکن بڑا نصف ہے۔ ریاست کے سوویت ڈھانچے کا مطلب یہ ہے کہ محنت کش لوگ اس طرح متحد ہوں کہ اپنے عوامی اتحاد کے بل پر سر

مایہ داری کو کچل ڈالیں۔ عوام نے ایسا ہی کیا۔لیکن سرمایہ داری کو کچلنا کافی نہیں ہے۔ سرمایہ داری نے جو ثقافت چھوڑی ہے اس کو اپنانا چاہئے اور اس کی مدد سے سوشلزم کی تعمیر کرنا چاہئے۔ ہمیں اس کی تمام سائنس،ٹیکنولوجی،علم اور فنون کو اپنانا چاہئے۔ اس کے بغیر ہم کمیونسٹ معاشرہ تعمیر نہیں کر سکتے،لیکن یہ سائنس،ٹیکنولوجی اور فنون ماہرین کے ہاتھوں میں،ان کے دماغوں میں ہے۔

تمام میدانوں میں یہ کام ہمیں درپیش ہے۔مجموعی طور پر سرمایہ داری کے اندرونی تضادات کی طرح اس فریضے میں بھی اٹل تضاد ہیں۔ یہ انتہائی مشکل کام ہے لیکن قابل عمل ہے۔ پاک دامن اور کمیونسٹ ماہرین کی تربیت دینے میں، بے داغ اور معصوم کمیونسٹوں کی پہلی نسل کو تربیت دینے میں بیس سال لگیں گے اور اس کا ہم انتظار نہیں کر سکتے۔معاف کیجئے ایسا نہیں ہوسکتا،ہمیں بیس برس میں نہیں بلکہ ابھی دو مہینوں میں تعمیر شروع کرنا چاہئے تا کہ بورژوازی کے خلاف لڑسکیں اور عالمی بورژوا سائنس اور ٹیکنولوجی کی مخالفت کرسکیں۔اس میں ہمیں ضرور کامیابی حاصل کرنا چاہئے۔ ہمارے عوام کے دباؤ سے بورژوا ماہرین کو ہماری خدمت پر مجبور کرنا مشکل ہے،لیکن یہ ممکن ہے اور اگر ہم ایسا کریں گے تو کامیاب ہوں گے۔

جب حال ہی میں رفیق ٹروٹسکی نے مجھے بتایا کہ ہمارے محکمہ جنگ نے پرانی فوج کے جن افسروں کو ملازم رکھا ہے ان کی تعداد کئی لاکھ ہے تو میں نے ٹھوس طریقے سے محسوس کیا کہ ہمارے دشمن کو استعمال کرنے کا راز کہاں ہے، کیسے ان لوگوں کو کمیونسٹ تعمیر کے لئے مجبور کیا جائے جو کمیونزم کے خلاف تھے، ان اینٹوں سے کمیونزم کس طرح تعمیر کیا جائے جن کی بوچھاڑ ہم پر سرمایہ دار کیا کرتے تھے! ہمارے پاس اور کوئی اینٹیں نہیں ہیں! اس لئے ہمیں پرولتاریہ کی رہنمائی میں

بورژوا ماہرین کو مجبور کرنا چاہئے کہ وہ ان اینٹوں سے ہماری عالیشان عمارت تعمیر کریں۔ یہ مشکل کام ہے لیکن فتح کی ضمانت بھی یہی ہے۔

یہ قدرتی بات ہے کہ اس راستے پر جو نیا اور مشکل ہے ہم سے کافی غلطیاں ہو ئی ہیں اور اس راستے پر ہمیں کافی نا کامیابیاں بھی ہوئی ہیں۔ ہر شخص کو معلوم ہے کہ بعض ماہرین نے با قاعدہ ہم سے غداری کی۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ کارخانوں میں ماہرین کا، ماہرین زراعت کا اور انتظامیہ میں ایسے لوگوں کا رویہ ہر قدم پر کام کے متعلق معاندانہ ہے اور وہ کینہ ورتو ڑ پھوڑ میں مصروف ہیں۔

ہم جانتے ہیں اس سے سخت مشکلات پیدا ہوتی ہیں اور صرف تشدد کے ذریعے ہم کامیابی حاصل نہیں کر سکتے... بلاشبہ، ہم تشدد کے اصولی طور پر مخالف نہیں ہیں۔ ہم ان کا مذاق اڑتے ہیں جو پرولتاریہ کی آمریت کے مخالف ہیں، ہم ان پر ہنستے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ وہ بیوقوف ہیں جو یہ نہیں سمجھ سکتے کہ یا تو پرولتاریہ کی آمریت ہو سکتی ہے یا بورژوازی کی۔ لوگ جو اس کے علاوہ سوچے ہیں یا تو بیوقوف ہیں یا سیاسی اعتبار سے اتنے جاہل ہیں کہ انہیں جلسے کے چبوترے پر تقریر کرنے کی اجازت دینا تو کجا جلسے کے نزدیک بھی آنے دینا بے عزتی ہوگی۔ دوسرا واحد راستہ یا تو لیبکنیخت اور لکسمبرگ پر تشدد ہے، مزدوروں کے بہترین رہنماؤں کا قتل ہے ___ یا استحصال کرنے والوں کو تشدد کے ذریعے کچلنا ہے۔ جو شخص بھی درمیانے راستے کا خواب دیکھتا ہے ہمارا انتہائی ضرر رساں اور خطرناک دشمن ہے۔ یہ ہے آج معاملے کی صحیح نوعیت۔ چنانچہ جب ہم پرانے ماہرین کو استعمال کرنے کی بات کرتے ہیں تو ہمیں گذشتہ سال سوویت پالیسی نے جو سبق سکھایا ہے اسے یاد رکھنا چاہئے۔ اس سال ہم نے استحصال کرنے والوں کو پسپا کیا اور انہیں شکست

دی، اب ہمیں بورژوا ماہروں کو استعمال کرنے کا مسلہ حل کرنا چاہئے ۔ یہاں میں دہراتا ہوں کہ صرف تشدد سے کام نہیں چلے گا۔تشدد کے علاوہ کامیاب تشدد کے بعد ہمیں تنظیم، ضابطے کی پابندی اور کامراں پرولتاریہ کے اخلاقی دباؤ کی ضرورت ہے جو تمام بورژوا ماہرین کو اپنی مرضی کا پابند کردے اور انہیں اپنے کام میں شامل کرے۔

بعض لوگ کہہ سکتے ہیں کہ لینن تشدد کے بجائے اخلاقی ترغیب کی سفارش کر رہا ہے! لیکن یہ تصور کرنا غلطی ہوگی کہ کمیونسٹ سماج کی تعمیر کے لئے نئی سائنس اور ٹکنیک منظم کرنے کا مسئلہ ہم صرف تشدد کے ذریعے حل کرسکتے ہیں۔ یہ حماقت ہوگی! ایک ایسی پارٹی کی حیثیت سے، ایسے لوگوں کی طرح جنہوں نے سوویت سرگرمیوں کے اس سال میں کچھ سیکھا ہے اتنا بیوقوف نہیں ہونا چاہئے کہ اس طرح سوچیں، اور ہم عوام کو بھی آگاہ کریں گے کہ وہ اس طور وطریق سے نہ سوچیں۔ بورژوا سرمایہ دارانہ سماج کے تمام اداروں کو استعمال کرنے کے لئے ضروری ہے کہ نہ صرف کامیابی کے ساتھ تشدد استعمال کیا جائے بلکہ عوام میں تنظیم، ضابطے پر عمل اور رفیقانہ ڈسپلن بھی ہو، باقی آبادی پر پرولتاری اثر منظم کیا جائے، ایسا نیا عوامی ماحول پیدا کی جائے جو بورژوا ماہرین کو اس کا قائل کردے کہ ان کے سامنے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے، پرانا سماج بحال ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا، وہ صرف کمیونسٹوں کے ساتھ مل کر کام کرسکتے ہیں جو ان کے شانہ بشانہ سرگرم رہتے ہیں، جو عوام کی رہنمائی کررہے ہیں، جنہیں عوام کا مکمل اعتماد حاصل ہے اور جن کا مقصد اس بات کی ضمانت ہے کہ بورژوا سائنس اور ٹکینک کی حاصلات، تہذیت کے ہزارہا سالہ ارتقا کی حاصلات سے صرف مٹھی بھر لوگ اپنے آپ کو ممتاز اور دولت مند

نہ بنائیں بلکہ سچ مچ تمام محنت کش فائدہ اٹھائیں۔

یہ ایک انتہائی مشکل کام ہے، اسے پورا کرنے کے لئے کئی دہائیاں چاہئے! لیکن اسے پورا کرنے کے لئے ہمیں ایک ایسی قوت اور ڈسپلن، رفیقانہ ڈسپلن، سوویت ڈسپلن پرولتاری ڈسپلن پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو نہ صرف انقلاب دشمن بورژوازی کو جسمانی طور پر کچل ڈالے بلکہ انہیں مکمل طور پر محصور بھی کر لے، انہیں ہماری مرضی کا تابع بنالے، انہیں مجبور کر دے کہ وہ ہمارے خطوط پر چلیں اور ہمارے مقصد کی خدمت کریں۔

میں دہراتا ہوں کہا کہ اس مسئلے سے ہم روزانہ دوچار رہور ہے ہیں خواہ و ہماری فوجی قوتوں کو منظم کرنے کا کام ہو، یا معاشی ترقی کا کام، ہر عوامی معاشی کونسل کا کام، ہر فیکٹری کمیٹی کا کام یا ہر قومیائے ہوئے کارخانے کا کام۔ پچھلے سال ایک ہفتہ بھی ایسا نہیں تھا جب عوامی کمیساروں کی کونسل نے کسی نہ کسی طرح، کسی نہ کسی شکل میں اس مسئلے کو نہ اٹھایا ہو اور نہ طے کیا ہو۔ مجھے یقین ہے کہ گذشتہ سال سوویت سرگرمیوں کے دوران روس میں ایک بھی ایسی فیکٹری، زرعی کمیون، ریاستی فارم، آراضی کا ضلعی محکمہ نہیں تھا جہاں درجنوں بار یہ مسئلہ درپیش نہ ہوا ہو۔

یہی سبب ہے کہ یہ کام اتنا مشکل ہے لیکن اسے کرنے سے خوشی بھی ہوتی ہے۔ استحصال کرنے والوں کا تختہ پرولتاری مسلح بغاوت کی قوت نے الٹ دیا، اس کے بعد اگلے دن ہمیں یہی کرنا ہے۔ ہم نے ان کی مزاحمت کو دبایا___ اور یہ ضروری تھا۔ لیکن اب کرنے کے لئے صرف یہی کام نہیں ہے۔ نئی تنظیم کی قوت کے ذریعے، جو محنت کشوں کی رفیقانہ تنظیم ہے، ہمیں سابق استحصال کرنے والوں کو مجبور کرنا چاہئے کہ وہ ہماری خدمت کریں۔ ہمیں ان کی پرانی بری عادتوں کا علاج

کرنا چاہئے اور دوبارہ لوٹ کھسوٹ کرنے کی حرکتوں سے انہیں باز رکھنا چاہئے۔ وہ اب بھی بورژوا ہیں، ہماری فوج میں وہ کمانڈروں اور اسٹاف افسروں کے عہدوں پر فائز ہیں، وہ انجینیروں اور ماہرین زراعت کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں اور یہ پرانے بورژوا لوگ اپنے آپ کو مینشویک اور اشتراکی انقلابی کہتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو کیا کہتے ہیں اس سے کوئی فرق پڑتا۔ جہاں تک ان کے نقطہ نظر اور عادتوں کا تعلق ہے وہ سراسر، سرتاپا بورژوا ہیں۔

تو پھر ہم ان کا کیا کریں، باہر پھینک دیں؟ آپ لاکھوں لوگوں کو باہر نہیں پھینک سکتے! اگر ہم نے ایسا کیا تو اس سے صرف ہمیں نقصان پہنچے گا۔ سرمایہ داری نے جو سامان فراہم کیا ہے اس کے علاوہ ہمارے پاس کمیونزم کی تعمیر کے لئے اور کچھ نہیں ہے۔ انہیں ہمیں باہر نہیں پھینکنا چاہئے بلکہ ان کی مزاحمت کو ختم کرانا چاہئے، ہر قدم پر ان پر نظر رکھنی چاہئے اور کبھی سیاسی مراعتیں نہیں دینا چاہئے جو بے کردار لوگ ہر وقت دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ تعلیم یافتہ لوگ بورژوازی کی پالیسی اور اس کا اثر اس لئے جلد قبول کر لیتے ہیں کہ انہوں نے اپنی تمام تعلیم بورژوا ماحول میں اور بورژوا ماحول سے حاصل کی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر قدم پر ٹھوکر کھاتے ہیں اور انقلاب دشمن بورژوازی کو سیاسی رعایتیں دیتے ہیں۔

آج ہمارے سامنے جو عملی فریضہ ہے وہ یہ ہے کہ ان تمام لوگوں کی خدمات حاصل کریں جنہیں سرمایہ داری نے ہماری مخالفت کے لئے تربیت دی تھی، ان پر مسلسل نظر رکھیں، ان کی انقلاب دشمن تدابیر کو مسلسل ناکام بنانے کے لئے کمیونسٹ تنظیم کے ماحول میں ان کے اوپر مزدور کمیسار مقرر کریں اور ساتھ ہی ساتھ ان سے سیکھیں۔

جو سائنس اس وقت ہمارے پاس ہے وہ زیادہ سے زیادہ ایجی ٹیشن اور پروپیگنڈہ کرنے والے کی سائنس ہے، اس فیکٹری مزدور کی جو انتہائی مصائب کی بھٹی سے تپ کر فولاد بنا یا بھوکے کسان کی ___ ایسی سائنس جو سکھاتی ہے کہ جدوجہد کے وقت طویل مدت تک ثابت قدمی سے کام لیا جائے اور اسی نے ہم کو ابھی تک بچایا ہے۔ یہ سب ضروری ہے، لیکن یہ کافی نہیں ہے۔ صرف اس کے ذریعے ہم کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری فتح مکمل اور آخری ہو تو ہمیں سرمایہ داری نظام کی تمام قیمتی چیزیں حاصل کرنا چاہئے، اس کی سائنس اور ثقافت کی تمام مفید چیزیں استعمال کرنا چاہئے۔

یہ ہم کیسے کریں؟ ہمیں ان سے، اپنے دشمنوں سے سیکھنا چاہئے۔ ہمارے ترقی یافتہ کسانوں کو، اپنی فیکٹریوں میں طبقاتی شعور رکھنے والے مزدوروں کو، آراضی کے ضلعی محکموں میں ہمارے کارکنوں کو بورژوا ماہرین زراعت، انجینیروں اور دوسروں سے سیکھنا چاہئے اور ان کی ثقافت کی حاصلات کو اپنانا چاہئے۔

اس سلسلے میں گذستہ سال کے دوران ہماری پارٹی کے اندر جو مناقشہ اور مناظرہ اٹھا وہ انتہائی مفید تھا۔ اس کی وجہ سے کئی سخت تصادم ہوئے، لیکن جدوجہد سخت تصادم کے بغیر نہیں ہوتی۔ بہر حال بطور نتیجہ ہمیں ایک ایسے مسئلے کے متعلق عملی تجربہ حاصل ہوا جو ہمارے سامنے کبھی نہیں آیا تھا، لیکن اس کے بغیر کمیونزم حاصل کرنا ناممکن ہے (64)۔ میں پھر کہوں گا کہ فتحیاب پرولتاری انقلاب کو بورژوا ثقافت سے، بورژوا سائنس اور ٹیکنولوجی سے جوڑنے کا فریضہ مشکل ہے جو ابھی تک صرف قلیل لوگوں کو حاصل ہوئی ہیں۔ یہاں ہر چیز کا انحصار محنت کشوں کے آگے بڑھے ہوئے حصوں کی تنظیم اور ان کے ضابطہ عمل پر ہے۔ روس میں اگر کروڑوں

پسماندہ اور جاہل کسانوں کے پاس جو آزاد اقدام کے لئے بالکل نا اہل ہیں، جن پر زمینداروں نے صدیوں تک مظالم ڈھائے ہیں، ایسی قیادت شانہ بہ شانہ نہ ہوتی جو شہری مزدوروں کے ترقی یافتہ حصے پر مشتمل ہے کسان جن سمجھتے تھے، جن کے ساتھ ان کے رشتے گہرے تھے اور جن پر انہیں اعتماد تھا، جنہیں وہ اپنے ساتھی محنت کش خیال کرتے تھے ___ اگر ایسی تنظیم کو موجود ہوتی جو اس لائق ہے کہ محنت کش لوگوں کو متحد کرے، ان پر اثر انداز ہو اور بورژوا ثقافت کو اپنانے کے فریضے کی اہمیت کو انہیں سمجھائے اور باور کرائے، تو کمیونزم کے مقصد کی کوئی امید نہ ہوتی۔

مزدوروں اور سرخ فوج کے نمائندوں کی پیٹروگراد سوویت نے مارچ ___ اپریل 1919 میں الگ کتابچے کی شکل میں شائع کیا۔

لینن کا مجموعہ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد 38 صفحات 09_03-

---

نوجوانوں کی انجمنوں کے فریضے

(نوجوانوں کی روسی کمیونسٹ لیگ کی تیسری کل کانگرس میں تقریر، 2 اکتوبر 1920)

(کانگریس میں بہت پرزور تالیوں سے لینن کا استقبال کیا جاتا ہے۔)

رفیقو! میں چاہتا ہوں کہ آج اس موضوع پر آپ سے باتیں کروں کہ کمیونسٹ نوجوانوں کی لیگ کے سامنے کون کون سے بنیادی فریضے ہیں اور اسی سلسلے میں یہ کہ ایک اشتراکی ریپبلک میں نوجوانوں کی تنظیموں کو عموماً کس طرح کا ہونا چاہئے۔

اس سوال پر غور و فکر کرنا اس لئے اور بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ خاص معنوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ نوجوان ہی ہیں جنہیں کمیونسٹ سماج کو تخلیق کرنے کا اصل

مسئلہ درپیش ہے یہ تو صاف ہے کہ کام کرنے والوں کی وہ نسل جو سرمایہ دار معاشرے میں پلی بڑھی تھی، زیادہ سے زیادہ اتنا ہی کرسکتی ہے کہ پرانے سرمایہ دارانہ رہن سہن کو،

جو دوسروں کی محنت سے فائدہ اٹھانے پر تعمیر ہوا تھا، جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکنے کا فرض اپنے ہاتھوں انجام دے۔ یہ نسل زیادہ سے زیادہ اتنا کر سکے گی کہ ایسے سماجی ڈھانچے کو وجود میں لانے کا سوال نمٹانے جو پرولتاریہ اور محنت کش طبقوں کو اپنے ہاتھ میں اقتدار رکھنے اور ایک پائیدار بنیاد ڈالنے میں مدد دے جس پر آئندہ تعمیر صرف وہی نسل کرسکتی ہے جو نئے حالات میں کام کرنے کے لئے قدم بڑھا رہی ہے، ان حالات میں جب کہ لوگوں کے باہمی تعلقات میں استحصال یا دوسروں کی محنت سے فائدہ اٹھانے کا قصہ پاک ہو چکا ہے۔

ہاں تو اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے کہ نوجوانوں کے سامنے اہم فریضے کیا ہیں تو مجھے کہنا پڑے گا کہ عموماً نوجوانوں کے اور خصوصاً کمیونسٹ نوجوانوں کی لیگوں اور ایسی ہی تمام دوسری تنظیموں کے ان فریضوں کو صرف ایک فقرے میں سمویا جاسکتا ہے: علم حاصل کرنا۔

ٹھیک ہے، یہ کہنے کو صرف ''ایک فقرہ'' ہوا۔ اور اس سے پتہ نہیں چلتا کہ سب سے خاص اور اہم سوالوں کا جواب کیا ہے ___ کس کا علم حاصل کریں اور کیسے حاصل کریں؟ اب یہاں سارا معاملہ یوں آن پڑتا ہے کہ پرانے سرمایہ دارانہ معاشرہ کو اوپر سے نیچے تک بدل ڈالنے کے ساتھ ساتھ یہ نہیں ہوسکتا کہ نئی نسلوں کی تعلیم، تربیت اور لکھائی پڑھائی پرانے خطوط پر ہو، جنہیں کمیونسٹ معاشرہ کو تخلیق کرنا ہے۔ اور پھر نوجوانوں کی تعلیم، تربیت اور لکھائی پڑھائی بہر حال شروع ہونی ہے اسی

سروساماں سے جو پرانا معاشرہ ہمارے حوالے کرگیا ہے۔ ہم کمیونزم کی تعمیر کر سکتے ہیں صرف اتنے ہی علم کے ذخیروں، تنظیموں اور اداروں سے، انسانی طاقت اور ذرائع کے اس سروسامان سے جو گزرے ہوئے سماج سے ہمیں ملا ہے۔ نوجوانوں کی تعلیم، تنظیم اور تربیت کے کام کو جڑ بنیاد سے بدل ڈالنے کے بعد ہی ہم نوجوان نسل کی محنت و جاں فشانی کی بدولت ایک ایسا معاشرہ حاصل کرسکیں گے جو پرانے معاشرہ سے مشابہ نہ ہوگا ___ یعنی کمیونسٹ معاشرہ۔ اسی لئے ہمیں لازم ہے کہ بہت تفصیل کے ساتھ اس سوال پر بحث کریں کہ ہمیں کیا سکھانا ہے اور نوجوانوں کو کیسے سیکھنا ہے اگر وہ درحقیقت یہ چاہتے ہیں کہ اپنے آپ کمیونسٹ نوجوان کہے جانے کو اپنے عمل سے ثابت کردکھائیں اور یہ کہ انہیں کیسے تیار کیا جائے تاکہ جس کام کی ہم نے ابتدا کی ہے وہ اسے تعمیر کرسکیں اور تکمیل تک پہنچا سکیں۔

مجھے کہنا ہے کہ بظاہر پہلا اور قدرتی جواب اس کا یہ ہوگا کہ نوجوانوں کی لیگ اور عام طور سے سارے نوجوانوں کو، جو کمیونزم کے دور میں داخل ہونا چاہئے اول تو کمیونزم سیکھنا چاہئے۔

مگر صرف اتنا جواب ''کمیونزم سیکھنا'' بہت غیر معین ہے۔ ہمیں کمیونزم سیکھنے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟ پورا جو علم ہے اس میں سے کتنا حصہ الگ کرنا چاہئے کہ کمیونزم کا علم حاصل ہو سکے؟ یہیں سے خطروں کی پوری قطار ہمیں گھیر لیتی ہے جو اکثر اس صورت میں ظاہر ہوتے ہیں کمیونزم کا علم حاصل کرنے کا سوال غلط طریقے سے پیش کیا جاتا ہے یا اسے یک طرفہ دیکھا جاتا ہے۔

قدرتی بات ہے کہ پہلا خیال جو آدمی کے دماغ میں آئے گا یہی ہوگا کہ کمیونزم کا علم حاصل کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ اس علم کا سارا ذخیرہ اپنایا جائے جو کمیو

نزم کی نصابی کتابوں، کتابچوں اور دوسری مطبوعات میں موجود ہے۔ لیکن کمیونزم سیکھنے کی یہ تعریف بہت ہی بھونڈی اور نا کافی ہوگی۔ اگر کمیونزم کا علم حاصل کرنے کا مطلب صرف اسی قدر ہوتا کہ اس علم کو اپنایا اور جذب کرلیا جائے جو کمیونسٹ تحریروں، کتابوں اور کتابچوں میں پھیلا ہوا ہے تو بہت ہی آسانی سے ہم کمیونسٹ کتابی کیڑے اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والے حاسل ک سکتے تھے لیکن اس سے ہمیں اکثر نقصان اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا کیونکہ اس طرح کے لوگ ان تمام چیزوں کو جو کمیونسٹ کتابوں اور کتابچوں میں موجود ہیں، سب کچھ حفظ کر ڈالنے اور خوب یاد کر لینے کے بعد اس قابل نہیں ہو پاتے کہ وہ سارا علم اکٹھا کرسکیں اور اس طریقے سے عمل کرسکیں جس کا مطالبہ کمیونزم کرتا ہے۔

گزرے ہوئے سرمایہ دارانہ سماج نے جو سب سے بڑی برائی اور بدنصیبی ہمارے لئے چھوڑی ہے وہ یہ ہے کہ کتابوں اور زندگی کے عمل کے درمیان بالکل قطع تعلق رکھا کیونکہ ہمارے پاس ایسی کتابیں موجود تھیں جن میں ہر چیز بہترین طور پر لکھی ہوئی تھی، تاہم یہ کتابیں اکثر حالتوں میں بہت گھناؤنے اور پرفریب جھوٹ کا پلندہ تھیں اور سرمایہ دارانہ سماج کی تصویر کشی اصلیت کے برعکس کرتی تھیں۔

لہذا یہ نہایت غلط ہوگا کہ جو صرف کتابوں میں کمیونزم کی بابت لکھا ہوا ہے اسے آدمی اپنے ذہن میں محفوظ کرلے۔ اب اپنی تقریروں اور مضامین میں ہم وہی نہیں دہراتے ہیں جو پہلے کتابوں میں کمیونزم کے متعلق لکھا جاچکا ہے۔ کیونکہ ہماری تقریریں اور مضامین ہمہ گیر اور روزمرہ کے کام سے وابستہ ہیں۔ عمل کئے بغیر، جدوجہد کئے بغیر کمیونسٹ کتابچوں اور کتابوں سے لیا ہوا کمیونزم کا کتابی علم کسی کام کا نہیں کیونکہ اس سے تو وہی پرانی صورت حال قائم رہے گی کہ نظریے اور عمل

کے درمیان خلیج حائل رہے، یہ وہی پرانی بے تعلقی ہوئی جو گزرے ہوئے بورژوا سماج کی سب سے گھناؤنی خصوصیت تھی۔

اس سے بھی بڑھ کر خطرناک یہ ہے کہ ہم صرف کمیونسٹ نعروں کو ہی گرہ میں باندھ لیں گے۔ اگر اس خطرے کو ہم نے بروقت نہیں بھانپ لیا اور اس سے بچ نکلنے کے لئے اپنی تمام کوششیں نہیں کی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ پانچ یا دس لاکھ آدمی، نوجوان لڑکے اور لڑکیاں، جو اس طرح سے کمیونزم سیکھیں گے اور خود کو کمیونسٹ کہتے ہیں، وہ کمیونزم کے مقصد کو بہت بڑا نقصان پہنچائیں گے۔

یہاں سوال یہ اٹھتا ہے: ہمیں کمیونزم کا علم حاصل کرنے کے لئے ان تمام باتوں کو کیسے جوڑنا چاہئے؟ پرانے اسکول سے اور پرانی سائنس سے ہمیں کیا کیا حاصل کرنا چاہئے؟ پرانے اسکول ایسا انسان تیار کرنے کے دعوے دار تھے جسے ہمہ پہلو تعلیم ملی ہو۔ پرانے اسکول کا دعوی تھا کہ وہ عام طور سے علوم سکھاتا ہے۔ ہم کو معلوم ہے کہ یہ دعویٰ باطل تھا کیونکہ پورب معاشرے کی بنیاد اور تشکیل طبقات میں لوگوں کی تقسیم پر تھی ___ استحصال کرنے والوں کا طبقہ اور استحصال کئے جانے والوں کا طبقہ۔ لہذا قدرتی بات ہے کہ پرانا اسکول تمام کا تمام طبقاتی رنگ میں رنگے ہوئے ہونے کی وجہ سے صرف بورژوازی کی اولاد کو علم عطا کرتا تھا۔ بورژوا طبقے کی خاطر ایک ایک لفظ میں جعل فریب سے کام لیا جاتا تھا۔ ان اسکولوں میں مزدوروں اور کسانوں کی کم عمر نسلیں اتنی تعلیم و تربیت نہیں پاتی تھیں جتنا انہیں اسی بورژوازی کے مفاد میں تیار کیا جاتا تھا۔ انہیں اس طرح تربیت دی جاتی تھی کہ بڑے ہو کر بورژوازی کی خدمات بجا لائیں اور اس کے سکون و آسائش میں خلل ڈالے بغیر اس کو منافع فراہم کر سکیں۔ اسی لئے پرانی تعلیم کو مسترد کرتے وقت ہم

نے اسے اپنا فریضہ قرار دیا ہے کہ اس میں سے صرف اتنا لے لیں جتنا صحیح معنوں میں کمیونسٹ تعلیم کے لئے ضروری ہے۔

یہاں میں اس ملامت اور ان الزامات پر آتا ہوں جو پرانی تعلیم کے خلاف مستقل طور سے سننے میں آتے ہیں اور جن سے اکثر قطعی غلط معنی نکلتے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ پرانا اسکول صرف درسی کتابوں کی پڑھائی کا، رعب داب میں رکھنے کا اور رٹائی کا اسکول تھا۔ یہ درست ہے۔ مگر، پرانی تعلیم یا پرانے اسکول میں جو چیز بری تھی اور وہ جو ہمارے لئے مفید یا کارآمد ہے، ان دونوں میں تمیز کرنا چاہئے اس میں سے وہ چننا چاہئے جو کمیونزم کے لئے مفید ہے۔

پرانا اسکول رٹائی کی تعلیم گاہ تھا: وہ طالب علموں کو فضول، سطحی اور لاحاصل معلومات کا ڈھیر گھول کر پی جانے پر مجبور کرتا تھا، یہ معلومات دماغ کو ٹھس کر دیتی تھیں اور نوجوان نسل کو ایک ہی قسم کے سانچے میں ڈھلے ہوئے اہلکار بنا کر نکالتی تھیں لیکن آپ سے بڑی سخت غلطی سرزد ہوگی اگر آپ یہ نتیجہ نکالنے کوشش کریں کہ آدمی اس علم کو حاصل کئے بغیر کمیونسٹ بن سکتا ہے جو علم انسانی نے ابھی تک جمع کیا ہے۔ یہ سوچنا غلط ہوگا کہ صرف کمیونسٹ نعرے سیکھ لینا اور کمیونسٹ سائنس کا نچوڑ جان لینا کافی ہے اور علم کی اس میزان کی ضرورت نہیں جس کا کمیونزم خود ایک نتیجہ ہے۔ اس بات کی مثال کہ علم انسانی کی کل میزان سے کمیونزم کیسے پیدا ہوا خود مارکس ازم سے ملتی ہے۔

آپ نے پڑھا اور سنا ہوگا کہ کمیونسٹ نظریہ اور کمیونسٹ سائنس اگرچہ بڑی حد تک کارل مارکس کی تخلیق ہے لیکن مارکس ازم کی یہ تعلیمات 19 ویں صدی کے اس ایک فرد کی تخلیق نہیں چاہے وہ دانائے روزگار اشتراکی تھا، بلکہ یہ تعلیمات تمام دنیا

میں لاکھوں اور کروڑوں پرولتاریوں کا علم بن چکی ہے جو سرمایہ داری کے خلاف اپنی جدوجہد میں اس سے کام لے رہے ہیں۔ اب اگر آپ سوال کریں: کیا وجہ ہے کہ مارکس کی تعلیمات نے سب سے انقلابی طبقے کے لاکھوں اور کروڑوں دلوں میں جگہ کر لی؟ تو آپ کو اس کا ایک جواب ملے گا: وجہ یہ ہے کہ مارکس نے اس انسانی علم کی مضبوط بنیاد پر جو سرمایہ داری کے دوارن حاصل ہو چکا تھا اپنا نظریہ مرتب کیا۔ انسانی معاشرہ کے ارتقا کے اصولوں کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد مارکس نے سمجھ لیا کہ سرمایہ داری کا ارتقا لازمی ہے جو کمیونزم کی طرف لے جانے والا ہے، اور بڑی بات یہ ہے کہ مارکس نے اسی سرمایہ دار سماج کے بالکل ٹھیک ٹھیک نپے تلے، انتہائی تفصیلی اور بہت ہی گہرے مطالعے کی بنیاد پر ان تمام چیزوں کو پوری طرح سمیٹ کر جو پہلے کی سائنس مرتب کر چکی تھی، یہ نظریہ ثابت کیا۔ مارکس نے ہر اس چیز کو، جو انسانی سماج کی پیدا کی ہوئی تھی، تنقید نظر سے ناپ تول کر دیکھا، جذب کیا اور ایک نکتے کو بھی نظر انداز نہیں ہونے دیا۔

ہمیں چاہئے کہ اس بات کو مدنظر رکھیں اس وقت جب، مثلاً ہم پرولتاری ثقافت پر بحث کرتے ہوں۔ جب تک ہم پوری طرح اس کو سمجھ نہ لیں کہ وہ ثقافت جسے انسانیت کے پورے ارتقا نے جنم دیا ہے، اس کا صحیح علم حاصل کر کے اور اس میں ردوقبول سے کام لے کر ہی ہم پرولتاری ثقافت تعمیر کر سکتے ہیں جب تک ہم اس بات کو سمجھ نہیں لیتے اس وقت تک یہ مسئلہ حل نہیں کر سکیں گے۔ پرولتاری ثقافت کوئی ایسی چیز نہیں جس کے بارے میں کسی کو پتہ نہ ہو کہ کہاں سے نکل پڑی اور نہ یہ کچھ ایسے لوگوں کی ایجاد ہے جو خود کو پرولتاری ثقافت کا ماہر کہتے ہوں۔ یہ لغو بات ہے۔ پرولتاری ثقافت کو علم انسانی کے ان خزانوں کی قدرتی نشوونما کا نتیجہ

ہونا چاہئے جو انسانیت نے سرمایہ داری سماج کے تحت، جاگیرداری سماج اورنوکرشاہی سماج کے تحت حاصل کئے ہیں۔ یہی تمام راستے، یہی تمام راہیں پرولتاری ثقافت کی طرف لے جاتی رہی ہیں، لے جاتی ہیں اور لے جاتی رہیں گی، ٹھیک اسی طرح جیسے سیاسی معاشیات (پولیٹکل اکانومی) نے مارکس کے ہاتھوں بدل بدلا کر ہمیں یہ دکھایا کہ طبقاتی جدوجہد سے گزرنا اور پرولتاری انقلاب کی ابتدا تک پہنچنا ناگزیر ہے۔

جب اکثر وبیشتر ہمارے سننے میں آتا ہے کہ نوجوانوں کی طرف سے بولنے والے اور نئے طرز تعلیم کے بعض پرچارک پرانی تعلیم پر حملہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پرانا اسکول صرف رٹائی کا اسکول تھا، تو ہم ان سے کہتے ہیں کہ اس پرانے اسکول میں جو اچھا تھا وہ ضرور لینا چاہئے۔ ہمیں اس سے وہ نظام حاصل کرنا نہیں ہے جو نوعمروں کے دماغوں کو معلومات کے بے شمار بوجھ سے لاد دے جن معلومات میں نوے فیصدی محض فضول باتیں ہوتی ہیں اور دس فیصدی توڑی موڑی ہوئی۔ مگر اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اپنے آپ کو ہم صرف کمیونسٹ نتیجوں یا کلیوں تک محدود رکھیں اور کمیونسٹ نعرے ہی سیکھتے رہیں۔ اس طریقے سے آپ کمیونزم تعمیر نہیں کرسکیں گے۔ کمیونسٹ آپ تب ہی بن سکتے ہیں جب اپنے دماغ کو علم کے ان تمام خزانوں سے مالا مال کریں جو ساری انسانیت کی دین ہیں۔

ٹھیک ہے، ہمیں رٹائی کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس کی ضرورت تو ہے کہ ہر طالب علم کے دماغ کو بنیادی حقائق کی معلومات دے کر تیار اور مکمل کریں کیونکہ اگر وہ تمام علم جو اس نے حاصل کیا ہے دماغ نے جذب نہیں کیا تو کمیونزم کھوکھلا اور صرف سائن بورڈ ہوگا اور کمیونسٹ صرف لمبی چوڑی باتیں بگھارنے والا ہوکر رہ

جائے گا۔ اور صرف اتنا ہی نہیں کہ آپ اس علم کو ہضم یا جذب کریں بلکہ اسے اس طرح چھان بین کے بعد جذب کرنا ہے کہ کہیں دماغ میں کباڑ کا ڈھیر نہ بھر جائے اور اس میں ان ہی حقائق کی دولت جمع ہو جو موجودہ زمانے کے تعلیم یافتہ آدمی کے لئے لازمی ہے۔ کسی کمیونسٹ کے دماغ میں یہ خیال سما جاتا ہے کہ کمیونزم کا ڈھنڈورا پیٹتا پھرے چونکہ اس نے بنے بنائے نتیجے اور کلیے معلوم کر لئے ہیں اور ان پر سنجیدہ اور سخت محنت صرف نہیں کی ہے؛ اور نہ ان حقائق کو اچھی طرح سمجھا ہے، جن کی اسے جانچ پڑتال کرنی لازم تھی، تو ایسا کمیونسٹ بے حد قابل رحم ہوگا۔ اور اس طرح کا سطحی رویہ قطعی طور پر تباہ کن ثابت ہوگا۔ اگر مجھے یہ خبر ہے کہ میرے علم میں کمی ہے تو میں کوشش کروں گا کہ زیادہ علم حاصل کروں۔ لیکن اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ وہ کمیونسٹ ہے اور اس کے لئے کوئی بھی چیز گہرائی سے جاننا ضروری نہیں تو ایسے آدمی کو کسی کمیونسٹ سے دور کی بھی نسبت نہیں ہو سکتی۔

پرانے اسکول نے ان ملازمت پیشہ لوگوں کو تیار کر کے نکالا جو سرمایہ داروں کے لئے درکار تھے، پرانی تعلیم نے سائنس کے لوگوں کو ایسے آدمی بنا دیا جو وہی لکھیں، وہی کہیں جس میں سرمایہ داروں کی مرضی ہو۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہمیں پرانے اسکول کو توڑ دینا ہوگا، پرانی تعلیم کو مٹا دینا ہوگا۔ لیکن اس توڑ ڈالنے یا مٹا دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہم کو اس سے وہ سب حاصل نہیں کرنا چاہئے جو انسانیت نے جمع کیا ہے؛ اور جو انسان کے لئے لازمی ہے؟ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس میں تمیز نہیں کرنی کہ سرمایہ داری کو کس چیز کی ضرورت تھے اور کمیونزم کو کس چیز کی ضرورت ہے؟

گزرے ہوئے بورژوا سماج میں اکثریت کی مرضی کے خلاف جو اندھے ضبط

کے طریقے کام میں لائے جاتے تھے، اب ہم انہیں ہٹا کر ان مزدوروں اور کسانوں کے باشعور ڈسپلن کو جگہ دے رہے ہیں، جنہیں پرانے سماج سے نفرت بھی ہے اور اسی کے ساتھ مصمم ارادہ، اس کی قابلیت اور تیاری بھی کہ اس جدوجہد کے لئے ساری طاقتوں کو متحد اور منظم کریں تا کہ ان لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کے مرضوں کو، جو ایک بڑے ملک کے پھیلے ہوئے رقبے میں بے تنظیم اور بالکل بکھرے ہوئے ہیں، جوڑ کر واحد مرضی میں تبدیل کیا جا سکے کیونکہ جب تک ایک مرضی نہ ہوگی ہماری شکست لازمی ہے۔ مزدوروں اور کسانوں کی اس یکجہتی اور یکدلی کے بغیر، ان کے اس باشعور ڈسپلن کے بغیر ہمارا مقصد غارت ہو جائے گا۔ اور جب تک یہ بات نہ ہو گی، ہم ہرگز اس قابل نہ ہوں گے کہ ساری دنیا کے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو شکست دے سکیں۔ ہم بنیاد تک تعمیر نہیں کر پائیں گے، اس بنیاد پر ایک نیا کمیونسٹ معاشرہ تعمیر کرنا تو درکنار رہا۔ اسی طرح جب ہم پرانی تعلیم کو مسترد کرتے ہیں اور اس پرانے اسکول کے خلاف اپنے دلوں میں ایک مناسب اور واجب نفرت رکھتے ہیں اور جب ہم پرانے اسکول اور پرانی تعلیم کو مٹا دینے کی تیاری پر خوشی سے کمربستہ ہیں تو ہمیں یہ بھی ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ پرانے طرز تعلیم اور پرانی رٹائی اور رعب داب رکھنے کی جگہ ہم میں یہ صلاحیت پیدا کرنی چاہئے کہ ہم علم انسانی کا پورا خزانہ حاصل کر سکیں اور اس طرح سے حاصل کر سکیں کہ آپ کے لئے کمیونزم کوئی ایسی چیز نہ بن جائے جسے آنکھیں بند کر کے زبانی یاد کر لیا گیا ہو بلکہ وہ چیز ہو جس پر آپ نے خود غور و فکر کیا ہو اور وہ ایسے نتیجوں اور کلیوں کا حاصل ہو جو موجودہ تعلیم کے نقطہ نظر سے لازمی ہیں۔

بس جب ہم کمیونزم کا علم حاصل کرنے کا فریضہ پیش کرتے ہیں تو بنیادی

فریضے اس طرح سامنے رکھنے چاہئیں۔

اس بات کو آپ پر واضح کرنے کے لئے اس سوال کو اٹھانے کے لئے کہ کیوں کر علم حاصل کیا جائے، میں ایک عملی مثال دیتا ہوں۔ آپ سب کو معلوم ہے کہ فوجی ذمہ داریوں کا سامنا کرنے کے فوراً بعد، یعنی ریپبلک کی حفاظت کی ذمہ داریوں کے بعد ہی ہمارے سامنے معاشی ذمہ داری آئی ہے۔ ہم کو معلوم ہے کہ جب تک صنعت اور زراعت میں پھر سے جان نہ ڈالیں ___ اور ان میں پرانے طریقوں سے جان نہیں ڈالنا ہے ___ تو کمیونسٹ معاشرہ تعمیر نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لئے جدید بنیاد پر کام کرنا ہوگا اور سائنس کی نئی سے نئی معلومات کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ یہ جدید بنیاد کیا ہے۔ یہ ہے بجلی۔ جب پورے کا پورا ملک، صنعت اور زراعت کی تمام شاخوں کی بجلی کاری ہو چکے گی اور اس فریضے کو پورے طور پر انجام دیا جا چکے گا تب کہیں جا کر آپ اس قابل ہوں گے کہ اس کمیونسٹ معاشرہ کی تعمیر کر سکیں جو پرانی نسل تعمیر نہیں کر سکتی۔ اب آپ کے سامنے جو فرض ہے وہ یہ ہے کہ سارے ملک کو معاشی طور پر پھر سے زندہ کیا جائے، اس کی زراعت بھی اور صنعت بھی از سر نو منظم اور بحال ہو، بالکل جدید ترین ٹکنیکل بنیاد پر جو موجودہ سائنس، ٹیکنولوجی اور بجلی ہے۔ آپ خوب اچھی طرح واقف ہیں کہ نہ ان پڑھ لوگ بجلی کاری کا کام انجام دے سکتے ہیں اور نہ محض معمولی لکھا پڑھا ہونا اس کے لئے کافی ہے۔ صرف اتنا جان لینا کہ بجلی کیا ہے، کافی نہیں۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ صنعت میں اور زراعت میں اور صنعت و زراعت کی ایک ایک شاخ میں ٹکنیک کے لحاظ سے بجلی کو کیسے کام میں لایا جائے۔ ہمیں خود بھی یہ کام سیکھنا ہے اور محنت کشوں کی ابھرتی ہوئی نسل میں بھی سب کو سکھانا ہے۔ یہ ہے وہ فریضہ جو ہر

ایک باشعور کمیونسٹ کو درپیش ہے اور ہر اس نوجوان کو جو خود کو کمیونسٹ شمار کرتا ہے اور جو صاف طور سے سمجھتا ہے کہ کم سے کم (کمیونسٹ نوجوانوں کی لیگ) میں شامل ہو کر اس نے خود ذمے لیا ہے کہ وہ کمیونزم تعمیر کرنے میں پارٹی کی مدد کرے گا اور کمیونسٹ معاشرہ کی تخلیق کرنے میں ساری نوجوان نسل کا ہاتھ بٹائے گا۔ اسے یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ صرف جدید تعلیم کی بنیاد پر ہی یہ کام انجام دیا جاسکتا ہے۔ اور اگر اس نے یہ تعلیم حاصل نہ کی تو کمیونزم صرف ایک آرزو ہو کر رہ جائے گا۔

پچھلی نسل کے سامنے اصل مسئلہ تھا بورژوازی کا تختہ الٹنا۔ تب بڑا کام یہ تھا کہ بورژوازی پر تنقید کی جائے، عام لوگوں میں اس کے خلاف نفرت کو ہوا دی جائے، ان کا طبقاتی شعور اور اپنی طاقتوں کو متحد کرنے کی قابلیت بڑھائی جائے۔ اب جو نئی نسل ہے اس کے سامنے پہلے سے کہیں زیادہ پیچیدہ کام ہے۔ آپ کو اپنی ساری طاقتیں تو جوڑنی ہی ہیں تاکہ سرمایہ داروں کے حملے کے جواب میں مزدوروں اور کسانوں کے اقتدار کا جھنڈا اونچا رکھا جائے۔ آپ کو یہ تو کرنا ہی ہے۔ آپ اسے خوب سمجھتے بھی ہیں اور ہر کمیونسٹ اسے واضح طور پر پیش نظر رکھتا بھی ہے۔ لیکن اتنا کافی نہیں ہے۔ آپ کو کمیونسٹ معاشرہ تعمیر کرنا ہے۔ اس کا پہلا نصف کام کئی پہلوؤں سے پورا کیا جاچکا ہے۔ پرانا نظام زندگی، جو مٹنے کے قابل تھا، مٹا دیا جاچکا ہے۔ وہ ڈھائے جانے کا مستحق تھا، ڈھا کر ملبے کا ڈھیر بنا دیا جاچکا ہے۔ زمین ہموار کر دی گئی ہے اور اس زمین پر نوخیز کمیونسٹ نسل کو کمیونسٹ معاشرہ کی عمارت کھڑی کرنا ہے۔ آپ کے سامنے جو فریضہ ہے وہ ہے تعمیر کا اور آپ اس کو صرف اسی صورت میں ادا کر سکتے ہیں جب آپ تمام موجودہ علم

پر مہارت حاصل کریں اور اس قابل ہوں کہ کمیونزم کو بنے بنائے، ازبر کئے ہوئے فارمولوں، ہدایتوں، نسخوں، پہلے سے لکھی لکھائی تحریروں اور پروگراموں کے بجائے ایسی زندہ چیز میں ڈھال سکیں جو آپ کے فوری کام کو متحد کر سکے، اور کمیونزم کو اپنے عملی کام کا رہنما بنا سکیں۔

یہ ہے آپ کا فریضہ جس کی زیر ہدایت آپ کو تمام نوجوان نسل کو تعلیم و تربیت دینے اور اسے ابھارنے کا کام انجام دینا ہے۔ آپ کو چاہئے کمیونسٹ معاشرہ کے ان لاکھوں کروڑوں معماروں میں سب سے آگے رہیں جو ہر ایک نوجوان مرد اور عورت کو ہونا ہے۔ جب تک آپ نوجوان مزدوروں اور کسانوں کی ساری کی ساری آبادی کو کمیونزم کی تعمیر کے کام میں نہیں لگائیں گے اس وقت تک کمیونسٹ سماج کی تعمیر نہیں کر سکیں گے۔

یہاں پر قدرتی طور سے قدرتی طور یہ سوال میرے سامنے آتا ہے کہ ہمیں کیسے کمیونزم کی تعلیم دینی چاہئے اور ہمارے طریقوں کی خصوصیت کیا ہونی چاہئے۔

اب میں سب سے پہلے کمیونسٹ اخلاقیات کے سوال پر گفتگو کروں گا۔

آپ پر لازم ہے کہ خود کو تربیت دے کر کمیونسٹ بنائیں۔ نوجوانوں کی انجمن کا فریضہ یہ ہے کہ وہ اپنی عملی سرگرمیوں کو اس طرح سے منظم کرے، اس کے ممبر علم حاصل کر کے، منظم ہو کر، متحد ہو کر اور جدوجہد میں حصہ لے کر اور جدوجہد میں حصہ لے کر خود کو پختہ کریں اور ان تمام لوگوں کو بھی جو اسے اپنا رہنما سمجھتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ کمیونسٹوں کی تربیت ہونی چاہئے۔ آج کے نوجوانوں کی تربیت، تعلیم اور لکھائی پڑھائی کا سارا عمل اس طرح ہونا چاہئے کہ انہیں کمیونسٹ اخلاقیات کے تحت پروان چڑھنا نصیب ہو۔

مگر کیا کمیونسٹ اخلاقیات کے نام کی کوئی چیز موجود ہے؟ کیا کمیونسٹ اطوار وجود رکھتے ہیں؟ جی ہاں، ضرور رکھتے ہیں۔ اکثر ایسا ظاہر کیا جاتا ہے کہ گویا ہماری اپنی کوئی اخلاقیات ہی نہیں ہیں اور بورژوازی آئے دن ہم کمیونسٹوں پر الزام لگاتا رہتا ہے کہ ہم، کمیونسٹ، ساری اخلاقیات کو ہی اڑائے دے رہے ہیں۔ یہ بھی ایک طریقہ ہے مطلب خبط کرنے کا اور مزدوروں اور کسانوں کی آنکھوں دھول جھونکنے کا۔

کن معنوں میں ہم اطوار کو مسترد کرتے ہیں؟

ہم اس معنی میں انہیں مسترد کرتے ہیں جس میں بورژوازی ان کی تبلیغ کیا کرتا تھا، جو احکام غیبی سے اخلاقیات کے اصول اخذ کیا کرتا تھا۔ ہم بے شک یہ کہتے ہیں کہ خدا پر ایمان نہیں رکھتے اور خوب اچھی طرح جانتے ہین کہ کلیسا، جاگیردار اور بورژوازی نام خدا کا لیتے تھے اور استحصال کرنے والوں کرنے کی حیثیت سے اپنا کام نکالتے تھے۔ یا یہ ہوتا تھا کہ ارکان اخلاق یا احکام خداوندی سے اخلاقی اصول اخذ کرنے کے بجائے یہ لوگ ان تصوریت پرست یا نیم تصوریت ترکیبوں سے ایسے اخلاقی اصول تراشتے تھے جو احکام خداوندی سے بہت کچھ ملتے جلتے معلوم ہوں۔

ہم ایسی تمام اخلاقیات کے منکر ہیں جو انسانی سماج اور طبقوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس قسم کی اخلاقیات محض ایک دھوکا ہے، جعل سازی ہے اور جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے فائدے کی خاطر مزدوروں اور کسانوں کی عقل کے لئے بھول بھلیوں کا کام دیتی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ ہماری اخلاقیات پرولتاریوں کی طبقاتی جدوجہد کے مفاد کی

پوری طرح پابند ہیں۔ ہماری اخلاقیات پرولتاریوں کی طبقاتی جدوجہد کے مفاد سے لی گئی ہیں۔ پرانے سماج کی بنیاد اس جبر وتشدد پر تھی جو جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے ہاتھوں تمام مزدوروں اور کسانوں پر کیا جاتا تھا۔ ہمیں اس ظلم وجبر کو مٹانا اور ان کے اقتدار کا تختہ الٹنا تھا۔ لیکن اس کے لئے ہمیں اتحاد قائم کرنا ضروری تھا۔ اس قسم کا اتحاد غیب سے تو ہونے سے رہا۔

یہ اتحاد صرف فیکٹریوں اور کارخانوں ہی کی بدولت قائم ہوسکتا تھا۔ اور ان پرولتاریوں کے ذریعے جو تربیت پا کر اور ایک لمبے خواب غفلت سے بیدار ہو کر اٹھے تھے۔ جب یہ طبقہ ڈھل چکا تب ہی وہ عوامی تحریک ابلی جس کا سر انجام آج ہماری نظروں کے سامنے ہے ___ یعنی سب سے کمزور ملکوں میں سے ایک ملک میں پرولتاری انقلاب کی فتح، جو ملک تین سال سے تمام دنیا کے بورژوازی کے حملے کا منہ توڑ مقابلہ کر رہا ہے۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ پرولتاری انقلاب کیسے ساری دنیا میں پھیلتا جا رہا ہے۔ اب ہم تجربے کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ صرف پرولتاری ہی ایسی ٹھوس قوت پیدا کر سکتے تھے جس کے پیچھے بے تنظیم اور بکھرے ہوئے کسان چل رہے ہیں اور جو ایسی قوت ہے کہ استحصال کرنے والوں کے تمام حملوں کے سامنے جمی رہی ہے۔ یہی وہ واحد طبقہ ہے جو محنت کش عوام کی مدد کر سکتا ہے تاکہ وہ متحد ہوں، اپنی صف بندی کریں اور قطعی طور پر ڈٹ جائیں، کمیونسٹ سماج کی بنیاد مضبوط کریں اور فیصلہ کن طور پر اس کی تعمیر کریں۔

یہی وجہ ہے کہ ہم کہتے ہیں: ہمارے لئے ایسی اخلاقیات کا کوئی وجود نہیں جو سماج کے باہر سے اخذ کی گئی ہوں، ایسی اخلاقیات محض دھوکا ہیں۔ ہمارے نزدیک اخلاقیات وہ ہیں جو پرولتاریہ کی طبقاتی جدوجہد کے مفاد کی پابند ہیں۔

اس طبقاتی جدو جہد کے کیا معنی ہیں؟ معنی یہ ہیں کہ سماج کے ایک حصے کو دوسرے حصے کی محنت ہڑپ کر لینے کی کھلی اجازت ہوتی ہے اگر معاشرہ کا ایک حصہ تمام زمین کو اپنے قبضے میں لے لیتا ہے تو لازم بات ہے کہ ایک جاگیردار طبقہ ہوا اور دوسرا کسان طبقہ۔ اگر سماج کا ایک حصہ ملوں اور فیکٹریوں کا مالک ہے، حصص (shares) اور سرمایے کا مالک ہے تو دوسرا حصہ وہ ہے جو کہ ان کارخانوں میں کام کرتا ہے تو لازم بات ہے کہ ایک سرمایہ دار طبقہ ہوا اور دوسرا پرولتاری طبقہ۔

شہنشاہ زار کو نکال باہر کرنا مشکل نہیں تھا۔ یہ صرف چند روز کی بات تھی۔ جاگیرداروں کو نکال باہر کرنا بھی بہت مشکل نہ تھا۔ یہ کام صرف چند مہینوں میں انجام پا سکتا تھا۔ اور نہ یہ بہت دشوار تھا کہ سرمایہ داروں کو نکال باہر کیا جائے۔ لیکن ان سب سے کہیں زیادہ مشکل ہے طبقوں کا صفایا کرنا، ابھی تک مزدوروں اور کسانوں کی ہی تقسیم باقی ہے۔ اگر کسان اپنے زمین کے ایک قطعے پر جم کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور فالتو اناج کی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے یعنی وہ اناج جس کی نہ اسے اپنے لئے ضرورت ہے، نہ اپنے مویشیوں کے لئے، اور باقی لوگ اناج کے بغیر رہتے ہیں، تو وہ ہی کسان استحصال کرنے والا بن جاتا ہے۔ جتنا زیادہ اناج وہ اپنے قبضے میں رکھے گا۔ اتنا ہی زیادہ فائدے میں رہے گا۔ رہے دوسرے لوگ، تو مرنے دو انہیں بھوکا۔ ''وہ جتنا زیادہ بھوکے مریں گے اتنا ہی مہنگا یہ اناج بیچوں گا۔'' ضرورت اس کی ہے کہ ہر شخص ایک ہی مشترکہ منصوبے کے تحت مشترکہ نظم و نسق کے تحت کام کرے۔ کیا یہ کرنا کچھ آسان ہے؟ دیکھتے ہیں آپ کہ اس کا فیصلہ کر لینا اتنا آسان نہیں ہے جتنا زار کو، جاگیرداروں کو اور سرمایہ داروں کو نکال باہر کرنا۔ ضرورت اس کی ہے کہ پرولتاری طبقہ کسانوں کے ایک حصے کو نئے سرے

سے تعلیم دے، نئے سرے سے ان کی تربیت کرے۔ جو محنت کش کسان ہیں ان کو اپنی طرف ملالے تا کہ ان کاشتکاروں کا زور توڑا جا سکے جو دولت مند ہیں اور دوسروں کی مفلسی اور محتاجی سے نفع بٹور رہے ہیں۔ چنانچہ پرولتاری جدوجہد کا فریضہ صرف اس طرح ہی ادا نہیں ہوا کہ ہم نے زار کا تختہ الٹ دیا، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو نکال باہر کیا۔ اس کام کو آخر تک انجام دینا اس نظام کا فرض ہے جسے ہم پرولتاریہ کی آمریت کہتے ہیں۔

طبقاتی جدوجہد ابھی چل رہی ہے۔ اس نے اپنے روپ بدل لئے ہیں۔ یہ پرولتاریوں کی طبقاتی جدوجہد ہے تا کہ پرانے استحصال کرنے والوں کو بازیابی سے روکا سکے اور ناسمجھ کسانوں کی بکھری ہوئی بڑی سے بڑی تعداد کو ایک انجمن میں جوڑا جا سکے۔ طبقاتی جدوجہد جاری ہے اور ہمارا کام یہ ہے کہ تمام دوسرے مفادات کو اسی ایک جدوجہد کا پابند کردیں۔ ہم اپنی کمیونسٹ اخلاقیات کو اس کا پابند کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں: اخلاق وہ ہے جو پرانے استحصال کرنے والے سماج کو ختم کرنے میں اور تمام محنت کش عوام کو ان پرولتاریوں کے گرد متحد کرنے میں کام آئے جو نئے کمیونسٹ سماج کی تعمیر میں مصروف ہیں۔

کمیونسٹ اخلاقیات وہ ہیں جو اس جدوجہد میں کام آتی ہیں، جو تمام استحصال کے مقابلے میں محنت کشوں کو یک جا کرتی ہیں اور ہر چھوٹی موٹی جائداد کے خلاف انہیں متحد کرتی ہیں، کیونکہ یہی چھوٹی موٹی جائداد وہ سب کچھ ایک آدمی کے حوالے کردیتی ہے جو پورے معاشرہ کی محنت کا پھل ہے ہمارے ملک میں زمین مشترکہ ملکیت سمجھی جاتی ہے۔

اچھا، فرض کیجئے کہ اس مشترکہ ملکیت میں سے ایک خاص قطعہ میں اپنے لئے

الگ کرلیتا ہوں اور اس پر اناج اگاتا ہوں اس سے دوگنا جس کی مجھے ضرورت ہے اور ضرورت سے فالتو اناج منافع پر بیچتا ہوں۔ فرض کیجئے کہ میری دلیل یہ ہے کہ لوگ جتنے زیادہ بھوکے ہوں گے، اتنا ہی مہنگا خریدیں گے۔ تو کیا میرا یہ عمل کمیونسٹ کا عمل ہوگا؟ جی نہیں۔ یہ استحصال کرنے والے اور ملکیت رکھنے والے کا عمل ہوگا۔ اس کا ہمیں مقابلہ کرنا چاہئے۔ اگر اس سلسلے کو ہم نے چلنے دیا تو پھر سب کچھ الٹے قدموں چلے گا اور سرمایہ داروں کا اقتدار اور بورژوازی کی طاقت بحال ہو جائے گی جیسا کہ اب سے پہلے کے انقلابوں میں ایک بار سے زیادہ ہو چکا ہے۔ سرمایہ داروں اور بورژوازی کے اقتدار کی بحالی کو روکنے کے لئے ہمیں منافع خوری کی ممانعت کرنی ہوگی اور افراد کو اس کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ باقی لوگوں کے مصائب سے فائدہ اٹھا کر اپنی تجوریاں بھریں۔ اور اس کی خاطر محنت کشوں کو پرولتاریوں کے ساتھ متحد ہونا لازم ہوگا اور کمیونسٹ معاشرہ کی تعمیر کرنی پڑے گی۔ کمیونسٹ نوجوانوں کی لیگ اور ان کی تنظیم کے بنیادی فریضے کا خاص پہلو یہی ہے۔

پرانے سماج کی بنیاد اس اصول پر تھی: یا تو تم دوسرے کو لوٹو یا دوسرا تم کو لوٹے یا تم دوسرے کے لئے کام کرو یا دوسرا تمہارے لئے کام کرے یا تو تم غلام رکھو یا غلام بنو۔ تو یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے کہ جو لوگ ایسے سماج میں پلے بڑے ہیں ان کو ماں کے دودھ سے یہ نفسیات، یہ خصلت اور یہ سمجھ ملی ہے: تم یا تو غلاموں کے آقا ہو یا خود غلام ہو، یا یہ کہ چھوٹی پونجی والے، معمولی سے ملازم پیشہ، چھوٹی حیثیت کے عہدے دار یا علمی ذہن کے آدمی ___ غرض کہ ایسے آدمی جسے صرف یہ فکر رہتی ہے کہ ملکیت اپنی ہونی چاہئے اور دوسرے سے کوئی واسطہ نہیں۔

اگر یہ کھیت میرا ہے تو مجھے دوسرے سے غرض نہیں۔ اگر دوسرے بھوکے مرتے ہیں، مرنے دو، اور اچھا ہے کیونکہ میری فصل کے دام اور اونچے اٹھیں گے۔ اگر میں اپنی جگہ پر ڈاکٹر، انجنیر، مدرس یا ملازم کی حیثیت سے ہوں تو مجھے دوسروں کی کوئی فکر نہیں۔ ممکن ہے اگر انہیں جن کے ہاتھ میں طاقت ہے خوش رکھوں اور ان کا دامن مضبوطی سے تھام لوں تو میری ملازمت بنی رہے گی اور ممکن ہے ترقی کا موقع مل جائے اور خود بورژوا بن جاؤں۔ اس قسم کی نفسیات اور اس طرح کا مزاج کسی کمیونسٹ کا نہیں ہوسکتا۔ جب مزدوروں اور کسانوں نے ثابت کر دیا کہ وہ خود اپنے زور بازو سے اپنی حفاظت کر سکتے ہیں اور نئے سماج کو جنم دے سکتے ہیں تو یہیں سے نئی کمیونسٹ تربیت کی ابتدا ہوئی، استحصال کرنے والوں کے خلاف جدوجہد کے دوران تربیت، پرولتاریوں کے ساتھ اتحاد کے دوران تربیت، ٹٹ پونجیوں اور ان لوگوں کے خلاف جو صرف اپنے مطلب کی سوچتے ہیں، اور اس نفسیات اور ان عادتوں کے خلاف جن کا کہنا ہے: مجھے اپنے فائدے سے غرض ہے دوسروں سے میرا کیا واسطہ۔

یہ ہے اس سوال کا جواب کہ نوجواں اور ابھرتی ہوئی نسل کو کمیونزم کیسے سیکھنا چاہئے۔

وہ کمیونزم صرف اسی طرح سیکھ سکتے ہیں کہ اپنی لکھائی پڑھائی اور اپنی تعلیم وتربیت کا ایک ایک قدم اس مسلسل جدوجہد سے جوڑ دیں جو پرولتاری اور محنت کش لوگ پرانے استحصال کرنے والے سماج کے خلاف کر رہے ہیں۔ جب ہم سے اخلاقیات بات کی جاتی ہے۔ تو ہم کہتے ہیں: کمیونسٹ کے لئے اخلاق سب کچھ اسی ایک متحدہ اور ٹھوس ڈسپلن میں ہے اور اس باشعور عوامی جدوجہد میں ہے جو

استحصال کرنے والوں کے خلاف کی جارہی ہے ہم اس پر عقیدہ نہیں رکھتے کہ اخلاق ابدی ہوتے ہیں، اور اخلاق کے بارے جتنی باتیں بگھاری جاتی ہیں ہم ان کو بے نقاب کرتے ہیں۔ اخلاق کا کام یہ ہے کہ وہ انسانی معاشرہ کو بلند تر سطح پر لے جانے کے اور محنت کو استحصال سے نجات دلانے کے مقصد میں ہاتھ بٹائے۔

اس کام کو انجام دینے کے لئے ہمیں اس نئی نسل کی ضرورت ہے جس نے بورژوازی کے خلاف چلنے والی، باڈسپلن اور جان توڑ جدوجہد کے درمیان ہوش سنبھالنا شروع کیا ہے۔ اس جدوجہد کے دوران وہ اصلی کمیونسٹوں کو تربیت کے ہر ایک قدم کو اسی جدوجہد کے دوران وہ اصلی کمیونسٹوں کو تربیت دے کر تیار کرے گی۔ نئی نسل کی لکھائی پڑھائی اور تعلیم وتربیت کے ہر ایک قدم کو اسی جدوجہد کا پابند اور اسی سے وابستہ ہونا چاہئے۔ کمیونسٹ نوجوانوں کو جو تربیت دی جائے اس کا حاصل حصول یہ نہ ہو کہ دلپذیر تقریریں اور اخلاقی اصول ان کے حوالے کردئے جائیں۔ اس کا نام تربیت نہیں ہے۔ جب لوگوں نے اپنی آنکھیں سے دیکھ لیا کہ ان کے ماں باپ کیسی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے جب جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا جوا ان کے کاندھے پر رکھا ہوا تھا، جب انہوں نے بذات خود ان مصائب کا تجربہ کرلیا جو استحصال کرنے والوں کے خلاف جدوجہد چھیڑنے والوں پر گزرے ہیں، جب انہوں نے خود دیکھ لیا کہ اس جدوجہد کو چلانے میں کیسی کیسی قربانیاں دینی پڑتی ہیں تاکہ جو کچھ جیتا جاچکا ہے اس کی حفاظت کی جاسکے، اور جب انہوں نے جان لیا کہ جاگیردار اور سرمایہ دار کیسے وحشت ناک دشمن ہیں تو اس ماحول میں ان کی تربیت ایسی ہوتی ہے کہ وہ کمیونسٹ بن جاتے ہیں۔ کمیونسٹ اخلاق کی بنیاد کمیونزم کو برقرار رکھنے اور تکمیل تک پہنچانے کی جدوجہد ہے۔ یہی

کمیونسٹ تربیت، تعلیم اور لکھائی پڑھائی کی بنیاد ہے اور یہی اس سوال کا جواب ہے کہ کمیونزم کیسے سیکھنا چاہئے۔

ہم ایسی تعلیم وتربیت اور لکھائی پڑھائی کے قائل نہیں جو صرف اسکولوں تک محدود ہو اور ہاپچل کی زندگی سے بے تعلق۔ جس وقت تک مزدور اور کسان جاگیردار اور سرمایہ دار کے ہاتھوں دبائے کچلے جائیں گے، جب اسکول یا تعلیم جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے ہاتھ میں رہے گی تب تک نوجوان نسل بے نور اور جاہل رہے گی۔ لیکن ہمارے اسکول کا فرض ہے کہ وہ نوجوانوں کو علم کے بنیادی اصول سکھائے اور اس کی قابلیت پیدا کرے کہ وہ خود کمیونسٹ خیالات مرتب کر سکیں اور ان کو تیار کر کے تعلیم یافتہ انسان بنائے۔ اسکول کا فرض ہے کہ جتنے عرصے لوگ اس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، اس کے دوران ان کو اس جدوجہد کا شریک بھی بنائے جو لوٹ کھسوٹ سے نجات حاصل کرنے کے لئے جاری ہے۔ کمیونسٹ نوجوانوں کی لیگ اپنا نام تب ہی اونچا رکھ سکتی ہے اور درحقیقت کمیونسٹ نوجوان نسل کی لیگ کہلا سکتی ہے جب وہ اپنی تعلیم وتربیت اور لکھائی پڑھائی کے ہر ایک قدم کو اس عام جدوجہد سے ملا دے جو سارے محنت کشوں کی طرف سے استحصال کرنے والوں کے خلاف چل رہی ہے کیونکہ آپ خوب جانتے ہیں کہ جب تک روس مزدوروں کی ایک اکیلی ریپبلک رہے گا اور باقی ساری دنیا میں وہی پرانا بورژوا انظام قائم رہے گا اس وقت تک ہم ان کے مقابلے میں کمزور رہیں گے اور ہمیشہ ہمیں ایک نئے حملے کی مصیبت کا سامنا رہے گا۔ اور اگر ہم صرف اتنا کریں کہ ٹھوس اور یک دل ہونا سیکھ لیں تو آگے کی جدوجہد میں ہماری جیت ہوگی اور جب ہم طاقتور ہو جائیں گے تو ناقابل شکست بن جائیں گے۔ تو دیکھئے کہ کمیونسٹ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپ پوری

ابھرتی ہوئی نسل کو منظم اور متحد کریں اور اس جدوجہد میں تربیت اور عمدہ ڈسپلن کی مثال قائم کریں۔ تب ہی آپ اس قابل ہوں گے کہ کمیونسٹ سماج کی عمارت کھڑی کرنے کا کام شروع کرسکیں اور اسے انجام تک پہنچا سکیں۔

اس بات کو آپ کے سامنے کرنے کے لئے میں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ ہم خود کو کمیونسٹ کہتے ہیں۔ کمیونسٹ کون ہے؟ یہ لاطینی زبان کا لفظ ہے۔ کمیونس ___ یعنی مشترکہ۔ تو کمیونسٹ معاشرہ وہ ہوا جس میں تمام چیزیں یعنی زمین، کارخانے، سب کی مشترکہ ملکیت ہوں اور لوگ مل جل کر کام کرتے ہوں یہی کمیونزم ہے۔

کیا مل کر کام کرنا ممکن ہے اگر ہر شخص اپنے قطعہ زمین پر الگ الگ کاشت کرتا ہو؟ مل جل کر یک جا کام کرنا پلک جھپکتے ہی نہیں ہوسکتا۔ یہ ناممکن ہے۔ یہ غیب سے نہیں ٹپکتا۔ اس کے لئے بڑی مشقت کرنی پڑتی ہے۔ مصیبت سہنی ہوتی ہے اور اسے جنم دینا ہوتا ہے۔ جنم دینے کے لئے جدوجہد کی راہ طے کرنی پڑتی ہے۔ اس میں پرانی کتابوں سے کام نہیں چلتا۔ کوئی ان پر ایمان نہیں لائے گا۔ اس کے لئے آدمی کا اپنا جیتا جاگتا تجربہ چاہئے۔ جب کولچاک کی فوج سائبیریا سے اور دنیکن کی فوج جنوب سے بڑھنی شروع ہوئی تو کسان ان کے طرفدار تھے۔ کسانوں کو بولشویزم ناپسند تھا کیونکہ بولشویک لوگ ایک قیمت مقرر کرکے کسانوں کا اناج لے لیتے تھے۔ لیکن جب سائبیریا اور یوکرین کے کسانوں نے دیکھا کہ کولچاک اور دنیکن کی حکمرانی کا کیا مطلب ہے تو انہوں نے خود ہی اندازہ کرلیا کہ اب ایک ہی سبیل رہ جاتی ہے: یا تو سرمایہ دار کے پاس چلے جاؤ جو تمھیں فوراً جاگیردار کی غلامی میں دے دے گا یا مزدور کے پیچھے چلو جو درست ہے کہ دودھ

اور شہد کی نہریں بہتی ہوئی جنت کا وعدہ نہیں کرتا اور سخت جدوجہد میں تم سے آہنی دسپلن اور سختی اور تو انائی کا تقاضہ کرتا ہے؛ لیکن سرمایہ داروں کی اور جاگیرداروں کی غلامی سے نجات دلا دے گا۔ جب ناسمجھ سے ناسمجھ کسانوں نے بھی خود اپنے تجربے سے اس کو سمجھ لیا، دیکھ لیا تو وہ کمیونزم کے باشعور حامی بن گئے، ایسے حامی جو سخت مشکلات کے اسکول سے گزر چکے ہیں۔ ایسا ہی وہ تجربہ ہے جو کمیونسٹ نوجوانوں کی لیگ کی تمام سرگرمیوں کی بنیاد بننا چاہئے۔

میں ان سوالات کا جواب دے چکا کہ پرانے اسکول اور پرانی سائنس سے کیا سیکھنا ہے، کیا حاصل کرنا ہے۔ اب میں اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کروں گا کہ یہ کیسے سیکھنا ہے۔ جواب اس کا یہ ہے: اسکول کی سرگرمیوں کے ہر ایک اقدام کو، تعلیم لکھائی پڑھائی اور تربیت کے ہر ایک اقدام کو استحصال کرنے والوں کے خلاف تمام محنت کشوں کی جدوجہد سے اس طرح جوڑنا کہ ان میں گڑبڑ نہ ہو۔

نوجوانوں کی بعض تنظیموں کے عملی تجربے سے میں اس کی چند مثالیں دوں گا، صاف طور پر یہ دکھانے کے لئے کہ کمیونزم کی اس تربیت کو کیسے چلانا چاہئے۔ دیکھئے کہ ہر شخص ناخواندگی اور جہالت کا خاتمہ کرنے کی باتیں کر رہا ہے۔ آپ واقف ہیں کہ اگر ملک جاہل ہو تو اس میں کمیونسٹ معاشرہ کی تعمیر نہیں کی جاسکتی۔ سوویت حکومت کا ایک فرمان صادر کر دینا یا پارٹی کا کوئی خاص نعرہ بلند کر دینا یا عمدہ کام کرنے والوں کی ایک تعداد کو اس میں جٹا دینا کافی نہیں ہے۔ نوجوان نسل کا فرض ہے کہ وہ خود اس بار کو اپنے شانوں پر اٹھائے۔ کمیونزم کا مطلب ہے کہ نوجوان لوگ یعنی نوعمر مرد عورتیں جو کمیونسٹ نوجوانوں کی لیگ کے ممبر ہیں، خود کہیں: یہ کام ہمارا ہے، ہم متحد ہوں گے اور جہالت کا خاتمہ کرنے کے لئے دیہاتی

علاقوں میں جائیں گے تا کہ ہماری ابھرتی ہوئی نسل میں کوئی ایک بھی ان پڑھ باقی نہ رہے۔ ہم اس کوشش میں ہیں کہ ابھرتی ہوئی نسل اپنی سرگرمیاں اس کام کے لئے وقف کردے۔ آپ آگاہ ہیں کہ جاہل ان پڑھ روس کو ہم ایک دم تیزی سے پڑھے لکھے ملک میں تبدیل نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر نوجوانوں کی لیگ اس کام میں جٹ جاتی ہے اور اگر سارے نوجوان سب کے فائدے کے لئے کمر بستہ ہو جاتے ہیں تو یہ لیگ جس میں چار لاکھ نوجوان لڑکے لڑکیاں منظم ہیں، اس کی مستحق ہوتی ہے کہ کمیونسٹ نوجوانوں کی لیگ کہلا سکے۔ اس لیگ کے سامنے دوسرا فریضہ یہ ہے کہ خود علم کی کسی بھی واقفیت حاصل کر لینے کے بعد ان نوجوانوں کو مدد دی جائے جو اپنی ذاتی کوششوں کی بدولت خود کو جہالت کے اندھیرے سے آزاد نہیں کرا سکتے۔ کمیونسٹ نوجوانوں کی لیگ کے ممبر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آدمی اپنی محنت اور اپنی کوششوں کو سب کی بھلائی کے لئے وقف کردے۔ کمیونسٹ تربیت اسی کو کہتے ہیں۔ اس قسم کے کام کے دوران ہی کوئی لڑکی یا لڑکا صحیح معنوں میں کمیونسٹ بنتا ہے۔ جب انہیں اس کام میں عملی کامیابیاں حاصل ہوں گی تب ہی وہ کمیونسٹ بنیں گے۔

مثال کے طور پر اس کام کو لیجئے جو شہر کے آس پاس سبزی ترکاری کے کھیتوں پر ہوتا ہے۔ کیا یہ کوئی کام نہیں ہے؟ یہ کمیونسٹ نوجوانوں کی لیگ کے فرائض میں سے ایک ہے۔ لوگ بھوکے پیٹ بسر کر رہے ہیں، کارخانوں اور فیکٹریوں میں بھوک کا راج ہے۔ فاقہ کشی سے بچنے کے لئے سبزی ترکاری کے کھیتوں کو بڑھانا چاہئے۔ لیکن زراعت ابھی پرانے انداز سے چل رہی ہے۔ اس لئے لازمی ہے کہ زیادہ باشعور لوگ اس کام کا اپنے ذمے لیں، تب دیکھیں گے کہ سبزی

ترکاری کے کھیتوں کی تعداد بڑھے گی، ان کا رقبہ پھیلے گا اور ان کا حاصل بہتر ہوگا۔ اس معاملے میں کمیونسٹ نوجوانوں کی لیگ کی ہر شاخ کو چاہئے کہ وہ اسے اپنا کام سمجھے۔

اگر کمیونسٹ نوجوانوں کی لیگ اپنے کام کو تمام میدانوں میں اس اسلوب سے منظم کرنے میں ناکام رہی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ پرانے بورژوا راستے پر ڈھلکی جارہی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی تربیت کو اس جدوجہد سے جوڑیں جو محنت کش استحصال کرنے والوں کے خلاف کررہے ہیں تاکہ اس فرضیہ کی ادائیگی میں جو کمیونزم کی تعلیمات کا لازمہ ہے محنت کشوں کی مدد کی جاسکے۔

اس لیگ کے ممبروں کا فرض ہے کہ ایک ایک فالتو گھنٹہ شہر کے باہر ترکاری کے کھیتوں کو بہتر بنانے میں صرف کریں یا کسی کارخانے میں، کسی فیکٹری میں نوعمر لوگوں کی تعلیم کا اہتمام کرنے وغیرہ میں لگائیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس روس کو جو مفلسی کا مارا اور مصیبت زدہ ہے ایک خوش حال ملک میں تبدیل کردیں۔ کمیونسٹ نوجوانوں کی لیگ کا کام ہے کہ وہ اپنی لکھائی پڑھائی اور تعلیم وتربیت کو مزدوروں اور کسانوں کی محنت سے جوڑیں تاکہ وہ خود کو اسکولوں کی چہار دیواری میں بند کرکے نہ بیٹھ جائیں اور صرف کمیونسٹ کتابوں اور کتابچوں تک محدود نہ رہیں۔ مزدوروں اور کسانوں کے شانہ بشانہ کام کرنے سے ہی آدمی صحیح معنوں میں کمیونسٹ بن سکتا ہے۔ ہر شخص کو یہ دکھانا چاہئے کہ وہ سب جو نوجوانوں کی لیگ میں شامل ہیں پڑھے لکھے بھی ہیں اور ساتھ ساتھ کام کرنا بھی جانتے ہیں۔ جب ہر شخص اپنی آنکھوں دیکھ لے گا کہ ہم نے پرانے اسکول اور قدیم تعلیم سے پرانے طرز کے رعب داب رکھنے کے طریقوں کو بے دخل کرکے ان کی جگہ باشعور ڈسپلن کو دے دی

ہے اور تمام نوجوان مرد و عورت ''سبوتنک'' (چھٹی کے دن رضا کارانہ مفت کام) تحریک میں حصہ لے رہے ہیں اور شہر سے باہر والے ایک ایک ترکاری کے کھیت کو کام میں لا رہے ہیں تا کہ آبادی کی مدد کریں تو لوگ محنت مشقت کو اس نظر سے دیکھنا چھوڑ دیں گے جس نظر سے اب تک دیکھتے آئے ہیں۔

کمیونسٹ نوجوانوں کی لیگ کا فریضہ ہے کہ دیہات میں یا شہری محلوں میں اس قسم کے کاموں میں امداد منظم کرے۔ ایک چھوٹی سی مثال لیتا ہوں، جیسے صفائی ستھرائی کا خیال رکھنا یا غذا تقسیم کرنا۔ پرانے سرمایہ دار سماج میں یہ کام کیسے ہوا کرتا تھا؟ ہر شخص صرف اپنے لئے کام کرتا تھا، کسی کو اس سے غرض نہ تھی کہ بوڑھوں یا بیماروں کا کیا حال ہے، سارا گھر کا کام کاج صرف عورتوں پر لدا ہوا تھا، اور وہ اس بوجھ کی وجہ سے محرومی اور غلامی کی حالت میں تھیں۔ اس مشکل کا مقابلہ کیسے کرنا چاہئے؟ نوجوانوں کی لیگوں کو کرنا چاہئے۔ انہیں کہنا چاہئے کہ ہم یہ سب بدل ڈالیں گے، نوجوانوں کے ایسے دستے تیار کریں گے جو صفائی ستھرائی رکھنے میں مدد کریں گے، غذا تقسیم کرانے میں ہاتھ بٹائیں گے، قاعدے کے ساتھ ایک ایک گھر جا کر دیکھیں گے اور نہایت منظم طریقے سے پورے سماج کی بہتری کے لئے کام کریں گے اور ایک قرینے کے ساتھ اپنے آدمیوں کو بانٹ کر کام کریں گے اور دکھائیں گے کہ محنت کی جائے تو تنظیم اور قرینے سے کی جانی چاہئے۔

وہ نسل جو اب پچاس برس کے لگ بھگ ہے، اسے اپنی زندگی میں کمیونسٹ معاشرہ ہو جانے کی امید نہیں ہونی چاہئے۔ پہلے ہی یہ نسل سدھار جائے گی۔ لیکن وہ نسل جو اس وقت جو اس وقت پندرہ برس کی ہے کمیونسٹ معاشرہ دیکھے گی بھی اور اسے خود اپنے ہاتھوں تعمیر بھی کرے گی۔ اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اس کی زندگی

کا سارا مقصد یہ سماج تعمیر کرنا ہے۔ پرانے سماج کا طریقہ یہ تھا کہ کام الگ الگ خاندان کیا کرتے تھے اور کوئی شخص ان کے کام یا محنت کو دوسرے سے جوڑتا نہیں تھا، سوائے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے جو عوام کو دبائے کچلے رکھتے تھے۔ ہمیں چاہئے کہ تمام محنت مشقت، خواہ اس میں کتنی ہی گندگی یا غلاظت ہو، چاہے کتنی ہی جاں فشانی کرنی پڑے، اسے اس طرح منظم کریں کہ ہر مزدور اور ہر کسان پکار اٹھے: میں اس بڑی فوج کا ایک حصہ ہوں جو آزادانہ محنت کرتی ہے اور میں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے بغیر اپنی زندگی تعمیر کرسکتا ہوں اور کمیونسٹ نظام قائم کرسکتا ہوں۔ کمیونسٹ نوجوانوں کی لیگ کا فرض ہے کہ ہر شخص کو شروع کی عمر ہی باشعور اور باضابطہ محنت کی تربیت دے۔ اسی صورت میں ہم کو یقین ہوگا کہ آج جو مسائل ہمارے سامنے ہیں ان کا حل نکل آئے گا۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ملک میں بجلی پھیلانے کے لئے کم از کم دس سال کی مدت درکار ہوگی تاکہ ہماری غریب خستہ حال سرزمین کو ٹیکنالوجی یا مشین کی نئی سے نئی برکت حاصل ہو سکے۔ چنانچہ یہ نسل جو فی الحال پندرہ برس کی ہے اور جو دس یا بیس سال بعد کمیونسٹ معاشرہ میں بسر کر رہی ہوگی، اسے اپنی تعلیم میں تمام فرائض کو اس طرح سے معین کرنا چاہئے کہ ہر روز ہر گاؤں میں، ہر شہر میں نوعمر لوگ مشترکہ محنت کے کسی نہ کسی مسئلے کے عملی حل میں لگ سکیں، چاہے وہ مسئلہ کتنا ہی ادنیٰ اور کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو۔ جس حد تک کام ہر گاؤں میں ہو پائے گا، جس حد تک اس کام میں باہمی کمیونسٹ مقابلہ زور پکڑے گا، جس حد تک نوجوان یہ ثابت کریں گے کہ وہ اپنی محنت کو یک جا کر سکتے ہیں، اسی حد تک کمیونسٹ تعمیر کی کامیابی یقینی ہو سکے گی۔ اپنے ایک ایک قدم کو اس کمیونسٹ تعمیر کی کامیابی کے نقطہ نظر سے دیکھ بھال کر اور خود سے یہ سوال کر کے کہ کیا ہم نے متحد اور

باشعور محنت کش بننے کے لئے اپنے بس کی ساری کوشش کر لی ہے، کمیونسٹ نوجوانوں کی لیگ اپنے 10 لاکھ کے قریب ممبروں کو محنت کی ایک متحدہ فوج میں مربوط کر لے گی اور سب کی نظر میں عزت کا مقام حاصل کرے گی۔ (زوردار تالیاں۔)

''پراودا'' شمارہ 221، 222، 223 اکتوبر 0، 6، 7 1920-

لینن کا مجموعہ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد 41، صفحات 298-318

پرولتاری ثقافت کے بارے میں

8 اکتوبر کا ''ایرویستیا'' پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ پرولیت کولت (65) کانگریس میں کامریڈ لوناچارسکی نے ایسی باتیں کہیں جو اس کے بالکل برعکس ہیں جس پر کل انہوں نے اور میں نے اتفاق کیا تھا۔

یہ ضروری ہے کہ (پرولیت کولت کانگریس کی) تجویز کے مسودے (66) کو فوری طور پر تیار کیا جائے اور مرکزی کمیٹی اس کی تصدیق کرے تا کہ وہ وقت پر پرولیت کولت کے اسی اجلاس میں رائے شماری کے لئے پیش کی جا سکے۔ اسے مرکزی کمیٹی کی جانب سے تعلیم عامہ کی عوامی کمیساریت کے کالجیم اور پرولیت کولت کانگریس دونوں کی منظوری کے لئے آج ہی پیش کر دینا چاہئے اس لئے کہ کانگریس آج ختم ہو رہی ہے۔

تجویز کا مسودہ:

(1) مزدوروں اور کسانوں کی سوویت ریپبلک میں تمام تعلیمی کام کو، عام طور پر سیاسی تعلیم کے میدان میں اور خاص طور پر فنون کے میں اس طبقاتی جدوجہد کی

روح سے معمور ہونا چاہئے جسے پرولتاریہ اپنی آمریت کے مقاصد کو کامیابی سے حاصل کرنے کے لئے چلا رہا ہے ___ یعنی بورژوازی کا تختہ الٹنا، طبقات کو ختم کرنا اور انسان کے ہاتھوں انسان کے استحصال کی تمام شکلوں کو مٹانا۔

(2) چنانچہ پرولتاریہ کو اپنے ہراول کمیونسٹ پارٹی کے ذریعے اور عام طور پر مختلف قسم کی پرولتاری تنظیموں کے ذریعے تعلیم عامہ کے تمام کاموں میں انتہائی سرگرم ہونا چاہئے اور رہنمایانہ رول ادا کرنا چاہئے۔

(3) جدید ترین تاریخ کے سارے تجربے، خاص کر "کمیونسٹ پارٹی کا مینی فسٹو" شائع ہونے کے بعد دنیا کے سارے ملکوں کے پرولتاریہ کی نصف صدی سے زیادہ انقلابی جدوجہد نے مسلمہ طور پر یہ ثابت کیا ہے کہ صرف مارکسی نظریہ زندگی ہی انقلابی پرولتاریہ کے مفادات، نقطہ نظر اور اس کی ثقافت کا سچا اظہار ہے۔

(4) مارکس ازم نے انقلابی پرولتاریہ کے نظریات کی حیثیت سے اپنی عالمی تاریخی اہمیت اس لئے حاصل کی کہ اس نے بورژوا عہد کی انتہائی قیمتی حاصلات کو رد کرنے کے برعکس دو ہزار برس سے زیادہ عرصے کے دوران انسانی فکر اور ثقافت کے ارتقا میں جو چیز بھی قیمت رکھتی ہے اسے جذب کیا اور نئے سرے سے ڈھالا۔ صرف اسی بنیاد پر اور اسی سمت میں مزید کام کو، جو پرولتاری آمریت کے عملی تجربے سے جوش حاصل کر کے انجام دیا جائے، اس معنی میں کہ پرولتاری آمریت استحصال کی ہر شکل کے خلاف جدوجہد کی آخری منزل ہے، سچی پرولتاری ثقافت کا ارتقا تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

(5) اس اصولی نقطہ نظر کی بلا انحراف پابند رہتے ہوئے پرولیت کولیت کی کل روس کانگریس ان تمام کوششوں کو نظریاتی اعتبار سے غیر صحیح اور عملی لحاظ سے

ضرر رساں قرار دے کر انتہائی فیصلہ کن طریقے سے مسترد کرتی ہے جو اپنے خاص رنگ کی ثقافت تخلیق کرنے کے لئے الگ تھلگ تنظیموں میں مقفل بند رہنے کے لئے، تعلیم عامہ کی عوامی کمیساریت کے تحت اداروں کے اور پرولیت کولت کے کام کو تقسیم کرنے کی غرض سے حد فاصل کھینچنے کے لئے، یا تعلیم عامہ کی عوامی کمیساریت کے تحت اداروں کے اندر پرولیت کولت کی ''خوداختیاری'' وغیرہ کے لئے مقصود ہیں۔ اس کے برعکس کانگریس تمام پرولیت کولت تنظیموں کو ہدایت دیتی ہے کہ وہ تعلیم عامہ کی عوامی کمیساریت کے تحت اداروں کا جو جال پھیلا ہوا ان کے معاون عضو کی طرح کام کرنا اپنا فریضہ خیال کریں اور سوویت اقتدار کی عام رہنمائی میں (خاص کر تعلیم عامہ کی عوامی کمیساریت کی) اور روسی کمیونسٹ پارٹی کی رہنمائی میں اپنے فرائض کو پرولتاری آمریت کے فرائض کا ایک حصہ سمجھ کر انجام دیں۔

☆☆☆

رفیق لونا چارسکی کا کہنا ہے کہ ان کے الفاظ کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے۔

ایسی صورت میں اس تجویز کی ضرورت اور بھی زیادہ شدید ہو جاتی ہے

8 اکتوبر 1920 کو لکھا گیا۔ پہلی بار 1926 میں رسالہ ''کراسنایا نوف'' میں شائع ہوا

لینن کا مجموعہ تصانیف پانچواں روسی ایڈیشن، جلد 41، صفحات 336-337

تشریحی نوٹ

1-یہاں ذکر 1900 کی اکتوبر عام سیاسی ہڑتال کا ہے جس کے نتیجے میں

18 اکتوبر 1900 کو زار نے عوام کو شہری آزادیاں ''عطا کرنے'' کے بارے میں ''مینی فسٹو'' نافذ کیا تھا۔ بولشویکوں نے اشاعت کی آزادی کا فائدہ اپنے اخباروں کی قانونی اشاعت کے لئے اٹھایا۔ 1900 کے آخر تک دسمبر والی مسلح بغاوت کچلنے کے بعد مطلق العنانیت نے مزدور تنظیموں اور مزدور مطبوعات پر حملہ شروع کر دیا۔

2- ''ایزویستیا سوویتا دیپوتاتوف'' ___ پیٹرسبرگ کے مزدور نمائندوں کی سوویت کا سرکاری ترجمان 17 (30) اکتوبر سے 14 (27) دسمبر 1900 تک نکلتا رہا۔ یہ سوویت کی سرگرمیوں کی خبریں چھاپتا تھا۔

3- قدیم یونانی قصہ نویس یوسوپ (aisopos) سے منسوب۔ اشاری زبان یعنی اپنے خیالات کے اظہار کا خفیہ طریقہ۔

4- ''پرولتاری'' ___ بولشویکوں کا غیر قانونی ہفتہ وار اخبار، روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کا مرکزی ترجمان جو پارٹی کی تیسری کانگریس کی تجویز پر قائم کیا گیا۔ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے عام اجلاس کے 7 2 اپریل (10 مئی) 1900 کے فیصلے کے مطابق اس کے مدیر لینن مقرر کئے گئے۔ یہ اخبار 14 (27) مئی سے 12 (20) نومبر 1900 تک جنیوا سے نکلتا رہا۔ اس کے کل 26 شمارے نکلے۔

5- ابلوموف ___ مشہور روسی ادیب گونچاروف کے ناول کا جاگیردار ہیرو ہے۔ یہ نام کاہلی، جمود، بیکاری اور شدید قسم کے ناکارہ پن کا نمونہ ہو گیا۔

6- یہاں 7-1900 کا پہلا روسی بورژوا جمہوری انقلاب پیش نظر ہے۔

7- کیڈیٹ (کانسٹی ٹیوشنل ڈیموکریٹک پارٹی) ___ روس کی اعتدال پرست اور شاہ پرست بورژوازی کی یہ نمایاں پارٹی اکتوبر 1900 میں قائم ہوئی۔ بو

رژوا، زمیندار اور بورژوا دانشور شامل تھے۔ کیڈیٹ آئینی شاہ پرستی کے مطالبے سے آگے نہیں بڑھے۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران کیڈیٹوں نے سرگرمی کے ساتھ زارشاہی کی قبضہ گیر خارجہ پالیسی کی حمایت کی۔فروری 1917 کے بورژوا جمہوری انقلاب کے زمانے کے زمانے میں انہوں نے شاہی حکومت کو بچانے کی کوشش کی۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کی فتح کے بعد کیڈیٹوں نے سوویت دشمن پالیسی اختیار کی۔

''ریچ''___ کیڈیٹ پارٹی کا مرکزی روزنامہ۔ فروری 1906 سے اکتوبر 1917 تک پیٹرسبرگ سے

نکلتا رہا۔

8 -لینن نے روسی شاعر نیکر اسوف کی نظم'' روس میں کس کے لئے رہنا اچھا ہے'' کا اقتباس پیش کیا ہے۔

9-ترودویک (''محنتی گروہ'')___ ریاستی دوما میں پیٹی بورژوا راکین کا قلیل تعداد گروہ جو کسان اور عوامی دانشوروں کے مندوبین پر مشتمل تھا اور اپریل 1906 میں قائم کیا گیا تھا۔ پہلی عالمی جنگ کے برسوں میں ترودویکوں نے جارحانہ قوم پرست رویہ اختیار کیا۔

ریاستی دوما ''محنتی گروہ'' کے اراکین کیڈیٹوں اور سوشل ڈیموکریٹوں کے درمیان جھولتے تھے۔ چونکہ ''محنتی گروہ'' کے اراکین میں کسانوں کے نمائندے شامل تھے اس لئے بولشویکوں نے دوما میں زارشاہی اور کیڈیٹوں کے خلاف جد وجہد کے بعض مسائل پر ان سے سمجھوتہ کیا۔

10-'' نرودنایاوولیا''_ دہشت پسندوں کی خفیہ سیاسی تنظیم، جو اگست

1879 میں قائم ہوئی۔ ''نرودنایاوولیا'' کے ارکین زارشاہی کی مطلق العنانیت کے خلاف بہادرانہ جدوجہد کرتے تھے۔ لیکن ''سرگرم'' ہیرو اور ''سرگرم'' ہیرو اور'' مجہول'' عوام کے غلط نظریے کو بنیاد قرار دے کر وہ سماج کی تبدیلی نو کی عوام کی شرکت کے بغیر صرف اپنی قوت سے، انفرادی دہشت انگیزی، حکومت کی بدانتظامی اور اسے دھمکانے کے ذریعے سے ہی کوشش کرتے تھے۔ یکم مارچ 1881 (الکساندر دوئم کے قتل) کے بعد حکومت نے سخت جبر وتشدد، سزائے موت اور اشتعال انگیزیوں کے ذریعے ''نرودنایاوولیا'' تنظیم کو منتشر کر ڈالا۔

''نرودنایاوولیا'' والوں کے غلط اور یوٹوپیائی پروگرام پر تنقید کرتے ہوئے لینن زار کی حکومت کے خلاف ان کی جان فشاں جدوجہد کا بڑے احترام کے ساتھ ذکر کیا۔

11- لینن کا مضمون ''گورکی کے اخراج کے متعلق بورژوا پریس کا افسانہ'' 27 نومبر (11 دسمبر) 1909 اخبار ''پرولتاری'' کے 00ویں شمارے میں شائع ہوا۔

26 نومبر (9 دسمبر) 1909 کو اخبار '' اوترو روسیئی'' کے 42ویں شمارے میں اخبار '' پرولتاری'' کے ادارتی بورڈ کا خط شائع ہوا جس میں سوشل ڈیموکریٹک پارٹی سے گورکی کے اخراج کرنے کے بارے میں خبر کی تردید کی گئی۔ '' پرولتاری'' کے ادارتی بورڈ نے ان تمام اخباروں سے درخواست کی جنہوں نے یہ خبر شائع کی تھی کہ وہ یہ تردید اپنے اپنے اخباروں میں چھاپیں۔

12_ <<vorwarts>> جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا مرکزی رورنامہ۔ وہ 1819 تک برلن سے نکلتا تھا۔

13-یہاں اوتزوویزم کے موقع پرستانہ رجحان کا ذکر ہے جو 1908 میں بولشویکوں میں پیدا ہوا۔ انقلابی لفاظی کے پردے میں اوتزوویزم کے حامیوں نے یہ مطالبہ کیا کہ تیسری ریاستی دوما سے سوشل ڈیموکریٹ اراکین کو واپس بلا لیا جائے اور پارٹی ٹریڈ یونین، کوآپریٹیو اور دوسری قانونی تنظیموں میں کام کرنا بند کردے۔

14-خدا پرستی ___ یہ مارکس ازم کا مخالف مذہبی فلسفیانہ رجحان تھا۔ یہ رجحان پارٹی کے ان دانشوروں میں پیدا ہوا جو 1907-1900 کے انقلاب کے کچلنے کے بعد مارکس ازم لانے کا پرچار کرتے تھے اور مارکس ازم کو مذہب سے ملانے کے لئے کوشاں تھے۔

اخبار ''پرولتاری'' کے ادارتی بورڈ کے پورے اجلاس میں جو خاص 1909 میں منعقد ہوا خدا پرستی کی مذمت کی گئی اور خاص قرارداد میں کہا گیا کہ بولشویک گروپ کا ''سائنسی اشتراکیت کے اس کے مسخ'' سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

10-سیاہ صد ___ شاہ پرست جتھے جن کو زار کی پولیس نے انقلابی تحریک کے خلاف جدوجہد کے لئے قائم کیا تھے۔ سیاہ صد انقلابیوں کو قتل کرتے تھے، ترقی پسند دانشوروں پر حملے کرتے تھے اور یہودیوں کا قتل عام منظم کرتے تھے۔

16-یہاں ذکر تیسری ریاستی دوما ہے (1912-1907)۔

17-فلسفہ ماخ ___ تصوریت پرست فلسفیانہ رجحان مغربی یورپ میں 19ویں صدی کے آخر اور رویں صدی کے شروع میں وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا تھا۔ اس رجحان کے بانی آسٹریا کے ماہر طبیعیات اور فلسفی ماخ اور جرمن فلسفی آوینار یوس تھے۔

یہ فلسفہ نظریہ مزدور طبقے کے لئے خاص طور پر خطرناک تھا کیونکہ قول میں وہ

تصوریت پرستی کے خلاف اور طبعی سائنس کے حق میں تھا جس سے بظاہر وہ سائنسی رجحان معلوم ہوتا تھا۔ روس میں رجعت پرستی کے زمانے میں فلسفہ ماخ کے اثر میں بعض سوشل ڈیموکریٹک دانشور بھی آ گئے تھے۔ مارکس ازم کو فروغ دینے کے ریارانہ اعلانات کی آڑ میں روسی فلسفہ ماخ کے ماننے والوں نے درحقیقت مارکسی فلسفیانہ بنیادوں کی نظرثانی کرنے کی کوشش کی۔ لینن نے اپنی کتاب ''مادیت اور تجرباتی تنقید'' میں فلسفہ ماخ کی رجعت پرستانہ حیثیت کو فاش کیا، ترمیم پرستوں کے حملوں سے مارکسی فلسفے کو بچایا، اور نئے تاریخی حالات میں جدلیاتی اور تاریخی مادیت کو ہمہ گیر ترقی دی۔

18- ''پیریوڈ'' نامی گروپ ___ پارٹی دشمن تنظیم جس کا قیام دسمبر 1909 میں ہوا۔ اس گروپ کا اسی نام سے اپنا اخبار بھی تھا۔

مزدور تحریک میں اسے حمایت حاصل نہیں تھی۔ اس وجہ سے ''وپیریوڈ'' گروپ 1914 - 1913 میں منتشر ہوگیا۔ 1917 کے فروری بورژواڈیموکریٹک انقلاب کے بعد وہ رسمی طور پر ختم ہوگیا۔

19- یہاں روس میں کسان غلامی کے نظام کے خاتمے کی طرف اشارہ ہے۔

20- موسیوکوپن ___ مجازی اصطلاح ہے۔ یہ سرمایہ اور سرمایہ داروں کی تشریح کے لئے نویں دسویں دہائیوں کے ادب رائج تھی۔ ''موسیوکوپن'' اصلاح کا استعمال پہلی مرتبہ روسی ادیب گلیب اوسپینسکی اپنے خاکوں ''سخت گناہ'' میں کیا۔

21- ''مقدس'' مجلس کلیسا ___ روسی گرجوں کا بلندترین ادارہ۔

22- ''ویحی'' ___ کیڈیٹ صحافی، انقلاب دشمن اعتدال پسند بورژوازی کے نمائندوں نے 1909 کی بہار میں ماسکو سے اپنے مضامین کا مجموعہ شائع

کیا جس کا نام ''ویخی'' رکھا۔ ''روسی دانشوروں'' سے منسوب ان مضامین ان لوگوں نے روس میں تحریک آزادی کی جمہوری روایات کو بدنام کرنے کی کوشش کی، 1900 کی انقلابی تحریک کی مذمت کی۔ مضامین میں دانشور لوگوں سے مطلق العنانیت کی خدمت کرنے اپیل کی گئی۔

23-''نووائے وریمیا'' اخبار 1868 سے اکتوبر 1917 تک پیٹرسبرگ سے نکلتا تھا۔ شروع میں یہ اعتدال پسند آزاد خیال رجعت پرست حلقوں کا اخبار بن گیا۔

24-یہاں ذکر اس بات کا ہے جسے تیسری دوما کے سوشل ڈیموکریٹک نمائندوں نے لیوتالستائی کے عزیزی دوست اور پیروچیرتکوف کے نام بھیجا تھا___ ''ریاستی دوما کے سوشل ڈیموکریٹک گروپ نے روسی اور عالمی پرولتاریہ کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے غیر معمولی قابلیت رکھنے والے اس ادیب کے انتقال پر اپنے غم کا اظہار کیا جو سرکاری مذہبیت کا غیر مصالحت پسند اور ناقابل شکست مجاہد اور جلاوطنوں کا دوست تھا اور جس نے سزائے موت کے خلاف یہ آواز بلند احتجاج کیا''۔

25- کٹی ہوئی زمین ___ یہ وہ زمینیں تھیں جنہیں 1861 میں روس میں کسان غلامی کی منسوخی کے بعد زمینداروں نے کسانوں سے چھین لی تھیں۔

26-نرودنیک ___ روسی انقلابی تحریک میں پیٹی بورژوا رجحان کے حامی جو 19ویں صدی کی آٹھویں نویں دہائی میں پیدا ہوا۔نرودنیک روس میں سرمایہ دارانہ تعلقات کے ارتقا کے لازمی قانون کو نہیں مانتے تھے اور اسی کے مطابق وہ پرولتاریہ کے بجائے کسانوں کو خاص انقلابی طاقت مانتے تھے۔ مطلق العنانی کے خلاف کسانوں کو جدوجہد کے لئے ابھارنے کی غرض سے نرودنیک دیہات گئے لیکن''

نرود'' (لوگ، عوام) میں ان کو حامی نہیں ملے۔

19ویں صدی کی نویں اور دسویں دہائی میں وہ زار شاہی سے سمجھوتے پر آ گئے، امیر کسانوں کے مفادات کا اظہار اور مارکس ازم کے خلاف سخت جدوجہد کرنے لگے۔

27-لینن نے مارکس اور اینگلز کے ''کمیونسٹ پارٹی کا مینی فسٹو'' کے تیسرے باب کا ذکر کیا ہے۔

28- کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز ''کمیونسٹ پارٹی کا مینی فسٹو''۔

29-انسداد پرستی ___ موقع پرست رجحان جو روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کے ممبر مینشویکوں میں پہلے (1900-1907) انقلاب کی ناکامی کے بعد پیدا ہوا۔ انسداد پرستوں نے کوشش کی کہ پرولتاری انقلابی غیر قانونی پارٹی کا انسداد کر کے اپنی موقع پرست پارٹی منظم کی جائے جس کی سرگرمیوں کو زار کی حکمرانی کے حالات کی حدود میں رکھا جائے جس کا مطلب یہ تھا کہ عملی طور پر پرولتاریہ کی پارٹی کا انسداد ہو سکے۔

لینن اور دوسرے بولشویکوں نے پارٹی کے انسداد کا پرچار کرنے والون کو مستقل طور پر فاش کیا جو انقلاب کے نصب العین سے غداری کر رہے تھے عام مزدوروں میں پارٹی کے انسداد کا پرچار کرنے والے کامیاب نہیں ہوئے۔ جنوری 1912 میں منعقد ہونے والی روسی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی پراگ کانفرنس نے ان کو پارٹی سے نکال دیا۔

30-رازنوچینتسی ___ روسی سماج کے تعلیم یافتہ نمائندے جو اشرفیہ سے نہیں بلکہ شہری متوسط طبقوں، مذہبی علما، تاجروں اور کسانوں سے تعلق رکھتے تھے۔

31-دسمبری___ اشرافیہ کے انقلابی، جنہوں نے دسمبر 1820 میں بغاوت کی۔ ان کا مقصد تھا مطلق العنان حکومت کا خاتمہ اور کسان غلامی کے نظام کا انسداد کرنا۔

32-''کلوکول'' (گھنٹی)___ سیاسی رسالہ'' زندہ لوگوں سے خطاب'' کے عنوان کے تحت 1807 سے اپریل 1860 تک لندن سے اور 1860 سے دسمبر 1868 تک جنیوا سے ماہانہ یا مہینے میں دومرتبہ ہرتسن اور اوگاریف کی زیر ادارت شائع ہوا۔ 1868 میں یہ رسالہ فرانسیسی زبان میں چھپا۔ ساتھ ہی روسی زبان میں اس کا ضمیمہ شائع ہوتا تھا۔ مطلق العنانیت کے مذموم اقدام، نوکر شاہی کی رشوت خوری اور درندگی، زمینداروں کے ہاتھوں کسانوں کی بیدردانہ لوٹ کھسوٹ کی مزمت کرکے'' کلوکول'' نے انقلابی نعرے بلند کئے اور زار کی حکومت اور حکمران طبقوں کے خلاف جدوجہد میں مددگار ثابت ہوا۔

33-''گوگول کے نام خط''___ بیلینسکی نے جولائی 1847 میں گوگول کی طرف سے'' دوستوں سے خط و کتابت کے منتخبہ خطوط'' شائع کئے جانے کے سلسلے میں لکھا ہے۔

پہلی بار 1800 میں ہرتسن نے اسے''پولیارنایا زویزدا'' میں شائع کیا۔

34-''محنت کی نجات'' کا گروپ___ وہ پہلا روسی مارکسی گروپ تھا جس کی بنیاد پلیخانوف نے سوئٹزرلینڈ میں 1883 میں ڈالی تھی۔ اس گروپ نے روس میں مارکس ازم کے پروپیگنڈے کے لئے بڑا کام کیا۔ پلیخانوف اور اس گروپ کے دوسرے اراکین مارکس ازم کے بانیوں کی تصانیف کا روسی میں ترجمہ کرکے انہیں ملک سے باہر چھپواتے اور روس خفیہ طور پر تقسیم کرتے تھے۔

30-''ایسکرا'' یہ پہلا کل روسی غیر قانونی مارکسی اخبار تھا جس کی بنیاد 1900 میں لینن نے ڈالی تھی۔اس نے مزدور طبقے کی انقلابی مارکسی پارٹی کے قیام میں فیصلہ کن رول ادا کیا۔

لینن کی پہلی قدمی پر اوران کی براہ راست شرکت سے ''ایسکرا'' کے ادارتی بورڈ نے پارٹی کے پروگرام کا مسودہ تیار کیا اور روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی دوسری کانگریس کی تیاری کی جو جولائی ___ اگست 1903 میں ہوئی۔

دوسری کانگریس کے بعد مینشویکوں نے ''ایسکرا'' پر قبضہ جمالیا اور 02 ویں شمارے ''ایسکرا'' مارکس ازم کا انقلابی ترجمان نہیں رہا۔

36-یہاں ذکر روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی پہلی کانگریس کا ہے جو 1-3 (10-13) مارچ 1898 میں شہر منسک میں منعقد ہوئی۔ کانگریس میں پارٹی کی مرکزی کمیٹی منتخب کی گئی، ''ربوچایا گزیتا'' کو پارٹی کا سرکاری ترجمان قرار دیا گیا، '' مینی فسٹو'' شائع کیا گیا اور ملک سے باہر'' روسی سوشل ڈیموکریٹوں کی یونین'' کو پارٹی کے غیر ملکی نمائندہ کی حیثیت دی گئی۔ روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی پہلی کانگریس کی اہمیت یہ تھی۔ کہ اس نے روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی تشکیل کا اعلان کیا اور اپنی اس کارروائی سے بڑا انقلابی پرچار کا رول ادا کیا۔

لیکن کانگریس نے پارٹی کا پروگرام اور منشور منظور نہیں کیا۔ کانگریس میں منتخب شدہ مرکزی کمیٹی کے اراکین گرفتار کر لئے گئے۔اس وجہ سے کانگریس علیحدہ علیحدہ مارکسی گروپوں اور تنظیوں کو متحد کرنے میں کامیاب نہیں رہی۔

37-''ربوچی لستوک'' ___ ''مزدور طبقے کی مجاہد یونین'' کا ترجمان تھا۔

11897 میں اس کے دو شمارے شائع ہوئے۔

مذکورہ اخبار نے یہ فریضہ پیش کیا کہ مزدور طبقے کی اقتصادی جد وجہد کو وسیع سیاسی مطالبات سے ملایا جائے۔اس نے مزدور پارٹی کی تشکیل کی ضرورت پر زور دیا۔

39-ا یکونومیزم ___ 19ویں صدی کے آخر اور 20ویں صدی کی ابتدا میں روسی سوشل ڈیموکریسی میں موقع رجحان تھا جو بین الا امی موقع پرستی کی روسی قسم تھا۔

ا یکونومینسٹوں نے مزدور طبقے کے فریضے معاشی جدوجہد تک محدود کر دئے تھے مثلاً اجرت میں اضافہ اور کام کے حالات کی بہتری وغیرہ۔ وہ خیال کرتے تے کہ سیاسی جدوجہد اعتدال پسند بورژوازی کا کام ہے۔وہ مزدور تحریک میں پارٹی کے رہنما رول اور انقلابی نظریہ کی اہمیت کو مسترد کرتے تھے اور ان کا دعوی تھا کہ مزدور تحریک

کو خود روطریقے سے بڑھنا چاہئے۔ لینن نے اپنی کتاب'' کیا کیا جائے؟ ''میں اس پر کاری نظریاتی ضرب لگائی۔

40-''ربوچیئے دیلو'' ___ ایکونومیسٹوں کا رسالہ،''بیرون ملک روسی سوشل ڈیموکریٹوں کی یونین'' کا ترجمان تھا اور جنیوا سے اپریل 1899 سے لیکر فروری 1902 تک شایع ہوتا رہا۔'' ربوچیئے دیلو'' کا ادارتی بورڈ ایکونومیسٹوں کا بدیسی مرکز تھا۔

41-''ربوتنیک'' ___ غیر پابندی سے شائع ہونے والا مجموعہ۔''بیرون ملک روسی سوشل دیموکریٹوں کی یونین'' کی اشاعت تھی۔ 1899-1896 میں'' محنت کی آزادی'' گروپ کی زیر ادارت ملک سے باہر شائع ہوا کرتا تھا۔''

ربوتنیک'' کی اشاعت کے لئے پہلی قدمی لینن نے کی تھی۔

42-'' وپیر یود'' __بولشویکوں کا غیر قانونی اخبار۔ 22دسمبر 1904(جنوری 1900) سے 0(18)مئی 1900 تک جنیوا سے نکلتا تھا۔ اس کے کل ملاکر 18شمارے شائع ہوئے۔ مذکورہ اخبار کے لئے پہلی قدمی، اس کی نظریاتی حوصلہ افزائی کرنے والے اوراس کے سربراہ لینن تھے

43-دیکھئے نوٹ نمبر 4-

44-'' نووایا ژیزن'' __بولشویکوں کا پہلا قانونی اخبار -27اکتوبر (9نومبر) سے 3(16)دسمبر 1900 تک پیٹرسبرگ سے روزانہ نکلتا تھا۔ نومبر 1900 کے شروع میں لینن کے جلاوطنی سے پیٹرسبرگ واپس آنے کے بعد سے اخبار براہ راست ان کی رہنمائی میں نکلنے لگا۔'' نووایا ژیزن'' دراصل روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کامرکزی ترجمان تھا۔ اخبار'' نووایا ژیزن'' میں میکسم گورکی نے سرگرم شرکت کی۔ انہوں نے اخبار کی بڑی مالی مدد بھی کی۔'' نووایا ژیزن'' روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے تمام فیصلوں کاسرگرم ترجمان تھا۔

40-'' نچالو'' __مینشویکوں کا قانونی روزنامہ۔ نومبر __دسمبر 1900 میں پیٹرسبرگ سے نکلتا تھا۔

46-''وولنا'' __بولشویکوں کا قانونی روزنامہ۔ 26اپریل (9مئی) سے 24مئی (6جون) 1906 تک پیٹرسبرگ سے شائع ہوتا تھا۔ 0(18)مئی 1906 کے نویں شمارے سے اخبار کی ادارت لینن نے کی۔'' وولنا''متعدد پولیس تعاقبات کاشکار ہوااور حکومت نے اس پر پابندی لگادی۔ اس کی جگہ بولشویکوں کا

قانونی اخبار ''وپیریود'' نکلنے لگا۔

47-''ایخو''___بولشویکوں کا قانونی روزنامہ۔ 22 جون (0 جولائی) سے 7(20) جولائی تک 1906 میں پیٹرسبرگ سے نکلتا تھا۔اس اخبار نے حکومت کی طرف سے بند کئے ہوئے اخبار ''وپیریود'' کی جگہ لی۔ اس کے 14 شمارے نکلے۔اخبار کے مدیر اعلی درحقیقت لینن تھے۔ ہر شمارے میں لینن کے مضمون شائع ہوتے تھے۔

پہلی ریاستی دوما کے منتشر کئے جانے کچھ دن پہلے اخبار بند کر دیا گیا۔

48-'' نرودنایا دوما'' __مینشویکوں کا روزنامہ۔ مارچ، اپریل 1907 میں پیٹرسبرگ سے شائع ہوا کرتا تھا۔

49-مانیلوف___روسی مصنف گوگول کی تصنیف'' مردہ جانیں'' کا ایک کردار ہے جو کوتاہ اندیشی چاپلوسی اور بے بنیاد خیالی منصوبے بنانے والوں کا نمونہ ہے۔

00-ہرتسن کی کتاب'' اختتام اور ابتدا'' کا حوالہ دیا ہے۔

01-ہرتسن'' پرانے دوست کے نام'' (چوتھا اور دوسرا خط)۔

02-اشتراکی انقلابی___روس کی پیٹی بورژوا پارٹی جو 1901 کے آخر اور 1902 کی ابتدا میں نرودنیکوں کے مختلف گروہوں اور حلقوں کے اتحاد سے پیدا ہوئی۔ اشتراکی انقلابی پرولتاریہ اور کسانوں کے درمیان طبقاتی فرق نہیں دیکھتے تھے، کسانوں کے اندر طبقاتی پرتوں اور ان کے اندرونی تضاد کو چھپاتے تھے اور انقلاب میں پرولتاریہ کے رہنمارول سے انکار کرتے تھے۔

فروری 1917 کے بورژوا جمہوری انقلاب کی فتح کے بعد اشتراکی انقلابی

مینشویکوں اور کیڈیٹوں کے ساتھ مل کر انقلاب دشمن بورژوا جاگیردار عارضی حکومت کے بڑے ستون بنے اور پارٹی لیڈر (کیرینسکی، چیرنوف) اس حکومت میں شامل ہوئے۔ اشترا کی انقلابیوں کی پارٹی نے کسانوں کا یہ مطالبہ ماننے سے انکار کردیا کہ زمین پر جاگیردارانہ ملکیت ختم کی جائے۔ وہ اس ملکیت کو برقرار رکھنے کے حق میں تھے۔

عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد غیر ملکی فرجی مداخلت اور خانہ جنگی کے دوران اشترا کی انقلابیوں نے انقلاب دشمن تخریبی کارروائیاں کیں، سرگرمی کے ساتھ مداخلت کرنے والوں اور سفید محافظوں کی حمایت کی، انقلاب دشمن سازشوں میں حصہ لیا، سوویت ریاست اور کمیونسٹ پارٹی کے کارکنوں کے خلاف دہشت انگیز اقدامات منظم کئے۔

03- کسان کمیٹی ___ انقلابی جمہوری تنظیم تھی جو 1900 میں وجود میں آئی۔ مذکورہ یونین سیاسی آزادی، اساسی اجلاس کو بلانے، زمین پر نجی ملکیت کی تنسیخ اور سب زمینوں کو کسانوں میں تقسیم کرنے کا مطالبہ کرتی تھی۔ ان مطالبات کو منوانے میں کسان کمیٹی نے پس وپیش اور عدم یقینی سے کام لیا۔ پولیس کے تعاقب کی وجہ سے 1907 کے شروع میں اس کا وجود ختم کیا۔

04- ''پولیارنایا زویزدا'' ___ ادبی اور سیاسی مضامین کا مجموعہ۔ اس کی پہلی تین جلدیں ہرتسن اور اگلی جلدیں ہرتسن اور اوگاریف کی ادارت میں 1862_1800 میں لندن سے شائع ہوئیں۔ آخری جلد 1868 میں جنیوا میں شائع ہوئی۔ کل ملا کر آٹھ جلدیں شائع ہوئیں۔

00- یہ مضمون اوگاریف نے لکھا ہے۔

06-لینن نے ہرتسن کے مضمون ''چیرنی شیفسکی'' کا حوالہ دیا ہے

07-لینن نے ہرتسن کے مضمون '' افواہیں، کالک، گل وغیرہ'' کا حوالہ دیا ہے۔

08-مورخہ 10 اپریل 1864 ترگنیف کے نام ہرتسن کے خط سے۔

09-لینن نے ہرتسن کے مضمون ''قدیم زمانے کا بشپ دقیانوسی حکومت اور دغاخور عوام'' کو طنزیہ استعمال کیا ہے۔

06-''متحدہ امرا کی مجلس''___ زمینداروں کی انقلاب دشمن انجمن۔اس کی تشکیل مئی 1906 میں ہوئی۔اکتوبر 1917 تک سرگرم رہی۔اس کا ہم مقصد مطلق العنان حکومت، بڑے زمینداروں اور اشرافیہ کی مراعات کی حفاظت کرنا تھا۔ یہ مجلس حکومت کی پالیسی پر بڑا اثر ڈالتی تھی۔اس کے زیادہ تر ارکین سرکاری کونسل اور سیاہ صد شاہ پرست جتھوں کے رہنما مرکزوں میں شامل تھے۔

61-لینن نے چیرنی شیفسکی کے ناول '' پرولوگ'' (تمہید) کا اقتباس دیا ہے۔

62-دیکھئے فریڈرک اینگلز'' تارکین وطن کا ادب''۔

3۔غریب کسانوں کی کمیٹیاں___ پارٹی کا کل یونین انتظامیہ کمیٹی کی طرف سے 11 جون 1918 کو جاری کئے گئے حکم نامے کے مطابق قائم کی گئی تھیں۔ فرمان کی رو سے ان کمیٹیوں کا فرض کسانوں کے غذائی ذخیروں کو پیش نظر رکھنا، امیر کسانوں کے ذخیروں اور ان کی زائد اشیائے خوردنی کو منظر عام پر لانا اور ان کو حاصل میں سوویت غذائی تنظیموں کی مدد کرنا، نیز امیر کسانون کے خرچے سے غریب کسانوں کو خوارک مہیا کرنا، بوائی اور کٹائی کے کاموں کا انتظام کرنا، فصلوں کو

بچانا وغیرہ تھا۔

''غریب کسانوں کی کمیٹیاں'' دیہات میں پرولتاری آمریت کی ترجمان اور اس کا گڑھ بن گئی تھیں۔ ان کی تشکیل سے دیہات میں اشتراکی انقلاب برپا ہوا۔ 1918 کے موسم خزاں تک کمیٹیوں نے اپنے فرض کو پورا کرلیا اور وہ ضلعی اور دیہی سوویتوں میں ضم ہوگئیں۔

64- یہاں لینن کی مراد'' بائیں بازو والے'' کمیونسٹوں کے خلاف پارٹی کی جدوجہد سے ہے جو معیشت چلانے کے لیننی اصول مسترد کرتے تھے، وہ ٹراٹسکی والے نظریات کا پرچار کرتے تھے جن کی رو سے روس میں اشتراکیت کی فتح ناممکن تھی۔

60- یہاں اس پرولتاری ثقافتی تعلیمی تنظیم کا ذکر ہے جس کا مختصر نام پرولیت کولت تھا۔ یہ ستمبر 1917 میں آزاد مزدور تنظیم کی حیثیت سے قائم کی گئی تھی۔ اس کے ممبروں نے ماضی کی تہذیبی وراثت کی اہمیت کو ماننے سے انکار کیا اور زندگی سے کٹ کر'' تجربے گاہ کے طریقے'' سے خصوصی ''پرولتاری ثقافت'' بنانی چاہی۔ پرولیت کولت ہم آہنگ تنظیم نہ تھی۔ ان پیٹی بورژوا دانشوروں کے ساتھ ساتھ، جو پرولیت کولت کی بہت سی تنظیموں کے سربراہ تھے، ایسے نوجوان مزدور تھے جو سوویت ریاست کی ثقافتی تعمیر میں خلوص کے ساتھ مدد دینا چاہتے تھے پرولیت کولت کی تنظیمیں 1919 میں اپنی ترقی کے نقطہ عروج تک پہنچ گئیں اور بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں ان کا زوال ہوگیا۔

66- ''پرولتاری ثقافت'' کے بارے میں تجویز کا مسودہ لینن نے پرولیت کولت کی پہلی کل روس کانگریس کے سلسلے میں تیار کیا تھا۔ یہ کانگریس

ماسکو 1920 میں 0 سے 12 اکتوبر تک ہوئی۔ اس کانگریس میں کمیونسٹ گروپ کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ ایسی تنظیمی تجویز منظور کرائے جس کے مطابق پرولیت کولت کی مرکزی اور مقامی تنظیمیں تعلیم عامہ کی عوامی کمیساریت کے ماتحت رہیں۔ یہ تجویز جو لینن کی براہ راست ہدایت کے مطابق مرتب کی گئی تھی پرولیت کولت کانگریس نے باتفاق رائے منظور کر لی۔

لیکن کانگریس کے بعد پرولتاری ثقافت کے بعض رہنما منظور شدہ قرارداد کے خلاف رائے ظاہر کرنے لگے اور انہوں نے تنظیم کے دوسرے ممبروں کے سامنے اس کا مفہوم مسخ کرنے کی کوشش کی۔ وہ مسئلہ اس طرح پیش کرنے کی کوشش کرتے تھے گویا بولشویکوں کی روسی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی فنی تخلیقات کے میدان میں مزدوروں کی سرگرمیوں کو محدود کرتی ہے اور پرولتاری ثقافت کی تنظیموں کو ختم کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ ان تمام غلط اور کھوکھلے بیانات کو بولشویکوں کی روسی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے خط میں مسترد کر دیا گیا۔ یہ خط ''پرولیت لولتوں (پرولتاری ثقافتی تنظیموں) کے بارے میں'' کے عنوان کے تحت اخبار ''پراودا'' کے یکم دسمبر 1920 کے شمارہ 270 میں شائع ہوا۔ اس میں پرولتاری ثقافت تنظیموں کی غلطیوں کی تفصیل سے تحقیق کی گئی۔

ناموں کا اشاریہ

-الف-

اراکچیئف ، 11-1-(1834-1869)__پاویل اول اور الکساندر اول بادشاہوں کے زمانے میں ان کا منہ چڑھا آدمی تھا جس نے رجعت پرست پولیس کا مطلق العنانی نظام قائم کر رکھا تھا۔

استولیپین ، پ۔ ا۔ (1862-1911)__زار کے روس میں ریاستی کارکن ،1906 سے 1911 تک مجلس وزرا کا صدر اور اندرونی معاملات کا وزیر۔ اس کا نام سخت سیاسی رجعت (1907-1910) کے زمانے سے وابستہ ہے۔

الکساندر دوئم (رومانوف)(1818 - 1881)__روسی شہنشاہ (1800-1881)۔

الیکسیئف ، پ۔ا۔(1849-1891)__آٹھویں دہائی کے نامور روسی انقلابی، پیشے کے لحاظ سے جلاہے تھے۔ 1880 میں وہ گرفتار کر لئے گئے۔ 1877 میں عدالت میں انہوں نے اپنی تقریر کے آخر میں زار کی مطلق العنانیت کے ناگزیر خاتمے کی پیشین گوئی کی۔

انتھونی وولینسکی (خرابوپیتسکی)(1863-1936)__روسی کلیسا کے کٹر دائیں باوز کے رجحان کے سربراہ، زار کی حکومت کی رجعت پرستانہ پالیسی کے مشہور رہنماؤں میں سے ایک۔1902 سے بشپ اور بعد میں لاٹ بشپ رہے۔

بسمارک (Bismarc)، اوٹو (1810-1898)__پروشیا اور جرمنی کا ریاستی کارکن اور مدبر۔ 1871-90 میں سلطنت جرمنی کا چانسلر۔ اشتراکیوں کے خلاف ہنگامی قانون کا بانی۔

بوبرینسکی ،و۔ا ___ روسی رجعت پرست سیاسی مدبر، بڑا زمین دار اور شکر کے کارخانوں کا مالک۔ کٹر قوم پرست کی حیثیت سے وہ روس کے دور دراز قومی علاقوں کو زبردستی روسی مضافات بنانے کا حامی تھا۔

بورتسیف ، و۔ل۔ (1936-2862) __ روسی اعتدال پسند بورژوا ناشر۔ پہلے وہ اشتراکی انقلابیوں کے نزدیک تھا، بعد میں کیڈیٹ پارٹی کا حامی بن گیا۔

بیرون، ارنسٹ یوگان (1690-1772) ___ روسی ملکہ آننا یوانوونا کا منہ چڑھا آدمی، دراصل ملک کا حکمران تھا۔اس کی پالیسی انتہائی جبر و تشدد پر مبنی تھی۔

بیلینسکی ،و۔گ۔(1811-1918) ___ روسی ادبی تنقید نگار، صحافی، فلسفی اور انقلابی جمہوریت پسند۔

___ پ ___

پلیخانوف، گ۔و۔ (1806-1918) ___ روسی اور بین الاامی مزدور سوشل دیموکریٹک کا نمایاں کارکن اور روس میں مارکس ازم کا پہلا مبلغ۔ 1903 سے مینشویکوں میں شامل ہو گیا۔

پوریشکیوچ، و۔م۔(1870-1920) ___ روسی شہنشاہیت پسند، صد سیاہ جماعت سے تعلق رکھنے والا بڑا زمین دار۔

___ ت ___

ترگینیف ، ای۔س۔(1818-1883) ___ روس کا مشہور ناول نگار۔

ٹروٹسکی (برونشٹین)، ل۔د۔ (1879-1940) ___ لینن ازم کا سخت دشمن تھا۔اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد کئی سرکاری عہدوں پر رہا۔1923 سے

ٹروٹسکی نے پارٹی کی عام پالیسی، سوشلزم کی تعمیر کے لئے لینن کے پروگرام کے خلاف سخت گٹ بند جدوجہد کی اور اس کا پرچار کیا کہ سوویت یونین میں سوشلزم کی فتح ناممکن ہے۔ 1927 میں پارٹی سے نکال دیا گیا اور 1929 میں سوویت دشمن گرمیوں کے لئے اس کو جلاوطن کر دیا گیا۔

ـــ چ ـــ

چرنی شیفسکی، ن۔گ۔ (1828-1889) ـــ عظیم روسی انقلابی جمہوریت پسند اور یوٹوپیائی سوشلسٹ عالم، ادیب، ادبی تنقید نگار۔ روسی سوشل ڈیموکریسی کا ایک ممتاز پیش رو۔

ـــ خ ـــ

خلتورین، اس۔ن۔ (1806-1882) ـــ روسی انقلابی، مزدور جنہوں نے 1878 میں روس میں مزدوروں کی پہلی انقلابی سیاسی تنظیم ''روسی مزدوروں کی شمالی یونین'' قائم کی۔

ـــ د ـــ

دنیکن، ا۔ای۔ (1876-1947) ـــ زار کا جنرل تھا۔ روس میں خانہ جنگی کے دوران سفید محافظوں کی تحریک کے سربراہوں میں سے تھا اور جنوبی ورس میں سوویت دشمن مسلح طاقتوں کا کمانڈر انچیف تھا۔ 1920 میں سرخ فوج کے ہاتھوں شکست کے بعد وہ بیرون ملک چلا گیا۔

دوبرولوبوف، ن۔ا۔ (1836-1861) ـــ روسی انقلابی جمہوریت پسند، ادبی تنقید نگار اور مادیت پرست فلسفی۔

دولگوروکوف، پ۔د۔ (1866-1930) ـــ بڑا زمین دار، کیڈیٹ پارٹی

کے بانیوں میں سے ایک۔

ـــ ر ـــ

رادیشیف، ا۔ن۔ (1802-1849) ـــ مشہور روسی ادیب اور روشن خیال کا انقلابی مبلغ۔

روبانووچ، ای۔ا۔ (1860-1920) ـــ اشتراکی انقلابیوں کا ایک لیڈر۔

روڈیچیف، ف۔ائی۔ روسی بڑا جاگیردار، کیڈیٹ پارٹی کا ایک لیڈر۔

رومانوف ـــ روسی زاروں کا خاندان جنکی 1613 سے 1917 تک بادشاہت رہی۔ اس کا تختہ 1917 کے فروری والے بورژوا جمہوری انقلاب نے الٹ دیا۔

ـــ ف ـــ

فائر باخ (feuerbach) لڈوگ (1804-1872) ـــ ممتاز جرمن مادیت پرست فلسفی، مارکس ازم کے متقاسنین میں سے تھا۔

ـــ ک ـــ

کراپوتکن، پ۔ا۔ (1842-1961) ـــ روسی میں انقلابی تحریک کا نمایاں کارکن اور نراجیت کا خاص نظریہ داں۔

کوتلر، ن۔ن۔ (1809-1924) ـــ کیڈیٹ۔ 1900-1906 میں وزیر زراعت۔

کولچاک، ا۔و۔ (1873-1920) ـــ زار کے بیڑے کا امیر البحر، شاہ پرست۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد اس نے روس کی حکومت کا سربراہ ہونے

کا اعلان کر دیا اور اورال، سائبیریا اور مشرق بعید جنگی بورژوا جاگیردارانہ آمریت کا سربراہ ہو گیا۔ فروری 1920 میں اس کی فوجوں نے سرخ فوج کے ہاتھوں شکست کھائی۔

ـــ گ ـــ

گوچکوف، ا۔ای۔ (1862-1936) ـــ بڑا روسی سرمایہ دار، اکتوبریوں کی انقلاب دشمن بورژوا پارٹی کو منظم کرنے والا اور لیڈر۔

گورکی، میکسم (پیشکوف، ا۔م۔) ـــ (1868-1936) ـــ عظیم پرولتاری ادیب، اشتراکی حقیقت پسندی کا بانی اور سوویت ادب کا جدامجد۔

گوریوچ، اے۔ل۔ (ایسمرنوف) ـــ روسی سوشل ڈیموکریٹ مینشویک۔

ـــ ل ـــ

لکسمبرگ (luxemburg)، روزا (1871-1919) ـــ بین الاقوامی مزدور تحریک کی ممتاز کارکن اور دوسری انٹرنیشنل کی بائیں بازو کے رہنماؤں میں سے تھیں اور جرمن کمیونسٹ پارٹی کی ایک بانی۔ جنوری 1919 میں ان کو گرفتار کر لیا گیا اور سزائے موت دی گئی۔

لوناچارسکی، ا۔و۔ (1870-1933) ـــ پیشہ ور انقلابی اور ممتاز سوویت ریاستی کارکن۔

لیبکنیخت (liebknecht) کارل (1871-1919) ـــ جرمن اور بین الاقوامی مزدور تحریک کے ایک نمایاں کارکن۔ جرمن میں نومبر انقلاب کے دوران روزا لکسمبرگ کے ساتھ جرمن مزدوروں کے انقلابی ہراول کے سربراہ رہے۔ جرمن کمیونسٹ پارٹی کے بانیوں میں سے تھے۔ انقلاب دشمنوں نے ان کو

وحشیانہ طور پر قتل کر دیا۔ ــــ م ــــ

ماسلوف، پ۔ پ۔ (1867-1946) ــــ روسی سوشل ڈیموکریٹ، مینشویک۔

ــــ ن ــــ

نپولین سوئم (لوئی بوناپارٹ) (1808-1873) ــــ فرانس کا شہنشاہ (1802-1870)۔

نکولائی رومانوف (نکولائی ثانی) (1868-1918) ــــ روس کا آخری زار جو 1894 سے 1917 تک حکمران رہا۔

ــــ ہ ــــ

ہیگل (hegel)، جارج فریڈرک ولہلم (1770-1831) ــــ ممتاز جرمن تصوریت پرست فلسفی۔

ناپارٹ کی اٹھارویں برومیئر

1852

دیباچہ

اٹھارویں برومیئر 39 کا پہلا ایڈیشن نکلے ہوئے 33 سال ہو گئے، اور اب پھر اس کا نیا ایڈیشن شائع کرنے کی ضرورت یہ ثابت کرتی ہے کہ کتاب کی اہمیت آج بھی کم نہیں ہوئی۔

یہ واقعی ایک بے مثل ذہنی کارنامہ ہے۔ وہ ہنگامہ خیز واقعہ جس نے تمام سیاسی دنیا کو ایک گرج کے ساتھ ہلا ڈالا تھا، اور جس پر کچھ لوگوں نے اخلاقی گراوٹ کہہ کر چیخ و پکار مچائی تھی، اور کچھ نے اسے انقلاب سے بچ نکلنے اور پانی گمراہی کی سزا پانے کے طور پر قبول کر لیا تھا، جس پر سب کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں لیکن سمجھا کوئی نہ تھا۔ اس واقعے کے فوراً بعد کارل مارکس نے اس مختصر، ملفوظات جیسی تحریر پر قلم اٹھایا اور فروری 1848 کے دنوں سے لے کر آگے تک فرانسیسی تاریخ کی رفتار کو واضح انداز سے پیش کر کے دکھا دیا کہ اس تاریخی رفتار کے اندرونی رشتے کیا تھے۔ دوسری دسمبر 1801 کو (40) جو معجزہ سا ہو گیا وہ ان اندرونی رشتوں کا قدرتی نتیجہ تھا۔ فرانسیسی سرکار الٹ دینے کا جو ہیرو تھا، اس کے ساتھ مارکس نے اپنی تحریر میں نفرت کا وہی برتاؤ کیا ہے جس کا وہ مستحق تھا۔ یہ تصویر ایسے کمال کے ساتھ کھینچی گئی ہے کہ تب سے آج تک جتنے واقعات روشنی میں آئے ہیں، وہ اس کی صداقت کا تازہ ثبوت پیش کرتے ہیں۔ عہد حاضر کی زندہ تاریخ کی ایسی لاجواب سوجھ بوجھ، اور جس لمحے واقعات ہوئے اسی وقت ان کی اتنی صفائی سے گہرائی تک سمجھ لینا ایسی

صفات ہیں جن کی مثال نہیں ملتی۔

اس کے لئے لازمی ہے کہ فرانسیسی تاریخ کا اتنا گہرا علم ہو جتنا مارکس کو نصیب تھا۔فرانس وہ **ملک** ہے، جہاں دنیا کے اور ملکوں سے کہیں زیادہ ہر مرتبہ طبقوں کی تاریخی رسہ کشی اپنے فیصلہ کن انجام کو پہنچتی رہی ہے۔فرانس میں وہ بدلتی ہوئی سیاسی شکلیں، جن کے اندر طبقاتی کشمکش حرکت میں رہتی تھی اور اس کا انجام کوئی صورت اختیار کرتا تھا، بہت ہی صاف انداز میں خود کو ابھارتی رہی ہیں۔قرون وسطیٰ میں جاگیرداری نظام کا یہ مرکز فرانس اور نشاۃ ثانیہ (41) کے زمانے سے جاگیروں کے اوپر ٹکی ہوئی سارے **ملک** کی ایک شاہی حکومت کا یہ نمونہ فرانس، انقلاب عظیم کے زمانے میں اس نے جاگیرداری کے پرزے اڑا دئے اور بورژوازی کی کھری حکمرانی ایسے طبقاتی رنگ روپ کے ساتھ قائم کر دی جس کی مثال یورپ کے کسی **ملک** میں نہیں ملتی۔بوروژازی کے غلبے کے مقابل سر اٹھانے والی پرولتاریہ کی جد جہد بھی فرانس میں اتنے کھلے روپ میں ابھرتی ہے جو دوسرے ملکوں میں نظر نہیں آتی۔یہی وجہ ہے کہ مارکس نے فرانس کی نہ صرف پچھلی تاریخ کے مطالعے پر خاص دیدہ ریزی کی بلکہ موجودہ زمانے کی تاریخ کی ساری تفصیلات کا کھوج لگایا اور ماضی وحال سے وہ تاریخی سروسامان جمع کیا جو اس کے مستقبل میں کام آئے، چنانچہ واقعات آگے بڑھے تو مارکس ان سے بدحواس نہیں ہوا۔

یہیں ایک اور پہلو بھی نکلتا ہے۔مارکس وہ پہلا شخص ہے جس نے تاریخ کی حرکت کا عظیم الشان قانون دریافت کیا۔وہ قانون یا اصول جس پر ہر قسم، کی تاریخی کشمکش چلتی ہے، چاہے تو وہ سیاسی دائرے میں ہو، مذہبی، فلسفیانہ یا کسی اور نظریاتی میدان میں ہو، لیکن دراصل وہ سماجی طبقوں کے درمیان رسہ کشی کا ہی کم وبیش اظہار

کرتی ہے اور یہ کہ ان طبقوں کا وجود، اس وجود کے ساتھ ہی ان کا باہمی ٹکراؤ بھی اس سے طے ہوتا ہے کہ ان طبقوں کی معاشی حالت کس درجے پر پہنچی ہے، طریق پیدا وار اور اس کی خصوصیت کیا ہیں، اور اس کی بدولت پیدا وار کے تبادلے کی صورت کیا ہے۔ یہ قانون جو انسانی تاریخ کے رگ و پیشہ میں وہی اہمیت رکھتا ہے جو قدرتی سائنسوں میں "انرجی" کے روپ بدلتے رہنے کا قانون، وہی مارکس کے کام آیا اور یہاں بھی اس نے ایک کنجی کا کام دیا جس سے مارکس نے دوسری ریپبلک (42) والے فرانس کی تاریخ کھول کر رکھ دی۔ پیش نظر کتاب میں تاریخ کے ان تازہ واقعات کو بھی مارکس نے اپنے دریافت کئے ہوئے قانون کے لئے کسوٹی بنا کر دیکھا اور ماننا پڑتا ہے کہ اب 33 سال گزر جانے کے بعد بھی، وہ قانون بالکل کھرا نکلا۔

1885 میں لکھا گیا۔ فریڈرک اینگلز

کتاب کا نام تھا:

karal marx, der achtzehnte brumaire louis bonaparte. humburg,1885۔

بوئی بونا پارٹ کی اٹھارویں برومیئر

1

ہیگل نے کسی جگہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ایسے واقعات اور ایسی ہستیاں جو تمام دنیا کی تاریخ میں اہمیت کی مالک ہوں، دو بار ظاہر ہوتی ہیں۔ یہاں وہ اتنا بڑھانا بھول گیا کہ پہلی بار المیے کی شکل میں اور دوسری بار مسخرے پن کے روپ میں۔ پہلے دانتن تھا تو دوسرا کوسی دیئر، پہلا روبس پیری تھا تو دوسرا لوئی بلان۔ پہلا

1839-95 والا montagne (''موٹین ''یا ''پہاڑی'')تھا تو دوسرا 1848-51 کا montagne(43) پہلا چچا تھا دوسرا بھتیجا۔ اٹھارویں برومیئر کا جو یہ دوسرا تازہ ایڈیشن آیا ہے، اس کا نقشہ بھی کچھ ایسا ہی جما ہے(44)۔

لوگ ہی اپنی تاریخ بناتے ہیں لیکن یہ نہیں ہوتا کہ جیسی سوچی تھی ویسی ہی بنالیں۔ کیوں کہ جن حالات میں تاریخ بنائی جاتی ہے، وہ ان کی اپنی پسند کے نہیں ہوتے، وہ تو انہیں براہ راست ماضی کی طرف سے بنے بنائے ملتے ہیں۔ ساری گزری ہوئی نسلوں کا کیا دھرا زندہ نسلوں کے دماغوں پر کابوس کی طرح سوار ہے۔ اور عین اس وقت جب یہ زندہ لوگ اپنے آپ کو اور اپنے اردگرد کو بدلنے پر آمادہ ہوتے ہیں اور کچھ ایسا کر گزرنا چاہتے ہیں جو پہلے کبھی نہ ہوا ہو، ایسے ہی انقلابی بحرانوں کے دور میں وہ ڈر اور جھجک کے ساتھ ماضی کی روحوں کو اپنی مدد کے لئے پکارتے ہیں، ان کے پچھلے ناموں سے کام نکالتے ہیں، ان کے جنگی نعروں اور لباسوں کو اپناتے ہیں تاکہ ماضی کی مقدس پوشاک میں اور مانگی ہوئی زبان کی مدد سے وہ دنیا کی تاریخ کے اسٹیج پر نیا منظر پیش کردیں۔ چنانچہ لوتھر نے حضرت پاول کا چہرہ لگایا، 1789 سے 1814 تک انقلاب نے باری باری کبھی روم ریپبلک کا، کبھی سلطنت روما کا جامہ پہن لیا، اور 1848 کے انقلاب کو اور کچھ ہاتھ نہ آیا تو اس نے بعض اوقات 1789 کے واقعات کی نقالی کی اور کبھی 95-1793 تک کی انقلابی روایات کا منہ چڑایا۔ یہ ایسی بات ہے کہ جب کسی آدمی نے نئی بدیسی زبان سیکھی ہو تو وہ برابر اپنی مادری زبان میں اس کا ترجمہ سوچتا جاتا ہے۔ جب تک کہ وہ ترجمے میں سوچنے سے خود کو آزاد نہیں کرلیتا اور جب تک نئی زبان کے استعمال کے وقت وہ اپنی زبان کو ذہن سے نکال نہیں دیتا تب تک نئی زبان کی روح نہ تو اس

کی گرفت میں آتی ہے اور نہ وہ اس کی مہارت حاصل کرتا ہے۔

عالمی تاریخ میں جب ہم مردہ روحوں کے طلب کئے جانے کو دیکھتے ہیں تو فوراً ان کے درمیان نمایاں فرق نظر کے سامنے ابھر آتا ہے۔ کامل دیمولین، دانٹن، را س پیری، سین ژوست، نپولین جیسے ہیرو اور پرانے انقلاب فرانس کی پارٹیاں اور عام لوگ جب اپنے زمانے کا عظیم فریضہ ادا کرنے کھڑے ہوئے کہ عہد حاضر کے پاؤں میں پڑی زنجریں توڑ ڈالیں اور بورژوا سماج کے قدم جمائیں تو انہوں نے قدیم تاریخ روما کا چولا پہن لیا اور اسی کی بولی اپنالی۔ ایک نے تو یہ کیا کہ جاگیر داری بنیاد کے پرخچے اڑا دئے۔ دوسرے نے فرانس کے اندران حالات کی داغ بیل ڈالی جن کا ہونا شرط تھا کھلے مقابلے کی ترقی کے لئے، زمین کی چھوٹی حد بند یوں سے پورا فیض اٹھانے کے لئے، قوم کی اس صنعتی پیداواری طاقت کا کام سے لگانے کے لئے جو اپنی زنجیریں توڑ چکی تھی۔ فرانس کی سرحدوں کے پار اس دوسرے نے جاگیرداری صورتوں کا ہر طرف سے اسی حد تک صفایا کر ڈالا جہاں تک فرانس میں اٹھتے ہوئے بورژوا سماج کی یہ غرض پوری ہوتی تھی کہ یورپ کے براعظم پر وقت کے تقاضے کے مناسب حالات قائم ہو جائیں، جب ایک دفعہ سماج کا نیا رنگ روپ نکل آیا، تو وہ دقیانوسی دیوی دیوتا سب غائب ہو گئے، اور انہی کے ساتھ قدیم تاریخ روم کے وہ ہیرو بھی گئے جو کفن پھاڑ کر نکل ائے تھے، وہ بروٹس، گراخی، پبلکولاس، وہ دربار اور درباری، یہاں تک کہ خود جولیس سیزر بھی غائب ہو گیا، ہوشیار اور کاروباری لحاظ سے چوکس بورژوا سماج کو اب سیئی، کوزین، روائی کولر، بنجامن کانستان اور گیزو جیسے حضرات کے وجود میں اپنے سچے ترجمان اور طرفدار مل گئے۔ اس سماج کے سپہ سالار دفتروں میں میز کرسی لگائے بیٹھے تھے اور اس سماج کا سیا

سی پیشوا تھا موٹی عقل کا لوئی یا زدہم۔ اب انہیں دولت پیدا کرنے اور کھلے مقابلے کی فضا بنانے کی کوششوں میں دم مارنے کی بھی مہلت نہ تھی، اور اتنا بھی یاد نہ رہا کہ قدیم روما کی روحیں ان کے جھولے کی رکھوالی کر چکی ہیں۔ بورژوا سماج میں جانبازی کی کتنی ہی کمی سہی۔ لیکن ہاتھ پاؤں نکالنے کے لئے اسے جانبازی سے بھی کام لینا پڑا، ایثار سے بھی، دہشت بھی پھیلانی پڑی، خانہ جنگی بھی اور عوام کی طرف سے میدان بھی لینا پڑا۔ رومن ریپبلک کی نیلی تلی قدیم روایات میں سے، بورژوا سماج کے شیرافگنوں (گلے ڈی ایٹروں) کو وہ آئیڈیل، آرٹ کی وہ شکلیں، وہ خود فریبیاں بھی ہاتھ آ گئیں جو خاص اس غرض سے درکار تھیں کہ اپنی جدوجہد میں جو بورژوا مصلحتیں یا مجبوریاں ہیں وہ خود کی نظر سے بھی پوشیدہ رہیں اور اپنا حوصلہ بھی ویسا بلند رکھا جائے جیسا تاریخ کے عالی شان المیہڈرامے میں رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح ایک صدی پہلے حالات کی سطح مختلف ہوتے ہوئے بھی، یہ واقعہ ہو چکا تھا کہ کرومویلا اور انگریزوں نے بورژوا انقلاب (45) کے لئے انجیل کے عہدنامہ عتیق (46) والی زبان بھی استعمال کی تھی، اس کے جوش اور نیرنگی سے بھی کام لیا تھا۔ جب کام نکل گیا، مراد برائی اور انگریزی سماج بورژوا سانچے میں ڈھل چکا تو پھر برطانوی فلسفی جان لاک نے انجیل والے پیغمبر ہبا کوک کی جگہ لے لی۔

اس طرح سے ان انقلابوں میں مردہ روحوں کو پھر سے زندگی دینے کا مطلب ہی یہ تھا کہ نئی جدوجہد میں آن بان پیدا ہو، نہ یہ کہ پرانے کا منہ چڑایا جائے، جو مہم درپیش ہے دماغوں میں اس کی عظمت بٹھائی جائے، نہ یہ کہ اصل مسئلے کے حل کرنے سے جان چھڑائی جائے، انقلاب کی روح پھر سے تازہ کی جائے، نہ یہ کہ ان روحوں کو آسیب کی طرح منڈلانے پر مجبور کیا جائے۔

1848 سے 1851 تک پرانے انقلاب (فرانس) کا صرف آسیب منڈلاتا رہا، مراست republicain en gants jaunes (زرد دستانوں والے ریپبلکن) سے لے کر جس نے پرانے (انقلاب کے ایک سورما) بینئی کا بہروپ بھرا تھا، اس بے مقصد قسمت آزمائی کرنے والے تک جس نے اپنے گھٹیا اور گھناؤنے خدوخال کو نپولین مرحوم کے فولادی نقاب میں چھپا رکھا تھا، وہی آسیبی روحیں پھرتی رہیں۔ پوری کی پوری قوم جو سوچتی تھی کہ ہم نے انقلاب کے ذریعے سے اپنی آگے بڑھنے کی قوت تیز کر دی ہے، ایک دم کیا دیکھتی ہے کہ وہ اور پیچھے مردہ دور میں جا پڑی ہے۔ اپنی اس حالت میں شک کی کیا گنجائش ہے جب کہ پرانی تاریخیں پھر سے زندہ کی جا رہی ہیں، واقعات کی پرانی کھتونی، پرانے نام، پرانے احکام جن سے محض داستان پاستان کے عالموں کو سروکار رہ گیا تھا، اور پرانے طرز کی جابرانہ پولیس، وہ گوڑا شاہی، جو بہت پہلے گل سڑ چکی تھی، پھر سے نمودار ہو گئی ہے۔ قوم محسوس کرتی ہے کہ وہ اس دیوانے انگریز کی طرح ہو گئی جو بیڈیم (47 کے پاگل خانے میں پڑا ہوا سمجھتا ہے کہ فرعونی مصر کے زمانے سے گزر رہا ہے ایتھوپیا (حبش) میں سونے کی کان کھودنے کا سخت بوجھ لدا ہے اور وہ اس بوجھ تلے ہائے واویلا کرتا جا رہا ہے تہہ خانے کی قید میں اس کے سر سے بندھی ہوئی مشعل کی بجھی بجھی روشنی ہے، باہر نکلنے کے دروازے پر جنونی پہرہ داروں کا ہجوم ہے جو نہ تو کان کھودنے کی مشقت کرنے والوں کی بات سمجھتے ہیں اور نہ ایک دوسرے کی، کیوں کہ ایک کی زبان دوسرا نہیں جانتا۔ انگریز دیوانہ چیخ رہا ہے "یہ سب مجھے بھگتنا پڑتا ہے، میں جو آزاد برطانوی پیدا ہوا تھا، مجھ سے یہ مشقت لی جا رہی ہے کہ پرانے زمانے کے فرعونوں کے لئے کان کھود کر سونا نکالوں"۔ فرانسیسی

قوم آہ بھر کر کہتی ہے "ہاں، بونا پارٹ خاندان کا قرضہ چکانے کے لئے یہ سب کرنا پڑے گا۔" انگریز کی جب تک عقل ٹھکانے تھی اس پر سونا بنانے کا بھوت سوار رہا۔ فرانسیسی جب تک انقلاب میں لگے ہوئے تھے، نپولین کی یاد سے غافل نہیں ہونے پائے جیسا کہ دسویں دسمبر 1848 کے الیکشن سے (48) ثابت ہوگیا۔ انقلاب کی آفتوں سے وہ ایسے گھبرائے کہ مصر قدیم کے سالن کو پچھتانے لگے (49)۔ اور دوسری دسمبر 1851 نے اس کا جواب دے دیا۔ انہیں اپنے پرانے نپولین کا صرف کارٹون ہی نہیں نصیب ہوا بلکہ سچ مچ کا نپولین ملا، البتہ کارٹون کی شکل میں انیسویں صدی کے وسط میں جیسا نظر آنا چاہئے تھا، ویسا ہی نپولین ملا ہے۔

انیسویں صدی کے سماجی انقلاب کو اپنی شاعری مستقبل سے لینی ہے، ماضی سے نہیں۔ اسے جو مہم درپیش ہے اس کی شروعات ہی نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ پرانے زمانے کے وہموں سے خود کو پاک نہیں کرلیتا۔ پہلے کے انقلابوں کو تجدید کی ضرورت تھی ماضی کی عالمی تاریخ کے واقعات تازہ کرنے کی، تاکہ وہ اپنے باطن کے بارے میں خود کو فریب دے سکیں۔ انیسویں صدی کے انقلاب کو ضرورت ہے اپنے مردوں کو دفنانے کی، تاکہ اس کا باطن نظر کے سامنے صاف آجائے۔ وہاں باطن پر بیان حاوی تھا، یہاں بیان پر باطن حاوی ہے۔

فروری کا انقلاب پرانے سماج کے لئے ناگہانی بات تھی، پرانا سماج دیدے پھاڑ کر رہ گیا اور لوگوں نے کہہ دیا کہ یہ ناگہانی چوٹ عالمی تاریخ کی اہمیت رکھتی ہے، یہ نئے دور کی آمد کا ڈنکا بجا رہی ہے۔ دوسری دسمبر کو چالاک پتہ بازنے کوئی اور ہی پتہ پھینکا اور فروری کا انقلاب غائب ہوگیا۔ نتیجہ یہ کہ کوئی موروثی بادشاہی تو کیا مٹتی، وہ معتدل رعایتیں ہی چھن گئیں جو موروثی بادشاہی کے قبضے سے صدیوں کی

جدو جہد کے بعد زبردستی وصول کی گئی تھیں۔ بجائے اس کے کہ کہ سماج میں نئی صفات کی جان پڑتی، معلوم یہ ہوا کہ ریاست الٹے پاؤں بہت قدیم شکل پر پہنچ گئی اور بے غیرتی کا وہ پرانا عمل دخل پھر سے ہو گیا جہاں صلیب اور دار و رسن کا زور چلتا ہے۔ فروری 1848 میں جو سامنے کی چوٹ (coup de main) لگائی گئی تھی، دسمبر 1851 کو حکومت کا تختہ الٹنے (coup de tete) سے اس کا جوا ب مل گیا۔ " جھونکا ہوا کا تھا ادھر آیا ادھر گیا "۔ تاہم ان دونوں واقعات کے درمیان جو وقت گزارا، رائیگاں نہیں گیا۔ 1848 اور 1851 کے درمیان فرانسیسی سوسائٹی نے، خلاصے کی صورت میں، چونکہ یہ خلاصہ انقلابی تھا، وہ سبق یاد کر لئے، وہ تجربہ حاصل کر لیا جن کا فروری کے انقلاب سے مقدم ہونا ضروری تھا تاکہ اگر واقعات کو محض اوپر کی سطح پر ہلچل برپا کرنے کے بجائے زیادہ سنجیدہ عمل کرنا ہے تو انہیں صحیح سمت یا قاعدے کی رفتار دی جا سکے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سماج جس نقطے سے چلا تھا اس سے بھی پیچھے جا پڑا، اور اور اب انقلاب کے اگلے سفر سے پہلے اسے نقطہ آغاز مقرر کرنا پڑے گا، وہ تعلقات اور وہ حالات پیدا کرنے ہوں گے جن کے ہونے پر ہی آج زمانے کا انقلاب ایک سنجیدہ حیثیت اختیار کر سکتا ہے۔

بورژوا انقلاب، مثلاً 18 ویں صدی کے انقلابوں کا قدم ایک فتح سے دوسری فتح کی طرف اٹھتا ہے۔ ایک کے بعد ایک ڈرامائی اثر چکا چوند کرتا جاتا ہے، لوگ اور سب کچھ پھل جھڑیاں چھوڑتے گزرتے ہیں، روز ایک نیا لطف ہے، نیا ولولہ ہے، لیکن ان سب کی عمر مختصر ہوتی ہے۔ جلدی سے وہ اپنی انتہائی بلندی کو چھو لیتے ہیں اور پھر نشہ اترتا ہے تو دیر تک خمار رہنے کے بعد یہ ہوش آتا ہے کہ طوفان اور ہنگامے کے دور کا جو حاصل ہوا ہے اسے سمیٹا جائے۔ اس کے برخلاف پرولتاری انقلاب، جو

19ویں صدی کے انقلاب ہیں، لگا تار خود تنقیدی کرتے ہیں، اور بار بار اپنی رفتار روک لیتے ہیں، پھر اسی پر پلٹ کر آتے ہیں جو بظاہر تکمیل پا چکا تھا تا کہ پھر وہیں سے قدم بڑھایا جائے، اور بے دردی کے ساتھ اپنی پہلے کی کوششوں کے ادھر کچرے پن اور کوتاہیوں کمیوں کا مذاق اڑاتے ہیں، دشمن کے قدم اکھاڑنے میں لگ جاتے ہیں گویا مقصد صرف اتنا ہے وہ زمین سے پھر تازہ قوت لے کر اٹھ کھڑا ہو اور پہلے سے بھی زیادہ قدم جما کر، طاقتور ہو کر ان کے سامنے آجائے۔ جس منزل مقصود پر پہنچنا ہے، اس سے پہلے جو انجانے مرحلے آتے ہیں، ان کا سامنا کرتے ہوئے بار بار پیچھے ہٹتے ہیں اور اس وقت تک یہ عمل جاری رہتا ہے جب تک پیچھے ہٹنے کی ساری راہیں کٹنے کی نوبت نہیں آجاتی اور جب تک خود زندگی پکار نہیں کہتی :۔

hic rhodus, hic salta۔ گلاب کے پھول ہیں، آؤ رقص کریں۔

(50)

فی الحال، وہ شخص جس نے فرانس کے واقعات کی رفتار کو سرسری نظر سے ہی دیکھا ہے، اس کے ہر قدم پر نگاہ نہیں رکھی، وہ بھی پہلے سے کھٹکتا ہوگا کہ یہ انقلاب آگے جا کر ایسا ڈوبے گا جس کی مثال نہیں ملتی۔ ڈیموکریٹ حضرات جس طرح اپنے دل میں خوش ہو ہو کر فتح کے شادیانے بجا رہے تھے اور ایک دوسرے کو مبارکباد یں دے رہے تھے، وہ سننے قابل تھا۔ مئی 1852 کے دوسرے اتوار (51) کو انہیں اپنے عمل کے انجام بخیر ہونے کی امید تھی، اس دوسرے اتوار کو انہوں نے کچھ ایسا اپنے دماغ میں بٹھا رکھا تھا گویا اس روز حضرت عیسیٰ پھر سے نمودار ہو جائیں گے اور اہل ایمان (خلیاست) (52) کا ہزار سالہ دور حکومت شروع ہوگا۔ معجزوں پر ایمان رکھنا ہمیشہ سے کمزوری کا بچاؤ رہا ہے، اگر یہ گمان کر لیا کہ جادو کے زور سے

اس نے میدان مارلیا تو اپنی جگہ سوچ لیتی ہے کہ دشمن کا سر نیچا ہوگیا۔غیب سے نازل ہونے والی آئندہ فتوحات پر بے عملی خوب بغلیں بجاتی ہے اوراس نشے میں حقیقت کا رہا سہا احساس بھی زائل کردیتی ہے۔اسے یہ امید رہتی ہے کہ آئندہ بڑے معرکے سر کرنے ہیں لیکن ان کے بتانے کا ابھی وقت نہیں آیا۔یہ سورما جو اپنی اکھلی نالائقی کو ان ترکیبوں سے غلط ثابت کرنے چلے تھے کہ ایک دوسرے سے ہمدردی جتائیں اورخاص ٹولی میں گروہ بند ہوجائیں،اب وہ اپنا بوریا بستر باندھ چکے ہیں اور اپنے سر جو سہرا بندھا تھا،اسی سہرے کے کچھ پھول اٹھائے ہوئے،ایکسچینج مارکیٹ پر اپنی جیب میں پڑی ہوئی in partibus (53) رپبلکن بھنانے پہنچ گئے ہیں جن رپبلکوں کی حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے والوں کی فہرست بھی انھوں نے چپتے چپاتے پہلے سے ہی بنا رکھی تھی۔دوسری دسمبر 1851 نے ان سورماؤں کے ہوش اڑادئے گویا کھلے آسمان سے بجلی گری ہو۔ایسے لوگ جو پست ہمتی کے وقت خوب زور کی آوازیں نکال کر اپنے اندرونی خوف واضطراب کو چھپالیا کرتے ہیں،وہ بھی اس بار مان گئے ہوں گے کہ وہ زمانے لد گئے جب بطخیں قائیں قائیں کرکے کیپٹول (54) کا قلعہ بچالیتی تھیں۔

آئین،قومی اسمبلی،خاندانی پارٹیاں،نیلے اور لال رپبلکن،افریقی ہیرو (55)،ڈانس کی گھن گرج،اخباروں کی جگمگاتی سرخیاں،سارا ادب،سیاسی نام اور عالمی شہرتیں،شہری قانون اور تعزیرات،کے اصول اور پھر مئی 1852 کا دوسرا اتوار۔سب کا سب گویا طلسم خیال تھا جو ایک ایسے آدمی کے چھومنتر سے غائب ہوگیا جسے دشمن بھی جادوگر نہیں مانتے۔ووٹ دینے کا عام حق جو تھوڑے دنوں بچا رہا وہ بھی وقتی تھا تاکہ ساری دنیا کی نظروں کے سامنے وہ اپنی مرضی سے وصیت نامے پر

دستخط کر کے عام لوگوں کی طرف سے کھلا اعلان کر دے کہ " کل من علیہا فان (جس چیز کا وجود ہے اسے فنا ہونا ہے)۔

جیسا کہ فرانسیسی کہتے ہیں، یہ کہنا کافی نہیں کہ ان کی قوم بے خبری کا شکار ہو گئی تھی۔کوئی قوم ہو یا عورت، ان کی زبان سے یہ عذر قابل قبول نہیں کہ جس منچلے نے پہلے قدم بڑھایا وہی بے خبری میں ان کے ساتھ جبریہ کارروائی کر گیا۔لفظوں کی الٹ پھیر سے معمہ حل نہیں ہوا کرتا البتہ وہ دوسری شکل میں سامنے آجاتا ہے۔سمجھ میں بات نہیں آتی کہ تین جعل ساز کس طرح تین کروڑ ساٹھ لاکھ کی قوم پر ایکا ایکی چھا سکتے ہیں اور بغیر کسی مقابلے کے انہیں جال میں پھانس سکتے ہیں۔

اب ہم مختصر لفظوں میں عام نقشہ پیش کرتے ہیں ان مرحلوں کا جن سے یہ تازہ انقلاب فرانس 24 فروری 1848 سے لے کر دسمبر 1851 تک گزرا ہے۔

اس کے تین خاص دور تھے فروری کا زمانہ؛ پھر 4 مئی 1848 سے 28 مئی 1849 تک وہ زمانہ جس میں ریپبلک کا قیام ہوا یا آئین ساز قومی اسمبلی قائم ہوئی۔ اس کے بعد 28 مئی 1849 سے دوسری دسمبر 1851 کا دور یعنی آئینی ریپبلک یا قانون ساز قومی اسمبلی کا زمانہ۔

پہلا دور جو 24 فروری 1848 کو لوئی فلپ کے اختیارات کے خاتمے سے شروع ہوتا ہے، خاص یہی فروری کا دور ہے جسے انقلاب کی تمہید کہنا چاہئے۔اس زمانے کی خصوصیت سرکاری طور پر یوں ظاہر ہوئی کہ ہاتھوں ہاتھ جو سرکار بنائی گئی تھی اس نے خود ہی اعلان کر دیا کہ وہ صرف وقتی یا عارضی ہے۔سرکار کے عارضی ہونے کے ساتھ ساتھ جو بھی کارروائی، حکم احکام، اعلان وغیرہ اس دور میں ہونے والے تھے، ان کی حیثیت بھی محض عارضی رہ گئی۔کسی کو یہ جرات نہ ہوئی کہ اپنے

مستقبل وجود کا یا عمل کی صداقت کا دعویٰ کرے۔ وہ سارے عناصر جو انقلاب کی تیاری میں یا اس کے تعین میں شریک تھے، مثلاً موروثی خاندانی اپوزیشن (56)، ریپبلکن بورژوازی، جمہوری ریپبلکن خیالات کی چھوٹی بورژوازی، اشتراکی جمہوریت پسند خیالات کے مزدور، ان سب عناصر کو فروری والی حکومت میں جو جگہ ملی وہ عارضی تھی۔

اس کے سوا اور کچھ نہ ہوسکتا تھا۔ فروری کے دنوں کی اول غرض یہ تھی کہ ایسی انتخابی اصلاحات کی جائیں جن کے ذریعے صاحب جائداد طبقوں کے اندر خاص سیاسی مراعات پانے والوں کا حلقہ اور وسیع ہوجائے اور مالیاتی شرفا کا تن تنہا غلبہ توڑ دیا جائے۔ لیکن جب واقعی ٹکر لینے کی نوبت آئی، جب عام لوگوں نے سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کیں اور نیشنل گارڈ نے کوئی سرگرمی نہ دکھائی تو فوج نے بھی جم کر مقابلہ نہیں کیا، اور موروثی بادشاہت نے فرار کی راہ اختیار کی تو ریپبلک آپ ہی آپ قائم ہوگئی۔ ہر ایک پارٹی نے اس کا اپنا مطلب نکالا۔

پرولتاریہ نے ہتھیار سنبھال کر ریپبلک جیتی تھی، اس نے اپنی چھاپ لگائی اور اعلان کر دیا کہ یہ سماجی ریپبلک ہوگی۔ چنانچہ نئے عہد کے انقلاب کی عام اندرونی کیفیت سامنے آگئی۔ یہ اندرونی کیفیت ایسی تھی کہ عجیب طرح سے اس بات کے خلاف پڑتی تھی جو موجودہ سروسامان کو دیکھتے ہوئے، لوگوں میں [سیاسی] تعلیم کے درجے کا اندازہ کرتے ہوئے، موجود صورت حال اور تعلقات کو نظر میں رکھتے ہوئے فوراً عمل میں لائی جاسکتی تھی۔ دوسری طرف یہ ہوا کہ فروری کے انقلاب میں اور جن عناصر نے ہاتھ بٹایا تھا ان سب کے دعوے مان لئے گئے اور ان کو حکومت میں شریک غالب بنایا گیا۔ چنانچہ اور کوئی ایسا معجون مرکب دور نہیں ملتا جس میں

اتنے بڑھ بڑھ کر دعوے بھی موجود ہوں اور اصل بے بسی اور بے یقینی بھی ملی ہوئی ہو، جس میں جدت و ندرت کا اتنا بے تحاشا جوش بھی موجود ہو، اور پرانے ڈھچر کا ایسا پکا غلبہ بھی، جس میں بظاہر پورے سماج کی ہم آہنگی اور تال میل کا بھرم بھی رکھا گیا ہو اور اندر سے سب عناصر بے میل اور بے جوڑ بھی رہتے ہوں۔ اس مدت میں جب پیرس کا پرولتاریہ اپنی نظر کے سامنے کھلے ہوئے شاندار امکانات کے نشے میں چور تھا اور نہایت سنجیدگی سے سماجی مسائل کی بحثوں میں لگا ہوا تھا، پرانی سماجی طاقتوں نے گروہ بندی کر لی، اپنی صفیں جوڑ لیں، سوچ بچار کیا اور قوم کی عام آبادی سے، کسانو یں سے چھوٹی حیثیت کے مالکوں سے وہ مدد مل گئی جس کی توقع نہ تھی؛ یہ وہ لوگ تھے جنہیں جولائی کی بادشاہت (57) کے وقت رکاوٹوں کا سامنا تھا اور اب رکاوٹوں کے گرتے ہی ایک دم سیاسی منظر پر چڑھ آئے تھے۔

دوسرا دور 4 مئی 1848 سے شروع ہو کر مئی 1849 کے آخر تک چلتا ہے۔ یہ زمانہ ہے آئین سازی کا، بورژوای ریپبلک کی بنیاد پڑنے کا۔ فروری کے دنوں کے فوراً بعد یہی نہیں کہ ریپبلک کے حامیوں نے موروثی خاندان والے مخالفین کو حواس باختہ کیا اور ریپبلک والوں کو اشتراکیوں نے بدحواس کر دیا، بلکہ پیرس نے پورے فرانس کے ہاتھ پاؤں پھلا دئے۔ قومی اسمبلی جس کا پہلا اجلاس 4 مئی 1848 کو ہوا، پوری قوم کے ووٹوں سے چنی گئی تھی اور پوری قوم کی نمائندہ تھی۔ فروری کے دن جن جن باتوں کے دعوے دار تھے، قومی اسمبلی ان سب کے خلاف ایک زندہ احتجاج بن گئی اور اس نے یہ کام کیا کہ انقلاب کے سارے پھل بورژوازی کی جھولی میں ڈال دے۔ ابھی اسمبلی کو شروع ہوئے چند روز گزرے تھے کہ پیرس کے پرولتاریہ نے اس کا اصلی کردار بھانپ لیا اور 15 مئی 1848

(58) کو ایک ناکام کوشش کی کہ طاقت سے اسمبلی کا کام تمام کر دے، اس کو توڑ دے اور پھر اجزا میں بکھیر دے جن اجزا سے مل کر یہ ڈھانچہ بنا تھا جو قوم کی اسپرٹ کی الٹی تاثیر سے خود پرولتاریہ کے لئے خطرہ بن گیا تھا۔ نتیجہ کیا ہوا؟ 15 مئی کو بلانکی اور اس کے ہم خیالوں کو جو واقعی پرولتاری پارٹی کے لیڈر تھے، سماجی زندگی کے دائرے سے نکال دیا گیا اور ایسا نکالا لا گیا کہ پھر زیر بحث دور میں وہ منظر عام پر آنے نہیں پائے۔

لوئی فلپ کی بورژوا بادشاہی کی جگہ صرف بورژوا ریپبلک لے سکتی ہے، یعنی اگر بادشاہ کے نام کے پردے میں اب تک بورژوا کا چھوٹا سا حصہ حکمرانی کرتا تھا تو اب سے عوام کے پردے میں پوری کی پوری بورژوازی کی فرماں روائی چلے گی۔ پیرس کے پرولتاریہ کے مطالبے سب ہوائی قلعے ہیں جن کا خاتمہ کر دینا چاہئے۔ آئین ساز قومی اسمبلی نے اُدھر یہ اعلان کیا، اِدھر پیرس کے پرولتاریہ نے جون کی بغاوت برپا کر کے (دیکھئے نوٹ نمبر 6) اس کا جواب دیا، جو یورپ کی خانہ جنگیوں کی تاریخ میں بہت ہی زبردست واقعہ تھا۔ بورژوائی ریپبلک نے یہ میدان مار لیا۔ اس کے حمایتیوں میں اوپر کے مالیاتی شرفا کا گروہ تھا، صنعتی بورژوازی تھی درمیانی طبقہ تھا، چھوٹی حیثیت کے کاروباری، فوج اور مفلس آوارہ گرد (Lumpenproletariat) جنہیں گشتی گارڈ (59) کی حیثیت سے منظم کر لیا گیا تھا، اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ، پادری اور دیہاتی آبادی، سب شریک تھے۔ پیرس کے پرولتاری طبقے کی حمایت میں کوئی نہ تھا، وہ تنہا رہ گیا۔ بغاوت فرو ہوتے ہی تین ہزار سے زیادہ باغیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور پندرہ ہزار کو مقدمہ چلائے بغیر جلاوطن کر دیا گیا۔ اس شکست کے بعد سے پرولتاری طبقہ انقلاب کے

منظر عام سے اوجھل ہو گیا۔ تب سے ہر ایک سے موقع پر، جہاں تحریک میں کچھ امنگ کے آثار پیدا ہوتے ہیں، پرولتاریہ پھر سے سامنے آنے کی کوشش کرتا ہے لیکن ہر بار اس کی طاقت گھٹتی جاتی ہے اور کوشش کا حاصل کم سے کم ہوتا جاتا ہے۔ پرولتاریہ سے اوپر کے جو سماجی پرت تھے، ان میں سے جب کوئی انقلاب کی آنچ سے گرم ہونے لگتا ہے تو پرولتاریہ اس سے مل جاتا ہے۔ اور اس طرح ان تمام شکستوں کی مار کھاتا ہے جو بعد میں ایک کے بعد ایک پارٹی کو اٹھانا پڑتی ہیں، شکست کھانے والی سوسائٹی کی سطح جتنی زیادہ جگہ گھیرتی ہے، بعد کی چوٹوں کا اثر اتنا ہی کم ہوتا ہے۔ اسمبلی میں اور پریس میں پرولتاریہ کے جتنے زیادہ نمایاں لیڈر تھے وہ یکے بعد دیگرے عدالت کی قربان گاہوں پر لائے جا رہے ہیں اور مشتبہ قسم کے لوگ ان کی جگہ سنبھالتے جا رہے ہیں۔ پرولتاریہ کا ایک حصہ ایسا ہے جو نظریاتی تجربوں کے پھیر میں، ایکسچینج بینکوں اور مزدور انجمنوں میں پڑتا جا رہا ہے، یوں کہئیکہ ایسی تحریک میں جا رہا ہے جہاں پہنچ کر وہ پرانی دنیا میں اتھل پتھل کرنے کے خیال میں ہی منکر ہے۔ وہ اتھل پتھل جو خود پرانی دنیا کے سارے زبردست ذریعے سمیٹ کر، ان کے بل پر کی جاتی ہے، اسی کو نہیں مانتا۔ اور سماج کی پیٹھ پیچھے سے بالکل ذاتی طور پر اپنی ہستی کے محدود حالات کے مطابق جیسے تیسے اپنی جان چھڑانے کی کوشش کر رہا ہے۔ لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہر بار کام بگڑ جاتا ہے، نظر ایسا آتا ہے کہ پرولتاریہ میں نہ تو اب اتنا دم ہے کہ اپنی پہلے کی سی انقلابی عظمت پھر حاصل کر لے، نہ اس کا یارا ہے کہ اپنے تازہ حلیفوں کی شرکت سے تازہ دم ہو جائے۔ یہ حالت تب تک رہے گی جب تک وہ تمام جن سے اس نے جون میں مقابلہ کیا تھا، خود بھی بے دم ہو کر گر نہ جائیں۔ خیر، کم از کم اتنا تو ہوا کہ پرولتاریہ نے عالمی تاریخی جنگ کے شایان شان

عزت آبرو کے ساتھ زخم کھائے۔ نہ صرف فرانس، بلکہ سارا یورپ جون کے واقعات کے زلزلے سے کانپ اٹھا ہے۔ حالانکہ اوپر کے طبقوں نے بعد میں جو شکستیں کھائیں وہ اتنی سستی پڑتی ہیں کہ خود فتح پانے والے فریق کو بے شرمی کے ساتھ بڑھا چڑھا کر بیان کرنا پڑتا ہے تاکہ انہیں بھی قابل ذکر واقعہ شمار کیا جا سکے، تاہم شکست خوردہ فریق پر ولتاریہ سے جتنا دور ہٹتا ہے بعد کی یہ شکستیں اور زیادہ شرمناک ہوتی جاتی ہیں۔

سچ یہ ہے کہ جون کے باغیوں کی شکست نے وہ زمین تیار کر دی جس پر بورژوائی ریپبلک کی عمارت اٹھائی جا سکے اور یہ بھی دکھایا کہ یورپ میں آج "ریپبلک یا بادشاہت" کی بحث نہیں بلکہ زیر بحث سوال کچھ اور ہے۔ اس شکست نے یہ راز بھی کھول دیا کہ بورژوا ریپبلک کا مطلب یہاں یہ ہے کہ ایک طبقہ دوسرے طبقوں پر من مانی حکومت چلائے۔ یہ بھی دکھا دیا کہ پرانے تمدن کے ملکوں میں جہاں طبقوں کی تقسیم بہت بڑھی ہوئی ہو، پیداوار کے جدید طریقے عام ہوں، اور ذہنوں کی بیداری اس حد کو پہنچ چکی ہو کہ صدیوں کے اثر سے تمام پچھلے خیالات تحلیل ہو کر رہ گئے ہوں، وہاں ریپبلک کا مطلب عام طور سے یہ ہوگا کہ بورژوائی سماج انقلابی کایا کلپ کی سیاسی شکل، نہ کہ قدامت پسندانہ شکل، جیسا کہ مثال کے طور پر شمالی امریکہ کی متحدہ ریاستوں میں رائج ہے جہاں اگرچہ طبقوں کا وجود ہے لیکن ابھی وہ ایک حالت پر قائم نہیں ہوئے بلکہ ایک دوسرے طبقے میں آمد و رفت یا ریل پیل برابر جاری ہے، جہاں پیداوار کے جدید ذرائع اپنے ساتھ ایک ٹھہری ہوئی فالتو آبادی کے ہم آہنگ ہونے کی بجائے آدمیوں یا محنتیوں کی کمی پورے کرنے کا فرض انجام دے رہے ہیں اور بالآخر جہاں مادی پیداوار کو آگے لے جانے کا جنون اور ولولہ، جسے

ابھی نئی دنیا کو اپنانا ہے، اتنا مصروف کار ہے کہ بھوتوں والی پرانی دنیا کا خاتمہ کرنے کے لئے نہ تو اس کے پاس وقت ہے، نہ موقع۔

جون کے دنوں میں سارے طبقوں اور پارٹیوں نے مل کر پرولتاریوں کے طبقے کے خلاف ایک ضابطہ پارٹی بنائی، جسے انارکی پارٹی کہا گیا۔ اسے سوشلزم اور کمیونزم کی پارٹی کا نام دیا گیا۔ انہوں نے سماج کو "سماج کے دشمنوں" سے بچالیا"۔ اپنی فوج کے لئے انھوں نے جو پلول یعنی شناخت کا بول چنا وہ بھی پرانے سماج کا نعرہ تھا "نجی ملکیت، خاندان، مذہب اور قاعدہ قانون" اور انقلاب کے مخالف مجاہدوں کو اس نعرے سے ابھارا کہ "اس صلیب کے سائے میں فتح پاؤ گے "(60)۔ اس لمحے کے بعد سے جب بھی ان کئی پارٹیوں میں سے ایسی کوئی پارٹی جو کبھی جون کے باغیوں کے مقابلے پر ان پرچموں تلے کھڑی ہوئی تھی، خود اپنے طبقے کی خاطر انقلابی میدان میں اترنے کی کوشش کرتی ہے تو اسے بھی انھی نعروں سے شکست دی جاتی ہے کہ "نجی ملکیت، خاندان، مذہب اور قاعدہ قانون "۔ ہر بار جب حکمرانوں کا حلقہ اور سکڑتا ہے، ہر بار جب زیادہ عام مفادوں کے بجائے خاص مفاد حاوی ہوتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ سماج کو دشمن کی زد سے بچایا گیا۔ چاہے سرمایہ دارانہ مالیاتی نظام کی اصلاح کا معمولی تقاضا ہو۔ چاہے سیدھا سادہ اعتدال پسندی کا مطالبہ ہو، چاہے یوں ہی رسمی سی ریپبلکن ازم کی مانگ ہو، یا سطحی سی جمہوریت پسندی کا مطالبہ، ان سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا جاتا ہے کہ یہ "سماج پر قاتلانہ حملہ" ہے اور اس سے "سوشلزم" کی بو آتی ہے۔ آخری بات یہ کہ وہی جو "مذہب اور قاعدے قانون" کے سب سے اونچے نگہبان تھے، انہی کو ٹھوکریں مار مار کر روحانی مسندوں سے اتارا جاتا ہے، آدھی آدھی رات کو بستروں سے

گھسیٹا جاتا ہے، حوالات کی گاڑیوں میں بھرا جاتا ہے، جیل میں ٹھونسا یا جلاوطنی میں پھینکا جاتا ہے، ان کی عبادت گاہوں کو مسمار کیا جاتا ہے، ان کے ہونٹوں پر مہر لگتی ہے، قلم توڑے جاتے ہیں اور ان کے قانون کی دھجیاں اڑا جاتی ہیں، مذہب، نجی ملکیت، خاندان اور قاعدے قانون کے نام پر۔ اسی نام پر یہ ہو رہا ہے کہ نشے میں بے قابو فوجیوں کے ہجوم اپنے چھجے پر کھڑے انھی بورژواؤں کو گولی مار دیتے ہیں جنہیں قاعدے قانون کی رٹ لگی ہوئی تھی، ان کے خاندان کی عزت پر آنچ آتی ہے، ان کے گھروں پر یوں ہی تفریح میں بم پھینکے جاتے ہیں۔ اور کمال یہ کہ بورژوائی سماج کا کوڑا کرکٹ بٹور کر قاعدے قانون کا پاکیزہ بازو تیار کیا جاتا ہے، پھر کراپیولینسکی سورما (لوئی بونا پارٹ) تویلری کے قصر شاہی میں "سماج کا نجات دہندہ" بن کر براجمان ہوتا ہے۔

2

آیئے، پھر سے اس ارتقا کی ڈور کا سرا تھامیں۔

جون والے دنوں کے بعد سے آئین ساز قومی اسمبلی کی تاریخ بورژوازی کے ریپبلکن گروہ کے غالب آجانے اور بکھر جانے کی تاریخ ہے، اس گروہ کے غلبے اور بکھراؤ کی جو مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے، ترنگے ریپبلکن، خالص ریپبلکن، سیاسی ریپبلکن اور رسمی ریپبلکن، وغیرہ وغیرہ۔

جب تک لوئی فلپ کی بورژوائی بادشاہت قائم تھی، اس گروہ نے باقاعدہ ریپبلکن خیالات کا یک حزب مخالف بنالیا تھا اور اپنے وقت کی سیاسی دنیا کے ایک جزو کی حیثیت منوالی تھی۔ خاص خاص اداروں میں اس کے نمائندے موجود تھے اور اخباری دنیا میں اچھا خاصا حلقہ اثر بنا ہوا تھا۔ پیرس میں جو اس کا ترجمان اخبار

(national)("نیشنل")(61) کے نام سے نکلتا تھا، بجائے خود اس کی اتنی ہی وقعت تھی جتنی journal des dedats (62) کی۔ آئینی بادشاہت کے ہوتے اس کی جو حیثیت بنی وہ اس کے کیرکٹر کے عین مطابق رہی تھی۔ یہ بورژوازی کا کوئی ایسا گروہ نہ تھا جسے مشترکہ مفاد نے جوڑ رکھا ہو اور جسے پیداوار کے خاص حالات نے ابھارا ہو۔ یہ دراصل ایک ایسی ٹولی تھی جس میں ریپبلکن خیالات کے بورژوا بھی شامل تھے، اہل قلم بھی، قانون پیشہ لوگ، افسر اور سرکاری اہلکار بھی۔ اس ٹولی کا اثر قائم ہو گیا ملک کی نفرت کی بدولت جو لوئی فلپ کے خلاف عام تھی، فرانس کی پہلی ریپبلک کی یاد جو دماغوں میں بسی ہوئی تھی، اس کی بدولت، خوابوں کی دنیا کے ان باسیوں کی دولت جو ریپبلکن اعتقاد رکھتے تھے، اور سب سے بڑی وجہ تھی فرانسیسی نیشنلزم جو ویانا کے صلح ناموں (63) کو اور انگلینڈ سے اتحاد کے تصور کو کسی طرح گلے اتارنے پر آمادہ نہیں تھا۔ لوئی فلپ کے زمانے میں "نیشنل" کے حامیوں کا ایک بڑا حصہ اسی دوپردہ امپیریلزم کی بدولت بنا تھا جو بعد میں، ریپبلک قائم ہو جانے پر خاص اسی وجہ سے لوئی بونا پارٹ کی صورت میں "نیشنل" مدمقابل اور دشمن بن کر کھڑا ہو گیا۔ "نیشنل" اخبار نے بھی اوپر مالیاتی شرفا کی اسی طرح کاٹ کی جیسے حزب مخالف کے دوسرے بورژا حلقوں نے کی۔ بجٹ پر جو بحث مباحثہ چلا اور فرانس میں یہ مباحثہ اور مالیات پر چھائے ہوئے شرفا کا منہ توڑ مقابلہ دونوں ایک دوسرے سے مطابقت رکھتے تھے، اس نے اخبار کو بہت سستی شہرت بھی دلوا دی اور ایسا مسالہ بھی ڈھیر کر دیا جس سے نہایت پاک پاکیزہ قسم کے اداریے لکھے جائیں کہ اس مباحثے سے فائدہ اٹھایا جاتا تھا۔ صنعتی بورژوازی اس کی شکرگزار ہوئی کہ "نیشنل" نے فرانس کے سرپرستانہ سسٹم کی حمایت میں آنکھیں بند کر کے

پورا زور لگا دیا، اگر چہ اخبار نے یہ اندھا دھند طرفداری زیادہ تر قوم پرستی کی نظر سے کی تھی، سیاسی معاشیات کے پہلو سے نہیں۔ ساری کی ساری بورژوازی نے احسان مانا اس بات کا کہ "نیشنل" نے سوشلزم اور کمیونزم پر دل کا بخار خوب نکالا۔ یہ ضرور ہے کہ "نیشنل" والوں کی پارٹی خالص ریپبلکن تھی یعنی اس نے بورژوائی حکمرانی والی بادشاہی شکل کی بجائے ریپبلکن شکل طلب کی، اور سب سے اول یہ کہ اس حکمرانی میں اوروں کے حصے سے کچھ زیادہ ہی دبالینا چاہا۔ مگر اس سیاسی ادل بدل کی شرطوں کے بارے میں اس کا ذہن بہت دھندلکے میں تھا۔ البتہ ایک بات روز روشن کی طرح صاف تھی اور لوئی فلپ کے آخری دنوں میں جو اصلاحات کے سلسلے کی شاندار دعوتیں ہوئی ہیں ان موقعوں پر بھی کھلے لفظوں میں مانی گئی، وہ یہ کہ چھوٹی حیثیت کے جمہوریت پسندوں میں، خاص کر انقلابی پرولتاریہ میں اس پارٹی کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جا رہا۔ یہ خالص ریپبلکن لوگ شروع شروع میں صرف اتنے پر راضی ہونے والے تھے، اور اتنے ہی پر راضی ہو جانا خالص ریپبلکنوں کا چلن بھی ہے، کہ اورلین کی شہزادی (Ducshess of Orleans) کو لے کر ایک کام چلاؤ حکومتی ریجنسی بنالی جائے، چنانچہ فروری کا انقلاب اٹھتے ہی انہوں نے اپنے بہترین آدمیوں کو عارضی حکومت میں جگہ بھی دلوا دی۔ شروع سے ہی انہیں قدرتی طور پر بورژوازی کا اعتماد حاصل تھا اور آئین ساز قومی اسمبلی میں اکثریت بھی بنی ہوئی تھی۔ عارضی حکومت میں جو اشتراکی عنصر آ گیا تھا، اس کو لگے ہاتھوں انتظامیہ کمیشن سے باہر رکھا گیا۔ یہ وہی انتظامیہ کمیشن ہے جسے قومی اسمبلی نے اپنے اولین اجلاس میں مقرر کیا تھا۔ "نیشنل" والوں کی پارٹی نے جون میں پھوٹ پڑنے والی بغاوت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خود انتظامیہ کمیشن کو ہی

برخواست کر دیا اور اس ترکیب سے اپنے سب سے نزدیکی حریفوں، یعنی چھوٹی بورژوائی یا جمہوریت پسند ریپبلکنوں (مثلاً، لیدرو رولین وغیرہ) سے بھی جان چھڑالی۔ بورژوائی ریپبلکن پارٹی کے جنرل کوے نیاک نے، جون کے قتل عام کا سپہ سالار یہی شخص تھا، انتظامیہ کمیشن کی ساری ذمہ داریاں، ڈکٹیٹرانہ اختیارات کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ "نیشنل" اخبار اکا چیف ایڈیٹر مراست آئین ساز قومی اسمبلی کا مستقل صدر بن بیٹھا۔ وزارتیں اور انہیں کے ساتھ خاص خاص عہدے خالص ریپبلکنوں کے ہاتھ پڑے۔

ریپبلکنوں کے بورژوائی گروہ نے، جو بہت دنوں سے خود کو جولائی والی بادشاہت کا جائز وارث سمجھ رہا تھا، دیکھا کہ ارمان پوری ہونے سے کچھ زیادہ ہی مل رہا ہے۔ البتہ اس گروہ کو جو نصیب ہوا وہ اس صورت سے نہیں جیسا لوئی فلپ کے زمانے میں سوچ رکھا تھا، کہ بورژوازی کی طرف سے تخت وتاج کے خلاف ایک آزادخیال قسم کا ہنگامہ برپا ہوگا، بلکہ ہوا یہ کہ سرمائے کے خلاف پرولتاریہ کی بغاوت کو بندوق کے چھروں سے ٹھنڈا کر دیا گیا۔ وہ واقعہ جسے اس گروہ نے انتہائی انقلابی ہنگامہ فرض کیا تھا وہ حقیقت میں الٹا انقلاب کے خلاف واقعہ نکلا۔ پکے پھل اس بورژوائی گروہ کی جھولی میں گرے، لیکن زندگی کے درخت tree of life پر پکے ہوئے نہیں بلکہ علم و آگاہی کے درخت tree of knowledge سے اترے ہوئے۔

بورژوا ریپبلکنوں کی بے شرکت حکومت صرف 24 جون سے 10 دسمبر 1848 تک چلی۔ آخر میں ریپبلکن آئین کا خاکہ دے کر اور پیرس کے محاصرے کی حالت کا اعلان کر کے اٹھ گئی۔

نیا آئین اصلیت میں 1830 کے آئینی چارٹر (64) کا ایک ریپبلکن ایڈیشن تھا اور کچھ نہیں۔ جولائی والی بادشاہت نے جو انتخابی حق کو شرطیں لگا کر محدود کر رکھا تھا، جس کے تحت بورژوازی کے بڑے حصے کو سیاسی اختیارات یا حکمرانی کا موقع نہیں ملتا تھا، وہ بورژوائی ریپبلک کے وجود سے میل نہیں کھاتے تھے۔ فروری والے انقلاب نے ان شرطوں کو منسوخ کر کے ان کی جگہ فوراً عام رائے دہندگی اور انتخابات کا حق دینے کا اعلان کر دیا۔ بورژوا ریپبلکنوں کے اختیار کی بات نہ تھی کہ اس اعلان کو رد کر دیتے، اس پر صرف اتنی شرط بڑھا کر ان کی تسلی ہوگئی کہ رائے دھندہ اپنے حلقہ انتخاب میں چھ مہینے رہ چکا ہو۔ پہلے سے جو انتظامیہ محکمے چلے آ رہے تھے، میونسپل سسٹم تھا، عدالتی نظام تھا، فوج وغیرہ تھی، وہ سب جوں کا توں رہا۔ جو نئے آئین نے کہیں کچھ بدلا بھی تو صرف خانے بدلے، اندر تک نہیں چھیڑا، صرف نام بدلے، چیزوں کو نہیں چھوا۔

1848 کی آزادیوں کے جنرل اسٹاف، یعنی شخصی آزادی، تحریر و تقریر، یونین، جلسہ جلوس، تعلیم اور عقیدے کی آزادی، ان سب کو آئینی وردی پہنا دی گئی جس سے وہ ہر قسم کی دخل اندازی سے بالاتر ہو گئے۔ ان میں سے ہر ایک آزادی کو ہر ایک فرانسیسی باشندے کا بے دخل حق مان لیا گیا، اس ہلکی سی شرط کے ساتھ کہ ان پر تب تک کسی قسم کی پابندی نہ ہوگی جب تک "دوسروں کے مساویانہ حقوق اور سماجی سلامتی" کی طرف سے رکاوٹ نہ پڑے ___ یعنی ایسے "قانونوں" کی طرف سے پابندی نہ لگائی جائے جن کا مطلب ہوگا انفرادی آزادی اور سماجی سلامتی کے درمیان ہم آہنگی کی خاطر بیچ بچاؤ کرنا۔ مثال کے طور پر فرانسیسی آئین کا باب دوم، دفعہ 8 کہتی ہے:

"باشندوں کو انجمن بنانے کا، پر امن اور بے ہتھیار جلسے جلوس کا، اپیل دائر کرنے کا، عدالتی چارہ جوئی کا، پریس میں یا جس طرح چاہیں اپنے خیالات ظاہر کرنے کا پورا اختیار ہے۔ ان اختیارات کے استعمال پر سوائے اس کے کوئی حد بندی نہ ہوگی کہ دوسروں کو بھی برابر کا اختیار ملے، اور سماجی سلامتی قائم رہے"۔

...دفعہ 9 کہتی ہے:

"تعلیم آزاد ہے۔ تعلیم کی آزادی کا استعمال ان شرطوں کے تحت عام ہوگا جو قانون کی طرف سے احتیاط یا سرکاری نگرانی کی طرف سے لگائی جائیں"۔...دفعہ 3 کہتی ہے:

"ہر ایک باشندے کی رہنے کی جگہ پر کوئی دخل اندازی نہیں ہوسکتی۔ اس حق کی خلاف ورزی صرف اس صورت میں ہوسکتی ہے جب قانون میں درج کی ہوئی صورتوں کی پوری پابندی کی جائے" وغیرہ وغیرہ۔

بس یہ آئین بار بار حوالہ دے رہا ہے کہ آئندہ کچھ ایسے ضمنی قانون آنے والے ہیں جو تفصیلی تشریح کریں گے ان شرطوں کی جو آزادانہ حقوق کے ساتھ لگی ہیں اور ان غیر مشروط آزادیوں کے استعمال میں باقاعدگی پیدا کریں گے تاکہ وہ ایک دوسرے سے بھی نہ ٹکرائیں اور سماجی سلامتی سے بھی ان کا تصادم نہ ہو۔ آگے چل کر قاعدے قانون کے خیر خواہوں نے یہ ضمنی قانون بنا دیئے اور ان آزادیوں میں کچھ ایسی باقاعدگی پیدا کی کہ بورژوازی ان سے کھلا فائدہ اٹھا سکے، اور برابر کے حقوق رکھنے والے دوسرے طبقوں کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہ پڑنے پائے۔ جہاں بھی "دوسروں" کو ان آزادیوں سے محروم کیا گیا، یا ان کے استعمال کو ایسی شرطوں کا پابند کیا گیا، جو پولیس کے پھندوں میں پھنسانے والی تھیں وہاں ہمیشہ

ایک ہی عذر تھا کہ یہ سب کچھ "سماجی سلامتی" کی خاطر کیا جارہا ہے یعنی بورژوازی کی سلامتی کی خاطر، جیسی کہ آئین میں گنجائش رکھی گئی تھی۔ چنانچہ دونوں فریق بجا طور پر آئین کی طرف رجوع کرتے تھے_ قاعدے قانون کے خیرخواہ بھی جنہوں نے ساری آزادیوں کے معطل کر دیا، اور وہ ڈیموکریٹ بھی جو ساری آزادیاں طلب کرتے تھے۔ آئین کے ہر ایک پیراگراف میں اس کی کاٹ بھی رکھی گئی تھی، اس کا اپنا ایوان بالا (راجہ سبھا) اور ایوان عوام (لوک سبھا) موجود تھا: عام جملوں میں آزادی ہی آزادی اور ضمنی شرطوں میں اس کی منسوخی۔ نتیجہ یہ کہ جب تک آزادی کے نام کی آبرو رہی اور صرف اس کے اصلی وجود میں رکاوٹ پڑتی تھی_ ظاہر ہے کہ یہ رکاوٹ قانون کی بنیاد پر ڈالی جاتی تھی_ تب تک آزادی کا آئینی وجود بھی بنا رہا، اسے نہیں چھیڑا گیا، اگرچہ روزمرہ کی زندگی میں آزادی کے وجود پر کاری سے کاری ضرب پڑتی رہتی تھی۔

اس آئین کو دخل اندازی سے پاک رکھنے میں بڑی چالاکی سے کام لیا گیا تھا پھر بھی یونانی داستان کے اکیلیس پہلوان کی طرح اس میں کمزور رگ موجود تھی۔ ایڑی میں نہیں بلکہ سر میں، اور ایک نہیں بلکہ دوسروں میں، جو اس کے شانوں کے اوپر اٹھے ہوئے تھے؛ ایک طرف قانون ساز اسمبلی، دوسری طرف پریذیڈنٹ۔ آئین پر ایک سرسری نظر ڈالنا کافی ہے اور فوراً معلوم ہوجاتا ہے کہ صرف دو دفعات جن میں پریذیڈنٹ کا قانون ساز اسمبلی سے تعلق جتایا گیا ہے، صرف وہی غیر مشروط ہیں، اور ان کی اثباتی حیثیت ہے، ان میں ایک دسرے کی کاٹ نہیں، کسی ہیر پھیر کی گنجائش نہیں۔ بورژوائی ریپبلکنوں کی یہاں صرف اس سے غرض تھی کہ اپنی پوزیشن پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔ دفعہ 40 سے 70 تک آئین میں یہ رکھا گیا ہے کہ قومی

اسمبلی آئین کی پابندرہ کر پریذیڈنٹ کو ہٹا سکتی ہے، لیکن پریذیڈنٹ چاہے تو قومی اسمبلی آئین کی پابندی کرتے ہوئے نہیں ہٹا سکتا، ہٹانے کے لئے خود آئین کو ہی رد کرنا ہوگا۔ چنانچہ خود آئین ہی شہ دیتا ہے کہ طاقت کے زور سے اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ 183 کے چارٹر میں تو صرف اقتدار ہی بٹا ہوا تھا، یہاں اس تقسیم کو ایسی انتہا تک پہنچا دیا گیا ہے کہ اس کا تضاد نا قابل برداشت ہو گیا۔ آئینی اختیارات کا کھیل، جسے گیزو نے قانون سازی اور انتظامیہ کے جداگانہ اختیارات کی پارلیمنٹری چخ چخ کہا ہے، 1848 کے آئین میں اس طرح کھیلا گیا کہ جو کچھ ہے، داؤ پر لگا دو۔ ایک طرف ساڑھے سات سو نمائندوں کی قومی اسمبلی ہے، یہ نمائندے عام رائے دہندگی سے چنے ہوئے ہیں، اور پھر سے چنے جانے کے مجاز ہیں، ان سے مل کر قومی اسمبلی بنی ہے جس پر کسی کا زور نہیں، وہ نہ تحلیل کی جا سکتی ہے، نہ تقسیم کی جا سکتی ہے، اس کے قانون سازی کے اختیارات کی کوئی حد نہیں؛ جنگ، امن یا تجارتی معاہدے کے فیصلوں کی مختار ہے، معافی دینے کا حق صرف اس کو پہنچتا ہے اور مستقبل اجلاس رکھنے کی بدولت وہ ہمیشہ منظر عام پر حاوی رہتی ہے۔ دوسری طرف پریذیڈنٹ ہے۔ جسے شاہی کے تمام اختیارات حاصل ہیں۔ وہ قومی اسمبلی سے پوچھے بغیر اپنے وزیر مقرر یا الگ کر سکتا ہے۔ انتظامیہ اختیارات کی تمام باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہے، سارے عہدوں کی تقرری کا اختیار ہے، جس کی بدولت پورے فرانس کے کم از کم پندرہ لاکھ آدمی کی تقدیر اس کے قبضہ قدرت میں ہے، کیونکہ مختلف درجوں کے 5 لاکھ سرکاری ملازمتوں سے پندرہ لاکھ کی روزی وابستہ ہوتی ہے فوج کی ساری مسلح طاقت اس کے تحت ہے۔ یہ خصوصی اختیار حاصل ہے کہ کسی مجرم کو چاہے تو معاف کر دے، نیشنل گاڈ کو برخاست کر دے، اور اسٹیٹ کونسل کی

منظوری کے ساتھ جنرل کونسلوں، ضلع کونسلوں اور میونسپل کونسلوں کو بھی توڑ دے جو لوگوں کے ووٹ سے چنی جاتی ہیں۔ دوسرے ملکوں سے جو معاہدے کئے جائیں، ان کی تحریک کرنے اور انہیں کوئی رخ دینے کا رول بھی اسے انجام دینا ہے۔ اور ایسی حالت میں جب کہ اسمبلی برابر لوگوں کی نظر کے سامنے موجود ہے اور آئے دن پبلک کی نکتہ چینی کی شکار رہتی ہے، پریذیڈنٹ سب کی نظر سے اوجھل یلی سے ئی (65) کے شاہی محل میں زندگی گزارتا ہے۔ اس کے دل ونظر کے سامنے آئین کی ایک دفعہ 45 ایسی ہے جو روزانہ پکار کر کہتی ہے frerf,il faut mourir (بھائی، مرنے کو تیار رہو!)۔ اپنے انتخاب کے چوتھے سال مئی کے لاجواب مہینے کے دوسرے اتوار کو آپ کے اختیارات کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ (کیتھولک راہبوں کا ایک فرقہ ان لفظوں سے آپس میں سلام کرتا ہے۔ (ایڈیٹر)۔ آپ کی شان ہوا ہو جائے گی، اس ڈرامے کا دوسرا منظر نہیں کھلنے والا، اور اگر آپ کی طرف قرضہ نکلتا ہو تو وہ جو آپ کو آئین کی منظوری سے 6 لاکھ فرانک تنخواہ ملتی ہے، اس میں سے وقت پر ادا کرنے کی کوشش کیجئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ مئی کے لاجواب مہینے کے دوسرے سوموار کو کلیشی (66) روانہ ہونے والے ہوں اس طرح، اگر آئین نے اصل طاقت پریذیڈنٹ کے ہاتھ میں دے رکھی تھی تو اس نے کوشش کی کہ اخلاقی طاقت قانونی پیراگرافوں سے پیدا کرنا ممکن نہیں ہوتا، اس کے علاہ یہ بھی ہوا کہ پریذیڈنٹ کو تمام فرانسیسیوں کے براہ راست ووٹ سے چنوا کر آئین نے خود اپنے پاؤں میں کلہاڑی ماری۔ ایسے میں جب کہ سارے فرانس کے ووٹ سات سو پچاس ممبران میں بٹے ہوئے ہیں، پریذیڈنٹ کی صورت میں ان کا ارتکاز صرف ایک شخص پر ہے۔ قومی اسمبلی کا ہر ایک ممبر کسی ایک پارٹی کا، کسی ایک حلقے کا یا ٹھکانے

کا نمائندہ ہے یا اور کچھ نہیں تو صرف اس لئے نمائندگی کر رہا ہے کہ انہیں [ووٹران] کو ساڑھے سات سو میں سے ایک کا چناؤ کرنا ہے، حالانکہ نہ تو اصل سوال پر کوئی خاص دھیان دیا گیا، نہ چنے جانے والے کی شخصیت پر۔ اور ایک ہے پریذیڈنٹ جسے پوری قوم کے ووٹوں سے چنا گیا اور اس کا چناؤ ترپ کا پتہ ہے جو خود مختار قوم چار سال میں صرف ایک بار چلتی ہے، قوم کے ساتھ چنی ہوئی قومی اسمبلی کا رشتہ مابعد الطبیعیاتی (بہت پھیر کا) ہے، لیکن چنے ہوئے پریذیڈنٹ کا رشتہ قوم کے ساتھ ذاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قومی اسمبلی کے الگ الگ ممبروں میں قومی اسپرٹ کے رنگا رنگ پہلوؤں کی ترجمانی ہوتی ہے، لیکن پریذیڈنٹ کی ذات میں ساری قوم کی اسپرٹ سمٹ آتی ہے، قومی اسمبلی کے مقابلے میں پریذیڈنٹ کی پشت پر گویا غیبی ہاتھ ہے، وہ قوم کی عنایت سے صاحب اختیار رہوا ہے۔

کہتے ہیں کہ سمندروں کی دیوی تھی ٹس (thetis) نے اکیلیس کے حق میں جوان مرگی کی پیش گوئی کی تھی۔ یہ آئین جس میں اکیلیس کی طرح کمزور رگ پائی جاتی ہے، اسی یونانی ہیرو کی طرح پیشگوئی کا شکار رہا کہ اسے بھی عین نوجوانی میں موت آئے گی۔ سمندر کی دیوی کو ضرورت نہیں تھی کہ پانی سے نکل کر آئے اور پبلک کے قانون سازوں، خالص پبلکنوں کے کان میں اپنا منتر پھونک جائے۔ بس، اگر یہ لوگ اپنے آدرشوں کی پبلک کے ہوائی محل سے نیچے جھک کر حقیر پُر تقصیر زمین پر ایک نظر ڈال لیتے تو صاف پتہ چل جاتا کہ شاہ پرستوں، بوناپارٹ والوں، ڈیموکریٹوں اور کمیونسٹوں کی سینہ زوری بڑھنے کے ساتھ خود ان کی مقبولیت بھی زور بہ زور اسی رفتار سے گھٹتی جا رہی تھی جس رفتار سے وہ قانون سازی کے فنی شہپارے کی تکمیل کے قریب پہنچ رہے تھے۔ انھوں نے آئین کے پھندے میں تقدیر کو

پھانسنے کی کوشش کی۔ آئین کی دفعہ 111 کے مطابق یہ قاعدہ رکھا کہ آئین پر کسی نظر ثانی یا ترمیم کے لئے کم ازکم تین چوتھائی ووٹ ضروری ہوں گے، اور پے در پے تین ایسے مباحثوں میں یہ ووٹ دئے جائیں۔ مزید شق یہ تھی کہ کم ازکم پانچ سو ممبران لازماً ووٹ میں حصہ لیں۔ ہوں۔ یہ محض ایک ناکارہ کوشش تھی ایسے برے وقت بھی اپنے ہاتھ میں اقتدار رکھنے کی، جسے انہوں نے دور سے بھانپ لیا تھا کہ وہ پارلیمنٹ کے اندر اقلیت میں رہ جائیں گے۔ اور ایسی حالت میں جبکہ پارلیمنٹ کی اکثریت حاصل کرلی تھی اور حکومت کی طاقت کے سارے ذریعے ان کے ہاتھ میں آگئے تھے، وہ اپنی طاقت اس بُرے وقت کے لئے بنائے رکھنے کی کوشش کر رہے تھے کیونکہ وہ روز بہ روز ان کے کمزو ہاتھوں سے پھسلتی جارہی تھی۔

آخر میں آئین ایک نیم ڈرامائی پیراگراف میں خود کو سپرد کرتا ہے "پوری فرانسیسی قوم اور اس قوم کے ہر فرد کی ہوشیار باشی اور اور حب وطنی کے "حالانکہ اس سے پہلے ایک دفعہ میں یہی آئین " خبردار " اور "حب وطن رکھنے والے "فرانسیسیوں کو نرم و نازک اور بہت ہی گہری چھان پھٹک کرنے والے faute cour (ہائی کورٹ) کے سپرد کر چکا ہے جسے آئین نے خاص اسی غرض سے وضع کیا تھا۔

یہ تھا وہ 1848 کا دستور جو دوسری دسمبر 1851 کو کسی ایک شخص کے سر مار دینے سے نہیں بلکہ محض ٹوپ کے چھو جانے سے منہ کے بل گر گیا، یہ ضرور ہے کہ ٹوپ نپولین کا سا تکونا ٹوپ تھا۔

جن دنوں قومی اسمبلی کے اندر بورژوائی ریپبلکن اس آئین میں رنگ بھر رہے تھے، اس پر بحث کر رہے تھے اور اس کے حق میں ووٹ دے رہے تھے، اسمبلی کے

باہر کوے نیاک نے پیرس کے محاصرے کا اعلان کر رکھا تھا۔ یہ محاصرہ آئین ساز اسمبلی کی دایہ تھی جو ریپبلک کی پیدائش کے وقت دردزہ کی دیکھ بھال کر رہی تھی، اگر آگے چل کو سنگینوں کے زور پر ہی اس کا اختتام ہوا تھا تو یہ نہ بھولنا چاہئے کہ اسی طرح سنگینوں کی نوک پر، اور جب ان کا رخ عوام کی طرف تھا پیدائش کے وقت اس کی حفاظت کی گئی تا کہ اس کو وجود میں لایا جا سکے۔ "با اصول ریپبلکنوں" کے باپ داد نے اپنے آئین کے نشان یعنی ترنگے جھنڈے (67) کو سارے یورپ میں دورہ کرنے بھیجا۔ انہوں نیا پنی باری میں خود ایک چیز ایجاد کی جو خود سے پورے براعظم میں گئی لیکن ابھی دلوں میں اس کی محبت سرد نہ ہوئی تھی کہ یہ ایجاد جب اپنے وطن کو واپس آئی تو فرانس کے آدھے محکموں نے اس کے حق شہریت پر مہر بھی لگائی، یہ فرانسیسی ایجاد ہے محاصرے کی حالت۔ لاجواب ایجاد ہے۔ فرانسیسی انقلاب کے دور میں جب بھی بار بار ابتلا کا دور آیا، یہ ایجاد کارآمد نکلی۔ لیکن فوجی ڈیرے، جن کا بوجھ پہلے بھی کئی بار فرانسیسی سماج سر پر لادا گیا تا کہ اس کی سمجھ بوجھ پر دباؤ پڑے اور اسے نچلا بٹھا دیا جائے، وہ تلوار اور بندوق جسے کئی بار عدالت اور انتظام، سرپرست اور سنسر کی ذمہ داری ادا کرنے کا، پولیس والے اور رات کے چوکیدار کا کام انجام دینے کا موقع ملا، وہ مونچھیں اور وردی جن کے بارے ڈنکے بجا دئے گئے کہ وہی سوسائٹی کی عقل کل اور اس کی مربی ہیں۔ بھلا یہ فوجی بارک اور ڈیرے، یہ تلوار اور بندوق، یہ مونچھیں اور وردی آخر میں خود اس نتیجے پر کیوں نہ پہنچتیں کہ اچھا ہے کہ سوسائٹی کو ایک مرتبہ ہمیشہ کے لئے بچالیا جائے، خود اپنے بندوست کو سب سے اونچی اپنی حیثیت دے دی جائے، اور بورژوا سماج کو اپنا انتظام چلانے کے دردسر سے بالکل ہی نجات دے دی جائے۔ فوجی بارک اور ڈیرے تلوار اور بندوق، مونچھو

ں اور وردی کو یہ خیال یوں بھی زیادہ آنا چاہئے تھا کہ اگر وہ ایسا کرنے پر آجائیں تو انہیں اپنی بیش قیمت خدمات کے بدلے نقد رقم بھی زیادہ ہاتھ لگے گی، جب کہ وقتاً فوقتاً محاصرے کی حالت میں اور بورژوازی کے ایک یا دوسرے گروہ کے حکم پر سوسائٹی کا عارضی بچاؤ کرنے کی صورت میں خود ان کے پلے بہت کم پڑتا تھا، سوائے اس کے کہ کچھ جوان مارے جاتے، کچھ زخمی ہوتے، اور بورژوازی کی طرف سے انعام میں کچھ تیکھی مسکراہٹیں مل جاتیں۔ فوجی جوان اپنے حق اور اپنے مفاد میں خود ہی کیوں نہ محاصرے کی حالت کا اعلان کر کے دیکھ لیتے اور پھر اسی میں بورژوا کی تجوری کا بھی محاصرہ ہو جاتا۔ جملہ معترضہ کے طور پر، اسی ضمن میں یہ بھی نہ بھولنا چاہئے کہ کرنل برنار، جنگی کمیشوں کا وہی نمائندہ جس نے کوے نیاک حکومت کے دنوں میں 15 ہزار باغیوں کو مقدمہ چلائے بغیر جلاوطن کیا تھا، پھر ان جنگی کمیشنوں کا سربراہ بنا بیٹھا ہے جو پیرس میں کام کر رہے ہیں۔

پیرس کے محاصرے کی حالت کا اعلان کر کے اگر "بااصول" اور خالص ریپبلکنوں نے ایسی نرسری جمائی جس میں آگے چل کر دوسری دسمبر 1851 کے پری ٹورین (68) اگنے والے تھے، تو دوسری طرف بھی وہ داد کے مستحق ہیں کہ لوئی فلپ کے زمانے میں تو وہ قومی جذبات کو خوب بھڑکایا کرتے تھے، لیکن اب جب کہ ساری قوم کے اختیارات ان کی مرضی پر منحصر ہو گئے تو غیر ملکی طاقتوں کے سامنے رینگنے لگے اور بجائے اس کے کہ اٹلی کو آزاد کرتے، آسٹریا کو اور نیا پولٹن (69) کو موقع دے رہے ہیں کہ بڑھ کر پھر سے اٹلی پر قبضہ کر لیں۔ 10 دسمبر 1848 کو جب لوئی بونا پارٹ کا پریزیڈنٹ کی جگہ چناؤ ہوا، اسی چناؤ نے کوے نیاک کی ڈکٹیٹری اور آئین ساز اسمبلی، دونوں کا خاتمہ کر دیا۔

آئین کی دفعہ 44 میں کہا گیا ہے کہ "فرانسیسی ریپبلک کا پریزیڈنٹ ایسا شخص نہیں ہوسکتا جو کبھی کسی وقت فرانسیسی شہری کے حق سے محروم ہو چکا ہو" اور پہلا ہی پریزیڈنٹ لوئی نپولین بونا پارٹ وہ شخص ہے جس نے نہ صرف یہ کہ اپنی فرانسیسی شہریت کھودی تھی، بلکہ انگلینڈ مین اسپشل کانسٹبل رہ چکا ہے اور سوئٹزلینڈ کے شہری کا حق رکھ چکا ہے(70)۔

کسی اور جگہ میں دسویں دسمبر کے الکشن کی اہمیت بیان کر چکا ہوں۔ مارکس کی ایک اور تصنیف ''فرانس میں طبقاتی جدو جہد 1848 سے 1850۔ (ایڈیٹر) یہاں اس کو نہیں دہراؤں گا۔ صرف اتنا کہ دینا کافی ہے کہ وہ کسان، جنھیں فروری کے انقلاب کا بھگتان کرنا پڑا تھا، انھوں نے الیکشن کے دوران قوم کے باقی طبقوں کے خلاف اپنا جذبہ ظاہر کیا۔ یعنی دیہات نے شہر سے ناراضی کا اظہار کیا۔ فوج کو یہ الیکشن دل سے پسند آئے کیونکہ "نیشنل" ریپبلکنوں نے نہ تو فوج کی عزت بڑھائی تھی، نہ تنخواہ۔ بڑی حیثیت کی بورژوازی نے لوئی بانا پارٹ کو خوش آمدید کہا کیوں کہ وہ اسے بادشاہت کی طرف پلٹنے کا عارضی مرحلہ سمجھے، چھوٹی حیثیت کی بورژوازی اور پرولتاریہ نے بھی اس کا استقبال کیا کہ وہ اسے کوے نیاک کے جرم کی سزا سمجھ رہے تھے، آئندہ کہیں مجھ کو موقع ملے گا کہ فرانسیسی انقلاب سے کسان کے تعلق پر زیادہ نزدیک سے بحث کرسکوں۔

20 دسمبر 1848 سے آئین ساز اسمبلی کے توڑے جانے کی تاریخ مئی 1849 تک کا زمانہ بورژوائی ریپبلکنوں کے زوال کی تاریخ پیش کرتا ہے۔ بورژوازی کے لئے ریپبلک قائم کرکے انھوں نے انقلابی پرولتاریہ کو میدان سے نکال دیا اور جمہوریت پسند چھوٹی بورژوازی کو تھوڑے عرصے کے لئے خاموش کر دیا

لیکن خود بھی بورژوازی کے بڑے ہجوم کے ہاتھوں، جس نے سمجھا ہے کہ یہ ریپبلک اسی کی جاگیر ہے، بالکل بے دخل کر دئے گئے۔ بورژوازی کی یہ بڑی سے بڑی تعداد بہر حال تھی شاہ پرست۔ اس کا ایک حصہ یعنی بڑے جاگیردار ''بحالی'' Restoration کے زمانے میں (دیکھئے نوٹ نمبر 16) حکومت کر چکے تھے، اس لئے وہ اب جائز وارث والے (legitimists) تھے۔ دوسرا حصہ یعنی مالیات پر چھائے ہوئے شرفا اور بڑے بڑے صنعت کار جولائی کی بادشاہت کے دنوں میں برسر اقتدار رہ چکے تھے، اس لئے اورلین والوں (17) کے حامی ہو گئے۔ فوج کے اعلیٰ عہدے دار، یونیورسٹی، چرچ، عدالت، اکادیمی اور پیرس کے بڑے لوگ دونوں فریقوں میں تھے، کسی میں کم، کسی میں زیادہ۔ بورژوازی کے ان دونوں حصوں کو اس بورژوا ریپبلک میں، جس کا نہ تو بوربوں نام تھا، نہ اورلین، بلکہ اس کا نام تھا کیپٹل، ریاست کی ایسی شکل میسر آ گئی جس میں دونوں مل ملا کر حکومت کر سکتے تھے۔ جون کی بغاوت انہیں ایک پارٹی میں تو جوڑ ہی چکی تھی، جس کا نام تھا "ضابطہ پارٹی" (72)۔ اب وقت آیا کہ بورژوائی ریپبلکنوں کے اس گروہ کو بے دخل کیا جائے جو قومی اسمبلی کے اندر پوزیشن بنائے بیٹھا تھا۔ یہ خالص ریپبلکن جسمانی طاقت کو عام لوگوں کے خلاف استعمال کرنے میں جتنے بے درد تھے اتنے ہی وہ بزدل، بے زبان، کم ہمت، بے بس اور مقابلے کے نا اہل نکلے جب انہیں پیچھے ہٹنا پڑا اور انتظامیہ طاقت اور شاہ پرستوں کے سامنے اپنے ریپبلکن ازم اور حق قانون سازی کا سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ یہاں کچھ ضروری نہیں کہ میں ان لوگوں کے بکھراؤ کی شرمناک تاریخ بیان کروں۔ وہ ٹوٹے نہیں بلکہ صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ ان کا رول ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ اسمبلی کے اندر بھی اور باہر بھی بعد کے دنوں میں ان کا

وجود صرف یادوں میں رہ گیا۔ ایسی یادیں جو صرف تبھی تازہ ہوتی ہیں جب ریپبلک کا نام زبانوں پر آتا ہے اور جب بھی انقلابی تصادم پستی کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ ضمناً یہ بھی کہتا چلوں کہ وہ اخبار۔ "نیشنل" جس نے پارٹی کو اپنا نام دیا تھا وہ لوگ آگے چل کر سوشلزم کا طرفدار ہو گیا۔

اس دور کا ذکر تمام کرنے سے پہلے ہمیں پلٹ کر دو طاقتوں پر نظر ڈالنی ہے جن میں سے ایک نے دوسری طاقت کا کام 2 دسمبر 1851 کو تمام کر دیا حالانکہ 20 دسمبر 1848 سے آئین ساز اسمبلی کے برخاست ہونے تک دونوں میں شادی کے تعلقات رہے تھے۔ دونوں پارٹیوں سے ہمارا مطلب ایک تو لوئی بونا پارٹ اور دوسری متحدہ شاہ پرستوں کی پارٹی، جو ضابطہ پارٹی یعنی بڑی حیثیت کی بورژوازی کی پارٹی تھی۔ پریزیڈنٹ کی ذمہ داری سنبھالتے ہی لوئی بونا پارٹ نے فوراً ضابطہ پارٹی کی وزارت بنا ڈالی اور اس کا سربراہ مقرر کیا اودی لوں بارو کو۔ نظر میں رکھنے کی بات ہے کہ یہ شخص پارلیمنٹری بورژوازی کے سب سے آزاد خیال گروہ کا ایک پرانا لیڈر تھا۔ مسٹر بارو کو آخر قلمدان وزارت ہاتھ آ گیا جس کی پرچھائیں 1830 سے ان کا پیچھا کر رہی تھی۔ بڑی بات یہ کہ ملی بھی تو وزیر اعظم کی کرسی، مگر وہ اس طرح نصیب نہ ہوئی جیسے انہوں نے لوئی فلپ کے زمانے میں آرزو کی ہو گی کہ پارلیمنٹ کے اندر حزب مخالف کے سب سے ترقی یافتہ لیڈر بن کر بیٹھیں بلکہ اس کے بجائے اپنے کٹر دشمنوں کے حلیف بن کر یسوعی پارٹی اور جائز وارث والوں (jesuits and legitimists) کا ساتھ دے کر ملی اور یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ پارلیمنٹ کو قبر میں اتار دیں۔ وہ دلہن کو سہرے جلوے سے لے تو آئے لیکن وہ تب تک بیعصمت ہو چکی تھی۔ خود لوئی بونا پارٹ چلمن کی اوٹ میں تھا، ضابطہ پارٹی نے اس کی

طرف سے عمل کر دکھایا۔

وزراتی کونسل کے پہلے ہی جلسے میں قرار پایا کہ فوجی مہم روم بھیجی جائے اور اتفاق اس پر ہوا کہ قومی اسمبلی کے پس پشت یہ کارروائی ہو البتہ اسمبلی کے سامنے بہانہ بنا کر رقم کی منظوری حاصل کر لی جائے۔ اس طرح سے نئی وزرات نے قومی اسمبلی کو فریب دینے سے اور خفیہ سازش سے اپنا کام شروع کیا، یہ سازش روم کی انقلابی ریپبلک کے خلاف باہر کی مطلق العنان طاقتوں کے ساتھ کی گئی تھی، ٹھیک اسی طرح اور اسی جوڑ توڑ سے بونا پارٹ نے دوسری دسمبر والے انقلابِ حکومت کی تیاری کی جس کا رخ شاہ پرستوں کی قانون ساز اسمبلی اور ان کی آئینی ریپبلک کے خلاف تھا۔ یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ وہی پارٹی جس نے 20 دسمبر 1848 کو لوئی بونا پارٹ کی وزرات بنوائی تھی، دوسری دسمبر 1851 کو قانون ساز قومی اسمبلی کے اندر اکثریت رکھتی تھی۔

اگست کے مہینے میں آئین ساز اسمبلی نے ان آئین کے ضمنی قوانین کا پورا سلسلہ تیار کرنے انہیں نافذ کر چکنے کے بعد برخواست ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ 6 جنوری 1849 کو ضابطہ پارٹی نے اپنے ایک نمائندے راتو کی زبانی یہ تجویز رکھی کہ اسمبلی ان ضمنی قوانین کو اپنے حال پر چھوڑے اور خود اپنے برخواست ہونے کا فیصلہ منظور کر دے۔ صرف اودی لوں بارو کی وزرات نے ہی نہیں بلکہ قومی اسمبلی کے تمام شاہ پرست ممبروں نے تحکمانہ لہجے میں جتایا کہ اسمبلی کا برخواست ہو جانا لازمی ہے تاکہ اعتماد بحال کیا جا سکے، ضابطے کی پابندیاں کی جائیں، عارضی انتظاموں کا جو اتھاہ سلسلہ چل رہا ہے، وہ ختم ہو، اور معاملات ایک یقینی صورت اختیار کریں۔ ان کا کہنا تھا کہ قومی اسمبلی نئی حکومت کا کارگزاری میں اڑچن بن گئی ہے اور خواہ مخواہ

کی ضد سے اپنی عمر بڑھانے چلی جاتی ہے، ملک اس کے وجود سے اکتا چکا ہے۔ قانون ساز طاقت پر ایسے آوازے کسے گئے تو لوئی بونا پارٹ نے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیا، انہیں زبانی یاد کر لیا اور دکھایا کہ انہی سے سب کچھ سیکھا ہے۔ جو نعرے وہ لگا رہے تھے، اس نے انہی کو خود ان کے خلاف موڑ دیا۔

باروت کی وزرات اور ضابطہ پارٹی اور آگے بڑھے، انہوں نے قومی اسمبلی کے نام فرانس کے کونے سے اپیلیس کرائیں اور نرم لفظوں میں اس سے تقاضا کیا کہ وہ اپنی جگہ چھوڑ کر ہٹ جائے۔ اس ترکیب سے انہوں نے عوام کو جو منظم نہیں تھے ان کی سوچ کو ہموار کیا تا کہ خود اسمبلی کے خلاف آگ میں کود پڑیں حالانکہ یہ اسمبلی انہی عوام کی خواہش کا ایک منظم آئینی اظہار تھی۔ انھی لوگوں نے بونا پارٹ کو پارلمینٹری اداروں کے خلاف عوام سے اپیل کرنا سکھایا تھا۔ آخر 29 جنوری 1849 کو وہ دن آ گیا جب آئین ساز اسمبلی کو اپنے برخاست ہونے کا فیصلہ کرنا تھا۔ جس میں اس کے اجلاس ہو رہے تھے، دیکھا کہ اس پر فوج کا قبضہ ہے۔ ضابطہ پارٹی کے جنرل شنگارنیے جس کے ہاتھ میں اس روز نیشنل گارڈ اور مقامی چھاونی کی کمان تھی، پیرس میں فوج کی بڑی پریڈ کا معائنہ کر رہا تھا، گویا لام بندی ہو رہی ہے، ادھر متحدہ شاہ پرستوں نے قومی اسمبلی کو دھمکی دی کہ اگر وہ سیدھی طرح نہیں مانتی تو پھر طاقت سے کام لیا جائے گا۔ وہ راضی ہوگئی۔ البتہ یہ ہے کہ تھوڑی سی پراپنی عمر بڑھا لینے کا مول بھاؤ کر لیا۔ 29 جنوری 1849 کی یہ تاریخ تھی ہی کیا، سوائے اس کے کہ دوسری دسمبر 1851 کا coup d etat (انقلابِ حکومت)، جسے شاہ پرستوں نے پوئی بونا پارٹ سے مل کر ریپلکن قومی اسمبلی کے خلاف برپا کیا تھا؟ شاہ پرست حضرات نے یا تو دیکھا نہیں یا دیکھنا ہی نہیں چاہا کہ بونا پارٹ نے

29 جنوری 1849 کے واقعات کا فائدہ اٹھایا تا کہ فوج کا ایک حصہ اس کی نظروں کے سامنے پریڈ کرتا ہوا تویلری محل سے گزارا جائے اور پارلیمنٹ کی طاقت کے مقابل فوجی طاقت کے اس پہلے مظاہرے کو بڑی بے صبری سے گرہ باندہ لیا تا کہ رومن بادشاہ کلی گولا (73) کی مثال تازہ کر دے لیکن شاہ پرست حضرات تو صرف اپنے جنرل شنگارنیے کو تک رہے تھے۔

ضابطہ پارٹی کو آئین ساز اسمبلی کی عمر کا رشتہ قطعی کرنے کی جلدی اس لئے پڑی تھی کہ اسے آئین کے ضمیمے کے طور پر ضمنی قوانین سے غرض تھی، مثلاً تعلیم کے بارے میں، مذہب یا عقیدے کے بارے میں، وغیرہ۔ متحدہ شاہ پرست اس بات کو نہایت اہم سمجھتے تھے کہ یہ قانون خود انہیں کے ہاتھوں بنیں، ان کے بنانے میں ریپبلکنوں کا ہاتھ نہ ہو جنہیں کسی کا اعتبار نہیں۔ انہی قوانین میں ایک ایسا بھی تھا جس کے ذریعہ ریپبلک کے پریزیڈنٹ کی ذمہ داریاں واضح کی گئی تھیں۔ 1851 میں قانون ساز اسمبلی اسی قسم کے قانون کا مسودہ تیار کرنے میں لگی تھی کہ لوئی بوناپارٹ نے اس قطعی فیصلے کے ہونے سے پہلے ہی دوسری دسمبر کو تختہ الٹ دیا۔ متحدہ شاہ پرست 1851 میں پارلیمنٹ کی اپنی سرمائی مہم کے وقت کیا کچھ دینے کو تیار نہ تھے، صرف اتنے کے لئے کہ پریزیڈنٹ کی ذمہ داریوں کے بارے میں قانون بن کر تیار ہو جائے۔ اور وہ قانون انہی ریپبلکنوں کی اسمبلی کے ہاتھوں بنے جنہیں کسی کا اعتبار نہیں اور شاہ پرستوں سے عداوت رکھتے ہیں۔

29 جنوری 1849 کو جیسے ہی آئین ساز اسمبلی نے اپنا آخری ہتھیار توڑا، مسٹر بارو کی وزارت اور قاعدہ قانون کے حامیوں نے اسے موت کے گھاٹ اتارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اسے نیچا دکھانے کی ہر ممکن تدبیر کی اور مجبور

ولاچار اسمبلی کے ہاتھ سے وہ قانون بھی زبردستی بنوا لئے جن کی وجہ سے عوام میں اس کی رہی سہی عزت بھی مٹ جائے۔ اور بونا پارٹ جو اپنے خاص نپولینی خیالات میں غرق تھا، نے بے شرمی سے پارلیمانی طاقت کی اس ذلت کو اپنا کام نکالنے کے لئے استعمال کیا۔ چنانچہ 8 مئی 1849 کو قومی اسمبلی نے تو وزارت پر اظہار ناپسندیدگی کا ووٹ پاس کیا کیونکہ جنرل اودینو نے چیوری تاوے کے مقام پر قبضہ کرلیا، اور حکم جاری کیا کہ روم سے فوجی مہم واپس بلا کر اسی مقررہ مطلب (74) تک محدود رکھی جائے، لیکن بونا پارٹ نے اسی شام کو اخبار (moniteur) (75) میں وہ خط چھپوا دیا جس میں جنرل اودینو کو شاندار کارناموں کی مبارکباد دی گئی تھی۔ پارلیمنٹ والے تو بیٹھے کاغذی کارروائی ہی کرتے رہے، اور بونا پارٹ اتنے میں فوج کا عالی ظرف سرپرست بن بیٹھا۔ شاہ پرست اس پر بغلیں بجا رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ وہ اس کو بے وقوف بنالیں گے۔ آخر جب مراست نے، آئین ساز اسمبلی کے صدر کی حیثیت سے لمحہ بھر کے لئے قومی اسمبلی کی سلامتی خطرے میں پڑتے دیکھی اور آئین کی قانونی اجازت سے، ایک کرنل کو اس کی رجمنٹ سمیت طلب کرلیا تو کرنل نے حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا اور اپنی صفائی میں ڈسپلن کا حوالہ دے کر کہا کہ جنرل شنگارنیے سے رجوع کرنا چاہئے اور اس جنرل نے بھی مراست کی مرضی اس طنزیہ جملے کے ساتھ ٹھکرا دی کہ اسے عقل لڑانے والی سنگینیں (bionnettes intelligentes) پسند نہیں ہیں۔ نومبر 1851 میں متحدہ شاہ پرستوں نے بونا پارٹ سے فیصلہ کن ٹکر لینے کے ارادے سے اپنے بدنام زمانہ مسودہ قانون (Questor's bill) (76) کے ذریعے یہ اصول پاس کرانا چاہا کہ قومی اسمبلی کے صدر کو براہ راست فوج طلب کرنے کا اختیار ہونا چاہئے۔

ان کے ایک جنرل لےفلو نے مسودہ قانون پر دستخط بھی کر دئے ۔جنرل شنگارنیے کا ووٹ بھی اس کے حق میں پڑ گیا،تیئر ے نے بھی پچھلی آئین ساز اسمبلی کی دوراندیشی کی خوب داد دے ڈالی۔لیکن سب فضول ۔وزیر جنگ سین آرنو نے اسے وہی جواب دیا جو خود شنگارنیے مراست کو دے چکا تھا اور یہ جواب "موٹین" والوں کی تالیوں کے شور میں دب گیا۔

اس صورت سے ضابطہ پارٹی نے، جب وہ قومی اسمبلی بھی نہیں تھی ،صرف وزرات ہی سنبھالے تھی، پارلیمنٹری طرز حکومت کے ماتھے پر کالک لگا دی اور جب 2دسمبر 1851 کو اسے فرانسسے جلاوطن کر دیا تو یہی پارٹی ہائے واویلا بھی کرتی ہے۔

اچھا،اب ہماری طرف سے پارلیمنٹری طرز حکومت کو سفر مبارک ہو۔

3

28 مئی1849 کو قانون ساز قومی اسمبلی نے اپنا اجلاس شروع کیا، دوسری دسمبر 1851 کو وہ برخواست کر دی گئی۔ یہ دور ہے جس میں آئینی یا پارلیمنٹری ریپلک کا وجود رہا۔

پہلے فرانسیسی انقلاب کے وقت آئین پسندوں کی حکومت کے فوراًبعد " ژیروندیستوں " کا اقتدار قائم ہوا اور ان کے فوراًبعد جیکوبی گروہ نے باگ دوڑ سنبھالی (77)۔ان میں سے ہر ایک پارٹی کو اپنے سے زیادہ ترقی پسند پارٹی کی پشت پناہی حاصل رہی ۔جیسے ہی ایک پارٹی انقلاب کو اتنی آگے تک لے آتی کہ اس کا ساتھ نہ دے سکے یا سے اور آگے نہ لے سکے،تو پشت پر کھڑی ہوئی زیادہ دلیر حلیف پارٹی اسے ایک طرف ہٹا کر خود نکل آتی اور پھر اسے قتل گاہ کے حوالے کر

دیتی۔اس طرح سے انقلاب منزل اوپر چڑھتا رہا۔

1848 کے انقلاب میں اس کے برعکس ہوا ہے۔ یہاں پرولتاری پارٹی چھوٹی حیثیت کی بورژوا ڈیموکریٹک پارٹی کی دم چھلا نظر آتی ہے اور وہ اس پرولتاری پارٹی سے دغا کرتی ہے۔ اسے الگ کر دیتی ہے۔ پہلے یہ واقعہ 16 اپریل (78) کو ہوا۔پھر 15 مئی کو اور پھر جون کے دنوں میں خود ڈیموکریٹک پارٹی بورژوا رپبلکن پارٹی کے کاندھے کا سہارا لیتی ہے۔بورژوا رپبلکنوں کی حالت یہ کہ جہاں انہیں اپنی پوزیشن مضبوط ہونے کا اعتبار ہوا، انہوں نے اپنے کاندھے سے بلائے جان ساتھی کا بازو ہٹایا اور خود ضابطہ پارٹی کے بازو کا سہارا لے لیا۔ ضابطہ پارٹی کاندھے جھٹکتی ہے، بورژوا رپبلکنوں سے دامن چھڑاتی ہے اور جھپٹتی ہے کہ مسلح فوج کے کاندھے پر سوار ہو جائے۔اسے اپنی جگہ یہی گمان ہے کہ فوج کے کاندھے پر جمی بیٹھی ہے کہ اتنے میں آنکھ کھلی تو پتہ چلا کہ کاندھوں کی جگہ سنگینیں نکل آئیں۔ ہر ایک پارٹی اپنے پیچھے لگی ہوئی پارٹی کو لات مارتی ہے اور راستہ نکالنے کے لئے اگلی پارٹی کو دھکیلتی ہے، لیکن آگے والی اسے پیچھے دھکیل دیتی ہے۔ مسخرے پن کی اس دھکا پیل میں وہ پارٹی خود سنبھال نہیں پاتی، گرتی ہے اور گرتے میں منہ بنانا بھی لازمی ہے اور عجیب طرح ہاتھ پاؤں چلانا بھی۔اس صورت میں انقلاب نیچے اترتا چلا جاتا ہے۔فروری میں جب سڑکوں سے آخری روک (بیری کیڈ) ہٹائی گئی اور پہلا انقلابی اقتدار قائم ہوا۔اس سے پہلے ہی انقلاب الٹے پاؤں سیڑھیاں اتر رہا تھا۔

یہ دور جس سے ہم فی الحال بحث کر رہے ہیں، ایک عجب قسم کا مجموعہ اضداد کا دور ہے کہ ایک دوسرے کی کاٹ یہاں جمع ہو گئی ہے۔ایسے آئین پسند ہیں جو کھلے

بندوں آئین کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں، ایسے انقلابی ہیں جنہیں آئینی کار روائی کے حمایتی ہونے کا اقرار ہے،قومی اسمبلی ہے جو چاہتی ہے کہ سب طاقت اسی کے ہاتھ میں رہے اور پارلیمنٹری حیثیت سے ہمیشہ چلتی رہے؛"مونٹین" گروہ ہے جو سمجھتا ہے کہ اس کا کام ہے صبر شکر کرنا، اور اپنی آج کی شکستوں کو ان پیش گوئیوں سے ٹال جاتا ہے کہ فتوحات کا وقت آنے والا ہے۔شاہ پرست ہیں جو رپبلک کی patres conscripti(سنیٹ کے ممبروں) کا رول ادا کرتے ہیں اور حالات سے مجبور ہیں کہ باہمی نفاق کے شکار شاہی خاندانوں کو، جن سے انہیں نسبت ہے ملک سے باہر رکھیں اور رپبلک کو، جس سے انہیں نفرت ہے، فرانس میں رہنے دیں۔ انتظامیہ طاقت ہے جو کمزوری میں اپنی طاقت اور کمائی ہوئی نفرت وحقارت میں اپنی شان سمجھتی ہے۔رپبلک ہے جو دو بادشاہوں کے تاریک پہلوؤں کے جوڑ کے سوا کچھ نہیں، ایک تو، بحالی Restoration، اور دوسرے، جولائی کے دنوں کی بادشاہت جن پر سلطنت کا لیبل لگا ہوا ہے۔ایسے اتحاد ہیں جن کی تہہ میں اختلاف کا بھراؤ ہے۔ایک جدوجہد ہے جس کا اصل اصول یہ ہے کہ معرکے کو انجام تک پہنچایا جائے۔ بے ہنگم اور بے معنی ایجی ٹیشن ہے جو امن وامان کے نام پر کیا جا رہا ہے۔ بڑی دھوم دھام سے امن و امان کی تبلیغ کی جا رہی ہے اور وہ بھی انقلاب کے نام پر۔ جوش بہت ہے لیکن اصلیت ناپید۔ اصلیت ہے مگر اس میں جوش کا پتہ نہیں۔ ہیرو ہیں جن کے کارنامے نہیں؛ تاریخ ہے جس میں بڑے واقعے نہیں؛ واقعات کی رفتار ہے جسے اگر کوئی طاقت حرکت میں رکھنے والی ہے تو بظاہر کیلنڈر، پھر وہ بھی بار بار ایک ہی حالت کو یکسانی سے دہرائے جاتی ہے ___ وہی ہر بار تناتنی، وہی ڈھیل۔ ایک دوسرے کی ضدیں ہیں جو بار بار انتہا کو پہنچنے لگتی ہیں،

گویا ان کے زور پکڑنے کی غرض ہی یہ ہے کہ دھار کند ہو جائے اور پھر کچھ نہ ہو، کبھی معاملات سلجھنے نہ پائیں۔ بڑے دعووں کے ساتھ، طاقت کے، زور زبردستی کے اور کم ظرفانہ دہشت کے دکھاوے کئے جاتے ہیں کہ گویا قیامت ٹوٹ پڑے گی لیکن اتنے میں دنیا کو تباہی سے بچا لینے والے نہایت گھٹیا جوڑ توڑ میں اور شاہی محل کے اندر کی ایسی دل لگی میں لگ جاتے ہیں جس کی بےفکری اور بے نیازی دیکھ کر ہنگامہ قیامت کے بجائے فروندے کی تحریک (79) یاد آجاتی ہے۔ پورے فرانس کی باضابطہ مجموعی ذہانت ایک فرد واحد کی چال بازانہ بےعقلی کے ہاتھوں صفر ہو کر رہ جاتی ہے۔ پوری قوم کی مجموعی قوت ارادی جب اپنے مناسب اظہار کے لئے خود کو عام رائے دہندگی میں ظاہر کرتی ہے تو عوام کے مفاد کے جانی دشمنوں کے سر جادو چڑھ کر بولتا ہے، لیکن وہی بالآخر ایک شعبدہ باز کی مرضی بن کر رہ جاتی ہے۔ اگر تاریخ کا کوئی صفحہ کبھی مثالی روشنائی سے لکھا گیا ہے تو بس وہ یہی ہے۔ لوگ اور واقعات سبھی اندر کو دھنسے ہوئے نقش معلوم ہوتے ہیں، بےجسم کے سائے نظر آتے ہیں۔ انقلاب نے انہی کو اپاہج کر دیا ہے جو اسے اٹھائے ہوئے چلے تھے، اور جوش اور حوصلے کی طاقت صرف اپنے دشمنوں میں بھر دی ہے۔ اگر وہ "سرخ آسیب" جسے انقلاب کے دشمن بدروح کی طرح ہمیشہ منڈلاتا ہوا دیکھا کرتے تھے اور اس پر لاحول پڑھا کرتے تھے، کہیں منظر عام پر ابھرا بھی تو دیکھا کہ اس کے سر پر نراج کی فریگین ٹوپی (80) نہیں تھی بلکہ ضابطے کی وردی تھی، اس نے لال برجس پہن رکھی تھی۔

ہم نے دیکھ لیا کہ بوناپارٹ نے 20 دسمبر 1848 کو جو اپنے حکومت سنبھالنے کے دن وزارت مقرر کی وہ ضابطہ پارٹی کی وزارت تھی، جائز وارث

والوں (Legitimsts) اور اورلین والوں (Orleanists) کی ملی جلی وزارت تھی۔ بارو_ فالو کی اس وزارت نے کم وبیش طاقت کے زور سے ریپبلکنوں کی آئین ساز اسمبلی کی عمر کوتاہ کی، خود اس سے زیادہ عمر پائی اور اسمبلی کے خاتمے کے بعد بھی اختیارات سنبھالے رہی۔ شنگارنئے، متحدہ شاہ پرستوں کا جنرل تب بھی اپنے ہاتھ میں پہلی آرمی ڈویژن اور پیرس کے نیشنل گارڈ دونوں کی اعلیٰ کمان تھامے رہا۔ آخر عام الیکشن ہوئے اور ضابطہ پارٹی بھاری اکثریت سے قانون ساز قومی اسمبلی میں آ پہنچی۔ یہاں پہنچ کر لوئی فلپ کے زمانے کے ممبروں اور اعلیٰ خطاب یافتہ لوگوں کا اس جائز وارث (Legitimsts) گروہ کے مقدس دستے سے سامنا ہوا جس کے حق میں قوم کے ووٹوں کی بے شمار پرچیاں سیاسی اکھاڑے میں اترنے کا پاس بن گئیں تھیں۔ لوگوں کے وہ نمائندے جو بوناپارٹ کے حامی تھے اتنی کم تعداد میں چن کر آئے کہ ایک آزاد پارلیمنٹری پارٹی نہیں بنا سکتے تھے۔ وہ ضابطہ پارٹی کے Mauvaise queue (گلے میں پڑا ہوا ڈھول) معلوم ہوتے تھے۔ اس صورت میں ضابطہ پارٹی سرکاری اختیارات بھی سنبھال کر بیٹھ گئی، فوج بھی اور قانون ساز ادارے بھی مختصر یہ کہ پورے سرکاری اختیارات پر اسی کا قبضہ ہو گیا۔ عام انتخابات نے اسے اخلاقی طور سے مضبوط کر دیا تھا، جن کی بدولت حکومت گویا عوام کی مرضی کی تعمیل بن گئی_ اور عین اسی زمانے میں سارے براعظم یورپ پر انقلاب کے مخالفین حاوی ہو گئے۔

پہلے کبھی ایسا نہ ہوا تھا کہ کسی پارٹی نے اپنی مہم کا آغاز اس سے زیادہ طاقتور ذرائع کے ساتھ اور اس سے زیادہ مبارک شگون کے ساتھ کیا ہو۔

ہلاکت کے غار میں پھنسے ہوئے خالص ریپبلکنوں نے دیکھا کہ قانون ساز

قومی اسمبلی میں وہ پچاس ممبروں کا چھوٹا سا گروہ ہو کر رہ گئے ہیں جن کے سربراہ افریقی جنرل کوے نیاک، لموری سیئر اور بیدو ہیں۔ تاہم ایک بڑی حزب مخالف (اپوزیشن) "مونٹین" کے ذریعے بن کر تیار ہوئی۔ اس پارلیمنٹری نام کے ساتھ سوشل ڈیموکریٹوں کی پارٹی نے اپنی نام رکھائی کی رسم ادا کی۔ قومی اسمبلی کے ساڑھے سات سو ممبروں میں اس پارٹی کے دوسو سے زیادہ آدمی تھے۔ اور ان کی طاقت کم از کم اتنی ضرور ہو جاتی تھی جتنی ضابطہ پارٹی کی تینوں ٹکڑیوں میں سے کسی ایک کی ہو سکتی تھی۔ شاہ پرستوں کی ملی جلی طاقت کے سامنے "مونٹین" پارٹی میں جو تعداد کی کمی کا نقص تھا وہ بھی ظاہراً بعض دوسرے حالات کی بدولت دور ہو جاتا تھا۔ ڈیپارٹمنٹوں کے انتخابات سے تو خیر یہ ثابت ہوا کہ دیہاتی ووٹروں میں اس نے اپنے حامیوں کی تعداد کافی بڑھائی ہے، پیرس سے جتنے نمائندے چن کر آئے ان میں بھی قریب قریب سب اسی پارٹی کے تھے۔ فوج نے بھی انتخاب کے ذریعے اپنے جمہوری عقیدے کا اقرار کر لیا تھا کیونکہ تین "بے کمیشن افسر" چنے گئے اور "مونٹین" پارٹی کے لیڈر لیدرو رولیں کو، ضابطہ پارٹی کے تمام نمائندوں سے ہٹ کر، پانچ ڈیپارٹمنٹوں کی طرف سے، جنہوں نے اپنے ووٹ اس کے حق میں ملا لئے تھے، پارلیمنٹ کی مستقل ممبری کی عزت پیش کر دی گئی۔ شاہ پرستوں کے آپس میں تو ناچاقی اور ٹکراؤ ہونا ہی تھا، اس کے علاوہ ضابطہ پارٹی اور بونا پارٹ والوں کی بھی ٹکر ضرور ہوتی، ایسی حالت میں 28 مئی 1849 کے دن نظر آتا تھا کہ "مونٹین" پارٹی کو میدان مار لینے کے سارے موقعے ہاتھ آ گئے ہیں۔ ابھی دو ہفتے گزرے تھے کہ یہ سارے موقعے بھی نکل گئے اور عزت آبرو بھی گئی۔

پارلیمنٹری تاریخ پر آگے بحث کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ چند نکتے واضح

کر دیئے جائیں تا کہ ہمارے سامنے جو دور ہے اس کے کردار کے متعلق عام غلط فہمی پھیلنے کا اندیشہ نہ رہے۔ ڈیموکریٹوں کی نظر سے دیکھا جائے تو قانون ساز قومی اسمبلی کے زمانے میں بھی وہی کام پیش نظر تھا جو آئین ساز اسمبلی کے زمانے میں رہ چکا تھا، یعنی ریپبلکنوں اور شاہ پرستوں کے درمیان عام سی کشمکش۔ وہ خود اس تحریک کو ایک لفظ میں سمو دیتے ہیں، لفظ ہے "ری ایکشن"۔ مطلب ایسی رات جب ساری بلیاں بھوری نظر آتی ہیں اور رات کے چوکیدار کی طرح ڈیموکریٹوں کو بے روک ٹوک سب طرح کی آوازیں نکالنے کا موقع ہوتا ہے۔ واقعی پہلی نظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضابطہ پارٹی مختلف قسم کے شاہ پرست جتھوں کی ایک معجون مرکب ہے، جو نہ صرف ایک دوسرے کے خلاف جوڑ توڑ میں لگے رہتے ہیں تا کہ خاص اپنے مہرے کو بساط پر جما دیں اور حریف کی گوٹ ایک طرف سرکا دیں، بلکہ ان سب کو ایک ساتھ جوڑنے کی وجہ بھی مشترک ہے، وجہ ہے "ریپبلک" سے نفرت اور اس کے خلاف جدوجہد۔ ان شاہ پرست گٹھ بندوں اور سازشیوں کے برخلاف "مونٹین" پارٹی ہر پہلو سے ایسی نظر آتی ہے کہ ''ریپبلک'' کی حفاظت کے لئے کھڑی ہے۔ ضابطہ پارٹی ہمیشہ "ری ایکشن" کی حرکتوں میں لگی ہوئی معلوم ہوتی ہے جس کا رخ پریس کے خلاف، انجمنوں وغیرہ کے خلاف لفظ بلفظ وہی ہے جو پروشیا میں تھا اور پروشیا ہی کی طرح یہ عمل محض اندھی طاقت کے زور سے کئے جا رہے ہیں۔ سرکاری کل پرزے، پولیس کی طاقت، سیاسی پولیس (ژندارمی) اور عدالتوں کے زور سے پریس اور انجمنوں کو دبا رہے ہیں۔ "مونٹین" پارٹی اپنی طرف سے مستقل اس کوشش میں لگی رہی ہے کہ "انسان کے ابدی حقوق" پر جو حملے ہوتے ہیں ان کا توڑ کرے اور اتنی ہی کوشش کی جتنی پچھلے ڈیڑھ سو سال کے دوران

عوامی پارٹی کہلائی جانے والی کسی بھی جماعت نے کم و بیش کی ہوگی۔ تاہم اگر صورت حال اور پارٹیوں کے عمل کو اندر تک چھانا جائے تو ظاہر کا وہ پردہ اٹھ جاتا ہے جس میں طبقاتی کش مکش چھپی ہوئی ہے اور اس دور کا عجب رنگ روپ غائب ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ کہا جا چکا ہے جائز وارث والے اور اورلین ضابطہ پارٹی کے دو جداگانہ گروہ ہیں۔ وہ کیا چیز تھی جو دونوں گروہوں کو اپنے اپنے دعووں سے باندھے ہوئے تھی اور ایک دوسرے سے الگ کئے ہوئے تھی؟ کیا وہ نیلوفر (18) اور ترنگے جھنڈے کے نشان تھے؟ اورلین کا گھرانا اور بوربوں کا گھرانا جو شاہ پرستی کے دو رنگ تھے، کیا وہ عموماً شاہ پرستی کے عقیدے کی ہی تبلیغ کرتے تھے؟ بوربوں کے تحت بڑے جاگیرداروں نے اپنے پادریوں اور جی حضوریوں کو لے کر حکومت کی تھی۔ اورلین کے تحت کے اوپر کے سیٹھوں ساہوکاروں، بڑے پیمانے کی صنعت، تجارت، یعنی سرمائے کی حکومت رہی تھی اور اس کے حاضر باش وکیل، پروفیسر اور چرب زبان مقرر تھے۔ جائز وارث والی بادشاہت محض زمین کے مالکوں کے موروثی اختیار کا ایک سیاسی اظہار تھی۔ جولائی 1830 میں جو بادشاہت قائم ہوئی وہ سیاسی اظہار تھی نو دولتیے بورژوائیوں کی غاصبانہ حکومت کا۔ دونوں گروہوں کو الگ رکھنے والا سوال کچھ اصول نہیں بلکہ ان کی زندگی کے مادی حالات تھے، دونوں کی ملکیت الگ قسم کی تھی، یہ وہی پرانا ٹکراؤ تھا شہر اور دیہات کا، وہی رقابت تھی سرمائے اور جاگیر کی۔ کون ہے جو انکار کر سکے کہ اختلاف کے اصل سبب کے ساتھ پھر پرانی یادیں، ذاتی عداوتیں، خوف اور امیدیں، تعصّبات، اور خوش فہمیاں، ہمدردیاں اور بیزاریاں، پکی رائیں اور عقیدے یا ایمان اور اصول بھی ان کو دونوں

میں سے کسی ایک شاہی خاندان سے وابستہ کئے ہوئے تھے۔

ملکیت یا جائداد کی الگ قسموں، زندگی کی سماجی حالتوں کی بنیاد پر ایک پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے، ایک دوسرے سے مختلف اور اپنی اپنی وضع کے جذبات، خوش فہمیاں، سوچ کے رنگ، اور زندگی کے بارے میں خیالات یہ اوپر کی عمارت ہیں۔ ایک پورا طبقہ اپنی زندگی کی مادی بنیادوں پر، باہمی سماجی تعلقات کے مطابق اس عمارت کو اٹھاتا ہے، اسے شکل صورت دیتا ہے۔ فرد واحد جو اوپر اپنے بزرگوں سے اور اپنی ٹھان سے ان تمام خیالات و عادات کو حاصل کرتا ہے، وہ ممکن ہے یہی سمجھتا ہو کہ اس عمل کی اصل تحریک اور شروعات انہی سے ہوتی ہے۔ اور لین والے اپنی جگہ اور جائز وارث والے اپنی جگہ، خود کو اور دوسروں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہے تھے کہ دو علیحدہ شاہی خاندانوں کی وفاداری نے انہیں الگ کر رکھا ہے لیکن بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ ان گروہوں کے مفادوں نے ایک دوسرے سے کٹ کر دونوں شاہی خاندانوں کو متحد ہونے سے روک رکھا تھا۔

جس طرح زندگی میں یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے بارے میں جو سوچے اور دعوے کرے وہ ایک کی طرف اور اس کی اصلیت یا عمل دوسری طرف دونوں میں فرق کیا جاتا ہے، اسی طرح تاریخی معرکوں میں ہمیں اور زیادہ فرق کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ پارٹیاں اپنے متعلق جو لفظی دعوے کرتی ہیں اور جو کچھ تصور کر لیتی ہیں انہیں ان کی اندرونی ساخت سے، ان کے اصل مفاد سے کیا نسبت ہے، جو رائے وہ اپنے بارے میں رکھتی ہیں اس کا حقیقت سے کیا تعلق ہے۔ اور لین والے اور جائز وارث والے ایک سے دعووں کے ساتھ رپبلک میں پہلو بہ پہلو جمے ہوئے تھے۔ اگر ان میں سے ہر ایک فریق خود اپنی طرف کے شاہی خاندان کو بحال کرنے

او دوسرے کو جھٹلانے کے درپے تھا تو اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ بورژوازی جن دو بڑے گروہوں میں بٹی ہوئی تھی، یعنی زمین جائداد اور سرمایہ، ان دونوں میں سے ہر ایک اس فکر میں تھا کہ خود ان کا فریق زبردست رہے اور دوسرا زیردست۔ ہم نے بورژوازی کے دو بڑے گروہوں کا ذکر کیا، کیونکہ ان میں وہ جو بڑی جاگیروں کا مالک تھا، جاگیردارانہ چونچلوں اور نسلی غرور کے باوجود موجودہ سوسائٹی کی تبدیلیوں نے اس کو سر سے پاؤں تک بورژوائی بنا دیا تھا۔ بالکل یہی حال تھا انگلینڈ کے ٹوریوں (82) کا جو ایک زمانے تک اسی گمان میں مبتلا رہے کہ انہیں بادشاہت، کلیسا اور پرانے انگریزی آئین کی خوبیوں کا جوش اٹھتا ہے، یہاں تک کہ جب کانٹے کا وقت پڑا تو انہوں نے خود اقرار کرلیا کہ اگر کسی بات کا زیادہ جوش ہے تو بس، لگان یا زمینی کرائے کا۔

متحدہ شاہ پرستوں نے پارلیمنٹ کے باہر، اخبارات میں، ایمس اور کلیر مونت میں (83) ایک دوسرے کے خلاف جوڑتوڑ کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ منظر عام سے ہٹ کر یہ دونوں گروہ اپنی اور لین اور جائز وارث والی پرانے وقتوں کی پوشاک سجتے اور اسی زمانے کا ٹورنامنٹ تازہ کیا کرتے۔ لیکن جب منظر عام پر جلوہ گر ہوتے اور بڑی پارلیمنٹری پارٹی کی شان دکھانے پر آتے تو اپنے اپنے شاہی خاندانوں کو تعظیم کے ساتھ ایک طرف رکھ دیتے اور بادشاہت کی بحالی کا سوال in infinitum (کھٹائی میں) ڈال دیتے تھے۔ جو کام اصل میں انہیں کرنے تھے یعنی سیاسی نہیں، سماجی جھنڈے تلے، وہ بورژوائی عالمی نظام کے نمائندوں کی حیثیت سے اپنا کام کرتے تھے، نہ کہ ہوائی دیدہ شہزادیوں کے کارندوں کی طرح، رپبلکنوں کے خلاف ایک بورژوائی طبقے کی حیثیت سے مصروف تھے۔ ضابطہ پارٹی کی حیثیت

میں انہیں سماج کے دوسرے طبقوں پر کہیں زیادہ بے لگام اور کڑی حکمرانی کی چھوٹ مل گئی تھی، اس سے پہلے "بحالی" کے دنوں یا جولائی کی بادشاہت کے زمانے میں اتنی کھلی چھوٹ نہیں ملی تھی۔ یہ غلبہ انہیں صرف پارلیمنٹری ریپبلک میں ہی نصیب ہو سکتا تھا کیوں کہ ایک یہی صورت ہے جس میں فرانسیسی بورژوازی کے دو بڑے ٹولے مل کر کام کر سکتے تھے اور اپنی صرف ایک ٹکڑی کے چلتے ہوئے سکے کی جگہ پورے طبقے کی حکومت کا سکہ چلا سکتے تھے۔ پھر بھی اگر انہوں نے ضابطہ پارٹی کی حیثیت سے ریپبلک کو نظروں سے گرایا اور اس کے وجود پر اپنی ناگواری کو نہیں چھپایا تو اس سے ان کی محض شاہ پرستانہ ذہنیت ہی ظاہر نہیں ہوتی۔ دل نے گواہی دے دی تھی کہ ریپبلک اگرچہ ان کے سماجی غلبے کے سر سہرا باندھ رہی ہے، تاہم سماجی بنیاد کو اندر سے کھوکھلا بھی کرتی ہے کیوں کہ اب انہیں دبے ہوئے طبقوں کا برابر سے سامنا کرنا ہے اور خود ہی نمٹنا ہے، تاج و تخت کے پردے کی گنجائش نہیں رہی اور نہ اب ثانوی حیثیت کی باہمی کش مکش اور شاہی اختیارات سے زور آزمائی کی اوٹ میں قوم کی توجہ بٹائی جا سکتی ہے، کمزوری کے احساس نے انہیں اس بات پر مجبور کیا کہ تنہا اپنے طبقے کی مکمل حکمرانی سے باز آئیں اور وہی پہلے کی فرماں روائی والی صورت اختیار کریں جو اگرچہ نامکمل ہو گی، اتنی ترقی یافتہ بھی نہ ہو گی تاہم اسی صفت کی بدولت اس طرز حکومت میں عافیت زیادہ رہے گی، پلٹ کر دیکھئے تو ہر بار، جب بھی شاہ پرستوں کو اپنے مد مقابل سے کینہ ور حریف، بونا پارٹ سے ٹکر لینی پڑتی ہے، ہر بار جب وہ انتظامیہ اختیارات کی طرف سے اپنے پارلیمنٹری طمطراق پر آنچ آتے دیکھتے ہیں، ہر بار جب آخر کار انہیں اپنی حاکمانہ حیثیت کی سیاسی سند پیش کرنی پڑتی ہے تو وہ شاہ پرست کی نہیں، ریپبلکن کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں، اور لین والے

تیئر سے لے کر، جو قومی اسمبلی پر یہ رعب جماتے ہیں کہ ریپبلک کے سوال پر ان کے درمیان کوئی خاص اختلاف نہیں پایا جاتا، جائز وارث پارٹی کے بیرئے تک، جس نے دوسری دسمبر 1851 کو ترنگا مفلر لپیٹ کر نقیب کی طرح ڈنکے کی چوٹ ان لوگوں کے سامنے جو دسویں حلقے کے ٹاؤن ہال پر جمع ہوئے تھے، ریپبلک کی طرف سے خطاب کیا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ تقریر کر رہا تھا اور لوگ "ہنری پنجم ہنری پنجم" پکار کر مذاق اڑا رہے تھے۔

بورژوازی کی مخلوط پارٹی کے مقابل چھوٹی حیثیت کی بورژوازی اور مزدوروں کی مخلوط صف آرائی ہوئی جس کا نام تھا سوشل ڈیموکریٹک پارٹی۔ 1848 میں جون کے دنوں کے بعد چھوٹی بورژوازی نے دیکھا کہ وہ پیچھے رہ گئی اور اس کے مادی مفاد کو چھوٹ پہنچی، وہ جمہوری ضمانتیں جن سے یہ امکان ہوتا تھا کہ چھوٹی بورژوازی کے مفاد کے بچے رہیں گے، اب انقلاب کی مخالف طاقتیں ان پر بھی انگلی اٹھا رہی ہیں۔ لہٰذا وہ مزدوروں سے نزدیک آ گئی۔ دوسری طرف پارلیمنٹ میں جو لوگ اس کی نمائندگی کے لئے کھڑے تھے، "مونٹین" والے جنہیں بورژوا ریپبلکنوں کی آمریت کے زمانے میں پیچھے ہٹا دیا گیا تھا، اب آئین ساز اسمبلی کی بقیہ آدھی زندگی میں انہوں نے بوناپارٹ سے اور شاہ پرست وزیروں سے مقابلے کر کے اپنی کھوئی ہوئی مقبولیت پھر حاصل کر لی تھی۔ "مونٹین" نے اشتر کی لیڈروں سے ہاتھ ملا لئے۔ فروری 1849 میں اس صلح صفائی پر جی کھول کر دعوتیں کی گئیں۔ مشترکہ پروگرام طے ہوا، مشترکہ الیکشن کمیٹیاں بنائی گئیں اور مل کر انتخابی امیدوار کھڑے کئے گئے۔ پرولتاریہ کی سماجی مانگوں میں سے انقلابی دھار نکال دی گئی اور اس کے بجائے جمہوری مطالبوں کا رنگ چڑھا دیا گیا۔ چھوٹی بورژوازی

کے جمہوری مطالبوں میں سے خالص سیاسی شکل ہٹادی گئی اوران پر اشتر کی قلعی ہو گئی۔اس طرح سوشل ڈیموکریٹک پارٹی نمودار ہوئی اس سمجھوتے سے جو "نئی موٹین" بنی، اگر اس میں مزدور طبقے کے گنتی کے آدمیوں کو، اور کچھ اشترا کی گروہ بندوں کوشمار نہ کیا جائے ،تو اس میں وہ بھی پہلی والی "موٹین" کے لوگ بھرے تھے، فرق یہ کہ اب ان کی تعداد زیادہ تھی۔لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا، اس طبقے کے ساتھ جس کی وہ نمائندگی کررہا تھی اس میں تبدیلی آتی گئی۔سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا اپنا کردار اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ڈیموکریٹک ریپبلکن اداروں کا مطالبہ کرنے لگی، اس غرض سے نہیں کہ دونوں انتہاؤں یعنی سرمایہ اور مزدوری کا صفایا کر دیا جائے بلکہ اس غرض سے کہ سرمایہ اور مزدوری میں جوٹکراؤ موجود ہے، اس کا زور توڑ کو باہمی تال میل پیدا کیا جائے۔اس غرض کے حصول کے لئے چاہے کتنے ہی مختلف ذریعے تجویز کئے جائیں، کم وپیش انقلابی نیت سے اس میں چاہئے کتنے ہی بناؤ سنگار کئے جائیں، بہر حال اندرونی حقیقت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔اندرونی حقیقت یہ کہ جمہوری طریقے سے سماج کی کایا کلپ کی جائے۔لیکن چھوٹی حیثیت کی بورژوائی حدوں کے اندر رہ کر اس سے تنگ نظری کا یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ چھوٹی بورژوازی اصولی طور پر ایک خودغرضانہ طبقاتی مفاد ہی لاگو کرنا چاہتی ہے۔ نہیں۔وہ تو یہاں تک مانتی ہے کہ ہمارے طبقے کی خیریت کے جو خاص حالات یا شرائط ہیں وہی عام حالات یا شرائط ہیں جن کی پابندی کرکے آج کی سوسائٹی کو سلامت رکھا جاسکتا ہے اور طبقاتی کش مکش سے نجات پائی جاسکتی ہے۔اسی طرح یہ بھی نہ سوچنا چاہئے کہ ڈیموکریسی کے جتنے نمائندے ہوتے ہیں وہ سبھی دکاندار ہوتے ہے یا دکانداروں کے حوالی موالی۔اپنی تعلیم اور انفرادی حیثیت کے لحاظ سے ان

لوگوں میں بھی زمین آسمان کا فرق ہوسکتا ہے۔ وہ صورت حال جو انھیں چھوٹی بورژوازی کا نمائندہ بنا دیتی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے ذہن میں وہ ان حدوں کو پار نہیں کر سکے جن کو چھوٹی بورژوازی کی زندگی پار نہیں کرتی، اس لئے نظریاتی لحاظ سے وہی الجھنیں اور وہی سلجھاؤ انہیں بھی درپیش ہوتے ہیں جن پر چھوٹی بورژوازی کا مادی مفاد اور سماجی حالت مل کر اسے پہنچا دیتے ہیں۔ عام طور سے یہی رشتہ ہوتا ہے کسی طبقے کے سیاسی اور ادبی نمائندوں کے اور طبقے کے درمیان جس کی وہ نمائندگی کرتے ہیں۔

اتنا کہہ دینے کے بعد یہ بات خود صاف ہو جاتی ہے کہ ضابطہ پارٹی کے مقابلے میں "مونٹین" پارٹی نے جو پبلک کی خاطر اور نام نہاد انسانی حقوق کی خاطر مستقل زور آزمائی کی ہے، اس کی اصل غرض و غایت نہ پبلک تھی، نہ انسانی حقوق۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی فوج سے ہتھیار رکھوا لینے کی کوشش کی جائے تو وہ فوج لڑنے مرنے پر اتر آئے گی، لیکن اس کی اصل غرض یہ نہیں ہوتی کہ اپنے ہتھیار بچا لئے جائیں۔

جیسے ہی نیشنل اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا، ضابطہ پارٹی نے "مونٹین" کو مشتعل کرنا شروع کر دیا۔ بورژوازی نے محسوس کیا کہ اب جمہوریت پسند چھوٹی بورژوازی کا کام تمام کرنا ضروری ہو گیا ہے، ٹھیک اسی طرح جیسے سال بھر پہلے انقلابی پرولتاریہ کا خاتمہ اس کے خیال سے ضروری ہو گیا تھا۔ مگر اس بار فریق مخالف کی حالت کچھ اور تھی۔ پرولتاری پارٹی کی طاقت سڑکوں پر تھی لیکن چھوٹی بورژوازی کی طاقت قومی اسمبلی کے اندر۔ مطلب یہ کہ اب اس فریق کو اسمبلی سے باہر کر کے سڑک پر نکالنا اور اس نوبت کو پہچانا تھا کہ وہ خود اپنی پارلیمنٹری طاقت توڑ لے اس

سے پہلے کہ وقت اور حالات اسے مضبوط کر دیں "مونٹین" پارٹی آنکھ بند کر کے اس جال میں آ پھنسی۔

جال میں پھنسانے کے لئے چارے کا کام اس واقعے نے کیا کہ روم پر فرانسیسی فوجوں نے بمباری کر دی۔ آئین کی دفعہ 5 میں اس بات کی ممانعت کی گئی تھی کہ فرانسیسی ریپبلک اپنی فوجی طاقت کو کسی اور قوم کی آزادی کے خلاف استعمال کرے۔ پھر دفعہ 54 میں یہ پابندی بھی رکھی گئی تھی کہ انتظامیہ طاقت قومی اسمبلی کی مرضی حاصل کئے بغیر اعلان جنگ کا اختیار نہیں رکھتی۔ 8 مئی کو جب یہ سوال پیش ہوا تو آئین ساز اسمبلی نے روم پر فوج بھیجنا نامنظور کر دیا۔ اس بنا پر لیدرو رولین نے 11 جون 1849 کو بوناپارٹ اور اس کی وزارت کے خلاف سرکشی کے الزام میں مقدمہ چلانے کا مسودہ قانون پیش کر دیا۔ تیئر کے باربار کے کچوکوں سے جھنجھلا کر اس نے کھلے عام یہاں تک دھمکی دے ڈالی کہ آئین کی عزت بچانے کے لئے سارے ذریعے استعمال کئے جائیں گے، بلکہ ہتھیار سنبھال کر بھی آئین کی عزت بچائی جائے گی۔ "مونٹین" پارٹی ایک ساتھ اٹھی اور اس نے ہتھیار اٹھانے کی پکار دہرادی۔ 12 جون کو قومی اسمبلی نے سرکشی والے مسودہ قانون کو نامنظور کر دیا اور "مونٹین" پارٹی اس پر پارلیمنٹ سے باہر نکل آئی۔ 13 جون کے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ اس پارٹی کے ایک حصے نے اس مفہوم کا اعلان شائع کیا کہ بوناپارٹ اور اس کے وزیر "آئین باہر" ہو چکے ہیں۔ ڈیموکریٹک نیشنل گارڈ نے سڑکوں پر جلوس نکالا تو وہ ٹہتے ہی، جنرل شنگارنیے کے فوجی دستوں کا سامنا ہوتے ہی بکھر گئے، وغیرہ وغیرہ۔ "مونٹین" کا ایک حصہ ملک چھوڑ کر بھاگا، دوسرا پکڑ کر بورژے ہائی کورٹ کے حوالے کر دیا گیا۔ جو باقی بچے انہیں اسکولی لڑکوں کی

طرح قومی اسمبلی کے صدر کی گٹھیا نگرانی میں پارلیمنٹری قاعدے قانون کا پابند کر دیا گیا۔ پیرس میں پھر محاصرے کی حالت کا اعلان ہو گیا اور شہر میں نیشنل گارڈ کا جو ڈیمو کریٹک حصہ تھا وہ توڑ دیا گیا۔ اس طرح سے پارلیمنٹ میں "مونٹین" کا ثراو پیرس شہر میں چھوٹی بورژوازی کی طاقت، دونوں کا صفایا ہو گیا۔

لیون کا علاقہ، جہاں 13 جون کے واقعات نے مزدوروں کی خونی بغاوت کا کا سگنل دے دیا تھا، آس پاس کے پانچ ڈپارٹمنٹوں (حلقوں) سمیت اس کے محاصرے کی حالت مشتہر کر دی گئی اور جب یہ مضمون لکھا جا رہا ہے، محاصرے کی حالت برقرار ہے۔

"مونٹین" کی اکثریت نے اپنے ہراول کا ساتھ چھوڑ دیا اور اس کے اعلان پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ پر یسبھی ساتھ دینے سے کترا گیا؛ صرف دو اخباروں نے ہمت کر کے یہ pronunciamento (اعلان عام) چھاپا۔ چھوٹی بورژوازی نے اپنے نمائندوں کو دغا دی چنانچہ نیشنل گارڈ یا تو غائب رہا یا کہیں سامنے آیا بھی تو رکاوٹیں کھڑی کرنے سے روکنے کے لئے۔ پارٹی کے نمائندوں نے بھی چھوٹی بورژوازی کو دھوکے میں رکھا تھا کہ فوج کی صفوں میں جو اپنے حامی بتائے گئے تھے، وہ کہیں نظر نہ آئے۔ آخر کار، بجائے اس کے کہ ڈیموکریٹک پارٹی پرولتاریہ کی شرکت سے اور طاقت حاصل کرتی، اس میں بھی اپنی کمزوری پھیلا دی گئی۔ اور جیسا کہ ڈیموکریٹوں کے بڑے کارناموں میں ہوا کرتا ہے، لیڈروں کی تسلی کے لئے یہ کہنا کافی تھا کہ "عام لوگ" اپنے عہد سے پھر گئے اور عام لوگوں نے یہ سوچ کر دل ٹھنڈا کر لیا کہ لیڈروں نے انہیں بے وقوف بنایا۔

شاید ہی کسی کارروائی کا اتنا ڈھنڈورا پیٹا گیا ہو جتنا اس کا کہ "مونٹین" والے

کچھ کر گزریں گے؛ شاید ہی کسی واقعے کو اتنے یقین کے ساتھ اور اس قدر قبل از وقت اچھالا گیا ہو جتنا اس کو کہ جمہویت کی جیت ہو کر رہے گی۔ اس میں شک نہیں کہ ڈیموکریٹوں کو ڈھول کی طاقت پر بہت بھروسہ ہے جس کے شور وغوغا میں یریکو کی دیواریں (84) بیٹھ گئی تھیں۔ ہر بار جب وہ مطلق العنانی کی فیصل کے سامنے پہنچتے ہیں اسی معجزے کی نقل کرنا چاہتے ہیں۔ "مونٹین" پارٹی کو اگر پارلیمنٹ میں معرکہ سر کرنا تھا تو ہتھیار اٹھانے کی صدا نہیں لگانی چاہئے تھی۔ اور اگر پارلیمنٹ میں یہ آواز بلند کی تھی تو پھر سڑکوں پر پارلیمنٹ کے انداز سے نکلنا چاہئے تھا۔ اگر پرامن جلوس کے بارے میں سنجیدگی سے سوچا تھا، تو پہلے سے یہ اندازہ نہ کرنا حماقت تھی کہ اس جلوس کا جنگی مقابلہ کیا جائے گا۔ اگر واقعی ٹکر لینی ہی تھی تو یہ کون سی دانائی ہوئی کہ وہ ہتھیار ہی رکھ دئے گئے جن سے کام پڑنے والا تھا۔ چھوٹی بورژوازی اور اس ڈیموکریٹک نمائندوں کی انقلابی دھمکیاں محض فریق مخالف پر رعب جمانے کے لئے ہوتی ہیں، مگر جب وہ اندھی گلی میں پہنچتے ہیں، جب وہ اپنی پوزیشن اتنی نازک کر چکے ہوتے ہیں کہ دھمکی کو قول سے فعل میں لانا ضروری ہو جائے تو پھر ایسے دو غلے پن سے قدم اٹھاتے ہیں کہ منزل تک پہنچنے کے جو ذریعے ہیں، ابھی سے نظر انداز کر دیے جائیں اور کوئی بہانہ ہاتھ لگے جو اپنی شکست کے سر منڈھ دیا جائے۔ کانوں کے پردے پھاڑنے والا الاپ، اصل مقابلے کا بلند بانگ اعلان کرتے کرتے جہاں مقابلے کی نوبت آئی کہ دبی آواز کے شکووں میں بدل جاتا ہے، ایکٹر سنجیدگی سے اپنا رول کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور ایکٹ یوں دم توڑنے لگتا ہے جیسے سوئی چبھا غبارہ۔

کوئی پارٹی اپنے ذرائع کو اتنا بڑھا چڑھا کر بیان نہیں کرتی اور پیش آنے والی

صورت حال کو اس قدر بے خیالی سے نہیں دیکھتی جتنا ڈیموکریٹک پارٹی۔ چونکہ فوج کے ایک حصے نے اس پارٹی کے حق میں ووٹ دے دئے تھے، لہٰذا "مونٹین" اس خوش فہمی میں مبتلا ہوگئی کہ فوج اس کی طرف سے اٹھ کھڑی ہوگئی۔ وہ بھی کس موقع پر؟ ایسے موقع پر جب فوج کی نظر میں اس کا صرف ایک ہی مطلب ہوسکتا تھا کہ انقلابیوں نے روم کے سپاہیوں کی حمایت میں اب فرانسیسی فوج کے مقابل ہتھیار اٹھا لئے۔ پھر بھی ہے کہ جون 1848 کے واقعات ابھی ذہنوں میں اتنے تازہ تھے کہ پرولتاریہ کے دلوں سے نیشنل گاڈز کی نفرت مٹی نہ تھی اور ڈیموکریٹک لیڈروں سے خفیہ سوسائٹیوں کے لیڈروں کی بے اعتباری گئی نہ تھی۔ ان اختلافات کو ہموار کرنے کے لئے یہ ہونا چاہئے تھا کہ ایسے سنجیدہ مقاصد یکجا کئے جاتے جنہیں خطرہ ہو سکتا تھا۔ آئین کے کسی ایک چلتے ہوئے پیراگراف کی خلاف ورزی ایسا سبب نہیں بن سکتی تھی، جو مشترک مفاد کو جگا دیتی۔ کیا اس سے پہلے خود ڈیموکریٹوں کے علم میں آئین کی بار بار خلاف ورزی نہیں ہو چکی تھی؟ کیا سب سے ہر دلعزیز اخباروں نے اسی آئین پر یہ پھبتی نہیں کسی تھی کہ یہ انقلاب کے مخالفین کی دستکاری ہے؟ لیکن ڈیموکریٹ جو چھوٹی بورژوازی کی نمائندگی کرتا ہے، یعنی ایک ایسا عبوری طبقے کی جس کے اندر دو طبقوں کے مفاد مل کر اپنی دھار کھو بیٹھتے ہیں، خود کو عام طور سے طبقاتی ٹکراؤ سے بلند و برتر شمار کرتا ہے۔ ڈیموکریٹک یہ تو مانتے ہیں کہ ان کا سامنا ایسے طبقے سے ہے جسے خاص حقوق حاصل ہیں۔ لیکن قوم کے باقی سب درجوں کے لوگ ملا کر وہ خود قوم بن جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ کسی طبقے کی نہیں بلکہ پوری قوم کے حق کی ترجمانی کرتے ہیں، وہ قوم کے مفاد کی طرف سے کھڑے ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب مقابلے کی نوبت آنے والی ہو، تو ڈیموکریٹوں کو اس کی ضرورت نہیں کہ مختلف طبقوں کے منشا

اوران کی حالت کی چھان بین کرلیں ۔خود اپنے سروسامان کی پہلے سے جانچ پڑتال بھی ضروری نہیں سمجھتے ۔ انھیں تو بس سگنل دینا ہے اور پوری قوم اپنے بے پناہ تام جھام کے ساتھ ظالم پر ٹوٹ پڑے گی ۔ اب اگر ان کے مفاد اپنی کشش کھو بیٹھیں، ان کی طاقت بے جان ہو جائے ،تو وہ قصوروار ہیں یا تو وہ موزی sophists جو ایک قوم کو مخالف کیمپوں میں بانٹ کر رکھ دیتے ہیں، یا وہ فوج جس کی درنگی اور بے بصری اس قدر بڑھ گئی ہے کہ اتنا بھی نہیں سمجھ سکتی کہ ڈیموکریسی کے اصل اصول خود اسی کے حق میں جاتے ہیں، یا پھر تعمیل کا کوئی ایک آدھ نکتہ ہونے سے رہ گیا جس کی وجہ سے تباہی مچی یا آخر میں قصور یہ رہا کہ اس بات پر نظر نہ گئی کہ واقعات کیا رخ اختیار کریں گے اور اس بار سارا کھیل بگڑ گیا۔ بہر حال شکست چاہئے کتنی ہی شرمناک ہو، ڈیموکریٹ اتنا ہی بے داغ نکل آتا ہے، جتنا وہ اس طرف بڑھتے وقت بے قصور تھا۔ اب وہ اور پختہ یقین لے کر نکلتا ہے کہ فتح بہر حال اسی کی ہوگی، خود اسے یا اس کی پارٹی کو اپنا نقطۂ نظر بدلنے کی ضرورت نہیں، بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ حالات پختہ ہو جائیں اور اس کے مطابق بنیں ۔

بہر حال یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ اگر چہ "مونٹین" نے سخت چوٹ کھائی ہے اور وہ ٹوٹی ہے اور پارلیمنٹ کے قوانین نے اس کی تذلیل کی ہے، تو یہ پارٹی بہت مصیبت میں ہوگئی ۔ کیا ہوا اگر 13 جون کے واقعات نے اس کے لیڈر ہٹا دئے، ان کی جگہ دوسرے درجے کے " دماغوں " نے بھر دی جو نیا مرتبہ پا کر اکڑ رہے ہیں ۔ اگر اب ان کی پارلیمنٹری بے بسی پر شبہ کی گنجائش نہیں رہی تو انہیں یہ حق پہنچتا ہے کہ اپنی کارگزاری کا اخلاقی ملامتوں کی بوچھاڑ تک اور چبھتی ہوئی ادائیگی الفاظ تک محدود رکھیں ۔ اگر ضابطہ پارٹی کو ان میں اب بھی انقلاب کے رہے سہے سرکاری

نمائندے اور نزاج کے سارے دھماکوں کے آثار نظر آتے ہیں تو وہ اور بھی سعادت مندی اور اعتدال سے کام لیں گے۔ 13 جون کی شکست پر انہوں نے خود کو اس گہری بامعنی للکار سے تشفی دے لی ہے "اچھا دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے؛ زمانہ دیکھ لے گا کہ ہم کیا ہیں۔ ہم دیکھ لے گے

"مونٹین" والوں کے جو لیڈر ملک سے باہر بھاگ لئے، ان کے بارے میں اتنا بتا دینا کافی ہے کہ لیدرو رولین، جس نے دو ہفتے کے اندر اس زبردست پارٹی کو بالکل تباہ کرا دیا جس کی رہنمائی سنبھال رکھی تھی، اب جلاوطنی کی فرانسیسی حکومت قائم کرنے کی دعوت وصول کرتا ہے اور یہ کہ عمل کے میدان سے دور پار اس کی شخصیت کا ڈیل ڈول اسی نسبت سے بڑھتا دکھائی دیتا ہے جتنا انقلاب کا معیار گرا ہے، اور جس نسبت سے سرکاری فرانس کی سرکاری ہستیوں کا وجود پستہ قامت ہوگیا ہے، اور یہ کہ 1852 کے الیکشن میں وہ ریپبلکن دعویدار کی حیثیت سے کھڑا ہوگا، اور یہ کہ وقتاً فوقتاً ولاخیوں کو اور دوسری قوموں کو سرکلر بھیجتا رہتا ہے، ان سرکلروں کے ذریعے یورپ کے ظالموں کو اپنے اور اپنے ساتھیوں کے کارناموں کی دھمکیاں دیا کرتا ہے۔ کیا مفکر پرودھوں نے بہت بے جا کہا تھا جب اس قسم کے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے یہ لفظ کہے تھے؛ (vous n etes que des blagueurs "آپ صرف باتیں بنانے کے ہیں، اور کچھ نہیں")؟

13 جون کو ضابطہ پارٹی نے نہ صرف یہ کہ "مونٹین" کی طاقت توڑ کر رکھ دی، بلکہ آئین کو قومی اسمبلی کی اکثریت رائے کا پابند بھی کر دیا۔ اس نے ریپبلک کے یہ معنی لئے ریپبلک میں حکومت بورژوازی کی ہے، اور یہ پارلیمنٹری صورت لئے ہوئے ہے۔ اس پر بادشاہت کے زمانے کا زور نہیں چلتا: نہ انتظامیہ طاقت کو اس کے

فیصلے رد کرنے کا اختیار رہا، نہ پارلیمنٹ توڑنے کا۔ تیئر نے پارلیمنٹری ریپبلک کی جو تعریف کی، وہ یہی ہے۔ اب اگر 13 جون کو بورژوازی نے پارلیمنٹ کی چار دیواری کے اندر اپنے لئے لامحدود اختیار حاصل کرلیا تا کہ اس نے ایوان کے سب سے ہر دلعزیز ممبروں کو باہر نکال کر خود پارلیمنٹ پر کاری ضرب نہیں لگائی، اسے انتظامیہ طاقت اور عوام کی نظروں میں حد درجہ گرا دیا؟ پارلیمنٹ کے اتنے سارے ممبروں کو بے تکلف، عدالت کے حوالے کر کے اس نے اپنے اس پارلیمنٹری مرتبے سے بھی تو ہاتھ دھو لئے کہ پارلیمنٹ کے ممبروں کے خلاف کارروائی نہ کی جائے۔ "مونٹین" پارٹی والوں کو ذلت کے جن قوانین کا پابند کیا گیا، ان کی بدولت ریپبلک کے پریزیڈنٹ کی شان اتنی ہی اونچی ہوگئی جتنی عوام کے نمائندوں کی انفرادی حیثیت گر گئی۔ آئینی حقوق کی حمایت میں جو بغاوت اٹھی تھی، اس کو بورژوازی نے ایسی نراجی کارروائی کا الزام دیا جو سماج کی جڑ کھودنے کے لئے کی گئی تھی، اور یہ الزام لگا کر آئندہ کو اپنے واسطے بھی یہ راہ بند کرلی اگر انتظامیہ طاقت کبھی بورژوازی کے خلاف آئین سے ہٹ کر کارروائی کرے تو وہ خود بھی بغاوت کی صدا نہیں لگا سکتی۔ تاریخ کی ستم ظریفی دیکھئے کہ وہ جنرل جس نے بوناپارٹ کے حکم سے روم پر بمباری کر کے ایسا سبب پیدا کر دیا تھا جس سے 13 جون 1849 کا آئینی ہنگامہ برپا ہوگیا، دوسری دسمبر 1851 کو ضابطہ پارٹی نے آنکھوں میں آنسو بھر کر مگر لاحاصل کوشش کی کہ بوناپارٹ کے مقابلے پر جنرل اودینو کو آئین کے محافظ کی حیثیت سے عوام کے سامنے کھڑا کر دے۔ 13 جون کا ایک اور ہیرو ہے ویئر، اسے قومی اسمبلی کے پلیٹ فارم سے بانس پر چڑھایا گیا تھا کہ جمہوریت پسند اخباروں کے دفتروں میں، نیشنل گاڈ کی ایک ٹولی لے جا کر، جس کا اوپر کے مالیاتی

شرفا سے تعلق تھا، اس نے آفت مچادی تھی، اب وہی ویئر ابونا پارٹ کی سازش میں شریک ہوا اور بڑی حد تک اسی نے یہ اہتمام کیا کہ قومی اسمبلی جب موت کے منہ میں ہو تو نیشنل گاڈ کی طرف سے کوئی مدد نہ پہنچنے پائے۔

13 جون کے واقعے کا ایک مطلب اور بھی ہے۔ "مونٹین" کی کوشش تھی کہ بونا پارٹ پر مقدمہ چلے۔ پارٹی کو شکست ہوئی تو آپ سے آپ یہ بونا پارٹ کی فتح ہوئی۔ جمہوریت والے دشمنوں پر اسے ذاتی فتح نصیب ہوئی۔ ضابطہ پارٹی نے میدان مارلیا۔ بونا پارٹ کے لئے بس یہی کرنا رہ گیا کہ اس فتح کو بھنالے۔ اس نے بھنالی۔ 14 جون کو پیرس کی دیواروں پر اس مفہوم کا سرکاری اعلان لگا ہوا تھا کہ پریزیڈنٹ، گویا بلا ارداہ، بجبر و اکراہ حالات کے دباؤ میں، اعتکاف کی حالت سے نکل کر اور اگرچہ لوگوں پر اس کی خوبیاں آشکار نہیں ہیں اور مخالف اس پر تہمت تراشے ہیں، جبکہ وہ ضبط و تنظیم کے حصول کو اپنی شخصیت سے جوڑ لیتا ہے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ بعد کی کسی تاریخ میں قومی اسمبلی نے روم پر فوجی مہم بھیجنے کی منظوری دے دی، لیکن بونا پارٹ اس مہم کی پہل کر چکا تھا۔ ویٹکن میں اسقف اعظم حضرت سیموئیل کو قبضہ دلا کر بونا پارٹ کو یہ خوش فہمی ہوگی کہ تویلری کے شاہی محل میں حضرت داؤد کی شان سے داخل ہوگا (85)۔ پادریوں کو اس نے اپنا طرفدار بنالیا تھا۔

13 جون کا طوفان، جیسا کہ معلوم ہوا، ایک پرامن جلوس بن کر رہ گیا۔ یعنی اب اس کے مقابلے پر فتح کے ہار پھول کا سوال ہی نہ رہا۔ حالانکہ اس وقت میں واقعات اور سورماؤں کا قحط تھا، پھر بھی ضابطہ پارٹی نے اس سوکھے معرکے کو دوسرے آسٹرلٹز (86) کا مرتبہ دے دیا۔ جلسوں اور اخباروں میں فوج کی خوب تعریف کی گئی کہ وہی ضابطہ قائم رکھنے والی طاقت ہے، اس کے برخلاف عوام کا

انبواہ محض بے ضابطگی یا افراتفری کی بے بسی ظاہر کرتا ہے۔ جنرل شنگارنیے کو بانس پر چڑھایا گیا کہ وہ "سماج کی شیرازہ بندی" کا نام ہے، اور بالآخر وہ بھی اسی خود فریبی میں مبتلا ہو گیا۔ اس عرصے میں فوج کے وہ حصے جن پر شک وشبہ کیا جا سکتا تھا، چپ چاپ پیرس سے باہر روانہ کر دئے گئے۔ وہ پلٹنیں، جنہوں نے الیکشن کے زمانے میں جمہوری جذبہ کچھ زیادہ ہی دکھا دیا تھا، ان کا تبادلہ فرانس سے الجیریا کر دیا گیا۔ اور آخر یہ کہ ایک قاعدے کے تحت، فوجی بارکوں سے اخباروں کا، اور شہری سوسائٹی سے فوجی بارکوں کا سلسلہ بالکل کاٹ دیا گیا۔

اب ہم فرانس کے نیشنل گارڈ کی تاریخ میں فیصلہ کن موڑ پر آ گئے ہیں۔ 1830 میں نیشنل گارڈ نے بادشاہت کی بحالی کی تقدیر کا فیصلہ کر دیا تھا (87)۔ لوئی فلپ کے زمانے میں اگر نیشنل گارڈ نے فوجیوں کا ساتھ دیا ہوتا تو ہر ایک بغاوت ناکامی پر تمام ہوتی۔ فروری 1848 کے دنوں میں وہ بغاوت کا منھ دیکھتا رہا اور لوئی فلپ کے ساتھ مشتبہ سلوک رکھا، تو لوئی لپ نے سوچ لیا کہ وہ اب ڈوب گیا اور بالآخر یہی ہوا بھی۔ چنانچہ یہ عقیدہ جڑ پکڑ گیا کہ مقابلے پر فتح نہیں پا سکتی۔ فوج میں شہری آبادی کی ہمہ گیر طاقت کے بارے میں یہ وہم عام ہو گیا تھا۔ جون 1848 کے دنوں میں جب پورے نیشنل گارڈ نے چھاونی کی فوج سے مل کر بغاوت کچل ڈالی تو یہ وہم اور بھی گہرا ہو گیا۔ جب بوناپارٹ نے اختیارات سنبھالے تو نیشنل گارڈ کی پوزیشن کسی قدر کمزور پڑ گئی کیونکہ جنرل شنگارنیے کے ہاتھ میں ایک ساتھ اس کی بھی کمان آ گئی اور پہلی آرمی ڈویژن کی بھی۔

جس طرح نیشنل گارڈ کی کمان، ایسا معلوم ہونے لگا کہ فوجی کمانڈر انچیف کے اختیارات کا ایک ضمنی حصہ ہے، اسی طرح خود نیشنل گارڈ بھی چھاونی کی فوج کا ایک

دم چھلا نظر آنے لگا۔ آخر اس کی طاقت 13 جون کو توڑ دی گئی۔ نہ صرف یہ کہ اس روز سے رفتہ رفتہ اس کے دستے سارے فرانس میں توڑے جانے لگے اور یہ سلسلہ اس وقت چلا جب تک نیشنل گارڈ ٹکڑے ہو کر بکھر نہیں گیا بلکہ 13 جون کا جلوس اصل میں تو نیشنل گارڈ کے جمہوری حصے کا ہی مظاہرہ تھا۔ اس نے فوج کے مقابلے میں اپنے ہتھیار نہیں سجے تھے، صرف وردی سجی تھی، مگر یہ وردی بھی ایسے ہی اونی کپڑے کی ہے جیسے اور وردیاں ہوا کرتی ہیں۔ جادو کا اثر غارت ہو گیا۔ جون 1848 کے دنوں میں بورژوازی اور چھوٹی نے نیشنل گارڈ کے روپ میں پرولتاریہ کے مقابلے پر فوج کا ساتھ دیا تھا۔ 13 جون 1849 کو بورژوازی نے یہ چال کی کہ چھوٹی بورژوازی کے نیشنل گارڈ کو فوج کی مدد سے تڑوا دیا۔ دوسری دسمبر 1851 کو خود بورژوازی کے نیشنل گارڈ کا وجود بھی ختم ہو گیا اور بونا پارٹ نے جب بعد میں اسے توڑ دینے کا فرمان جاری کیا تو اسی حقیقت پر اپنی مہر لگا دی۔ اس طرح سے خود بورژوازی نے ہی فوج کے مقابل کام آنے والا اپنا آخری ہتھیار تو ڑلیا۔ مگر وہ اسی وقت توڑنا تھا جب چھوٹی بورژوازی نے اس کی پشت پر کمک بننا چھوڑا اور باغی کی طرح آستین چڑھا کر سامنے آ گئی۔ یوں بھی بورژوازی اس پر مجبور تھی کہ بے لگام طاقت کے سامنے اپنے بچاؤ کا تمام سامان توڑ پھینکے کیوں کہ اب تو وہ خود ہی بے لگام طاقت بن گئی تھی۔

بہت وقت نہ گزرا ہو گا کہ ضابطہ پارٹی نے ان اختیارات کو پھر سے پا لینے کا جشن منایا جو 1848 میں اس کے ہاتھ سے نکل گئے تھے، گویا اسی لئے نکلے تھے کہ 1849 میں ہر قسم کی روک ٹوک سے پاک ہو کر پھر اس کے ہاتھ آ جائیں۔ اب جو پھر ہاتھ آئے تو ریپبلک اور آئین دونوں کی توہین کر کے، اگلے، پچھلے اور حالیہ تمام

انقلابوں پر لعنت بھیج کر، اور اس انقلاب پر بھی جو خود اسی پارٹی کے لیڈروں نے برپا کرایا تھا، اور آخر ایسے قانون پاس کر کے جو پریس کی زبان بندی کریں، یونیوں کی آزادی مٹا کر اور محاصرے کی حالت کو ایک مستقل اور معمول کی سی قانونی صورت دے کر طاقت کی بازیافت کا جشن منایا۔ اس کے بعد قومی اسمبلی نے وسط اکتوبر تک کے لئے اپنا اجلاس ملتوی کر دیا۔ اور اپنی غیر حاضری کے زمانے کا کام چلانے کے لئے ایک مستقل کمیشن بٹھا دیا۔ رخصت کے ان دنوں میں، جائز وارث والوں نے ایمس والوں سے جوڑ توڑ کیا، اور لین والوں نے کلیرمونت سے، بونا پارٹ نے شاہانہ دوروں کے ذریعے جوڑ توڑ کی گنجائش نکالی اور ڈپارٹمنٹل کونسلوں نے آئین پر نظر ثانی کے جلسوں میں یہی کیا۔ یہ حقیقتیں ہیں جو مستقل دہرائی جا رہی ہیں، ان دنوں میں جب قومی اسمبلی کے اجلاس کی چھٹیاں ہو جاتی ہیں۔ جب ان میں واقعات کی کیفیت ابھرے گی تب میں تفصیل سے بحث کروں گا۔ فی الحال صرف اتنا اضافہ کرنا ہے کہ قومی اسمبلی نے منظر عام سے ایک عرصے تک کے لئے غائب ہو کر اور اپنی جگہ ریپبلک کے سر پر ایک آدمی کو بٹھا کر جو ہلکی شخصیت کا آدمی، لوئی بونا پارٹ ہے، کوئی شرافت نہیں برتی، رہی ضابطہ پارٹی سو اس نے پبلک کو عجب چکر میں ڈالا ہے کہ اس پارٹی میں لگے ہوئے شاہ پرستی کے کل پرزے بکھر گئے اور اب بادشاہت کی بحالی کی حمایت اور مخالفت میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں۔ ہر بار جب اسمبلی کے اجلاس کی چھٹی ہوتی ہے اور پارلیمنٹ کا زبردست شور تھم جاتا ہے اور اس کے ممبر قوم کے اندر گھل مل جاتے ہیں تو صرف اتنا آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ اس ریپبلک کی موجودہ حالت میں محض ایک بات کی کسر رہ گئی ہے اور وہ یہ کہ پارلیمنٹ کی چھٹیاں مستقل کر دی جائیں اور جھنڈے پر جہاں اب یہ چڑھا ہے،

fraternite liberte,egalite, (آزادی، مساوات، بھائی چارہ)، وہاں اس طرح کر دیا جائے: infanterie, cavalerie, artillerie (پیدل، سوار، توپ خانہ)

4

اکتوبر 1849 کے وسط میں قومی اسمبلی نے پھر اجلاس بلایا۔ پہلی نومبر کو بونا پارٹ نے اسمبلی کو ایک پیغام میں بارو۔ فالو کی وزرات کو برطرف اور نئی وزرات مقرر کرنے کا اعلان کر کے اسے حیران کر دیا۔ کوئی اپنے حوالی موالی اس بے تکلفی سے برخواست نہیں کرتا جیسے بونا پارٹ نے اپنے وزیروں کو نکالا۔ جوٹھوکر قومی اسمبلی کے لگانی مقصود تھی وہ فی الحال باروا ینڈ کو کے حصے میں آئی۔

باروک مجلس وزات، جیسا کہ معلوم ہے، اورلین اور جائز وارث کے آدمیوں سے بنی تھی، یہ ضابطہ پارٹی کی وزرات تھی، بونا پارٹ کو اس قسم کی وزرات چاہئے تھی تا کہ ریپبلکنوں کی آئین ساز اسمبلی کو برخواست کیا جائے، روم پر فوجی مہم بھیجی جائے اور ڈیموکریٹک پارٹی کو توڑ دیا جائے۔ تب اس وزرات کو آگے کر کے بونا پارٹ بظاہر خود ادنیٰ حیثیت کا نقاب ڈال لیا۔ جیسے لوئی فلپ کے زمانے میں پیرس کے اخباروں کے ذمہ دار اڈیٹروں نے کیا تھا کہ خاکسار (homme de paille) بن کر بیٹھ رہے۔ اب اس نے وہ نقاب اتار پھینکا جو باریک سا پردہ بن کر اس کے اصلی خدوخال چھپانے کے کام کا نہیں رہ گیا تھا بلکہ آہنی نقاب بن چکا تھا اور اصلی چہرہ دکھانے سے روک رہا تھا۔ بونا پارٹ نے باروکی وزرات اس غرض سے قائم کی تھی کہ ریپبلکنوں کی قومی اسمبلی کو ضابطہ پاٹی کی طرف تڑوایا جائے، اب وہ غرض پوری ہوگئی تو وزرات برطرف کر دی تا کہ اپنی ہستی کو منظر عام پر لایا جائے اس

حیثیت سے کہ وہ ضابطہ پارٹی کی قومی اسمبلی سے آزاد ہے۔

وزرات کو برطرف کرنے کے لئے معقول بہانوں کی بھی کچھ کمی نہ تھی۔ بارو وزرات نے ان تکلفات کو اپنانے سے بھی احتراز کیا جو ریپبلک کے پریذیڈنٹ کو قومی اسمبلی کے برابر با اختیار عہدہ دار معلوم ہونے دیتیں۔قومی اسمبلی کی تعطیل کے دنوں میں بوناپارٹ نے ایک خط ایڈگرنیئی کے نام شائع کرایا جس میں بظاہر پوپ اعظم نہم کی بے مروتی کے سخت برتاؤ پر اپنی ناگواری ظاہر کی تھی، ٹھیک اسی طرح آئین ساز اسمبلی کی مرضی کے خلاف ایک خط چھپوا دیا جس میں سپہ سالار اوڈینو کو رومن ریپبلک پر چڑھائی کرنے کی داد دی گئی تھی۔ جب قومی اسمبلی نے روم پر فوج کشی کے خرچ کا بجٹ پاس کر دیا تو وکٹر ہیوگو نے اپنے لبرل ازم کا بھرم رکھنے کو بوناپارٹ کے اس خط کا سوال زیر بحث لانا چاہا۔ضابطہ پارٹی نے تحقیر آمیز بے اعتباری کی شور پکار میں اس خیال کو ہی دفن کر دیا کہ بوناپارٹ کے زبانی جمع خرچ سے کوئی سیاسی مطلب نکلتا ہے۔وزیروں میں سے کسی نے بھی بوناپارٹ کے چیلنج کا جواب نہیں دیا۔ایک موقع پر وزیراعظم بارو نے اپنے خاص کھوکھلے طمطراق میں پلیٹ فارم سے جھڑک کر کہہ ڈالا کہ بقول خود، پریزیڈنٹ کے بہت نزدیک حلقے میں " گندی سازشیں " چل رہی ہیں، آخر میں یہ ہوا کہ جب وزرات نے قومی اسمبلی میں اورلین کی شہزادی کی بیوگی کی پنشن منظور کرائی تو پریزیڈنٹ کے اسٹاف کا خرچ بڑھانے کی کسی تجویز پر غور کرنے سے انکار کر دیا۔ بوناپارٹ کی ہستی میں شاہی کے دعویدار کی حیثیت کے ساتھ ایک جانہار کی حیثیت بھی لپٹی ہوئی تھی جو اس کے دماغ میں ایک کے بعد ایک شاندار خیال ڈال رہی تھی کہ وہی ہے جسے سلطنت کے اکھڑے ہوئے قدم جمانے کو پکارا گیا، اور اب فرانسیسی قوم کی باری ہے کہ وہ اس کا

قرضہ چکائے۔

بارو۔ فالو کی وزرات پہلی اور آخر پارلیمنٹری وزرات تھی جو بونا پارٹ نے بنائی۔ چنانچہ اس وزرات کا برطرف کیا جانا ایک فیصلہ کن موڑ ہے۔ اسی کے ساتھ ضابطہ پارٹی کے ہاتھ سے پارلیمنٹری حکومت بنائے رکھنے کا جو اصل سہارا تھا، یعنی انتظامیہ طاقت کی باگ ڈور، وہ ایسی گئی کہ پھر کبھی ہاتھ نہ آئی۔ فرانس ایسا ملک ہے جہاں انتظامیہ طاقت کے تحت پانچ لاکھ سے زیادہ سرکاری ملازمین کی فوج رہتی ہے، یعنی مستقل طور پر آبادی کی ایک بڑی تعداد اور اس کے مفاد قطعی انتظامیہ کی مرضی پر منحصر رہتے ہیں، جہاں شہری سوسائٹی کو اسٹیٹ اپنے جال میں، کنٹرول میں، ہدایت، نگرانی اور سرپرستی میں یہاں تک رکھتی ہے کہ اس کی زندگی کے خاص خاص مظاہر سے لے کر نہایت معمولی معاملات تک، زندگی بسر کرنے کی عام اور مشترک صورتوں سے لے کر افراد کی ذاتی گزراوقات تک سبھی کچھ اسٹیٹ کے ہاتھ میں رہتا ہے، جہاں غیر معمولی مرکزیت کے اثر سے اسٹیٹ کا مفت خورا انجر پنجر ایسا پھیل پڑا ہے کہ ہر جگہ وہی کارفرما ہے، اسی کا سکہ چلتا ہے اور ایسی غضب کی لچک ور پھرتی آ گئی ہے جس کی مثال اگر کہیں ملے گی تو صرف بے بسی کے ساتھ دوسروں کی محتاجی میں ملے گی۔ جب اندر کا اصلی سماجی وجود بے ڈول اور ڈھیلا ڈھالا ہو کر رہ جائے۔

اس جیسے ملک فرانس میں یہ بات صاف ہے کہ قومی اسمبلی کے ہاتھ سے اگر قلمدان وزرات تقسیم کرنے کا اختیار جاتا رہے تو پھر ہر قسم کا اثر کافور ہو جاتا ہے، بشرطیکہ وہ سرکاری انتظامی محکموں کو سادہ نہ بنا چکی ہو کہ وہ گورنمنٹ کے حکم احکام سے بے نیاز ہو کر اپنے معاملات کی دیکھ بھال خود اپنے اداروں کے ذریعے سنبھال

لیں۔

لیکن اسی لمبی چوڑی سرکاری مشینری کو اس کے تمام بے شمار کل پرزوں کے ساتھ باقی اور قائم رکھنا ہی وہ تدبیر ہے جس سے فرانسیسی بورژوازی کے مادی مفاد اندر تک ایک دوسرے میں رچے بسے ہوئے ہوتے ہیں۔ بورژوازی کی فالتو آبادی کو یہیں سے نوکریاں دی جاتی ہیں اور جس رقم کو وہ منافع، سود، لگان اور الاؤنسوں وغیرہ کی شکل میں ہضم نہیں کر سکتی، اور اس کو وہ سرکاری تنخواہوں کی صورت میں وصول کر لیتی ہے۔ پھر یہ بھی کہ سیاسی مصلحتوں نے اسے مجبور کیا کہ روز بروز زیادہ سختی اور دباؤ سے کام لے، جس کی خاطر سرکاری اختیارات کے ذرائع اور کارکن دونوں کی تعداد بڑھانا لازم تھا، ساتھ ساتھ یہ ہوا کہ اسے لگاتار رائے عامہ سے لڑنا پڑا اور جہاں سماجی سرگرمی کے آزاد اداروں کا صفایا نہیں کر سکی وہاں ان کو بدگمانی کے ساتھ کچل ڈالا اور مفلوج کر کے رکھ دیا۔ اس طرح سے فرانسیسی بورژوازی کی طبقاتی پوزیشن نے ایک طرف تو ان حالات کو ہی مٹانے کی ٹھانی جو ہر قسم کی، یہاں تک کہ خود اسی طبقے کی پارلیمنٹری حکمرانی قائم رکھتے، اور دوسری طرف پارلیمنٹری اختیار کی دشمن انتظامیہ طاقت کو اٹوٹ حیثیت دے دی۔

جو نئی وزارت بنی اس کا نام تھا دی اپول وزارت۔ مطلب یہ نہیں کہ جنرل دی اپول وزیر اعظم بن گیا۔ اصلیت یہ ہے کہ بارو کی وزارت سے استعفیٰ لیتے ہی بونا پارٹ نے اس عہدے کا وقار ختم کر دیا، جو ریپبلک کے پریزیڈنٹ کو آئینی بادشاہ کے مقام کی حیثیت میں جس کے پاس نہ تخت و تاج تھا، نہ نشان و شمشیر، نہ وہ مرتبہ کہ کوئی آنچ نہ آ سکے، نہ یہ حق کہ ریاست کے سب سے بلند مرتبے کو اپنی اولاد میں منتقل کر سکے۔ اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ شاہانہ الاؤنس تک محروم۔ دی اپول

کی وزارت میں صرف ایک شخص تھا جسے پارلیمنٹری حیثیت حاصل تھی۔ یہ تھا ساہو کارفولد، اوپر کے مالیاتی شرفا میں جو بہت بدنام تھے ان میں سے ایک۔ اسے مالیات کا محکمہ ہی سپرد بھی ہوا۔ پیرس کے شیئر ایکسچینج مارکیٹ کے بلیٹن دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی نومبر 1849 کے بعد سے سرکاری تمسکات (سکیوریٹیز) کی قیمت بونا پارٹ کے اسٹاک بڑھنے اور گھٹنے کے ساتھ چڑھنے اترنے لگی، اس طرح سے شیئر بازار میں بونا پارٹ نے اپنے شریک کار بنا لئے اور ساتھ ہی کارلیئر کو پیرس کا پولیس پریفیکٹ مقرر کر کے پولیس کی باگ ڈور بھی اپنے ہاتھ میں لے لی۔

وزارت کی تبدیلی کا اثر تبھی ظاہر ہوسکتا تھا جب حالات آگے بڑھتے۔ فی الحال تو بونا پارٹ نے صرف ایک قدم آگے بڑھایا تھا تاکہ اس کا پیچھے ہٹنا زیادہ نظر میں آئے۔ اپنے چبھتے ہوئے پیغام کے فوراً بعد انتہائی ملائم اعلان کیا کہ وہ قومی اسمبلی کے سامنے سر جھکاتا ہے۔ ہر بار جب بھی وزیروں نے یہ ہمت کی کہ بونا پارٹ کے اپنے ڈھکوسلوں کو قانونی شکل دینے کی ڈھکی چھپی کوشش کریں، تبھی یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنی مرضی کے بغیر، صرف پوزیشن کی مجبوری سے مسخرے پن کے حکم بجالانے کی ایسی حرکت کر رہے ہیں جن کی ناکامی کا انہیں پہلے سے یقین ہے۔ ہر بار جب بونا پارٹ نے وزیروں کی پیٹھ پیچھے اپنے نیت کے پٹ کھولے، اور (Idees Napoleniennes) (نپولینی نکات)(88) بگھارنے شروع کئے، اس کے وزیروں نے قومی اسمبلی کے پلیٹ فارم سے اسے پیٹھ دکھا دی۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی غاصبانہ تمناؤں کا اظہار ہی اس لئے کرتا ہے تاکہ مخالفین اپنا زہر خند ضبط نہ کرسکیں۔ وہ ایسے چھپے رستم کی طرح پیش آرہا تھا جس کے کمالِ ذہانت کو لوگوں نے پہچانا نہیں اور اسے ایک سادہ لوح شخص ہی سمجھا۔ سارے

طبقوں نے کبھی اس کو ایسی گری ہوئی نظر سے نہیں دیکھا تھا جیسے اس دور میں۔ بورژوازی نے کبھی ایسی من مانی نہیں کی تھی؛ اس نے کبھی اتنی بے شرمی سے اپنی طاقت یا غلبے کی نمائش نہیں کی تھی۔

میرا یہ فرض نہیں کہ کہ بورژوازی کی قانون سازی کی تاریخ بیان کروں جو اس دور میں دو قانونوں کے اندر سمٹ آئی تھی: ایک قانون جس سے شراب پر آبکاری ٹیکس پھر لگایا گیا، دوسرا قانون تعلیم جس کے ذریعہ بے عقیدگی کا حق مٹا دیا گیا۔ اگر شراب کے ٹیکس نے فرانسیسیوں کی مشکلات بڑھا دیں تو بورژوازی نے فراخ دلی سے پاکیزہ زندگی کے دریا بہا دئے۔ اگر شراب پر ٹیکس لگا کر بورژوازی نے یہ جتایا کہ فرانس کا پرانا نفرت انگیز ٹیکس سسٹم اٹوٹ ہے تو ساتھ میں تعلیم کے قانون سے یہ بھی کوشش کی کہ عوام میں وہی پرانی ذہنی حالت باقی رکھی جائے جو انہیں یہ سسٹم برداشت کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ اورلین والے جو آزاد خیال بورژوا ہیں، والتیر Eclectic فلسفے کے پرانے سجادہ نشین ہیں، وہ اپنے موروثی دشمنوں، یسوعیوں کو فرانسیسیوں کی روحانی ہدایت کا کام کیسے سپرد کر سکتے ہیں۔ لیکن دیکھا جائے تو اورلین جائز وارث والے دونوں، اگر چہ تخت کی دعویداری میں ایک دوسرے سے بڑا اختلاف رکھتے ہیں، تاہم اتنا ضرور سمجھتے ہیں کہ ان کے مشترکہ غلبے کے لئے دباؤ کے وہ سب ذریعے ملانے ضروری ہیں جو دونوں ادوار میں استعمال ہوئے، جولائی کی بادشاہت کے دور میں لوگوں کو قابو میں رکھنے کی جو تدبیریں اختیار کی گئیں، ان میں وہ تدبیریں، وہ صورتیں بھی ملانی اور دوآتشہ کرنی ہوں گی جن سے "بحالی کے دور" میں کام لیا گیا تھا۔

کسانوں کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔ ایک تو اناج کے بھاؤ پہلے سے

کہیں زیادہ گرے، دوسرے لگان بڑھے، رہن رکھی ہوئی زمینوں پر قرضے کا بوجھ بڑھا، تو مختلف دیہی حلقوں (ڈیپارٹمنٹوں) میں بے چینی کے آثار نظر آنے لگے۔ ان کو جواب یہ ملا کہ سکول ماسٹروں کو تو مذہبی اداروں کا پابند کر دیا گیا، حلقے کے چیرمین کو پولیس پریفیکٹ کا، اور جاسوسی کا نظام آخر اتنا پھیلایا کہ سبھی اس کی زد میں آ گئے۔ پیرس اور دوسرے بڑے شہروں میں رجعت پرستی اپنے دور کی چھاپ لگاتی پھرتی ہے اور لوگوں کو دبانے سے زیادہ ان پر اپنا رعب داب قائم کر رہی ہے۔ دیہات میں اس نے مکروہ، نیچ، گھٹیا، گھناؤنی مختصر یہ کہ ژندارمی (سیاسی پولیس) کی شکل اختیار کر لی ہے۔ سمجھ میں آتا ہے کہ تین سال تک پولیس کی لاٹھی ڈنڈے کا بندوبست، جس میں پادریوں کا مقدس حکم بھی چلتا ہے، ادھ کچرے عوام کے حوصلے پست کرنے میں کس قدر کامیاب ہوا ہوگا۔

ضابطہ پارٹی ایک اقلیت کے سامنے چاہے قومی اسمبلی کے پلیٹ فارم سے کتنا ہی جوش وخروش دکھائے، ہاتھ پاؤں پٹکے، لیکن اس کے منہ سے صرف دو بول نکلتے ہیں، جس طرح مسیحی کی زبان سے: ہاں، ہاں اور نہیں نہیں! اسٹیج سے بھی یہی دو بول زبان پر آتے ہیں اور اخبار میں بھی، بالکل اس پہیلی جیسے بے لطف بول، جس کا جواب پہلے سے معلوم ہوتا ہے۔ چاہے عدالت میں اپیل کرنے کے حق کی گفتگو ہو، یا شراب پر ٹیکس کی، پیرس کی آزادی کا سوال ہو، یا تجارت کی آزادی کا، کلب کے حق کا معاملہ ہو یا میونسپلٹی کے اختیار کا، ذاتی آزادی کا ہو، یا سرکاری بجٹ کی باقاعدگی کا، ہمیشہ سب کے جواب میں ایک ہی پلول (شناختی لفظ) زبان پر چڑھا ہے، موضوع وہی ایک رہتا ہے، سب کو ایک ہی فیصلے کی لاٹھی سے ہانکا جاتا ہے اور یہ لاٹھی پہلے سے تیار ہے کہ "سوشلزم" بورژوائی لبرل ازم (آزاد خیالی) تک کو

سوشلزم کہہ دیا جاتا ہے، بورژوائی روشن خیالی ہے تو اس کو سوشلزم کا نام اور بورژوائی مالیاتی اصلاح ہے تو اس پر سوشلزم کا الزام۔ یہ بھی سوشلزم ہوا کہ جہاں نہر موجود ہے، وہاں ریلوے لائن بنائی جائے، اور یہ بھی سوشلزم کہ جب تلوار سے حملہ ہو تو آدمی لاٹھی سے اپنا بچاؤ کرے۔

یہاں نہ تو محض لفاظی تھی، نہ فیشن، نہ پارٹی بازی کا داؤ پیچ۔ بورژوازی خوب سمجھ رہی رہی تھی کہ قسم قسم کے وہ ہتھیار جو اس نے جاگیرداری کے مقابلے میں ڈھالے تھے، اپنی دھار سمیت خود اسی پر پلٹ پڑے ہیں، روشن خیالی کے جتنے ذریعے اس نے ایجاد کئے تھے، وہ خود اسی کی تہذیب سے پھر گئے ہیں، جتنے دیوتا سجائے تھے، وہ اسی سے منہ موڑ چکے ہیں۔ بورژوازی نے سمجھ لیا تھا کہ وہ جنہیں شہری آزادی اور ترقی کے اداروں کا نام دیا گیا تھا وہی اس کے طبقاتی غلبے کی جان کے لاگو ہو گئے تھے، سماجی بنیادوں کی طرف سے بھی اور سیاسی چوٹی کی طرف سے بھی خطرہ بن گئے تھے۔ اور اسی لئے ان میں "اشتراکیت کی بو" آ گئی تھی۔ اس خطرے میں اور مصیبت کی حالت میں بورژوازی نے سوشلزم کا راز پالیا، وہ اس کے باطن اور اس کے مزاج کو زیادہ صحیح سمجھی بہ نسبت اس نام نہاد سوشلزم کے جو اپنا ٹھیک اندازہ نہیں کر پاتا اور اسی وجہ سے یہ نہیں سمجھ پاتا کہ اگرچہ وہ انسانی مصائب کی نوحہ خوانی بھی کرتا ہے، ہزار سالہ دور حکومت کی مسیحی پیش گوئی اور برادرانہ محبت کرنے کی مسیحی تعلیم بھی یاد دلاتا ہے، انسانی روح، تعلیم، آزادی کی انسانیت بھری باتیں بھی بھگارتا ہے اور سارے طبقوں کے میل ملاپ اور فلاح و بہبود کے خیالی نظاموں کی تبلیغ بھی کئے جاتا ہے۔ پھر بھی بورژوازی جب دیکھتی ہے، اس دشمن کی نظر سے دیکھتی ہے۔ ایک بات جو بورژوازی نہیں سمجھی، وہ تھا منطقی انجام کہ اب

اس کی اپنی پارلیمنٹری حکومت پر اور عام طور سے اس کے سیاسی اختیارات پر بھی وہی سزا کا فرمان جاری ہوگا کہ ان سے "سوشلزم کی بو" آتی ہے۔ جب تک کہ بورژوا طبقے کی حکومت نے پوری طرح پاؤں نہیں جمائے تھے، جب تک اس نے اپنا سیاسی رنگ روپ نہیں نکالا تھا، اس وقت تک بورژوازی سے دوسرے طبقوں کی کاٹ بھی کھل کر سامنے نہیں آسکتی تھی، اور جہاں یہ لاگ ڈانٹ سامنے آئی بھی، وہاں ایسے خطرناک موڑ تک نہیں پہنچ سکی جہاں سرکاری طاقت کے مقابلے پر ہر ایک جدوجہد بالآخر سرمائے کے خلاف جدوجہد بن جاتی ہے۔ اگر سماج میں زندگی کی ہر ایک لہر کو اس نے "امن سکون" کے لئے خطرہ سمجھا تھا تو اب وہ کس منہ سے یہ چاہتی تھی کہ سماج کے سر پر بے چینی کی حکومت قائم رہے، اس کا اپنا سرکاری بندوبست، یعنی پارلیمنٹری حکومت، جس کے بارے میں بورژوازی کے ہی ایک مقرر کا قول ہے کہ وہ کشمکش میں جیتی ہے اور کشمکش کے دم سے اس کی زندگی قائم رہتی ہے۔ پارلیمنٹری حکومت بحث مباحثے کے دم سے ہے تو بحث مباحثے کی ممانعت کیسے کرے؟ ہر مصلحت، ہر مفاد، ہر ایک سماجی تدبیر یہاں ایک عام خیال کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور یہ خیال زیر بحث آتا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ مصلحت، مفاد یا تدبیر خیال کی سطح سے اوپر اٹھ کر عقیدے یا ایمان کا جزو بن جائے۔ اسٹیج سے جو تقریری مقابلے ہوتے ہیں، وہ اخباری کالم نگاروں کے درمیان رسہ کشی کا سامان کرتے ہیں، پارلیمنٹ کے مباحثہ کلب سے بیٹھکوں اور شراب خانوں کے مباحثہ کلب جڑے ہوئے ہیں: وہ نمائندے جو رائے عامہ سے مستقل اپیل کیا کرتے ہیں، رائے عامہ کو یہ حق بھی دیتے ہیں کہ وہ عدالتی اپیلوں میں خود کو جوں کا توں ظاہر کرے۔ پارلیمنٹری طرز حکومت ہر فیصلے کو اکثریت پر چھوڑتا ہے _ پھر وہ

زبردست اکثریت جو پارلیمنٹ سے باہر موجود ہے، فیصلہ صادر کرنا کیوں نہ چاہے؟ اگر آپ راج پاٹ کی چوٹی پر بانسری بجا رہے ہیں تو پھر کیا تعجب اگر نیچے کھڑے ہوئے لوگ بانسری کی لے پر ناچنا شروع کر دیں؟

چنانچہ وہی چیز جسے بورژوازی کبھی "لبرل ازم" یا آزاد خیالی کہہ کر سراہتی تھی، اب اسے "سوشلزم" کا نام رکھ کر دراصل اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ ذاتی مصلحت کا تقاضا ہے کہ اسے خود اپنے ہی سائے سے بچایا جائے: یہ کہ ملک میں امن چین بحال کرنے کی خاطر سب سے مقدم ہے کہ اس کی بورژوا پارلیمنٹ کو چین سے بٹھایا جائے؛ یہ کہ اس کی سماجی حکمرانی کو صحیح سالم رکھنے کے لئے لازم ہے کہ اس ک سیاسی حکمرانی توڑی جائے؛ الگ الگ بورژوا دوسرے طبقوں کا استحصال کرتے رہیں اور اپنی نجی ملکیت، خاندان، مذہب اور قاعدہ قانون میں بغیر کسی خرخشے کے مگن رہیں صرف اس شرط پر کہ دوسرے طبقوں کے ساتھ طبقے کی حیثیت میں خود بورژوازی کو بھی سیاسی طور پر صفر کر دیا جائے؛ یہ کہ اپنی تجوری بچانے کی خاطر اس سے تاج چھین لیا جائے اور جو تلوار اپنی حفاظت کے لئے تھی وہی اب اس کے سر پر دیموکلس کی تلوار کی طرح لٹکتی رہے۔

عام شہریوں کے مشترکہ معاملات میں قومی اسمبلی نے اس قدر بے عملی کا ثبوت دیا کہ مثلاً ایک سوال در پیش تھا پیرس اور اوی نیون کے درمیان ریلوے لائن بچھانے کا، 1850 کی سردیوں میں اس پر غور شروع ہوا اور دوسری دسمبر 1851 تک کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ جہاں اسمبلی کو جبر سے، رجعت پرستی سے کام نہیں لینا تھا وہاں اس کا بانجھ پن ناقابل علاج بن گیا۔

اس وقت جب بونا پارٹ کی وزارت کچھ تو ضابطہ پارٹی کے منشا سے قانون

بنانے میں پہل کر رہی تھی اور کچھ ان قانونوں کی تعمیل میں اور بھی زیادہ سخت گیری سے کام لے رہی تھی، خود بونا پارٹ اس کوشش میں تھا کہ بچگانہ تجویزوں کے ذریعے ہر دلعزیزی حاصل کرے اور قومی اسمبلی سے اپنے عناد کو ابھار کر وہ یہ اشارے کئے جا رہا تھا کہ کوئی پوشیدہ خزانہ موجود ہے، صرف حالات اجازت نہیں دے رہے کہ اس پوشیدہ خزانے کی مہر توڑ کر فرانسیسی قوم پر لٹا دے۔ یہ اشارہ اس طرف ہے کہ بونا پارٹ نے تجویز رکھی تھی بے کمیشن افسروں کی تنخواہ میں چار Sou (سکہ) روزانہ بڑھانے کی اور مزدوروں کے لئے ایسے بینک کھولنے کی جو صرف اعتبار پر قرضہ دیا کریں۔ تحفے میں روپیہ اور قرضے میں نقدی یہ تھے وہ سبز باغ، جنہیں دکھا کر وہ عام لوگوں کو للچانے کی سوچ رہا تھا۔ تحفے میں دو، قرضے میں دو، آوارہ گرد لوگوں (Lumpenproletariat) کا سارا مالیاتی ہنر اس میں ہے، چاہے وہ عام ہوں یا خاص۔ بونا پارٹ کو اس قسم کے دریا بہانے کا ہنر آتا تھا۔ حکومت کے کسی دعویدار نے ہجوم عام کے گھٹیا پن سے کبھی اتنا گھٹیا سودا کیا ہو، ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔

قومی اسمبلی کو کئی بار جلال آیا کہ بونا پارٹ اسے نظروں سے گرا کر اپنی مقبولیت بنانے کی پکی کوششیں کر رہا ہے۔ اور یہ خطرہ بڑھتا جا رہا ہے کہ اس جیسا داؤ پر سب کچھ لگا دینے والا، جسے اپنے قرضے چکانے کی فکر ہے اور پہلے کوئی ایسی ساکھ نہیں جن کا لحاظ کر جائے، اسے کیا دیر لگتی ہے کہ آنکھ بند کر کے کوئی بڑا فتنہ اٹھا دے۔ ضابطہ پارٹی اور پریذیڈنٹ کے درمیان یہ چپقلش خطرے کی حدوں کو چھو رہی تھی کہ اتنے میں اچانک ایک واقعہ ہو گیا جس سے وہ مجبوراً لپک کر پھر اسی پارٹی کی بانہوں میں پہنچا۔ یہ واقعہ تھا 10 مارچ 1850 کے ضمنی الیکشن۔ 13 جون کے بعد

پارلیمنٹ کے جو ممبر جیل میں گئے یا جلاوطن ہو گئے، ان کی خالی جگہوں کو بھرنے کے لئے یہ الیکشن ہوئے تھے۔ پیرس نے صرف ڈیموکریٹک پارٹی کے امیدوار چنے۔ اس کے علاوہ شہر کے زیادہ تر ووٹ جون 1848 کی بغاوت کے خاص آدمی دفلوت کو ملے اس طرح سے پرولتاریہ سے مل کر پیرس کی چھوٹی بورژوازی نے 13 جون 1849 کی شکست کا بدلہ لے لیا۔ یوں نظر آیا جیسے چھوٹے کاروباری لوگ خطرے کے وقت مقابلے کے میدان سے غائب ہو گئے تھے صرف اس غرض سے کہ جب حالات سازگار ہوں تو وہ پھر اور زیادہ جنگی طاقت کے ساتھ، زیادہ بامعنی جنگی نعروں کے ساتھ میدان میں اتر آئیں۔ ایک اور پہلو ایسا تھا جس نے الیکشن کے نتیجے کی یہ خطرناک حیثیت اور بھی شدید کر دی: وہ یہ کہ پیرس میں فوج نے جون کے باغی کے حق میں اور بونا پارٹ کے منسٹر لاہیت کے خلاف ووٹ دئے۔ دیہاتی حلقوں (ڈیپارٹمنٹوں) میں جو ووٹ پڑے ان میں بھی، اگرچہ پیرس کی طرح بہت بڑے فرق سے نہیں، تاہم "مونٹین" پارٹی کے امیدواروں کو، فریق مخالف کے سامنے اکثریت حاصل ہوئی۔

اچانک بونا پارٹ نے دیکھا کہ اسے پھر انقلاب کا سامنا ہے۔ 29 جنوری 1849 کی اور جون 1849 کی طرح 10 مارچ 1850 کو بھی وہ ضابطہ پارٹی کی اوٹ میں ہو گیا۔ ٹھنڈا پڑ گیا، دبک کر معذرت کرنے لگا اور اس پر آمادگی ظاہر کی کہ پارلیمنٹ کی اکثریت جیسے کہے ویسی وزارت بنا دی جائے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ اورلین اور جائز وارث دونوں گروہوں کے لیڈروں سے، جن میں تیر، بیرئے، برولی اور مولے قسم کے لوگ تھے جنہیں بورگ گراف (چودھری) (89) کہنا چاہیے، اس نے التجا کی کہ وہ خود ریاست کا سارا کاروبار سنبھال لیں۔ ضابطہ

پارٹی اس اچھوتے موقع کا فائدہ اٹھانے میں ناکام رہی۔ بجائے اس کے کہ وہ ہمت کر کے طاقت اپنے ہاتھ میں لے لیتی، اس سے یہ بھی نہ ہو پایا کہ بوناپارٹ سے پہلی نومبر کو برخواست کی ہوئی وزارت پھر بحال کروا دیتی۔ وہ اتنے میں ہی راضی ہوگئی کہ معافی دے کر اس کی گردن نیچی کر دی اور دی اپول کی وزارت میں جنرل بروش کو بھی لگا دیا۔ یہ بروش وہی شخص تھا جس نے وکیل سرکار کی حیثیت میں پہلے تو 15 مئی کے انقلابیوں پر، بعد میں 13 جون کو ڈیموکریٹوں پر یہ الزام لگایا کہ وہ قومی اسمبلی کی جان کے دشمن ہیں اور بورژے ہائی کورٹ کے سامنے بہت زور بیان دکھایا تھا۔ بعد میں بوناپارٹ کی وزارت کے کسی ایک منسٹر نے بھی قومی اسمبلی کو اتنا نہیں گرایا جتنا بروش نے۔ دوسری دسمبر 1851 کی تاریخ کے بعد جب ہمیں نظر آتا ہے تو وہ سینٹ کے نائب صدر کی اونچی کرسی پر، اونچی تنخواہ کے ساتھ براجمان ہے۔ اس نے انقلابیوں کے شور بے میں تھوک دیا تا کہ ان سے بچے اور بوناپارٹ چٹ کر جائے۔

سوشل ڈیموکریٹک پارٹی گویا اپنی طرف سے برابر اس موقع کی تلاش میں رہی کہ اپنی جیت کو پھر شبہ میں ڈالے اور اس کی معنویت پھر کم کرے۔ پیرس میں جو ممبر چن کر آئے ان میں ایک ویدل نام کا شخص تھا جو استراسبورگ کے حلقے سے بھی چنا گیا تھا۔ اسے کہہ سن کر راضی کیا گیا کہ پیرس کی جیتی ہوئی سیٹ چھوڑ کر استراسبورگ کی سیٹ چن لے۔ یوں، بجائے اس کے کہ الیکشن میں جو فتح نصیب ہوئی تھی اسے قطعی حیثیت بنا کر ضابطہ پارٹی کو پارلیمنٹ میں مقابلے پر للکارا جاتا، بجائے اس کے کہ فریق مخالف کو ایسے وقت جب اس کی کوردبی ہوئی تھی، لوگوں میں ہمدردانہ جوش اور فوج میں خوشگوار موڈ تھا ٹکر لینے پر مجبور کیا جاتا، سوشل ڈیموکریٹک

پارٹی نے پیرس کو مارچ اپریل کے مہینوں پھر نئی الیکشنی سرگرمی سے تھکا مارا۔ لوگوں میں جو جذبہ ابھار پر تھا اسے دو دو بار کے عارضی انتخابات کے ہنگامے میں لگا کر سرد کر دیا، انقلابی طاقت کو آئینی فتح سے اکتا دیا چھوٹی تکڑموں میں، کھوکھلی تقریر بازی میں اور دکھاوے کی تحریک میں اسے خارج کر دیا، بورژوازی کو مہلت دے دی کہ وہ پھر سے صف بندی کر کے تیار ہو جائے اور آخری بات یہ کہ ایژین سیو حلقے میں اپریل کے ضمنی انتخابات کرا کے جذباتی رائے زنی سے مارچ کے انتخابات کی اہمیت کو ضائع کر دیا۔ یوں کہنا چاہیے کہ دسویں مارچ کو ہی اس پارٹی نے اپریل فول منا لیا۔

پارلیمنٹ کی اکثریت نے فریق مخالف کی اس کمزوری کو بھانپ لیا۔ ضابطہ پارٹی کے سترہ بورگ گراف (چودھریوں) نے ایک نیا انتخابی قانون تیار کیا۔ بونا پارٹ نے اسی پارٹی کو حملہ کرنے کا رخ اور اختیار سونپا تھا۔ اس نئے قانون کا مسودہ پیش کرنے کی ذمہ داری مسٹر فوشے کے سپرد ہوئی جو اپنے سر یہ سہرا بندھوانا چاہتا تھا۔ 8 مئی کو فوشے نے قانون پیش کیا جس کی رو سے عام رائے دہندگی کا حق ختم ہونا تھا، ہر ایک ووٹر کو اپنے حلقہ انتخاب میں کم سے کم تین سال کی رہائش ثابت کرنی تھی اور مزدوروں کے معاملے میں ثبوت مہیا کرنے کی یہ شرط رکھی گئی کہ ملازمت دینے والا اس بات کی سند دے۔

وہی ڈیموکریٹ جو آئینی انتخابات کی رسہ کشی کے وقت بڑا انقلابی جوش و خروش دکھا رہے تھے، اب جب کہ اپنی انتخابی جیت کو سنجیدگی کا وزن دینے کے لئے ہتھیار اٹھانے کا موقع آیا، آئینی تبلیغ میں لگ گئے، باوقار صبر و سکون کی (calme majestueux) تلقین کرنے لگے، قانونی کارروائی وغیرہ کہنے لگے _ یعنی

انقلاب کے دشمنوں کی مرضی کے آگے، جو قانون بن بیٹھی تھی، آنکھیں موندھ کر گردن جھکا دی جائے۔ بحث کے دوران "مونٹین" والوں نے ضابطہ پارٹی کو بہت غیرت دلائی اور کہا کہ ایسے انقلابی جوش و جذبہ کے مقابلے میں تو ان آسائش پسندوں کی تن آسانی ہی بہتر ہے جو قانونی دائرے میں رہتے ہیں اور اسے ان طعنوں سے مار ڈالا کہ یہ پارٹی خوامخواہ انقلابی رنگ سے اٹھتی ہے۔ نئے منتخبہ ممبروں تک نے کوشش کی کہ سنبھل کر، قاعدے قرینے کو ملحوظ رکھ کر چلیں تا کہ ان پر یہ الزام ثابت نہ ہو کہ وہ انارکسٹ ہیں اور ان کی جیت میں انقلاب کی فتح ہے۔ 31 مئی کو نیا انتخابی قانون پاس ہو گیا۔ "مونٹین" والوں نے اپنی تسلی کر لی کہ پریذیڈنٹ کی جیب میں صدائے احتجاج کے پرچے ڈال دئے ہیں۔ انتخابی قانون کے فوراً بعد پریس کا نیا قانون بھی آ گیا، جس سے انقلابی اخبارات کا بالکل صفایا ہوتا تھا (90)۔ وہ اس سزا کا مستحق بھی تھا۔ اس غرقابی کے بعد انقلاب کی صرف دو ناکہ چوکیاں رہ گئیں، بورژوازی کے دو ترجمان ___ ایک "نیشنل" دوسرا LaPresse (91)

ہم نے دیکھ لیا کہ مارچ اور اپریل میں ڈیموکریٹک لیڈروں نے کیا کچھ نہیں کیا کہ پیرس والوں کو جھوٹ موٹ کے مقابلے میں الجھائے رکھیں، اور یہی حرکت انہوں نے 8 مئی کے بعد کی کہ لوگوں کو اصلی مقابلے تک جانے سے روکے رکھا۔ اس کے علاوہ یہ نہ بھولنا چاہیے کہ 1850 صنعتی اور کاروباری خوش حالی کا شاندار سال تھا، لہٰذا پیرس کا پرولتاریہ تمام کا تمام برسر روزگار ہو گیا۔ لیکن 31 مئی 1850 کے انتخابی قانون نے اسے سیاسی طاقت میں شریک ہونے سے محروم رکھا، اسے اکھاڑے میں اترنا ہی نصیب نہ ہوا۔ اس قانون نے مزدوروں کو پھر اسی

انقلاب فروری سے پہلے کا اچھوت (Pariah) بنا ڈالا۔ اتنا بڑا واقعہ مزدوروں کے سامنے ہوگیا لیکن ڈیموکریٹک لیڈروں کے ہاتھ رہنمائی تھی تو وہ اپنے طبقے کے انقلابی تقاضے کو وقتی آسائش کی خاطر بھلا بیٹھے، ایک فاتح قوت بننے کے مرتبے سے پھر گئے کہ جون 1848 کی شکست نے انہیں آئندہ کئی سال کے لئے ٹھنڈا کر دیا ہے اور اب کچھ عرصہ تاریخی عمل ان کے پہلو سے گزرتا رہے گا۔ جہاں تک چھوٹی حیثیت کے بورژوا جمہوریت پسندی کا تعلق ہے جو 13 جون کو گلا پھاڑ کر کہتی تھی:

"ذرا عام رائے دہندگی کے حق کو چھیڑ کر دیکھو، تب ہم دکھا دیں گے کہ کیا ہوتا ہے"

اب اس پر راضی ہوگئی کہ یہ چوٹ جو انقلاب کے مخالفین نے لگائی ہے یہ کوئی چوٹ نہیں، 31 مئی کا قانون کوئی قانون نہیں۔ مئی 1852 کا دوسرا اتوار آتے ہی ہر ایک فرانسیسی اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائے گا، ایک ہاتھ میں ووٹ کی پرچی، دوسرے میں تلوار۔ اس پیغمبرانہ پیش گوئی پر تکیہ کر کے وہ بیٹھ گئی۔ جس طرح 28 مئی 1849 کے الیکشن پر ہو چکا تھا، مارچ اور اپریل 1850 کے الیکشنوں کے بعد بھی افسروں کے ہاتھ سے فوج پر سخت گزری۔ مگر اس دفعہ فوج نے دل میں ٹھان لی:

"اچھا، تیسری بار ہم انقلاب کے بہکاوے میں نہیں آنے والے"۔

31 مئی 1850 کا قانون کیا تھا، بورژوازی نے اندر سے حکومت کا تختہ الٹ تھا۔ آج تک اسے انقلاب پر جتنی فتوحات ملی تھیں وہ سب عارضی حیثیت کی تھیں۔ جیسے ہی موجودہ قومی اسمبلی منظر سے اوجھل ہوتی، ان فتوحات کا وجود خطرے میں پڑ جاتا۔ صرف اس پر دارومدار رہ جاتا کہ اگلے عام الیکشن کیا آفت

مچاتے ہیں۔ اور 1848 سے ہی الیکشنوں کی تاریخ دوٹوک ثبوت دیتی تھی کہ عام لوگوں پر بورژوازی کا اخلاقی اثر کتنا ہی کمزور ہوتا جارہا ہے جتنا اس طبقے کا غلبہ اور اختیار بڑھتا جارہا ہے۔ 10 مارچ کو عام رائے دہندگی نے بورژوازی کی حکمرانی کے خلاف کھرا فیصلہ سنادیا۔ بورژوازی نے اس کا توڑ یہ کیا کہ عام رائے دہندگی کا حق ہی قانون باہر کردیا۔ چنانچہ 31 مئی 1850 کا قانون طبقاتی ٹکراؤ کا ایک لازمہ تھا۔ مگر دوسری طرف آئین میں یہ شرط بھی موجود تھی کہ کم ازکم تعداد بیس لاکھ ووٹ ملیں تب ریپبلک کے پریذیڈنٹ کا چناؤ مانا جائے گا۔ اگر امیدواروں میں سے کسی ایک کو ووٹوں کی یہ کم ازکم تعداد نہ مل سکے تو قومی اسمبلی کا فرض ہے کہ جن پانچ امیدواروں نے سب سے زیادہ ووٹ حاصل کئے ہوں ان میں سے کسی ایک کو پریذیڈنٹ چن لے۔ جس وقت آئین ساز اسمبلی نے یہ قانون وضع کیا ووٹروں کی فہرست پر ایک کروڑ نام درج تھے۔ آئین ساز اسمبلی نے خیال کیا کہ ووٹ کا حق رکھنے والوں میں سے بیس فیصدی کی تائید پریذیڈنٹ کے چناؤ کو حق بجانب کرنے کے لئے کافی ہے۔ 31 مئی کے قانون نے کم ازکم تیس لاکھ کو ووٹروں کی فہرست سے خارج کردیا۔ اب ووٹ دینے والے صرف ستر لاکھ رہ گئے۔ پھر بھی پریذیڈنٹ کے چناؤ کے لئے وہی بیس لاکھ ووٹ کی قانونی شرط باقی رکھی گئی۔ اس حساب سے، پڑنے والے ووٹوں کے پانچویں حصے کی شرط کے بجائے اب پورے ایک تہائی کی قانونی شرط لگ گئی۔ یعنی اس قانون نے سب جتن کر لئے کہ پریذیڈنٹ کا انتخاب عوام کے قبضہ قدرت سے نکل کر قومی اسمبلی کی مٹھی میں آجائے۔ اس طرح یہ نظر آیا کہ ضابطہ پارٹی نے 31 مئی کے انتخابی قانون کے ذریعہ اپنی گرفت دوگنی مضبوط کرلی کہ اسمبلی کے ممبروں اور ریپبلک کے

پریذیڈنٹ، دونوں کے انتخاب کا اختیار سماج کے ایک جگہ اٹکے ہوئے حصے کو بخش دیا۔

V

ابھی انقلابی بحران گزر ہی رہا تھا، عام رائے دہندگی کا حق ابھی واپس ہی لیا گیا تھا کہ اتنے میں قومی اسمبلی اور بوناپارٹ کے درمیان کش مکش پھر زور پکڑ گئی۔ آئین نے بوناپارٹ کی تنخواہ 6 لاکھ فرانک منظور کی تھی۔ مسند صدارت پر آئے ہوئے چھ مہینے گزرے ہوں گے کہ اس نے تنخواہ دوگنی کرالی۔ کیوں کہ اودی لوں بارو نے آئین ساز اسمبلی سے یہ منظوری حاصل کر لی کہ چھ لاکھ فرانک سالانہ نمائندگی کے خرچ کے نام پر بڑھا دیا جائے۔ 13 جون کے بعد سے بوناپارٹ اس قسم کی منظوری طلب کئے جا رہا تھا لیکن اس دفعہ بارو نے کچھ چوں چرا ں نہیں کی۔ اب 31 مئی کے بعد اس نے فوراً مناسب موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنے وزیروں سے کہا کہ قومی اسمبلی میں 30 لاکھ کی رقم شاف کے خرچ کے لئے تجویز کریں۔ ایک زمانے تک قسمت آزمائی کے لئے بھٹکنے پھرنے سے اس کی وہ حس تیز ہوگئی تھی جو کمزور لمحہ سونگھ کر بتا دے کہ اب بورژوازی سے روپیہ اینٹھا جا سکتا ہے۔ بار بار اس نے دباؤ ڈال کر کام نکالا۔ قومی اسمبلی نے بوناپارٹ کی مدد سے اس مجرمانہ شرکت سے ہی عوام کے اقتدار اعلیٰ پر ہاتھ ڈالا تھا۔ اس لئے اب وہ دھمکی دیتا تھا کہ یا تو تجوری کھول کر تیس لاکھ سالانہ میں میری خاموشی خریدو، ورنہ میں عوام کی عدالت میں اس جرم کا بھانڈا پھوڑتا ہوں۔ اسمبلی نے تیس لاکھ فرانسیسیوں کا حق رائے دہندگی مار لیا تھا، لہٰذا اب اس کی دھمکی یہ تھی کہ الیکشن کے دائرے سے باہر نکل والے ہر ایک فرانسیسی کے بدلے دائرے (گردش) میں رہنے والے ایک فرانک کا سودا کیا

جائے، اس طرح تیس لاکھ بنتے ہیں وہ شخص جسے ساٹھ لاکھ آدمی نے چنا تھا اب ان ووٹوں کا ہرجانہ طلب کر رہا تھا جو ملنے تھے مگر نہیں ملے۔ قومی اسمبلی کے کمیشن نے اس گستاخ کا ہاتھ جھٹک دیا۔ بونا پارٹ کے حامی اخبار دھمکیوں پر اتر آئے۔ قومی اسمبلی کو اتنی ہمت کہاں تھی کہ ریپبلک کے پریذیڈنٹ سے ایسے وقت میں رشتہ توڑ لیتی جب وہ اصولی طور پر قوم کے عام لوگوں سے بھی رشتہ توڑ بیٹھی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ اس نے سالانہ خرچ میں اضافہ نامنظور کر دیا لیکن ساتھ ہی اس بار کے لئے 21 لاکھ 60 ہزار الاؤنس کی منظوری بھی دے دی۔ چنانچہ ایک ہی ہاتھ میں اس نے دو دو کمزوریاں ظاہر کر دیں، ایک تو رقم کی منظوری دی، دوسرے اپنی ناگواری سے ظاہر کیا کہ مرضی کے خلاف یہ منظوری دی ہے۔ آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ بونا پارٹ کو یہ رقم کس غرض سے درکار تھی۔ عام رائے دہندگی کا حق چھینے جانے کے فوراً بعد جو یہ بدمزگی کا تماشہ ہوگیا، جس میں بونا پارٹ نے مارچ اپریل کے بحران کے وقت اپنے مصالحت آمیز رویے کے بدلے اب ووٹروں کا حق مارنے والی پارلیمنٹ سے دھاندلی برتی، قومی اسمبلی نے اپنا اجلاس 11 اگست سے 11 نومبر تک تین مہینے کے لئے ملتوی کر دیا۔ اپنی جگہ کام کرنے کو 28 ممبروں کا ایک مستقل کمیشن بٹھا دیا جس میں بونا پارٹ کا ایک بھی حامی نہیں تھا بلکہ چند اعتدال پسند ری پبلیکن شامل تھے۔ 1849 میں جب مستقل کمیشن بٹھایا گیا تو اس میں ضابطہ پارٹی نے خود کو انقلاب کا مستقل مخالف قرار دیا تھا۔ اس بار پارلیمنٹری ری پبلک نے پریذیڈنٹ سے اپنی مستقل مخالفت ظاہر کر دی۔ 31 مئی کے قانون کے بعد ضابطہ پارٹی کے سامنے بس یہی ایک حریف رہ گیا تھا۔

جب قومی اسمبلی کا اجلاس نومبر 1850 میں پھر شروع ہوا تو یہ معلوم ہونے لگا

کہ اس معمولی چپقلش کے بجائے جو پریذیڈنٹ اور اسمبلی میں رہ چکی ہے، اب بڑے معرکے کا وقت آ گیا ہے اور دونوں طاقتوں میں وہ جی توڑ مقابلے ہو کر رہے گا جس کا خاتمہ موت پر ہوتا ہے۔ 1849 کی طرح اس بار بھی یہی ہوا کہ پارلیمنٹ کی سالانہ تعطیل کے زمانے میں ضابطہ پارٹی کی الگ الگ ٹکڑیوں میں بٹ گئی، ہر ایک اپنے بادشاہ کی بحالی کے لئے جوڑ توڑ کرنے لگی۔ لوئی فلپ کی موت نے جانشینی کے دعووں میں اور جان ڈال دی تھی۔ جائز وارث (legistimist) والے بادشاہ ہنری پنجم نے تو ایک وزارت بھی نامزد کر دی جو پیرس میں مقیم تھی اور اس میں مستقل کمیشن کے ممبروں کے لئے بھی جگہ رکھی گئی۔ بونا پارٹ کو یہ حق تھا کہ وہ دیہی حلقوں (ڈیپارٹمنٹوں) کے دورے کرے، اور جس شہر کو وہ اپنی آمد کا شرف بخشے اس کے تیور دیکھتے ہوئے ڈھکے چھپے یا صاف لفظوں میں خود اپنی بحالی کے منصوبے، خود اپنے حق میں رائے حاصل کرنے کے مشورے زبان پر لائے۔ ان دوروں کے موقع پر، جنہیں سرکاری نقیب قسم کے اخبار "Moniteur" نے اور بونا پارٹ کے چھوٹے موٹے ذاتی اعلانچیوں نے شاندار شاہی جلوس کا لقب دے رکھا تھا، ہمیشہ "10 دسمبری سوسائٹی" کے ممبر سائے کی طرح ساتھ چلتے تھے۔ یہ سوسائٹی 1849 میں ابھری تھی۔ سماج کی بھلائی کرنے کے نام سے پیرس کے آوارہ گردوں کو اکٹھا کیا گیا تھا۔ ان خفیہ سوسائیٹیوں کے سرغنہ بونا پارٹ کے ایجنٹ ہوتے تھے اور ان سب کا بڑا سالار ایک جنرل مقرر ہوا تھا۔ ایسے تھکے ہوئے شرابیوں کے ساتھ، جن کا نہ کوئی مستقل ٹھکانا ہوتا ہے، نہ اتہ پتہ، نہ آمدنی کا مستقل ذریعہ، بورژوازی کے گرے پڑے لوگوں کے ساتھ جو منچلے یا بگڑے دل ہو جاتے ہیں، اس سوسائیٹی میں شہر کے آوارہ گرد، فوج سے نکلے ہوئے، پکے سزا یافتہ،

بھاگے ہوئے تڑی پار، چورا چکے، جعل ساز موالی (92) جیب کترے، مداری، جواری، ڈیرہ دار، قحبہ خانے چلانے والے، سامان ڈھونے والے، قلم گھسیٹ، شعبدہ باز، کباڑی، دھار رکھنے والے، قلعی ساز، بھک منگے، غرض کہ وہ بہت سارے فالتو، بے سروپا لوگ جو حالات کے دھکے کھاتے پھرتے تھے اور جنہیں فرانسیسی لوگ la boheme (اوٹ پٹانگ) آبادی کہتے ہیں، وہ بھی اکٹھے ہو گئے۔ اپنے ان عزیزوں رشتہ داروں کو جوڑ کر بونا پارٹ نے 10 دسمبری سوسائیٹی کی گٹھلی بنائی جو ''سماج کی بھلائی'' کی خدمت انجام دینے والی تھی۔ خود بونا پارٹ کے نمونے پر اس سوسائیٹی کے سارے ممبر اسی فکر میں تھے کہ قوم کے محنت کشوں پر چاہے کیسی بھی گذرے اپنا بھلا کریں۔ یہی بونا پارٹ اصلی بونا پارٹ تھا جو صرف یہیں پر عوامی شکل میں ابھرتا پایا، جس نے سارے طبقوں کی ان کترنوں اور چیتھڑوں میں وہ طبقہ تلاش کر لیا جو بے حیل و حجت اس کا سہارا بنے، یہ تھا وہ بونا پارٹ اپنے اصلی روپ میں۔ وہ پرانا چال باز جسے پینے کی لت ہے، وہ قوموں کی تاریخی زندگی کو اور تاریخ کے شاندار نشیب و فراز کو بھی مسخرے پن کا کھیل سمجھا، بہت ہی گھٹیا سا کھیل۔ اس نے سوچا کہ وہ بھی ایک بہروپیا تماشا ہے جس میں زرق برق لباس، لفظوں اور سج دھج کا طمطراق ادنا درجے کی حرکتوں کے لئے ایک نقاب بن جاتے ہیں۔ چنانچہ استرا سبورگ کو اس کی سواری چلی تو سوئٹزرلینڈ کا یہ پالتو گدھ نپولین کے شاہین کی شان سے نکلا۔ بولون میں شان نزول یہ تھی کہ ندن کے کچھ حواریوں پر فرانسیسی وردی منڈھ دی گئی ___ یہ ہوئے فوج کی جگہ (93)۔ ''10 نمبری سوسائیٹی'' میں اس نے کوئی دس ہزار پڑے پھرتے لوگ جوڑ رکھے تھے، جنہوں نے عوام کی خانہ پری کر دی، جیسے شیکسپیئر کے ڈرامے ''گرمیوں کی آدھی رات کا

خواب'' میں نک بوٹم شیر بن بیٹھتا ہے۔ ایسے وقت جب کہ بورژوازی خود ہی کامیڈی دکھانے چلی تھی، البتہ وہ اس کھیل میں تھی نہایت سنجیدہ، کیونکہ اس نے فرانسیسی ڈرامے کے سارے آداب ملحوظ رکھے، کوئی قاعدہ نہیں توڑا، کچھ تو اسے دھوکا ہوا اور کچھ خود کو اس دھوکے میں رکھا کہ وہ اپنا پارٹ بڑی شان سے ادا کر رہی ہے، ___ ایسے میں ایک منچلا، جو کامیڈی کو محض کھیل تماشا سمجھ رہا تھا، ظاہر ہے کہ وہی فتح یاب ہوتا۔ دون کی لینے والے اپنے حریفوں کو ٹھکانے لگا لینے کے بعد، جب اس نے شہنشاہی کا جامہ سنجیدگی سے پہن لیا اور نپولین کا روپ دھار کر خود کو اصلی نپولین شمار کر لیا بت جا کر وہ موقع آیا کہ اس نے دنیا کا جو تصور بنا رکھا تھا، خود اس کا شکار ہو ا اور اچھا خاصا مسخرا نظر آنے لگا جو پوری دنیا کی تاریخ کو بھولے سے کامیڈی نہیں سمجھے بیٹھا تھا بلکہ اپنی کامیڈی کو پوری دنیا کی تاریخ سمجھنے لگا تھا۔ اشتراکی مزدوروں کے لئے جو حیثیت نیشنل مستری خانوں کی تھی، بورژوائی ریپبلکنوں کے لئے جو حیثیت گشتی گارڈ کی تھی، وہی بونا پارٹ کے لئے ''10 نمبری سوسائیٹی'' کی تھی جسے اس نے اپنے ڈھب سے پارٹی کی جنگی طاقت شمار کیا تھا۔ جب وہ سفر پر نکلتا تو اس سوسائیٹی کے دستے ریلوے اسٹیشنوں پر چلتی پھرتی استقبالیہ کا کام دیتے، عوام کا سا جوش و خروش ظاہر کرتے، ''شہنشاہ زندہ باد!'' کے نعرے لگاتے، ریپبلکنوں کے ساتھ بدتمیزی اور مار پیٹ کرتے۔ ظاہر ہے کہ یہ حرکتیں پولیس کے سائے میں کی جاتی تھیں۔ جب پیرس کو واپسی ہوتی تو اسی سوسائیٹی کے لوگ پہلے سے ہراول دستے کا کام دیتے، اہتمام کرتے کہ کوئی مخالفانہ مظاہرہ نہ ہونے پائے اور اگر ہو تو اسے توڑ دیا جائے۔ ''10 نمبری سوسائیٹی'' اس کی جیب میں پڑی تھی، اس کی اپنی کرامات تھی، اس کے لئے اپنے خیال کی ایجاد۔ باقی جس چیز پر بھی اس نے ہاتھ

صاف کیا یا اس کے ہاتھ آیا وہ سب حالات کی دین تھی؛ باقی جو کچھ کیا وہ سب ماحول یا حالات نے کر کے دیا؛ یا پھر وہ بھی دوسروں کو کرتے دیکھ کر صرف نقل کرنے سے مطمئن ہو گیا۔ بہر حال اس نے برسر عام لب و لہجہ میں نظم و ضبط کے متعلق، مذہب، خاندان، نجی ملکیت کے متعلق زبان کھولی اور اندر سے ڈاکوؤں کی اس ٹولی پر تکیہ کیا، جو بے ضابطگی، چوری اور چھنال پن کی سوسائٹی تھی۔ یہاں بونا پارٹ کا جواب نہیں تھا اور "10 دسمبری سوسائٹی" کی تاریخ خود اس بونا پارٹ کی اپنی تاریخ تھی۔ انہونی بات یہاں تک پہنچی کہ "10 دسمبری سوسائٹی" کی لاٹھیاں برسیں اور ضابطہ پارٹی کے کئی پارلیمنٹری ممبر چوٹ کھا کر گرے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ: پولیس کمشنر یوں جنہیں قومی اسمبلی کی حفاظت کی ذمہ داری سپرد تھی، مستقل کمیشن تک آلے نام کے کسی شخص کی پہنچائی ہوئی اطلاع پر یہ خبر لے کر پہنچا کہ "10 دسمبری سوسائٹی" کے ایک جتھے نے جنرل شنگارنیے اور قومی اسمبلی کے صدر دوپن کو جان سے مار ڈالنے کا فیصلہ کیا ہے اس منصوبے کو عمل میں لانے کے لئے آدمی بھی لگا دیئے ہیں۔ تصور کیا جا سکتا ہے کہ دوپن کتنا سہم گیا ہوگا۔ "10 دسمبری سوسائٹی" کی پارلیمنٹری تحقیقات، یا یوں کہیے کہ بونا پارٹ کی خفیہ دنیا کو بے نقاب کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ ابھی قومی اسمبلی کا اجلاس کھلنے والا تھا کہ بونا پارٹ نے احتیاط کے مدنظر اپنی یہ سوسائٹی توڑ دی۔ اگرچہ ظاہر ہے کہ یہ کاغذی کاروائی ہوگی کیوں کہ ایک زمانے بعد 1851 کے آخر میں پولیس پریفیکٹ کارلے نے اپنی تحریری یادداشت میں اسے پھر آمادہ کرنے کی ناکام کوشش کی کہ وہ "10 دسمبری سوسائٹی" کو واقعی توڑ دے۔

"10 دسمبری سوسائٹی" بونا پارٹ کی ذاتی فوج کا کام اس وقت تک دیتی رہی

جب تک وہ سرکاری فوج کو 10" دسمبری سوسائٹی" بنا دینے میں کامیاب نہیں ہوگیا۔ بونا پارٹ نے پہلی کوشش تو قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی ہوتے ہی کی اور وہ بھی اس رقم سے جو اسمبلی سے وصول کی گئی تھی۔ جبری عقیدے والوں کی طرح اسے بھی یہ اعتقاد ہے کہ بعض ایسی اوپر کی طاقتوں کا وجود ہے جن کے سامنے ٹھہرنا انسان، خاص کر فوج کے بس کی بات نہیں۔ ان طاقتوں میں اول تو اس کے نزدیک سگار اور شمپین ہے، پھر ٹھنڈی مرغی اور لہسن کے ساتھ سوکھے گوشت سے نوازنے لگا۔ تیسرے اکتوبر کو سین مورے کی معائنہ پریڈ کے وقت فوجیوں پر دعوت کی یہ ترکیب آزمائی اور پھر 10 اکتوبر کو اور بھی بڑے پیمانے پر ستوری کے معائنے کے موقع پر دعوت دے ڈالی۔ چچا جان (نپولین بونا پارٹ) کو ایشیا میں سکندر اعظم کی یلغار کی یاد ستاتی تھی، بھتیجے کو اسی ملک کے اندر واکھ (bacchus) کا فاتحانہ جلوس یاد آیا۔ سکندر اعظم تو، واقعہ یہ ہے کہ، آدھا ہی خدا تھا لیکن واکھ پورم پورخدا نکلا، اوپر سے "10 دسمبری سوسائٹی" کا خداوند کریم بھی۔

جب تیسری اکتوبر کی پریڈ ختم ہوئی تو مستقل کمیشن نے وزیر جنگ دی اپول سے جواب طلب کیا۔ اس نے وعدہ کیا کہ آئندہ ایسی ضابطہ شکنی نہیں ہونے پائے گی۔ سب جانتے ہیں کہ دی اپول کے اس وعدے کو بونا پارٹ نے 10 اکتوبر کو کیسے پورا کیا۔ دونوں معائنوں پر پیرس چھاؤنی کے کمانڈر انچیف کی حیثیت سے جنرل شگارنئے کمان کر رہا تھا۔ وہ بذات خود مستقل کمیشن کا ممبر بھی تھا، نیشنل گارڈ کا افسر اعلا بھی، 29 جنوری اور 13 جون کی آفت سے "بچانے والا" بھی، "سماج کا مضبوط پشتہ" ریپبلک کی صدارت کے لیے ضابطہ پارٹی کا امیدوار، دو بادشاہوں کا راج گرو سمجھا جانے والا، جس نے ابھی تک خود کو وزیر جنگ کا ماتحت نہیں مانا تھا،

ہمیشہ کھلے عام ریپبلکن آئین کا مذاق اڑایا کرتا، بونا پارٹ کے ساتھ لگا رہتا تھا کچھ اس شان سے، گویا اسے اپنی سرپرستی میں لئے ہوئے ہے۔ اب وہ ایک دم بھڑک اٹھا کہ وزیر جنگ کے مقابلے پر ڈسپلن کی اور بونا پارٹ کے مقابلے پر آئین کی حفاظت کرے گا۔ جب 10 اکتوبر کو سواروں کے ایک حصے سے نعرے بلند ہوئے:

"نپولین زندہ باد؛ سوکھا گوشت زندہ باد"

جنرل شنگارنیئے نے ایسا بندوبست کیا کہ کم از کم پیدل فوج جو اس کے دوست نئے میئر کی کمان میں پریڈ کرتے ہوئے نکلے، وہ اپنے ہونٹوں پر مہر خاموشی لگائے ہوئے گزرے۔ وزیر جنگ نے بونا پارٹ کے ایما سے سزا کے طور پر، جنرل نئے میئر کو پیرس کی کمان سے ہٹا دیا اور عذر یہ کیا کہ اسے چودھویں اور پندرھویں فوجی ڈویژن کا کمانڈر بنا کر بھیجنا ہے۔ جنرل نئے میئر نے اس تبادلے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اسی وجہ سے استعفیٰ دینا پڑا۔ شنگارنئے نے اپنی طرف سے دوسری نومبر کو حکم جاری کیا کہ صف بندی کی حالت میں جوج کی طرف سے کسی قسم کے سیاسی نعرے نہ لگائے جائیں اور مظاہرے نہ کئے جائیں۔ یلی سے ئی کے اخباروں (94) نے شنگارنئے پر حملہ کیا، ضابطہ پارٹی کے اخباروں نے بونا پارٹ کو نشانہ بنایا۔ مستقل کمیشن نے بار بار بند نشستیں کیں جن میں کئی دفعہ یہ تجویز آئی کہ ملک میں خطرے کی حالت کا اعلان کر دیا جائے۔ نظر آ رہا تھا کہ فوج دو مخالف کیمپوں میں بٹی ہوئی ہے، اور ان دونوں کے جنرل اسٹاف بھی آمنے سامنے کھڑے ہیں، ایک کی بیٹھک بونا پارٹ کی قیام گاہ ایلی سے ئی محل میں ہوتی ہے اور دوسرے کی تویلری میں، جہاں شنگارنئے رہتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہوتے ہی جنگی کاروائی کا بگل بجے گا۔ فرانسیسی پبلک بونا پارٹ اور

شنگارنے کے درمیان اس تناتنی کو ٹھیک اسی طرح دیکھ رہی تھی جیسے ایک انگریز اخبار نویس نے صورت حال کا ان لفظوں میں جائزہ لیا تھا:

" فرانس کی سیاسی مامائیں انقلاب کے دہکتے ہوئے لاوے کو پرانے جھاڑوؤں سے صاف کر رہی ہیں اور صفائی کرتے میں ایک دوسرے کو گالی کوسنے بھی دیتی جاتی ہیں۔"

اتنے میں بوناپارٹ نے لگے ہاتھوں وزیر جنگ سے استعفیٰ لے لیا اور اسے الجیریا چلتا کیا۔ اس کی جگہ جنرل شرام کو وزیر جنگ مقرر کر دیا۔ 12 نومبر کو اس نے قومی اسمبلی کے نام ایک پیغام بھیجا جس میں امریکی انداز کا طول کلام، چھوٹی تفصیلوں پر بے ضرورت زور، ضابطے کی خوشبو، صلح صفائی کی تمنا، آئین کی فرمانبرداری کی لہر، اور بہت سی باتوں کے بارے میں قطعی دوٹوک باتیں، سبھی کچھ بھرا تھا، صرف ایک کسر تھی کہ موجودہ لمحے کے کڑے سوالوں کا کہیں ذکر نہ تھا۔ بظاہر جملہ معترضہ کے طور پر یہ جتایا گیا کہ آئین کے لفظ و معنی کے مطابق فوج کے بندوبست کا معاملہ تنہا پریسیڈنٹ کے اختیارات میں آتا ہے۔ پیغام ان عالی شان پر تکلف الفاظ پر آ کر ختم ہوا:

"فرانس کو سب سے مقدم امن وسکون کی ضرورت ہے... میں بذات خود حلف کا پابند رہ کر انہی تنگ حدود میں رہوں گا جو حلف نامے نے مقرر کی ہیں.... جہاں تک میرا تعلق ہے، لوگوں نے مجھے منتخب کیا ہے اور میرے اختیارات محض انہی کی دین ہیں۔ وہ اپنے منشا کا جو بھی قانونی اظہار کریں گے، میں ہمیشہ اس کی تعمیل کروں گا۔ اگر آپ اس اجلاس میں آئین پر نظر ثانی کا فیصلہ کریں تو اس صورت میں آئین ساز اسمبلی انتظامیہ کے معاملات کو بھی معمول پر لے آئی گی۔ اگر آپ یہ

فیصلہ نہ کریں تو 1852 میں لوگ خود آن بان کے ساتھ اپنے فیصلے کا اعلان کر دیں گے۔ بہر حال مستقبل میں جو بھی حل نکلتا ہو، آئی فی الحال اس پر مہر توثیق ثبت کریں کہ جوش جذبات میں، بے خبری میں اور زبردستی سے ایک عظیم قوم کی قسمت کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا....میری نظر سب سے مقدم اس امر پر نہیں کہ 1852 میں فرانس کی حکومت کس کے ہاتھ میں ہوگی، بلکہ اس امر پر مرکوز ہے کہ جو مہلت مجھے میسر ہے اس کو یوں استعمال کروں کہ یہ عبوری مدت اضطراب اور ہنگامہ خیزی سے پاک رہے۔ میں نے نہایت خلوص کے ساتھ آپ کے روبرو اپنا دل کھول کر رکھ دیا ہے۔ آپ میری صاف گوئی کا جواب اپنے اعتماد سے اور خیر اندیشی کا جواب اپنے تعاون سے دیجئے، باقی امور ہم خدا کے سپرد کر دیں۔"

بورژوازی کی شریفانہ، مصلحت آمیز، اور بد نیتی کے ساتھ سپاٹ زبان اپنی گہری معنویت کو ایک ایسے شخص کی زبانی ظاہر کر رہی ہے جو "10 دسمبری سوسائٹی" کا مختار کل ہے اور سین مورے اور ستوری کے تفریحی پروگراموں کا ہیرو۔

ضابطہ پارٹی کے چودھری دم بھر کے لئے بھی نہیں چکرائے کہ یہ دل کھول کر رکھنا کس قسم کے اعتبار کا مستحق ہے۔ حلف اور حلف نامے کے حقیقت بھی ان پر ایک زمانے سے آشکار تھی۔ خود انہی کے درمیان ایسے ایسے جغادری پڑے ہوئے تھے جو سیاسی توبہ شکنی میں نام کما چکے تھے۔ البتہ فوج کے بارے میں جو ذکر تھا وہ ان کی نظر سے نہیں چوکا۔ انہوں نے ناپسندیدگی کے ساتھ یہ بات نوٹ کی کہ یہ پیغام جس میں تھوڑے دنوں پہلے کے پاس کئے ہوئے قانونوں کا تفصیلی تذکرہ ہے، جان بوجھ کر ان میں سب سے اہم قانون، انتخابی قانون کا ذکر کترا گیا۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہ اگر آئین پر نظر ثانی سے انکار ہوا تو 1852 میں پریزیڈنٹ کے انتخاب کا

معاملہ لوگوں کے ہاتھ میں رہنے دیا گیا ہے۔ انتخابی قانون سیسے کا گولا تھا جو ضابطہ پارٹی کے پیروں میں باندھ دیا گیا ہے، اب چلنا تو دشوار تھا ہی، تیزی سے جھپٹنے میں اور بھی مشکل ہوگی۔ پھر یہ بھی کہ "10 دسمبری سوسائٹی" کو سرکاری طور پر توڑ کر اور وزیر جنگ دی اپول کو برطرف کر کے بونا پارٹ نے ملک کی قربان گاہ پر اپنے ہاتھ سے قربانی کے بکرے چڑھا دئے تھے۔ آنے والے مقابلے کی دھار اس نے خود ہی کند کر دی تھی۔ ادھر ضابطہ پارٹی کو بھی فکر تھی کہ انتظامیہ طاقت سے فیصلہ کن ٹکراؤ حتی الامکان ٹالا جائے، نظر انداز کیا جائے، اس کی شدت کم کر دی جائے۔ کہیں انقلاب پر پائی ہوئی فتح اس کے ہاتھ سے نکل نے جائے۔ اس ڈر سے ضابطہ پارٹی نے اپنے فریق مخالف کو ہی پھل بٹورنے کا موقع دے دیا۔ "فرانس کو سب سے مقدم امن وسکون کی ضرورت ہے۔" فروری 1848 کے بعد سے یہی بات ضابطہ پارٹی انقلاب کو پکار پکار کر سنا رہی تھی، اور اب یہی بات بونا پارٹ نے پکار کر اس پارٹی کو سنا دی۔ ''فرانس کو سب سے مقدم امن وسکون کی ضرورت ہے''۔ بونا پارٹ نے ایسی حرکتیں کی تھیں جن کا مقصد تھا طاقت دبا بیٹھنا، اب اگر ضابطہ پارٹی ان حرکتوں پر چیخ پکار کرتی اور ان کے بخیے ادھیڑتی تو وہ ''بے چینی'' پھیلانے کی مجرم شمار ہوتی۔ ستوری کی دعوت کا سوکھا گوشت مچھلیوں کی طرح چپ سادھے رہتا بشرطیکہ اس کا ذکر زبانوں پر نہ آتا۔ ''فرانس کو سب سے مقدم امن وسکون کی ضرورت ہے''۔ اسی لئے بونا پارٹ نے تقاضا کیا کہ اسے خاموشی سے اپنا کام کرنے دیا جائے۔ پارلیمنٹ میں جو پارٹی بیٹھی تھی اسے دوہرے خوف نے سہار رکھا تھا ___ ایک تو یہ کہ اگر کچھ کیا تو انقلابی ہلچل پھیل جائے گی، دوسرے یہ کہ کل کو خود اپنا ہی طبقہ، بورژوا طبقہ اسے بے چینی پھیلانے کا قصوروار ٹھہرائے گا۔ فرانس کو چونکہ

سب سے مقدم ضرورت تھی امن سکون کی، تو ضابطہ پارٹی میں اتنی جرأت کہاں کہ بونا پارٹ کے پیغام کی ''مصالحت'' کا جواب ''جنگ'' سے دیتی۔ پبلک جو آس لگائے بیٹھی تھی کہ قومی اسمبلی کا اجلاس کھلتے ہی کوئی بڑا معرکہ پیش آنے والا ہے، وہ دھوکا کھا گئی۔ حزب مخالف کے نمائندوں نے سوال اٹھایا کہ مستقل کمیشن اکتوبر کے واقعات کے سلسلے میں اپنی پوزیشن صاف کرے، تو ان کی تجویز اکثریت رائے سے پٹ گئی۔ قومی اسمبلی ان تمام بحث طلب معاملات سے دامن بچانے کا اصول برت رہی تھی جن سے شعلہ اٹھنے کا اندیشہ تھا۔ غرض یہ کہ نومبر دسمبر 1850 میں اسمبلی کے اجلاس کی کاروائی بالکل پھیکی رہ گئی۔

آخر، دسمبر کے ختم ہوتے ہوتے پارلیمنٹ کے کئی خصوصی اختیارات (perogatives) پر ڈھکی چھپی لڑائی چلی۔ دونوں طاقتوں کے خصوصی اختیارات کے سلسلے میں یہ جھگڑا معمولی چپقلش تک آ کر رہ گیا کیونکہ بورژوازی نے عام رائے دہندگی کا حق مٹا کر طبقاتی جدوجہد کا مسئلہ پہلے ہی ٹھنڈا کر دیا تھا۔

پارلیمنٹ کے ایک نمائندہ ممبر منوگن پر قرض کے سلسلے میں مقدمہ چلا اور سزا سنا دی گئی۔ عدالت کے صدر کے سوال پر وزیر انصاف روئے (Ruher) نے کھلے لفظوں میں کہا کہ بغیر کسی رسمی تکلف کے مقروض کی گرفتاری کا حکم جاری ہونا چاہئے۔ اس پر منوگن کو گرفتار کر کے قرضداروں کی جیل میں ڈال دیا گیا۔ قومی اسمبلی کو جب پتہ چلا کہ پارلیمنٹ کے ممبر کی محفوظ حیثیت پر یوں ہاتھ ڈالا گیا ہے تو وہ بھڑک اٹھی۔ اس نے نہ صرف یہ قرار دیا کہ گرفتار شدہ ممبر کو فوراً رہا کیا جائے بلکہ اسی شام اپنے کلرکی اسٹاف کی مدد سے اسے زبردستی کلیشی سے چھڑا بھی لیا۔ مگر دوسری طرف سے، نجی ملکیت کے تقدس پر اپنا اعتقاد جتانے کے لئے اور دماغ میں پڑے ہوئے اس

خیال سے کہ کیا خبر، ان شوریدہ سر ''مونٹین'' والوں کو ایک احاطے میں بند کر کے رکھنے کی ضرورت پڑ جائے اس لئے یہ احاطہ بھی تیار رہنا چاہئے، اسمبلی نے قرضے چڑھنے کی صورت میں پارلیمنٹ کے ممبروں کو گرفتاری منظور کر دی۔ بشرطیکہ پہلے سے اسمبلی کی منظوری حاصل کر لی گئی ہو۔ یہاں اسمبلی یہ فرمان نکالنا بھول گئی کہ ریپبلک کے صدر کو بھی قرض کے قصور میں جیل میں بند کیا جا سکتا ہے۔ اسمبلی کے ممبروں پر ہاتھ نہ ڈالنے کی جو ہلکی سی روک باقی تھی، وہ بھی اسمبلی نے صاف کر دی۔

جیسا کہ ذکر آ چکا ہے پولیس کمشنر یون آلے نام کے کسی شخص کی اطلاع پر یہ خبر لایا کہ ''10 دسمبر سوسائیٹی'' کے ایک جتھے نے دوپن اور شنگا ئیے کے قتل کی سوچی ہے۔ اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسمبلی کے پہلے ہی اجلاس میں کوئسٹروں نے تجویز پیش کی کہ پارلیمنٹ کی ایک اسپیشل پولیس بنائی جائے، جس کا سارا خرچ قومی اسمبلی کے بجٹ سے دیا جائے اور جو پولیس پریفیکٹ کے قطعی ماتحت نہ ہو۔ وزیر داخلہ بروش نے احتجاج کیا کہ یہ اس کے اختیارات کی حدود میں دخل اندازی ہے۔ تب ایک مجہول سمجھوتے کی راہ نکالی گئی۔ سمجھوتے سے طے پایا کہ پارلیمنٹ کا پولیس کمشنر اگرچہ پارلیمنٹ کے بجٹ سے تنخواہ وغیرہ لے گا اور پارلیمنٹ کے کوئسٹروں کو ہی اس کی تقرری اور برطرفی کا اختیار رہے گا، تاہم وزیر داخلہ کا مشورہ اور مرضی حاصل کرنا پہلے لازم ہو گا۔ اس عرصے میں آلے کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کی گئی اور یہاں بغیر کسی دقت کے یہ بات بنا دی گئی کہ وہ اطلاع محض من گھڑت تھی، وکیل سرکار نے اطلاع کو من گھڑت دکھاتے ہوئے دوپن اور شنگا رئیے، یون اور پوری قومی اسمبلی کا خوب مذاق اڑایا۔ بعد میں 29 دسمبر کو وزیر داخلہ بروش نے دوبن کو خط لکھا کہ پولیس کمشنریوں کو برطرف کیا جائے۔ قومی اسمبلی کے بیورو نے فیصلہ کیا کہ

یون اپنے عہدے پر رہے۔لیکن خود اسمبلی منوگن کے معاملے میں جو زبردستی سے کام لے چکی تی، اس سے ڈری ہوئی تھی کیونکہ جب بھی اسمبلی نے انتظامیہ طاقت پر ایک چوٹ لگائی جواب میں دو چوٹیں کھائیں، اس ڈر سے اسمبلی نے اپنے بورو کی تجویز پر تصدیق کی مہر نہیں لگائی۔یون نے جی لگا کر جو خدمت انجام دی تھی، اس کے انعام میں اسمبلی نے اس کا استعفیٰ طلب کرلیا اور خود کو پارلیمنٹ کے خصوصی اختیارات سے محروم کرلیا۔حالانکہ یہ نہایت لازمی تھا ایسے وقت میں جب کام اس آدمی سے آپڑا ہو جو رات کو سوچنے اور دن کو تعمیل کرنے والا نہیں تھا، بلکہ دن کو سوچتا و ررات کو اپنے منصوبے کی تعمیل کیا کرتا۔

ہم نے دیکھ لیا کہ قومی اسمبلی پورے نومبر دسمبر کے دوران انتظامیہ طاقت کے ساتھ ٹکر لینے سے کیسے کتراتی رہی اور ہر ممکن حیلے سے احتیاط برتتی رہی، حالانکہ اس کی گہری، گھمبیر اور ٹھوس وجوہات موجود تھیں۔اب دیکھئے کہ بعد میں چھوٹے موٹے سوالوں پر اسے کس طرح انتظامیہ طاقت سے ٹکر لینی پڑی۔منوگن کے معاملے پر اسمبلی نے اصولی طور پر اجازت دے دی کہ قرضہ ادا نہ ہونے پر نمائندہ ممبروں کو گرفتار کیا جا سکتا ہے، البتہ اتنا حق اپنے ہاتھ میں رکھا کہ یہ اصول انہی ممبروں پر لاگو کیا جائے جو نظر میں چبھتے ہوں اور صرف اتنے سے شرمناک حق کو ہاتھ میں رکھنے کی خاطر وزیر عدالت سے بھی بیر مول لے لیا۔بجائے اس کے کہ قاتلانہ حملے کی تیاریوں کی اطلاع سے فائدہ اٹھا کر یہ مانگ کی جاتی کہ "10 نمبر سوسائیٹی" کی سرگرمیوں کی تحقیقات کی جائے اور بالآخر بونا پارٹ کو فرانس اور یورپ کی نظروں کے سامنے بے نقاب کردیا جائے، اس کا اصلی روپ دکھادیا جائے کہ یہی شخص پیرس کے آوارہ گردوں کی ٹولی کا سرغنہ ہے، قومی اسمبلی وزیر داخلہ سے

اس نقطے پر الجھ پڑی کہ پولیس کمشنر کی تقرری اور برطرفی کا اختیار کس کے ہاتھ میں رہے گا۔ اس طرح سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ ضابطہ پارٹی نے اس تمام مدت میں اپنی دوغلی پوزیشن سے مجبور ہو کر، اس لڑائی کو جو انتظامیہ طاقت سے لڑنی تھی، بے حیثیت کر لیا، اور اسے معمولی عدالتی داؤ پیچ میں بدل ڈالا، گھٹیا قسم کے الجھاووں میں، قانونی موشگافیوں میں، اختیارات کے دائرے کی بحثوں میں پھنسا کر رکھ دیا اور اپنی سرگرمی کا مطلب لے دے کے یہ ظاہر کیا کہ خالی خولی لفظی ہیر پھیر ہے اور کچھ نہیں۔ ضابطہ پارٹی کو اتنی ہمت نہیں کہ اس وقت میدان میں اترے جب کسی اصول کی خاطر جنگ ٹھنی ہو، جب انتظامیہ طاقت مشکل میں پھنسی ہو اور جب قومی اسمبلی کا معاملہ پوری قوم کا معاملہ بنا ہوا ہو۔ ضابطہ پارٹی اگر قدم اٹھا لیتی تو پوری قوم کو قدم اٹھانے کا سگنل مل جاتا مگر وہ کسی بات سے اتنا نہیں ڈرتی جتنا قوم کو حرکت میں لانے سے ڈرتی ہے۔ اسی لئے ایسے موقعوں پر وہ ''مونٹین'' پارٹی کی تجویزوں کو رد کرتی رہی، اور صرف معمول کی مصروفیتوں میں لگی رہی۔ جب ضابطہ پارٹی بڑے پیمانے کی جدوجہد سے انکار کر چکی تو انتظامیہ طاقت نے نہایت اطمینان سے اس آنے والے لمحے کا انتظار کیا کہ وہ پھر چھوٹے اور معمولی حیثیت کے سوال اٹھائے اور یوں کہنا چاہئے کہ کشمکش پارلیمنٹری یا محض مقامی دلچسپی کی ہو کر رہ جائے۔ تب پھر ضابطہ پارٹی کے دل کا غبار شدت سے اٹھے، تب وہ اصلی منظر پر سے پردہ کھینچے، صدر کا بہروپ چاک کرے، ریپبلک کے خطرے میں ہونے کا اعلان کرے، مگر تب تک زور باندھنے کا کوئی حاصل نہ رہ جائے گا، مقابلے کے لئے اٹھنے کی وجہ یا تو محض بہانہ نظر آئے گی یا یوں ہی اس کا قابل نہ ہوگی کہ اس کی خاطر مقابلہ کیا جائے۔ پارلیمنٹ کے اندر کا ہنگامہ پیالے میں پانی کا طوفان ہوتا ہے، یہ

مقابلہ صرف جوڑتوڑ، داؤ پیچ، اور الزام تراشی کا مقابلہ رہ جاتا ہے۔ اور ایسے وقت میں جب انقلابی طبقے قومی اسمبلی کی گراوٹ ہنسی کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اپنی باری کو پارلیمنٹ کے خصوصی اختیار اتنے ہی عزیز ہوتے ہیں جتنی عزیز قومی اسمبلی کو سماجی آزادیاں ہوتی ہیں، تب بورژوازی جو پارلیمنٹ کے باہر ہے اسے کیا معلوم کہ پارلیمنٹ کے اندر پہنچنے والی بورژوازی کس طرح بہت چھوٹی موٹی پنجہ کشی پر وقت ضائع کرتی ہے اور پریذیڈنٹ سے رقابت کی معمولی چھین جھپٹ میں سارا امن وسکون خطرے میں ڈال دیتی ہے۔ وہ ایسی چال کے چکر میں آجاتی ہے جس کی غرض یہ ہے کہ امن کا عہدنامہ کیا جائے، ایسے وقت جب جنگ چھڑنے کی سب کو امید ہو اور حملہ شروع کیا جائے ایسے وقت جب ہر طرف لوگ سوچ رہے ہوں کہ امن کا عہدنامہ ہوگیا۔

20 دسمبر کو پاسکل دوپرانے وزیرِ داخلہ سے سونے کی سلاخوں کی لاٹری پر سوال جواب کیا۔ یہ لاٹری کیا تھی، دخترِ جنت (daughter of elysium) (95)۔ بونا پارٹ نے اپنے حواریوں کی شرکت سے یہ تحفہ دنیا کو بخشا اور پولیس پریفکٹ کارلے نے اُسے خاص اپنی سرکاری سرپرستی میں لے لیا، حالانکہ فرانس کے قوانین کسی قسم کی لاٹری کی اجازت نہیں دیتے، سوائے ایسی لاٹریوں کے جو خیراتی کاموں کے لئے جاری کی جائیں۔ ایک فرانک فی ٹکٹ کے حساب سے 70 لاکھ ٹکٹ جاری کئے گئے۔ اور ظاہر یہ کیا گیا کہ اس رقم سے پیرس کے سیلانی لوگوں کو کیلیفورنیا بھیجنے کا انتظام کیا جائے گا۔ ایک طرح سے غرض یہ تھی کہ سنہرے خواب دکھا کر پیرس کے پرولتاریہ کے دماغ سے اشتراکی خواب نکالے جائیں، محنت کے حق کا کلمہ پڑھنا بھول کر وہ بڑے انعام جیتنے کے چکر میں پڑ جائیں۔ ظاہر

بات ہے کہ پیرس کے مزدور کیلیفورنیا کے سونے کی چمکتی ہوئی سلاخوں کے پھیر میں آئے تو اِن معمولی فرانکوں کا ہوش نہیں رہا جو ان کی جیبوں سے کھسکا لیے گئے تھے۔ غرض کہ یہ سارا لاٹری کا دھندہ محض چال بازی تھی وہ سیلانی جو پیرس سے باہر گئے بغیر کیلیفورنیا کی سونے کی کانیں کھودنے چلے تھے، وہ خود بونا پارٹ تھا اور قرضوں میں دبے ہوئے اُس کے حواری۔ قومی اسمبلی کے ووٹ سے جو تیس لاکھ فرانک ملے تھے وہ سب اندھا دھند خرچ ہو چکے تھے اور ان ضرورت تھی کہ خالی تجوری بھرنے کی کوئی سبیل کی جائے۔ بونا پارٹ نے ایک ناکام کوشش کی کہ تعمیری کام اٹھایا جائے۔ نئی cites ouvrieres (مزدور بستیوں) کی تعمیر کے نام سے اُس نے قومی فنڈ کھولا اور بڑی رقم کا چندا دینے کے لیے سرِ فہرست اپنا نام لکھوایا۔ سنگدل پیسے والوں نے بے اعتباری سے اُس دن کا انتظار کیا جب وہ اپنے چندے کی رقم ادا کرتے مگر وہ رقم کہاں آنی تھی، نتیجہ یہ کہ اشتراکی ہوائی قلعے بنانے کا جو ڈول ڈالا تھا وہ غبارے کی طرح پھٹ گیا۔ تعمیری منصوبہ غارت ہو گیا، مگر سونے کی سلاخوں نے خوب کمائی کی۔ بونا پارٹ اور اس کے مشیر کاروں کی صرف اتنے میں تسلی نہ ہوئی کہ 70 لاکھ فرانک میں سے جو رقم جیتنے والے ٹکٹوں کے انعام میں نکل جائے، اس سے اوپر آئی ہوئی رقم اپنی جیب میں ڈال لیں: انہوں نے جو لی ٹکٹ نکال دیے، ایک ہی نمبر کے دس، پندرہ بلکہ بعض تو بیس بیس ٹکٹ نکل آئے ___ یہ "10 دسمبری سوسائٹی" کی قسم کا مالی نسخہ تھا۔ اس بار قومی اسمبلی کو ریپبلک کے کسی فرضی پریزیڈنٹ سے واسطہ نہ تھا، بلکہ اُس کا سامنا ہوا تھا سچ مچ کے ٹھوس بونا پارٹ سے۔ وہ پریزیڈنٹ کو ٹھیک جائے واردات پر پکڑ سکتی تھی، واردات کوئی آئین کے خلاف نہیں، بلکہ صاف صاف خیانتِ مجرمانہ۔ اگر دوپرا کے سوال جواب پر اسمبلی کان دبا

کر معمول کے کام نمٹانے میں لگی رہی تو اس کا سبب محض یہی نہ تھا کہ ژارار دین نے جو تجویز رکھی کہ اسمبلی اپنے "اطمینان" کا اظہار کر دے تو اس پر ضابطہ پارٹی کو خود ایک با قائدگی سے بے ایمانی کرنے کا خیال آ گیا۔ بورژوا خاص کر وہ بورژوا جو اسٹیٹ کے گھوڑے پر سوار ہو، عملی معاملات میں اپنے نیچ پن کو خیالات و نظریات کی بلند آہنگی سے بھر دیتا ہے۔ مدبر کی حیثیت میں وہ اپنے مقابل کی سرکاری طاقت کی طرح ایک بلند برتر ہستی بن بیٹھتا ہے جس سے لڑنا ہو تو اسی بلند و برتر سطح پر، اسی آن بان کے ساتھ لڑا جا سکتا ہے۔

بونا پارٹ جو ایک بے حیثیت آدمی تھا، ایک شاہانہ آوارہ گرد تھا، اسے چال باز بورژوازی کے مقابلے میں یہ جیت ضرور تھی کہ وہ کشمکش ہونے پر گرے ہوئے حربے اختیار کر سکتا تھا۔ اب اس نے دیکھ لیا کہ جب خود قومی اسمبلی ہی پھسلواں زمین سے گزر جانے میں ہاتھ تھام کر سہارا دے رہی ہے، فوجی دعوتوں اور پریڈوں کے معاملے میں، "10 دسمبر سوسائٹی" کے معاملے میں اور آخر میں اس خیانت مجرمانہ کے سلسلے میں جب اسمبلی نے خود اسے رپٹنے سے بچا لیا تو وقت آ گیا ہے کہ وہ ظاہر بچاؤ کرنے کے بجائے حملہ کر بیٹھے۔ اس عرصے میں جو چھوٹی چھوٹی شکستیں وزیرِ انصاف، وزیرِ جنگ، وزیرِ بحریہ، وزیرِ مالیات کو پارلیمنٹ کے مقابلے میں ہوئی تھیں وہ ان سے کچھ شکستہ خاطر نہیں تھا، ان موقعوں پر قومی اسمبلی صرف ناگواری ظاہر کر کے رہ گئی تھی۔ بونا پارٹ نے نہ صرف یہ کہ وزیروں کو استعفیٰ دینے سے روکا، ایسا ہوتا تو پارلیمنٹ کے سامنے انتظامیہ کی حیثیت دب جاتی، بلکہ وہ کام جو قومی اسمبلی کی تعطیل کے دنوں میں اٹھایا تھا، اب اس کی تکمیل کے لئے میدان صاف پایا، یعنی فوجی طاقت کو پارلیمنٹ سے کاٹ دیا جائے: اس نے شنگارنیے کو برطرف کر

دیا۔

یلی سے ئی کے ای اخبار نے یہ عبارت شائع کی کہ گویا مئی مہینے میں پہلی فوجی ڈویژن کو ایک حکم جاری کیا گیا تھا۔ اور یہ ہے وہ حکم جو شنگارنیئے کی طرف سے افسروں کے نام جاری کیا گیا کہ اگر بغاوت ہو جائے تو اپنی صفوں کے اندر جس کو ٹوٹتا دیکھیں، فوراً گولی سے اڑا دیں۔ اور اگر قومی اسمبلی فوج طلب کرے تو کمک نہ بھیجی جائے۔ 3 جنوری 1851 کو مجلس وزارت سے اس حکم پر جرح کی گئی تو اول اس نے معاملے کی چھان بین کے لئے تین مہینے کی مہلت مانگی، پھر ایک ہفتہ، آخر میں صرف 24 گھنٹے رہ گئے۔ اسمبلی نے اصرار کیا کہ فوراً پورے معاملے کی وضاحت پیش کی جائے۔ شنگارنیئے اٹھ کر اعلان کرتا ہے کہ اس قسم کا کوئی حکم کبھی جاری نہیں ہوا۔ وہ اتنا اور بڑھا دیتا ہے کہ قومی اسمبلی کا ہر ایک تقاضا پورا کیا جائے گا اور اگر کوئی ٹکراؤ کا وقت آیا تو ہمیشہ وہ اسے اپنے ساتھ پائے گی۔ قومی اسمبلی اس اعلان کو تالیوں کے گونج میں قبول کرتی ہے اور ووٹوں سے شنگارنیئے پر اپنا اعتماد ظاہر کرتی ہے۔ خود کو جنرل کی ذاتی سرپرستی کے سپرد کر کے اسمبلی اپنے اختیارات سے دست برداری، اپنی ذات سے بے بسی، اور فوج کے ہاتھ اختیار کل لکھ دیتی ہے۔ لیکن جنرل غلطی پر تھا کہ بونا پارٹ کے مقابلے میں اسی طاقت کو پارلیمنٹ کی مرضی پر چھوڑ رہا تھا جو طاقت اسے بونا پارٹ کی طرف سے محدود استعمال کے لئے دی گئی تھی، اور الٹا اسی پارلیمنٹ سے مدد کا امیدوار تھا جس نے مشکل کے وقت جنرل کی سرپرستی کا دامن تھاما تھا۔ تاہم شنگارنیئے کو اس پراسرار طاقت پر ایمان رہا جو بورژوازی نے اسے 29 جنوری 1849 کو عطا کی تھی۔ وہ خود کو دوسری دو سرکاری طاقتوں کے برابر کی تیسری طاقت سمجھ بیٹھا۔ اس دور کے جو باقی تیس مار

خان، بلکہ روحانی بزرگ تھے، ان کی صف میں وہ بھی شریک ہوگیا، وہ لوگ جن کی عظمت ان کی پارٹی کی زبانی پھیلائی ہوئی لمبی چوڑی باتوں میں پوشیدہ ہوتی ہے، مگر جوں ہی حالات کا الٹ پھیر ان سے کرامات کی امید کرنے لگتا ہے وہ سکڑ سمٹ کر اپنی اوقات پر آجاتے ہیں۔ لیکن ان فرضی سورماؤں اور سچ مچ کے کراماتی بزرگوں کے حق میں بےاعتباری عموماً ایک جان لیوا دشمن ہے۔ اسی لئے یہ حضرات ان جملہ کسنے والوں اور پھبتی بازوں کے طرف سے عالی ظرف کے ساتھ منہ پھیر لیتے ہیں، انہیں خاطر میں نہیں لائے جن میں جوش عقیدت کی کمی ہوتی ہے۔ اسی شام کو یلی سے ئی محل پر مجلس وزارت طلب کی گئی۔ بوناپارٹ نے زور دیا کہ شنگارینے کو برطرف کیا جائے۔ پانچ وزیروں نے دستخط دینے سے انکار کردیا۔ " مونیٹر" اخبار نے اعلان کیا کہ وزارت میں کھنڈت پڑ گئی۔ ضابطہ پارٹی کے اخباروں نے دھمکی دی کہ شنگارینے کہ کمان میں پارلیمنٹ کی فوج بنالی جائے گی۔ آئین کی رو سے اس پارٹی کو یہ حق حاصل تھا۔ صرف اتنا کرنا تھا کہ شنگارینے کو قومی اسمبلی کا صدر چن لیا جاتا اور اپنی سلامتی کے لئے فوج کی جتنی تعداد چاہئے ہوتی طلب کرلی جاتی۔ ابھی جب کہ شنگارینے واقعی فوج کے کمانڈر کے عہدے پر اور پیرس کے نیشنل گارڈ کی کمان سنبھالے ہوئے تھا، اور اسی انتظار میں بیٹھا تھا کہ فوج سمیت اسے کمک پر بلایا جائے، اطمینان سے یہ کاروائی ممکن تھی۔ بوناپارٹ کے اخبارات ابھی اتنی ہمت نہیں تھی کہ قومی اسمبلی اگر براہ راست فوج کی طلبی کا حکم دے تو اس پر اعتراض کرسکیں ___ اس قسم کا قانونی الجھاؤ موجودہ حالات میں کام نہیں آسکتا تھا۔ قومی اسمبلی کے حکم پر فوج عمل کرتی، یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے، بشرطیکہ ہم یہ واقعہ نظر میں رکھیں کہ بوناپارٹ کو سارا شہر پیرس کھنگالنے میں پورا

ایک ہفتہ لگ گیا تب جا کر دو ایسے جنرل براگے دی ایلئے اور سین ژان دی انژیلی ہاتھ آئے جو شنگارنیئے کی برطرفی کے حکم پر دستخط دینے کو تیار تھے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ خود ضابطہ پارٹی کو اپنی صفوں میں اور پارلیمنٹ میں اس قسم کے فیصلے کے حق میں ضروری تعداد مل جاتی؟ اس میں بڑا شبہ ہے، اگر ہم نظر میں یہ واقعہ بھی رکھیں کہ ہفتہ بھر بعد 286 منتخبہ ممبر اس پارٹی سے پھر گئے اور دسمبر 1851 تک جب فیصلے کا آخری موقع تھا، "مونٹین" والے اس قسم کی تجویز کو رد کرتے رہے۔ تاہم یہ ممکن تھا کہ چودھری لوگ اپنی پارٹی والوں کا ہجوم لے کر سرفروشی کے لئے سنگینیوں کے جنگل میں چھپ جائیں گے اور اس فوج کی خدمات سے کام لیا جاتا جو پارٹی کے کیمپ میں آ کر مل جاتی۔ مگر اس کے بجائے چودھری حضرات 6 جنوری کی شام کو یلی سے ئی محل کی جانب روانہ ہو گئے، خیال یہ تھا کہ مدبرانہ داؤ پیچ سے، اور اونچ نیچ دکھا کر بونا پارٹ کو منالیں گے کہ وہ شنگارنیئے کو برطرف کرنے کے فیصلے سے باز رہے۔ جس کو منایا جاتا ہے اسے صورت حال پر حاوی مان لیا جاتا ہے۔ چودھریوں کی ان کوششوں سے بونا پارٹ کا حوصلہ بڑھ گیا۔ 12 جنوری کو اس نے نئی منسٹری نامزد کر دی جس میں پرانی منسٹری کے لیڈر فولد اور بروش برقرار رہے۔ سین ژان دی انژیلی کو وزیر جنگ مقرر کیا گیا۔ "مونیٹر" اخبار میں شنگارنیئے کی برطرفی کا حکم نکلتا ہے اور اس کا عہدہ دو حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے: براگے دی ایلئے کو پہلی فوجی ڈویژن ملتی ہے اور پیرو کو نیشنل گارڈ کی کمان سپرد کی جاتی ہے۔ وہ جو "سماج کا مضبوط پشتہ" تھا اپنے عہدے سے اٹھا دیا جاتا ہے۔ اگر اس واقعے پر کوئی زلزلہ نہ آیا تو یہ کیا کم ہے کہ سٹہ بازار کے بھاؤ میں تیزی آ گئی۔

ضابطہ پارٹی نے فوج کو دھکا دے کر، حالانکہ شنگارنیئے کی صورت میں فوج

اسی پارٹی کی مرضی پر کام کرتی، اور اسے پریزیڈنٹ کے بالکل ہی حوالے کر کے یہ ثابت کر دکھایا کہ اب حکومت چلانا بورژوازی کے بس کی بات نہیں رہی۔ پارلیمنٹری وزارت پہلے ہی اپنا وجود کھو چکی تھی۔ اب جبکہ ضابطہ پارٹی نے فوج اور نیشنل گارڈ پر سے بھی اختیار کھو دیا تو منوانے کی کون سی سبیل اس کے پاس رہ گئی جس سے بیک وقت وہ عوام پر پارلیمنٹ کا غاصبانہ اقتدار بھی قائم رکھتی اور پریذیڈنٹ کے مقابلے میں پارلیمنٹ کا آئینی اقتدار بھی سنبھالتی؟ اب لے دے کہ صرف اتنا رہ گیا کہ ان بے طاقت اصولوں کی اپیل کیا کرے جنہیں وہ خود ہی محض عام قسم کے اصول شمار کیا کرتی تھی جو دوسروں کے لئے بنائے جاتے ہیں تا کہ ان پر لاگو ہوں اور خود کو بے روک ٹوک عمل کرنے سہولت رہے۔ شنگارینے کی برطرفی اور بونا پارٹ کے ہاتھ میں فوجی طاقت آجانے کے ساتھ اس دور کا پہلا حصہ تمام ہو جاتا ہے جو ہمارے پیش نظر ہے، یعنی ضابطہ پارٹی اور انتظامیہ کی طاقت کی کش مکش کا دور۔ اب دونوں طاقتوں میں جنگ ٹھن جاتی ہے اور جنگ کھل کر ہوتی ہے۔ مگر یہ کب؟ یہ اس وقت جب ضابطہ پارٹی ہتھیار بھی کھو چکی اور سپاہی بھی۔ اب قومی اسمبلی کے پاس نہ وزارت، نہ فوج، نہ عوام، نہ رائے عامہ اور 31 مئی کا انتخابی قانون پاس کر دینے کے بعد اس کو ایک خود مختار قوم کی نمائندہ کہلانے کا بھی حق نہیں تھا۔ نہ آنکھ، نہ کان، نہ دانت، نہ کچھ اور ایسی حالت میں قومی اسمبلی رفتہ رفتہ فرانس قدیم کی پارلیمنٹ (96) ہو کر رہ گئی، کہ گورنمنٹ کے ہاتھ میں ساری کارگزاری سونپ کر خود سبکدوش اور مار پیچھے پکار کرنے میں خوش۔

نئی وزارت کو ضابطہ پارٹی نے زبردست ہائے واویلا کے ساتھ قبول کیا۔ جنرل بیدو نے اپنی یادداشت میں ذکر کیا ہے کہ تعطیل کے دنوں میں مستقل کمیشن کتنا

دب دب کر چل رہا تھا اور اس نے احتیاط کی انتہا یہ کی کہ اپنے جلسوں کی روئیداد تک چھاپنے سے روک لی۔ وزیر داخلہ نے اپنی طرف سے کافی زور دیا کہ ان روئیدادوں کی اشاعت کی جائے، جو اپنا لطف کھو چکی تھیں؛ ان سے نہ اب کوئی خاص بات کھلتی تھی، نہ اکتائی ہوئی پبلک میں ان کا چرچا ہوتا تھا۔ ریمیوز کی تجویز پر قومی اسمبلی الگ الگ کمیشنوں میں بحث کرنے کے بعد "غیر معمولی کاروائیوں کی کمیٹی" مقرر کر دیتی ہے۔ پیرس کو یوں بھی روزمرہ کے مشغلوں سے فرصت نہیں۔ کاروبار ان دنوں بہت مزے میں جا رہا ہے، صنعتی ادارے زور میں چل رہے ہیں، اناج کے بھاؤ کم ہیں، کھانے پینے کا ذخیرہ افراط سے ہے۔ بچت فنڈ میں روزانہ خوب روپیہ جمع ہو رہا ہے۔ "غیر معمولی کاروائیاں" جن کی پارلیمنٹ نے اتنی دھوم دھام کی تھی، وہ سب غائب ہو گئیں کیوں کہ خود منسٹری کے خلاف 18 جنوری کو عدم اعتماد کا ووٹ پاس ہو گیا اور اس میں کہیں شنگارینے کا ذکر تک نہ تھا۔ ضابطہ پارٹی نے تحریک کا نقشہ اس طرح جمایا کہ ریپبلکنوں کے ووٹ بھی ساتھ کھنچے ہوئے آئیں، کیوں کہ وزارت نے جتنے کام کئے ان میں صرف ایک بات ریپبلکنوں کو پسند تھی، شنگارینے کا نکالا جانا۔ مگر ضابطہ پارٹی کو دوسرے کاموں سے بھی انکار نہیں ہو سکتا تھا، وہ اس نے خود اپنے ایماء پر وزارت سے کرائے تھے۔

18 جنوری کی ووٹنگ میں وزارت کے خلاف عدم اعتماد کی تجویز پر 286 میں 415 ووٹ آئے اور تجویز پاس ہو گئی محض اس لئے کہ انتہائی جائز وارث والوں کے ساتھ اور لین والے، خالص ریپبلکن اور "مونٹین" کے حامی مل گئے۔ صاف نظر آ گیا کہ ضابطہ پارٹی نے صرف وزارت یا فوج ہی نہیں کھوئی بلکہ بونا پارٹ سے رسہ کشی میں پارلیمنٹ کی اکثریت بھی اس کے ہاتھ سے نکل چکی ہے۔ پارلیمنٹری

نمائندوں کا ایک حصہ یوں ساتھ چھوڑ گیا کہ وہ اندھا دھند سمجھوتے کے حق میں تھا، کچھ ممبر ٹکراؤ کا سامنا دیکھ کر نکل گئے، کچھ کمزوری کی وجہ سے نکل گئے، کچھ گھریلو مجبوریوں سے کیوں کہ سرکاری تنخواہ پر دارومدار تھا، کچھ اس امید میں کہ (اودی لوں بارو) قلمدان وزارت خالی ہونے والے ہیں، کچھ محض خودپسندی یا خودغرضی کے مارے، جو معمولی بورژوا کے پاؤں اکھاڑ دیتی ہے اور وہ کسی نہ کسی ذاتی غرض پر اپنے پورے طبقے کا مفاد قربان کر ڈالتا ہے۔ بونا پارٹ کے حامی ممبر شروع سے ہی صرف انقلاب کے مقابلے میں ضابطہ پارٹی کے نقش قدم پر چل رہے تھے۔ کیتھولک پارٹی کے لیڈر مونتالامبیر نے اپنا پورا وزن بونا پارٹ کے پلے میں رکھ دیا تھا کیوں کہ اسے پارلیمنٹری پارٹی کے دم درود پر ایمان نہیں رہا تھا۔ آخر اس پارٹی کے سربراہ نمائندوں، یعنی اورلین والے، تنیر اور جائز وارث والے بیرئے نے مجبوراً کھل کر اپنے ریپبلکن ہونے کا اظہار کیا اور یہ مان لیا کہ اگرچہ وہ دل سے بادشاہی کے طرف دار ہیں، لیکن دماغ سے ریپبلک کے حامی ہیں ___ اور یہ کہ پارلیمنٹری ریپبلک ہی ایک ایسی شکل رہ گئی ہے جس میں بورژوازی کا سکہ چل سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ خود بورژوا طبقے کی آنکھوں کے سامنے انہیں مجبوری کے اپنے بادشاہت کی بحالی کے منصوبے ایک خطرناک مگر بے معنی سازش کی طرح قلم زد کرنے پڑے جو وہ پارلیمنٹ کی پیٹھ پیچھے مستقل طور سے چلائے جا رہے تھے۔

18 جنوری کو عدم اعتماد کے ووٹ نے وزارت پر کاری ضرب لگائی۔ لیکن پریذیڈنٹ پر نہیں، حالانکہ شنگارنیئے کو نکالنے میں وزارت کا نہیں، پریذیڈنٹ کا ہاتھ تھا۔ ضابطہ پارٹی سے اتنا نہ ہوا کہ خود بونا پارٹ سے جواب طلب کر لیتی، کہ وہ اپنے اختیارات کی بحالی کی گھات میں تھا۔ مگر یہ کیوں کر ہوتا جب کہ یہ پارٹی اسی

میں اپنے شاہی خاندانوں کی بحالی مضبوط ہوتے دیکھ رہی تھی۔ فوجی پریڈوں اور "10 دسمبری سوسائٹی" کی سازش بھرے حرکتوں پر جواب طلب کر لیتی؟ لیکن کیسے کرتی، یہ سوال تو پہلے ہی روزمرہ کے معمولی ایجنڈوں کے پلندے میں دفن کئے جا چکے تھے۔ ایک ایسے شخص کو نکالنے کے قصور میں جواب طلب کر لیتی جو 29 جنوری اور 13 جون کا ہیرو تھا اور جس نے مئی 1850 میں دھمکی دی تھی کہ اگر بغاوت اٹھی تو پیرس کو چاروں کھونٹ سے پھونک دیا جائے گا۔ لیکن ضابطہ پارٹی کے اتحادیوں نے جو "مونٹین" پارٹی کے تھے اور کوے نیاک نے یہ بھی نہ کرنے دیا کہ "سماج کا پشتہ" جو بیٹھ گیا تھا، اس سے سرکاری طور پر اظہار ہمدردی کر دیا جاتا۔ خود اس پارٹی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ آئین کی طرف سے پریذیڈنٹ کو جو اختیار دیا گیا ہے جنرلوں کو نکالنے کا، اس پر انگلی اٹھا سکے۔ ضابطہ پارٹی صرف اس کارن آپے سے باہر تھی کہ پریذیڈنٹ نئے وہ آئینی حق جو اس کو ملا ہوا ہے پارلیمنٹ کے خلاف استعمال کیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا خود اس پارٹی نے پارلیمنٹ میں اپنے خصوصی اختیارات سے مستقل کام لے کر بار بار آئین کے خلاف کاروائی نہیں کی، خاص کر جب عام رائے حق دہندگی کو منسوخ کیا؟ چنانچہ اب اس کے سامنے سوائے اس کے اور کوئی راہ نہ تھی کہ پارلیمنٹ کی مقررہ حدوں کے اندر رہ کر کام کرے۔ اور وہ اسی بیماری کے جال میں پھنس گئی جو 1848 سے برابر پارلیمنٹری حماقت کے نام سے سارے یورپ کو لپیٹ میں لے چکا تھا۔ اس کی لپیٹ میں آئے ہوئے لوگ اپنی ایک خیالی دنیا میں بند کر دیئے جاتے ہیں، نہ ان کے پاس قوت تمیز رہتی ہے، نہ یادداشت، نہ باہر کی کھردری دنیا کے سوجھ بوجھ۔ صرف اسی پارلیمنٹری حماقت سے ضابطہ پارٹی کی یہ بے بسی سمجھ میں آتی ہے کہ اس نے خود اپنے

ہاتھوں سے اور دوسرے طبقوں سے رسہ کشی کرنے میں پارلیمنٹ کی قوت وعظمت خاک میں ملادی اور ابھی تک اپنی پارلیمنٹری جیتوں کو فتوحات سمجھے جارہی تھی اور سوچتی تھی کہ پریذیڈنٹ کی بنائی ہوئی وزارت پر چوٹ لگا کر خود پریذیڈنٹ کو ہی نشانہ بنایا ہے۔ پارٹی نے الٹا اور موقع دیا کہ قومی اسمبلی کو وہ پوری قوم کے سامنے پھر ذلیل کرے۔20 جنوری کو "مونیٹر" اخبار نے اعلان کردیا کہ پریذیڈنٹ نے مجلس وزارت کا استعفیٰ قبول کرلیا ہے۔اس بہانے سے کہ فی الحال کسی پارلیمنٹری پارٹی کو اکثریت حاصل نہیں ہے، جیسا کہ 18 جنوری کی ووٹنگ سے ثابت ہوتا ہے اور یہ ووٹنگ "مونٹین" اور شاہ پرستوں نے مل کر کی تھی، اکثریت بننے تک بونا پارٹ نے نام کے لئے ایک وقتی وزارت قائم کر دی تھی جس کا ایک رکن بھی پارلیمنٹ کا ممبر نہیں تھا، سب کے سب انجانے اور بے حیثیت لوگ تھے۔ یہ وزارت محض کلرکوں اور نقلچیوں کو جوڑ کر بنائی گئی تھی۔ ضابطہ پارٹی اب ان کٹھ پتلیوں سے الجھنے میں ہی اپنی طاقت برباد کیا کرتی، کیوں کہ انتظامیہ طاقت کی نظر میں کوئی خاص وزن نہیں تھا اس بات کا کہ قومی اسمبلی میں اس کی اچھی خاصی نمائندگی ہونی چاہیے۔ بونا پارٹ نے اب اپنی ذات میں زیادہ سے زیادہ انتظامی اختیارات سمیٹ لئے تھے اور اس کے وزیر جس قدر بھی نام کے مہرے بنتے اتنا ہی انتظامیہ کا استعمال اپنی غرض کے لئے زیادہ آسان ہوجاتا۔

ضابطہ پارٹی نے ''مونٹین'' سے مل کر انتقامی کاروائی کی کہ پریذیڈنٹ کو 18 لاکھ فرانک کی رقم جو کلرک منسٹری نے ''10 دسمبری سوسائیٹی'' کے دباؤ سے دینا تجویز کی تھی، وہ نامنظور کر دی۔ اس بار نامنظوری کے حق میں صرف 102 ووٹ زیادہ آئے، یعنی 18 جنوری سے اب تک ضابطہ پارٹی کے ہاتھ سے 27 ووٹ اور نکل

چکے تھے: اس کا انتشار بڑھتا جا رہا تھا۔ اسی وقت، محض اس خیال سے کہ کہیں ''مونٹین'' کے ساتھ جو کولیشن ہو رہا ہے، اس کا کچھ اور مطلب نہ نکال لیا جائے، ضابطہ پارٹ ''مونٹین'' کے 189 ممبروں کی پیش کردہ اس تجویز پر غور کرنے تک کو تیار نہ ہوئی کہ تمام سیاسی مجرموں کو عام معافی دی جائے۔ اورتو اور، وائس نام کے ایک وزیر داخلہ کی طرف سے کھلے لفظوں میں کہا گیا کہ امن وسکون صرف ظاہر کا پردہ ہے، زبردست ایجی ٹیشن اندر ہی اندر پھیل رہا ہے، جا بجا خفیہ سوسائٹیاں بن رہی ہیں جمہوریت پسند اخبار پھر سے سر اٹھانے کی تیاری میں ہیں، دیہی حلقوں (ڈیپارٹمنٹوں) سے بھی خیر و عافیت کی اطلاع نہیں آ رہی، جنیوا کو بھاگنے والے فرانسیسی ان سازشوں کے سرغنہ ہیں، جن کا تار لیون کے راستے سارے جنوبی فرانس میں پھیل چکا ہے اور فرانس صنعتی اور کاروباری توڑ پر پہنچ چکا ہے، شہر روبے کے کارخانہ داروں نے کام کے گھنٹے کم کر دیے ہیں، بیل ایک کے جزیرے میں (87) سیاسی قیدیوں نے طوفان مچا دیا ہے___ کسی ایک وائس کے منہ سے اتنی بات نکلنا ہی کافی ہو گیا کہ لال بھوت کا سایہ منڈلا رہا ہے اور ضابطہ پارٹی نے جھٹ ایسی تجویز سے منہ پھیر لیا جو قومی اسمبلی کو زبردست مقبولیت بخش دیتی اور بونا پارٹ کو پھر اس کے قدموں پر گرنے کے لئے مجبور کر دیتی۔ بجائے اس کے کہ انتظامیہ طاقت نے تازہ ہنگاموں کی جو خوفناک تصویر کھینچی تھی، اس سے دہشت کھائے، ضاطبہ پارٹی کو چاہئے تھا کہ طبقاتی جدوجہد کا تھوڑا بہت زور دکھانے کا موقع نکالتی اور اس تدبیر سے انتظامیہ طاقت کو پنے حالات کی حد تک لا کر روک لیتی۔ لیکن اپنے اندر اتنا بورہ ہی نہ پایا کہ آگ انگاروں کے اس کھیل سے نمٹ لیتی۔

اتنے عرصے وہ نام کی وقتی وزارت اپریل کے وسط تک گاڑی کھینچتی رہی۔ بونا

پارٹ آئے دن منسٹری کے نئے نئے جوڑ بٹھا کر قومی اسمبلی کا ناک میں دم کرتا رہا، اسے بیوقوف بناتا رہا۔ کبھی وہ یہ ارادہ ظاہر کرتا کہ ریپبلکن منسٹری بنا دے جس میں لامارتین اور بی یو شامل ہوں، کبھی ایسی پارلیمنٹری وزارت بنانے کو کہتا جس میں اودی لوں بارو ضرور شریک ہو (یہ وہ نام ہے کہ جہاں بھی الٹی عقل کا ذکر ہوگا وہاں یہ نام زبان پر لازمی آئے گا)، کبھی جائز وارث والے گروہ کی وزارت سوچی جاتی جس میں واتی مینل اور بینوا دی آزی شامل ہوں، اور کبھی اورلین والوں کا نام آتا کہ مال ویل کو لے کر ان کی وزارت مقرر کی جائے۔ اس داؤ پیچ سے ضابطہ پارٹی کے مختلف گروہوں کو ایک دوسرے سے تناتنی کی حالت مین ڈال کر، اور ساری پارٹی کو یہ اندیشہ جتا کر کہ ریپبلکنوں کی بھی منسٹری بن سکتی ہے، وہ بن گئی تو عام رائے دہندگی کا حق پھر سے بحال ہونا لازمی بات ہے، بونا پارٹ نے بورژوازی کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی کہ پارلیمنٹری وزارت بنانے کی جتنی پرخلوص کوششیں وہ کرتا ہے، سب کی سب شاہ پرست گروہوں کی باہمی ناچاقی سے ناکام ہو جاتی ہیں۔ بورژوازی اور بھی با آواز بلند ''مضبوط سرکار'' کا مطالبہ کرنے لگی اور فرانس کو ''بغیر کسی سرکاری بندوبست'' کے رہنے دینا ناقابل معافی جرم قرار دینے لگی۔ اسے جتنا یہ نظر آتا گیا کہ ایک عام کاروباری بحران قریب آ رہا ہے جو شہروں میں اشتراکیت کے حامی پیدا کرے گا اور غلے کے بھاؤ تیزی سے گریں گے تو دیہات میں اشتراکیت کے حمایتی نکل پڑیں گے۔ روز بہ روز کساد بازاری بڑھتی گئی۔ بے روزگاروں کی تعداد بڑھتی نظر آنے لگی، پیرس میں کس سے کم دس ہزار مزدور روٹی کو محتاج ہو گئے۔ روآن، روآن، میولوز، لیون، روبہ، ترکوئن، سین اتیئین، ایل بیوف اور دوسرے کئی مقامات پر بہت سی فیکٹریوں پر تالے پڑ گئے۔ ان حالات میں بونا

پارٹ نے یہ جرات کی کہ 18 جنوری منسٹری ہی 11 اپریل کو بحال کر دی۔ اب تک وزارت میں مسٹر روئے، فولد اور بروش وغیرہ تھے ہی، اب لیون فوشے کو بھی ان میں جوڑ دیا، حالانکہ آئین ساز اسمبلی نے اپنے اجلاس کے آخری دنوں میں پانچ وزیروں کے اختلاف کے باوجود، اتفاق رائے سے اس شخص پر، جھوٹے ٹیلی گرام بھیجنے کے الزام میں عدم اعتماد کا ووٹ پاس کیا تھا۔ اس طرح سے قومی اسمبلی نے 18 جنوری کو وزارت پر فتح پائی اور تین مہینے بونا پارٹ سے کشمکش جاری رکھی صرف اتنے کے لئے کہ 11 اپریل کو فولد اور بروش اپنے وزارتی حلقے میں ایک تیسرے کو بھی ملالیں ___ پاکباز فوشے کو۔

نومبر 1849 میں بونا پارٹ اسی سے مطمئن تھا کہ وزارت پارلیمنٹری نہیں ہے، جنوری 1851 کو اتنی تسلی تھی کہ وزارت پارلیمنٹ سے باہر کی ہے، اب 11 اپریل کو ایسی وزارت بنانے کی طاقت پائی جو پارلیمنٹ کے خلاف ہو، اور ایسی وزارت کہ باری باری دونوں اسمبلیاں، آئین ساز بھی اور قانون ساز بھی ریپبلکن والوں کی بھی اور شاہ پرستوں کی بھی اس وزارت کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ پاس کر چکی تھیں۔ وزارتوں کی یہ درجہ بدرجہ حیثیت ایسا تھرمامیٹر تھی جس سے خود پارلیمنٹ اپنی زندگی کا گرتا ہوا درجہ حرارت ناپ سکتی تھی۔ یہ درجہ حرارت اپریل کے آخر میں اتنا گر گیا کہ پیرسنی نے شنگارنیئے کو ذاتی گفتگو میں پریزیڈنٹ سے مل جانے کی پیشکش کر دی۔ اس نے شنگارنیئے کو یقین دلایا کہ بونا پارٹ کے اندازے سے اب قومی اسمبلی کا اثر بالکل ٹوٹ چکا، وہ فرمان بھی تیار رکھا ہے جو نظام حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد شائع کیا جائے گا۔ اس کاروائی پر بھی خوب خوب غور کیا جا چکا تھا لیکن پھر اتفاق سے ملتوی ہو گئی ہے۔ شنگارنیے نے ضابطہ پارٹی کے

لیڈروں کو اس کی موت کی تیاریوں کی خبر بھیجی مگر کھٹل کے کاٹے سے موت کا یقین کون کرتا۔ پارلیمنٹ کتنی بھی بے بس تھی، ناچاقیوں کا شکار تھی، آخری سانس لے رہی تھی، تاہم کیسے نہ مانتی کہ ''10 نمبری سوسائیٹی'' کے سرغنہ مسخرے سے دو دو ہاتھ کرنا ایسا ہی ہے جیسے کھٹل سے کشتی لرنا، لیکن بونا پارٹ نے ضابطہ پارٹی کو وہی جواب دیا جو اگی سیلائی نے شاہ اگیس کو دیا تھا: ''میں تمہیں چیونٹی نظر آتا ہوں، لیکن وقت آرہا ہے کہ میں شیر بن جاؤں گا۔'' (98)

6

ضابطہ پارٹی نے ''مونٹین'' اور کالص ریپبلکنوں کے ساتھ کولیشن بنایا، وہ کولیشن بنانے پر اس لئے مجبور ہوئی تا کہ اپنی سی لاحاصل کوشش کر کے ایک تو فوجی طاقت کو ہاتھ سے نہ جانے دے، دوسرے انتظامیہ طاقت پر جو بالادستی جاتی رہی، اسے پھر چھین لے۔ مگر اس کولیشن نے قطعی طور پر یہ ثابت کر دیا کہ ضابطہ پارٹی پارلیمنٹ میں بذات خود اکثریت سے محروم ہو چکی ہے۔ صرف وقت کی دیر تھی، ادھر کیلنڈر پر 28 مئی کی تاریخ آئی، گھڑی نے 28 مئی کا گھنٹہ بجا کر اس پارٹی کے بکھر جانے کا سگنل دے دیا۔ 28 مئی کی تاریخ کو قومی اسمبلی کی زندگی کا آخری سال آ پہنچا۔ اب اس سوال کا فیصلہ درپیش تھا کہ آئین کو جوں کا توں رہنے دیا جائے یا اس پر نظر ثانی کی جائے۔ نظر ثانی کا مطلب یہ ہوتا کہ صرف بورژوازی یا چھوٹی حیثیت کی بورژوازی کی حکمرانی میں، ڈیموکریسی یا پرولتاری نراج کی حکومت میں پارلیمنٹری، پارلیمنٹری ریپبلک یا بونا پارٹ کی عملداری میں ہی کسی ایک کا چناؤ نہیں کرتا تھا بلکہ اورلین اور بربوں کی خاندانی بادشاہت میں سے بھی کسی کو چنا جا سکتا تھا۔ چنانچہ پارلیمنٹ کے بیچوں بیچ پھوٹ کا پھل گرا اور اس کے چار طرف کھلے عام

ان مفادوں کی چھینا جھپٹی شروع ہوئی جو ضابطہ پارٹی کو ایک دوسرے کے دشمن گروہوں میں بانٹنے والے تھے۔ مختلف فطرت کے سماجی عناصر یکجا ہونے سے یہ پارٹی بھان متی کا کنبہ تھی۔ آئین پر نظر ثانی کا سوال آتا تھا کہ سیاسی پارہ چڑھ گیا، جس سے جڑا ہوا کنبہ ٹوٹ کر ہر ایک پھر اپنے اپنے ٹھکانے جا لگا۔

بونا پارٹ والوں کو آئین پر نظر ثانی کی ضرورت کیوں پڑی تھی، وجہ صاف ہے، سب سے اول ان کے نزدیک دفعہ 45 کو ہٹوانا تھا جو بونا پارٹ کے دوبارہ چناؤ اور اختیارات کی مدت بڑھانے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ ریپبلکنوں کی پوزیشن بھی اتنی ہی واضح تھی۔ وہ غیر مشروط طور پر نظر ثانی کے خلاف تھے کیونکہ جانتے تھے اس اس سے ریپبلک کے خلاف عام سازش چل پڑے گی۔ قومی اسمبلی کے اندر انہیں ایک چوتھائی سے زیادہ ووٹ حاصل ہوئے تھے اور چونکہ آئین کے مطابق یہ لازم تھا کہ تین چوتھائی ووٹوں سے تجویز آئے تب آئین پر نظر ثانی کا فیصلہ قانونی ہوسکتا ہے اور آئین میں ترمیم کے لئے خاص سیشن طلب کیا جا سکتا ہے، لہٰذا ریپبلکن صرف اپنے ووٹوں پر بھروسہ کر کے یقین کے ساتھ جیت جائیں گے۔

ادھر تو ان دونوں کی یہ صاف پوزیشن تھی، اس کے برخلاف ضابطہ پارٹی اپنے اندر ایسے تضادات میں مبتلا ہوئی کہ وہ سلجھ نہ سکے۔ اگر وہ آئین پر نظر ثانی کو ٹھکرا دے تو جو بندوبست قائم ہے، وہ خطرے میں پڑے گا، بونا پارٹ کے سامنے صرف ایک راستہ رہ جائے گا___ طاقت آزمائی کا راستہ، اور فرانس کو مئی 1852 کے دوسرے اتوار کے جیسے فیصلہ کن موقع پر وہ انقلابی افراتفری کے حوالے کر دے گی؟ ایک پریذیڈنٹ ہوگا جس کے ہاتھ سے اختیار لے لیا گیا، پارلیمنٹ ہوگی جس کے پاس اختیار تھا ہی نہیں اور وہ عوام ہوں گے جو پھر سے طاقت چھیننے کی نیت لے کر

اٹھیں گے ۔ اب اگر ضابطہ پارٹی آئین کے مطابق نظر ثانی کی حمایت میں ووٹ ڈال دے تو جانتی تھی کہ لاحاصل ہوگا کیوں کہ آئین کی رو سے ریپبلکنوں کے ووٹ اس ووٹنگ کو منسوخ کرا دیں گے ۔ البتہ آئین شکنی کر کے محض اکثریت رائے فیصلہ کرنے کے حق میں آواز اٹھائے تو یہ انقلاب پر قابو پانے کی امید کر سکتی ہے لیکن اس میں یہ پخ لگی ہے کہ انتظامیہ طاقت کے سامنے بالکل ہی گھٹنے ٹیک دے اور یوں بونا پارٹ کو ملک کے آئین پر، نظر ثانی پر، اور خود اس پارٹی پر پورا اختیار دلوا دے ۔ اور اگر آئین پر صرف جزوی نظر ثانی کی جائے کہ پریذیڈنٹ کے اختیارات کی مدت بڑھانا مقصود ہو تو بونا پارٹ کیلئے طاقت دبا بیٹھنے کی زمین تیار ہوتی ہے ۔ اگر عام نظر ثانی کی جائے کہ ریپبلک کی عمر کا رشتہ ہی کاٹ دیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ الگ الگ شاہی خاندانوں کی بحالی کی شرائط نہ صرف مختلف ہوں گے بلکہ ایک کے ہوتے دوسرے کی سمائی نہیں ہونے والی ۔

پارلیمنٹری ریپبلک ہونے کو صرف ایک غیر جانبدار سر زمین تھی جس پر فرانسیسی بورژوازی کے دونوں گروہ، اور لین والے اور جائز وارث والے، صنعت کے مالک اور زمینوں جاگیروں کے مالک، پہلو بہ پہلو برابر کے حق سے راج کر سکتے تھے ۔ یہی ایک لازمی شرط تھی ان کی اس مشترکہ حکمرانی کے لئے، جو بس واحد صورت رہ گئی تھی ایسی ریاست کی جس میں ان دونوں کے مشترکہ طبقاتی مفاد حاوی رہتے، بورژوازی کے الگ الگ گروہوں کے باہمی مقابلے پر اور سماج کے دوسرے طبقوں کے مفاد پر غالب رہتے ۔ شاہ پرست ہونے کے ناتے وہ پھر اپنی پرانی دشمنی نکالنے پر اتر آئے کہ جاگیر والوں کا ہاتھ اوپر رہے یا روپے والوں کا، یہ ٹکراؤ خوب ابھر کر ظاہر ہو رہا تھا ان کے بادشاہوں یا اپنے اپنے موروثی شاہی

خاندانوں کی صورت میں۔ یہ سبب تھا کہ ضابطہ پارٹی بوربوں والوں کی تخت پر واپسی کے خلاف گئی۔

اورلین والے اور منتخبہ ممبر پارلیمنٹ کرے ٹن نے 1849 اور 1850 اور 1851 میں لگاتار یہ تجویز رکھی کہ شاہی خاندانوں کی جلاوطنی کا فرمان واپس لیا جائے۔ ہر بار پارلیمنٹ شاہ پرستوں کے جلسے کا ایک ایسا منظر پیش کرتی تھی جس نے اپنے دروازے مضبوطی سے بند کر رکھے تھے کہ نکالے ہوئے بادشاہ وطن کو واپس نہ آنے پائیں۔ رچرڈ سوم نے ہنری ششم کو یہ کہہ کر قتل کر دیا کہ اس دنیا میں اتنے نیک آدمی کی ضرورت نہیں، اس کی جگہ آسمان پر ہے۔ شاہ پرستوں نے فرانس کو اتنا بے وقوف سمجھ رکھا تھا کہ وہ نکالے ہوئے بادشاہوں کو پھر بلا لے گا۔ حالات کے دباؤ نے انہیں ریپبلکن بن جانے پر مجبور کر دیا تھا اور کئی بار ایسا ہوا کہ قوم کے اس فیصلے کی انہیں تائید کرنی پڑی کہ بادشاہ کو فرانس سے جلاوطن رکھا جائے۔

حالات کا تقاضا تھا کہ آئین کی نظر ثانی کے سوال پر غور کیا جائے اور ایسا کرنے میں جہاں یہ خطرہ بھی تھا اور امکان بھی کہ بورژوازی کے دونوں گروہوں کی حکمرانی قائم ہو جائے، وہیں بادشاہت قائم ہونے کا امکان ان مفادوں کی رقابت کو پھر سے زندہ کر دیتا جن کی بڑھ چڑھ کر نمائندگی باری باری کبھی ایک گروہ کرتا تھا، کبھی دوسرا اور بورژوازی کے دونوں گروہوں کے درمیان اوپر رہنے کی رسہ کشی بھی پھر سے جی اٹھتی۔ ضابطہ پارٹی کے سیاسی بھاؤ تاؤ کرنے والے سوچتے تھے کہ دونوں شاہی خاندانوں کو ملا کر یا بقول شخصے شاہ پرست پارٹیوں اور شاہی گھرانوں کو گھول کر مقابلے کا قصہ ہی پاک کر دیں گے۔ حقیقت میں "بحالی" والوں اور جولائی کی بادشاہت کی گھلی ملی شکل سے تو خود پارلیمنٹری ریپبلک کا خمیر اٹھا تھا جس میں

اور لین اور جائز وارث کے رنگ دھل دھلا کر، بورژوازی کے الگ نمونے صاف ہو کر سب ایک ہی بورژوا کے رنگ میں رنگ گئے تھے اور بورژوائی قسم کے نمائندے بن کر نکلے تھے۔ لیکن اب اور لین والوں کو جائز وارث اور جائز وارث والوں کو اور لین بننا باقی تھا۔ وہی بادشاہت جس میں ان کی عداوت ظاہر ہوتی تھی اب اتنی کسر تھی کہ وہی اتحاد کا گڑھ بن جائے۔ ایک گروہ کا مفاد دوسرے گروہ کے مفاد کو برداشت نے کرنے کی جو صورت تھی وہی اب کایا کلپ ہو کر ان سب کے مشترکہ طبقاتی مفاد کی ایک شکل بننا باقی تھی۔ بادشاہت کو اب وہی کچھ کرنا تھا جو دونوں بادشاہوں کے دعوے رد کرنے سے، یعنی ریپبلک کے ذریعے کیا جا سکتا تھا اور کیا جا چکا تھا۔ یہی وہ سنگ فلاسفہ تھا، وہ کیمیا کا نسخہ تھا جس پر ضابطہ پارٹی کے کیمیا گر سر کھپا رہے تھے۔ گویا موروثی بادشاہت کے دعویدار کبھی صنعتی بورژوازی کی بادشاہت بن سکتے تھے، یا بورژوا بادشاہت بدل کر موروثی جاگیر شرفاء کی بادشاہت میں ڈھل سکتی تھی۔ گویا یہ ممکن تھا کہ جاگیری ملکیت اور صنعتی ملکیت ایک تاج کے سائے میں میل ملاپ سے رہ لیں حالانکہ تاج دونوں میں سے کسی ایک ہی کے سر پر چڑھ سکتا تھا۔ یا تو بڑے بھائی کے سر پر یا چھوٹے بھائی کے سر۔ گویا یہ ممکن تھا کہ جاگیری ملکیت جب تک صنعتی ملکیت نہیں بن جاتی، صنعتی ملکیت اس سے بھائی چارہ بنا کر رکھ سکتی ہے۔ کل ہنری پنجم مر جائے تو اس کی موت سے نواب پیرس جائز وارث والوں کا بادشاہ نہیں مانا جائے گا جب تک وہ اور لین والوں کا بادشاہ ہونے سے دست برداری نہ لکھ دے۔ پھر بھی شاہی خاندانوں کو گھول دینے کے فلسفی، جن کی آواز آئین پر نظر ثانی کا سوال آگے آنے کے ساتھ ساتھ اونچی ہوتی گئی، جنہیں "Assemblee nationale" (99) کا ایک روزنامہ بھی

سرکاری ترجمانی کے لئے مل گیا تھا اور جو آج تک (فروری 1852 میں) برابر اپنے کام سے لگے ہوئے ہیں، یہ سمجھے جا رہے تھے کہ ساری مشکل یہ آپڑی ہے کہ دونوں شاہی خاندانوں کے درمیان مخالفت اور رقابت دور نہیں ہوتی۔ آخر اورلین کے گھرانے کو ہنری پنجم سے ملانے کی کوششیں رنگ لائیں، جولائی فلپ کی موت کے بعد شروع ہوئی تھیں لیکن جیسا کہ عام طور سے شاہی خاندانوں کے جوڑ توڑ ہوا کرتے ہیں، جن دنوں قومی اسمبلی کی چھٹی رہتی تھی، اس "انٹرول" کے وقت میں پردے کے پیچھے یہ جوڑ توڑ خوب کھیلتے تھے اور بجائے کسی سنجیدہ غرض کے، ان میں پرانے چونچلوں کے جذباتی ڈھکوسلے زیادہ نظر آتے تھے۔ اب جا کر انہوں نے ایک شاندار تماشے کی صورت اختیار کی جس میں ضابطہ پارٹی کو، آج تک کے محض شوقیہ کھیل تماشے کی حیثیت سے نہیں، بلکہ پورے اہتمام سے تمام حاضرین کے سامنے پردہ اٹھانا تھا۔ اب کاغذی گھوڑے دوڑنے لگے، پیرس سے وینس (100) وینس سے کلیرمونت اور کلیرمونت سے پھر پیرس نامہ بروں کا تانتا لگ گیا۔ گراف شمبورنے اعلان عام صادر فرمایا، کہ وہ "خاندان کے تمام ممبروں کی تائید کے بل پر "اپنی بحالی کا نہیں بلکہ "قوم کی" بحالی کا تقاضا کرتے ہیں۔ اورلین خاندان کا سلواندی ہنری پنجم کے قدموں پر جھک جاتا ہے۔ جائز وارث گروہ والے کے پرمکھ بیرئے، بنیوادی آزی، سین پریست چل کر کیرمونت پہنچتے ہیں کہ اورلین والوں کو کہہ سن کر منائیں مگر کچھ نتیجہ نہیں نکلتا۔ شاہی خاندانوں کو تحلیل کر دینے کے حامی بہت دیر سے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ بورژوازی کے دونوں گروہوں کے مفاد، خاندانی مفادوں کی صورت میں، دو شاہی گھرانوں کے مفاد بن کر اور بھی کٹیلے ہو گئے ہیں، ایک کو دوسرے کی برداشت بالکل نہیں رہی اور مروت یا

رعایت سے کام لینے کو قطعی تیار نہیں ہیں۔ اگر ہنری پنجم نواب پیرس کو اپنا جانشین بنانے پر راضی ہو (اب تک دونوں کو ملانے کی کوشش میں صرف اسی قدر کامیابی ہو سکتی تھی) تب بھی اورلین کے گھرانے کو اس سے خاص فائدہ نہیں ہوتا کیوں کہ ہنری پنجم کے لاولد ہونے کی بناء پر یہ تو پہلے ہی سے ظاہر تھا، البتہ اورلین والوں نے جولائی کے انقلاب کی بدولت اپنا دعویٰ جتنا آگے بڑھایا تھا وہ بھی ہاتھ سے جائے گا۔ اسے اپنے سارے دعوؤں سے دستبردار ہونا پڑ جائے گا، وہ سارے خطاب جو کم و بیش سو سال کے معرکوں کے بعد بوربوں شاہی گھرانے کی پرانی شاخ سے بزور حاصل کئے تھے، چھوڑنے پڑیں گے اور تاریخی طور پر شاہی خاندان کے اپنے شجرہ نسب کی بدولت جو حقوق پہنچتے ہیں ان کی خاطر موجودہ حقوق سے ہاتھ دھونے ہوں گے۔ چنانچہ گھل مل کر ایک ہو جانے میں اورلین کے گھرانے کو صرف یہی ملنا تھا کہ وہ خوشی سے دستبردار کرے، Legitimacy کی حالت پر واپس جائے اور پروٹسٹنٹ سرکاری چرچ سے توبہ کر کے پھر کیتھولک چرچ کا حلقہ بگوش ہو جائے۔ اتنی پسپائی اختیار کرنے کے بعد بھی تخت جو ہاتھ سے گیا، ملنے والا نہیں تھا، بلکہ صرف تخت شاہی کے پائے تک رسائی ہوتی جہاں انہوں نے آنکھ کھولی تھی۔ اورلین والوں کے پرانے وزیر گیزو، دیوشاتیل وغیرہ جو دوڑ دوڑ کر کلیرمونت جاتے تھے تاکہ وقت آنے تک دونوں خاندانوں کو ملا کر تیار رکھیں وہ جولائی کے انقلاب کا صرف خمار ظاہر کرتے تھے، بورژوائی بادشاہت کے اور شاہی بورژوا کے بارے میں ان سے مایوسی ٹپکتی تھی، اور ان کی کوششیں کیا تھیں Legitimacy کو اس وہم میں سر پر سوار کر لینا تھا کہ نراج سے حفاظت کا یہ آخری تعویذ گنڈا ہے۔ خود کو یہ حضرات اگرچہ اورلین اور بوربوں گھرانوں کے درمیان پنچ بنائے بیٹھے تھے، تاہم

اصلیت میں وہ اورلین کو چھوڑ رک نکلے تھے اور پرنس ژوان ویل انہیں اسی حیثیت سے دیکھتا تھا۔ ادھر اورلین والوں کا زیادہ جاندار اور جانباز حصہ تیر، باز اور دوسرے لوگ لوئی فلپ کے خاندانوں کو زیادہ آسانی سے قائل کر سکتے تھے کہ جب موروثی بادشاہت کی بحالی کے سارے دعوے دار اس پر آمادہ ہیں کہ دونوں شاہی خاندانوں کو ملا کر ایک کر دیں اور ان کے گھل مل جانے سے ظاہر ہے کہ اورلین والوں کو اپنے شاہی موروثی حقوق سے دست بردار ہونا پڑے گا تو یہ صورت حال ان کی خاندانی روایات کے عین مطابق ہے کہ وہ فی الحال ریپبلک کو مان لیں اور اس وقت کی گھات میں رہیں جب حالات پلٹا کھا کر پریذیڈنٹ کی کرسی کو ہی تخت بنا دیں۔شروع میں افواہ پھیلی کہ پرنس ژان ویل نے ریپبلک کے پریذیڈنٹ کی امیدواری کے لئے اپنا نام دیا ہے۔ لوگوں کو اس بات کی کرید لگ گئی۔ جب کئی مہینے گزر گئے تو ستمبر کے مہینے میں آئین پر نظر ثانی کی تجویز ناکام ہو جانے کے بعد اس کی امیدواری کا عام اعلان کر دیا گیا۔

اس طرح سے اورلین اور جائز وارث والے دونوں شاہی خاندانوں کے ملا دینے کی سارے کوششیں تو اکارت ہو ہی گئیں، انہوں نے پارلیمنٹ کے اندر بھی ان کی یک سوئی یعنی مشترکہ ریپبلکن شکل برباد کر دی جس سے ضابطہ پارٹی کے اجزاء بکھر کر اپنے اپنے ٹھکانے پہنچ گئے۔پھر کلیرمونت اور وینس کے درمیان فاصلہ جتنا بڑھتا گیا، اور پرنس ژوان ویل کی امیدواری زور پکڑتی گئی اسی نسبت سے جائز وارث والوں اور بونا پارٹ کے وزیر فوشے کے درمیان بات چیت بڑھی اور اس میں سنجیدگی آتی چلی گئی۔

ضابطہ پارٹی میں پھوٹ پڑی تو صرف یہی نہیں کہ اصلی اجزاء بکھر کر الگ

ہو جاتے بلکہ باری باری دونوں بڑے گروہ آپس میں بھی بکھرتے چلے گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پرانے اختلافی رنگ جو کبھی آپس میں دونوں کیمپوں میں برسرپیکار رہا کرتے تھے (اورلین اور جائز وارث والے دونوں کیمپوں میں دست و گریباں رہتے تھے) اسی طرح پھر سے پھیل پڑے ہیں جیسے سوکھے کیچوے (Infusoria) پانی لگتے ہیں پھر زندہ ہو جاتے ہیں؛ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے اندر زندگی کی اتنی کافی لہر دوڑ گئی ہے کہ اب اپنے الگ الگ گروپ بنا کر وہ باہمی مفادوں کے ٹکراؤ پر کمربستہ ہو سکتے ہیں۔ جائز وارث والوں کے تصور میں پھر وہی زمانہ پھر گیا جب تویلری محل اور مرسان پولیین کے درمیان، ویلیل اور پولی نیاک (101) کے درمیان ٹھنی رہتی تھی۔ اورلین والوں کو ان سنہرے دنوں کی یاد تازہ ہو گئی جب گیزو، مولے، برولی، تیئر اور اودی لوں بارو کے درمیان اکھاڑے جمتے تھے۔

ضابطہ پارٹی کا وہ حصہ جو آئین پر نظر ثانی کے حق میں تھا، لیکن اس پر باہمی اتفاق رائے نہیں رکھتا تھا کہ نظر ثانی کس حد تک ہو، جس میں جائز وارث والوں کا ایک فریق ایک طرف سے بیرئے اور فالو کی سرکردگی میں اور دوسری طرف سے لاروش ژاکلین کی سرکردگی میں شریک تھا اور اورلین والوں میں سے مولے، برولی، مونتالامبیر اور اودی لوں بارو کی زیر سرکردگی وہ لوگ بھی جو روز کی کش مکش سے تنگ آ چکے تھے، انہوں نے بوناپارٹ کے حامی، پارلیمنٹ کے ممبروں سے معاملہ کیا کہ یہ تحریک کی جائے جس میں ہر قسم کی گنجائش ہے اور کوئی قطعی بات نہیں:

"اس غرض سے کہ قوم اپنے اقتدار اعلیٰ کو پوری طرح کام میں لا سکے، ذیل میں دستخط کرنے والے نمائندے تحریک کرتے ہیں کہ آئین پر نظر ثانی کی جائے"۔

انہی دنوں میں پارلیمنٹ کے ان ممبروں نے اتفاق رائے سے اپنے ترجمان

تو کویل کی زبانی یہ اعلان کر دیا کہ قومی اسمبلی کو ریپبلک توڑنے کی تجویز لانے کا کوئی حق نہیں ہے، یہ حق صرف اس ایوان کا ہے جو آئین پر نظر ثانی کرنے کے لئے بیٹھے۔ اس کے علاوہ ان کے اعلان میں تھا کہ آئین پر صرف "قانونی" اصول کے ماتحت ہی نظر ثانی کی جاسکتی ہے، یعنی صرف اس صورت میں کہ آئین کی رو سے تمام ووٹوں کے تین چوتھائی نظر ثانی کے حق میں آئیں۔ چھ دن تک طوفانی بحثا بحثی کے بعد جیسا کہ پہلے اندازہ تھا، 19 جولائی کو نظر ثانی کی تجویز گر گئی۔ اس کے حق میں 446 ووٹ آئے اور خلاف 278۔ اور لین والوں میں جو انتہائی لوگ تھے، تنیر، شنگاریئے اور دوسروں نے ریپبلکنوں اور "مونٹین" والوں کی تائید میں ووٹ دیئے۔

اس طرح پارلیمنٹ کی اکثریت نے تو آئین کے خلاف رائے دی لیکن آئین نے خود اقلیت کے حق میں رائے دی اور فیصلہ اسی رائے پر ہونا تھا۔ سوال یہ ہے کہ کیا ضابطہ پارٹی نے آئین کو 31 مئی 1850 اور 13 جون 1849 کے دن پارلیمنٹ کی اکثریت رائے کا پابند نہیں بنایا تھا؟ کیا اب تک اس کی پالیسی یہ نہیں رہی تھی کہ آئین میں لکھے ہوئے پیراگراف پارلیمنٹری اکثریت کے فیصلے کے ماتحت رہیں؟ کیا اس نے ڈیموکریٹوں کو خود یہ موقع نہیں دیا تھا کہ وہ قانون کے لفظوں کو پرانے زمانے کی وہم پرستی کے طرح چاٹ رہے ہیں؟ کیا اس نے ڈیموکریٹوں کو اس وہم پرستی کے قصور کی سزا نہیں دی تھی؟ لیکن فی الحال آئین پر نظر ثانی کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ پریذیڈنٹ کے اختیارات کی مدت بڑھا دی جائے اور آئین کی مدت بڑھانے کا مطلب صرف اتنا تھا کہ پریذیڈنٹ کو ہٹا دیا جائے۔ پارلیمنٹ نے پریذیڈنٹ کے حق میں فیصلہ دیا لیکن خود آئین نے

پارلیمنٹ کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا۔ مطلب یہ کہ بونا پارٹ نے جب آئین چاک کر کے پھینکا تو پارلیمنٹ کی مرضی پر عمل کیا اور جب پارلیمنٹ توڑ دی تو آئین کا منشا پورا کر دیا۔

پارلیمنٹ نے آئین کو، اور آئین کے ساتھ ہی اپنے اقتدار کو "اکثریت سے بالاتر" قرار دیا تھا۔ پارلیمنٹ نے اپنے فیصلے سے آئین کو منسوخ کیا اور پریذیڈنٹ کے اختیارات کی معیاد بڑھا دی اور ساتھ ہی یہ اعلان کر دیا کہ جس وقت تک پارلیمنٹ کا وجود باقی ہے، نہ تو آئین مر سکتا ہے، نہ پریذیڈنٹ کے اختیارات زندہ رہ سکتے ہیں۔ جو اسے دفنانے آئے تھے وہ دروازے پر کھڑے رہ گئے۔ اس وقت جب پارلیمنٹ آئین پر نظر ثانی کی بحثوں میں الجھی ہوئی تھی، بونا پارٹ نے جنرل براگے دی ایلنے کو پہلے آرمی ڈویژن کمانڈر کے عہدے سے ہٹا دیا، اس شخص سے تذبذب ظاہر ہو رہا تھا، اس کی جگہ جنرل مانیان کو مقرر کر دیا جو لیون کا فاتح تھا اور دسمبر کے دنوں میں کارنامے انجام دے چکا تھا، خود بونا پارٹ کا بنایا ہوا آدمی تھا، اور لوئی فلپ کے زمانے میں ہی بولون کی فوجی مہم کے سلسلے میں بونا پارٹ کے حمایتی کے نام سے اپنی شہرت کو کم و بیش بٹہ لگا چکا تھا۔

ضابطہ پارٹی نے آئین پر نظر ثانی کے بارے میں جو فیصلہ کیا اس سے ظاہر ہو گیا کہ نہ تو وہ حکمرانی کے قابل ہے، نہ محکومی کے، نہ جینے، نہ مرنے کے، نہ ریپبلک کو قبول کرنے کے، نہ اسے رد کرنے کے، نہ وہ اس حالت میں ہے کہ آئین پر آنچ نہ آنے دے اور نہ اس پوزیشن میں کہ اسے پھینک دے، نہ وہ پریذیڈنٹ سے مل کر کام کر سکتی ہے، نہ اس سے رشتہ توڑ سکتی ہے۔ اب کس سے آس تھی کہ ان سارے تضادوں کو سلجھائے؟ صرف کیلنڈر سے، واقعات کی رفتار سے آس رہ گئی تھی۔

واقعات پر قابو میں رکھنے کی امید اس نے چھوڑ دی تو خود کو واقعات کے قابو میں دے دیا یعنی اس طاقت کے قابو میں دے دیا جسے وہ عوام سے ٹکراتے وقت برابر یکے بعد دیگرے اختیارات سونپتی چلی جارہی تھی یہاں تک کہ اس طاقت کے آگے ضابطہ پارٹی کے ہاتھ میں کوئی بھی اختیار نہ رہ گیا۔ اور اس غرض کہ انتظامیہ طاقت کے سربراہ کو بغیر کسی روک ٹوک کے میدان میں صاف ملے، کہ وہ اسی پارٹی سے ٹکر لینے کی تدبیریں زیادہ سے اطمینان سے سوچ سکے، بھرپور حملہ کرنے کے ذریعے پکے کر سکے، اپنے ہتھیار چن سکے اور قدم جما سکے، ضابطہ پارٹی نے ایسے نازک لمحے میں فیصلہ کیا کہ خود منظر عام سے ہٹ جائے اور پارلیمنٹ کا اجلاس 10 اگست سے 4 نومبر تک تین مہینے کے لئے برخواست کر دیا جائے۔

اتنا ہی کافی نہ تھا کہ پارلیمنٹری دو بڑے گروہوں میں بٹ گئی اور پھر ان دو گروہوں کے اندر بھی الگ الگ پرزے اڑانے لگے، اوپر سے یہ ہوا کہ پارلیمنٹ کے اندر کی اور باہر کی ضابطہ پارٹی نے ایک دوسرے سے منہ پھیر لیا۔ بورژوازی کی طرف سے زبان اور قلم چلانے والے، اس کے پلیٹ فارم اور اخبار، یعنی بورژوازی کے دماغ اور خود بورژوازی، وہ جو نمائندے تھے اور وہ جن کی نمائندگی کی جاتی تھی دونوں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے، ایک کی بات دوسرے کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ دیہاتی صوبوں میں جائز وارث والے، جن کی نظر محدود لیکن ولولہ بے پناہ تھا، خود اپنے پارلیمنٹری لیڈروں بیرئے اور فالو کے سر الزام تھوپنے لگے کہ وہ بونا پارٹ کے کیمپ سے مل گئے اور ہنری پنجم کو دغا دے گئے۔ ان کے بچکانے دماغوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ یہ کوئی ڈپلومیسی نہیں بلکہ آدمی نے ٹھوکر کھائی ہے۔ تجارتی کاروباری بورژوازی اور اس کے سیاست دانوں میں اور بھی بری طرح اور زوردار

لے دے شروع ہوگئی۔ جائز وارث والے تو اپنے سیاست دانوں کو اصولوں سے مکر جانے کا ہی قصوروار ٹھہرا رہے تھے، یہاں کاروباری بورژوازی نے اپنے سیاسی کارندوں کو الٹا ملزم گردانا کہ ایسے اصولوں سے کیوں لپٹے رہے جن کا کچھ فائدہ نہیں تھا۔

میں پہلے اشارہ کر چکا ہوں کہ جب سے وزارت میں فولد شامل ہوا کاروباری بورژوازی کا وہ حصہ جو لوئی فلپ کے زمانے میں اختیارات کا شریک غالب رہا تھا یعنی اوپر کے الیاتی شرفاء کا حلقہ، وہ بونا پارٹ کا حامی بن گیا۔ فولد نہ صرف یہ کہ شیئر بازار میں بونا پارٹ کی وکالت بلکہ بونا پارٹ کے سامنے شیئر بازار کی وکالت بھی کیا کرتا تھا۔ مالیاتی شرفاء کی پوزیشن ان کے یورپی ترجمان لندن کے اخبار "Economist" (102) کی ایک تحریر میں بڑی خوبی سے بیان ہوئی ہے۔ پہلی فروری 1851 کے شمارے میں "Economist" اخبار نے اپنے پیرس کے نمائندے کا یہ بیان شائع کیا:

"اب ہر طرف سے یہ بیان دئے جا رہے ہیں کہ فرانس کو سب سے مقدم امن وسکون کی ضرورت ہے۔ پریذیڈنٹ کی طرف سے قانون ساز اسمبلی کو جو پیغام بھیجا گیا اس میں بھی یہی جتایا ہے، قومی پلیٹ فارم سے بھی اسی بات کی گونج سنی گئی ہے، اخبار بھی اسی پر زور دے رہے ہیں، گرجا گھر کے ممبروں سے بھی یہی صدا بلند ہے، بے چینی کے ذرا بھی آثار ہوں تو سرکاری رقموں سے کاغذات پر اس کا فوراً اثر ظاہر ہوتا ہے اور انتظامیہ طاقت کی ہر ایک جیت پر سودا پکا رہتا ہے۔ اس سے بھی یہی صاف نظر آ رہا ہے"۔

29 نومبر 1851 کو یہ اخبار اپنی طرف سے لکھتا ہے:

"یورپ کے سارے شیئر بازاروں میں اب پریذیڈنٹ کو نظم ونسق کا پہرے دار مان لیا گیا ہے"۔

اوپر کے مالیاتی شرفاء نے انتظامیہ طاقت سے ضابطہ پارٹی کی پارلیمنٹری کش مکش کو ضابطے میں خلل ڈالنے کا قصور ٹھہرایا اور اس پر پریذیڈنٹ کی ہر ایک فتح یابی کو ضابطے کی فتح کہہ کر سینے سے لگایا۔ یہاں اوپر کے مالیاتی شرفاء سے مطلب صرف وہی سیٹھ ساہوکار نہیں جو بڑے قرضے کا لین دین کرتے ہیں، سرکاری رقمیں بھناتے اور ان پر سٹہ لگاتے ہیں، کہ ان کے مفاد میں سرکاری طاقت کے مفاد کے ساتھ پوری طرح بندھے ہونے کی وجہیں صاف ظاہر ہیں۔ آج کے زمانے میں روپے کا سارا لین دین اور بینک کا کاروبار سرکاری قرضوں کے ساتھ خوب گٹھا ہوا ہے۔ ان کے کاروباری سرمائے کا ایک حصہ لازمی طور سے ان سرکاری سیکیورٹیز میں لگا رہتا ہے جن کا سود ملے اور ہاتھ کے ہاتھ رقم کھری کی جا سکے بینکوں کے ڈیپازٹ، یعنی وہ نقد رقم جو بینکوں کے راستے ہو کر بیوپاریوں اور صنعت کاروں میں پھیلی رہتی ہے اس کا ایک حصہ سرکاری قرضوں کے منافع سے آتا ہے۔ جب ہر زمانے میں یہ ہوتا رہا ہے کہ سرکاری طاقت کی مضبوطی تمام نقد سودوں کے بازار اور اس کے بازار کے مہنتوں کے لئے تائید غیبی بنی رہی ہے تو اب اس کے خلاف کیسے ہو سکتا تھا جب کہ ہر آنے والے سیلاب سے یہ خطرہ تھا کہ پرانی ریاستیں بھی ڈوب جائیں اور ساتھ میں ان کے سرکاری قرض بھی؟

صنعتی بورژوازی جسے ضابطے اور نظم ونسق کی رٹ لگی رہتی ہے، وہ بھی پریذیڈنٹ کے ساتھ ضابطہ پارٹی کی پارلیمنٹری چپقلس سے ناراض ہوتی تھی۔ جنرل شنگارئے کو برطرف کرنے کے سلسلے میں 18 جنوری کو جو ووٹنگ ہوئی اس

کے بعد پارلیمنٹ کے ممبر تیئر، آنگلس، سینٹ بیوف وغیرہ کو ان کے اپنے اپنے حلقہ انتخاب کی طرف سے، جو صنعتی علاقوں میں پھیلے تھے، عام نکتہ چینی کا نشانہ بنایا گیا کہ ان لوگوں نے "مونٹین" سے کولیشن بنا کر خصوصیت سے نظم وضبط کے معاملے میں دغا کی ہے۔ جیسا کہ ذکر آچکا ہے کہ پریذیڈنٹ سے ضابطہ پارٹی کی جو کھینچا تانی چل رہی تھی اس میں جس طرح بڑھ بڑھ کر دعوے کئے گئے، طعنے دیئے گئے اور گھٹیا داؤ پیچ کھیلے گئے ان کی داد کچھ بہتر نہیں ملنے والی تھی تو اب بورژوازی کا یہ حصہ جس کا پارٹی کے نمائندوں سے صرف اتنا تقاضا تھا کہ فوجی طاقت کو اپنی پارلیمنٹ کے ہاتھ سے نکل کر بلا مقابلہ ایسے جاں ہار شخص کے قبضے میں جانے دیں جو حکومت پر دانت لگائے بیٹھا ہے اب وہ ان داؤ پیچ کی بھی ضرورت نہ سمجھتا تھا جو پہلے ہی اپنی غرض کو بہت کھیلے جا چکے تھے۔ بورژوازی کے اس حصے نے دکھایا کہ اس کی سماجی مصلحتوں، نجی طبقاتی مصلحتوں اور سیاسی اقتدار کی مصلحتوں کی خاطر جو بھی کش مکش ہوتی ہے وہ اب اس کے ذاتی کاروبار میں رکاوٹ ڈالنے کے سبب ناگوار گزرتی ہے اور نقصان پہنچاتی ہے۔

اضلاع کے صدر مقامات پر بورژوائی معززین نے جن میں میونسپلٹی کے ممبر، کاروباری عدالتوں کے جج وغیرہ شامل تھے، قریب قریب ہر جگہ، جہاں بونا پارٹ دورہ کرتا پہنچا خوشامدانہ استقبال کیا۔ دی ژون تک میں استقبال ہوا جہاں اس نے قومی اسمبلی پر بے لگام حملے کئے اور خاص کر ضابطہ پارٹی کو نکتہ چینی کا نشانہ بنایا۔ جب تک کاروبار مزے میں چلتا رہا_ جیسا کہ 1851 کے شروع میں چل رہا تھا، کاروباری بورژوازی کو کسی قسم کے بھی پارلیمنٹری کھینچا تانی برداشت نہ تھی کہ کہیں اس کے کارن بزنس کو نقصان نہ پہنچے۔ جب کاروبار ٹھنڈا پڑا___ جیسا کہ فروری

1851 کے آخر سے مستقل خرابی آئی _ تو وہی کاروباری بورژوازی شکایت کرنے لگی کہ پارلیمنٹری کش مکش کے کارن بزنس اٹک رہی ہے، اسے فوراً ختم کرنا چاہیے تاکہ کاروبار میں پھر سے جان پڑنے کی راہ کھلے۔ آئین پر نظر ثانی کی بحثا بحثی خاص انہیں دنوں چل رہی تھی جب کاروبار مندا تھا۔ چونکہ سارا معاملہ یہ درپیش تھا کہ موجودہ سرکاری نظام چلنے دیا جائے یا اسے ختم کیا جائے، تو بورژوازی خود کو اور بھی حق بجانب سمجھتی تھی اپنے نمائندوں سے یہ مطالبہ کرنے میں کہ وہ اس اذیت ناک عبوری حالت کو جلدی سے نمٹائیں اور جوڈھیر جل رہا ہے سے جوں کا توں چلنے دیں۔ اس معاملے میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ عبوری حالت کا خاتمہ چاہنے کا مطلب وہ خوب سمجھتی تھی کہ حالات جوں کے توں باقی رہیں اور ان کا فیصلہ کھٹائی میں ڈال دیا جائے۔ جوڈھیر جل رہا تھا اسے باقی رکھنے کی صرف دو ہی صورتیں تھیں: یا تو بونا پارٹ کو مختار کل کی حیثیت سے رہنے دیا جاتا یا پھر آئین کی رو سے اسے رخصت کر کے کوے نیاک کو اس کی جگہ پریذیڈنٹ چن لیا جاتا۔ بورژوازی کا ایک حصہ دوسری صورت کی طرف مائل تھا لیکن وہ اپنے نمائندوں کو اس سے بہتر مشورہ نہ دے سکا کہ وہ خاموش رہیں اور اس دہکتے ہوئے سوال کو چھیڑیں ہی نہیں۔ وہ یہ سوچ بیٹھا تھا کہ اگر اس کے نمائندے زبان نہ کھولیں تو بونا پارٹ عمل نہ کرے۔ وہ شتر مرغ جیسی پارلیمنٹ چاہتا تھا جو اپنا سر ریت میں چھپا لے تاکہ جیسا ہوتا ؤ رہا ہے، ویسا ہی ہوتا رہے۔ اسے یہ پریشانی تھی کہ اس کی پارلیمنٹ کھلے عام آئین کی خلاف ورزی کرنے کو اور اختیارات سے چپ چاپ ہاتھ اٹھانے کو تیار نہیں ہے۔ دیہی حلقوں کی جنرل کونسلیں، جو بڑی بورژوائی کے صوبائی نمائندہ ادارے تھے، انہوں نے قومی اسمبلی کی تعطیل کے دنوں میں 25 اگست کے بعد سے اپنے

اجلاسوں پر قریب قریب ایک آواز سے پارلیمنٹ کے خلاف آئین پر نظر ثانی اور بونا پارٹ کے حق میں اعلان کر دیا۔

اپنے پارلیمنٹری نمائندوں سے بورژوازی نے جو بے تعلقی برتی وہ تو تھی ہی مگر اس سے بھی زیادہ غصہ ظاہر کیا اپنے ادبی نمائندوں اور ذاتی اخباروں پر۔ ان سے بورژوازی نے کوئی لگی لپٹی نہیں رکھی۔ صرف فرانس نہیں بلکہ سارا یورپ حیران رہ گیا یہ دیکھ کر کہ بورژوائی عدالتوں نے ان بورژوا اخبار نویسوں کو جنہوں نے بونا پارٹ کے طاقت ہتھیا لینے کی نیت پر کسی قسم کا حملہ کیا یا ان اخباروں پر جنہوں نے بورژوازی کے سیاسی حق پر انتظامیہ طاقت کی دست درازی کے خلاف ذرا زبان کھولی، کس بے دردی سے جرمانے کئے اور کیسی کیسی قید و بند کی شرمناک سزائیں دیں۔ جیسا کہ میں دکھا چکا ہوں، جب پارلیمنٹ کی ضابطہ پارٹی نے امن و سکون کی ضرورت کا شور مچا مچا کر خود کو نچلا بٹھانے کا سامان کر لیا، جب اس نے دوسرے سماجی طبقوں سے کٹا چھنی کرنے میں خود اپنے ہاتھ سے وہ حالات ڈبو دیئے جو کو داس کی عملداری، ایک پارلیمنٹری عملداری قائم رکھتے، جب اس نے کھلم کھلا کہہ دیا کہ بورژوازی کی سیاسی حمرانی اور اس کی سلامتی یا وجود کا ایک ساتھ رہنا ممکن نہیں، تو پھر پارلیمنٹ سے باہر کے عام بورژوا لوگوں نے بھی پریذیڈنٹ کے آگے جی حضوری کر کے، پارلیمنٹ کو رسوا کر کے، اپنے ہی اخباروں کے ساتھ بیدردی کا برتاؤ کر کے بونا پارٹ کو شہ دے دی کہ وہ اس بورژوازی کے زبانی اور قلمی حمایتیوں کو، سیاست دانوں اور اہل قلم کو، تقریری پلیٹ فارموں اور اخباروں کو کچل کر رکھ دے، ان کا صفایا کر دے اور یہ سب اس غرض سے کیا کہ پھر کسی خرخشے کے بغیر بورژوازی ایک طاقتور اور مختار کل حکومت کے سائے میں اپنے ذاتی

معاملات کی دیکھ بھال میں لگ جائے۔ بورژوازی نے دوٹوک اعلان کر دیا کہ وہ خود اپنی سیاسی حکمرانی سے جان چھڑانے کی آرزومند ہے اور اس لئے آرزومند ہے کہ حکمرانی میں مشکلات اور خطرے پیش آئیں گے۔

اور یہ پارلیمنٹ سے باہر کی بورژوازی جسے خود اپنے طبقے کی حکمرانی کی خاطر پارلیمنٹری اور قلمی جدوجہد تک گوارہ نہ تھی، جس نے ان لیڈروں تک کو دغا دی جو یہ جدوجہد چلا رہے تھے، اب یہی بورژوازی پرولتاریہ کو قصوروار ٹھہرانے کی ہمت کرتی ہے کہ وہ خونی مقابلے کے میدان میں، موت و حیات کی کش مکش میں اس کی طرف کیوں نہیں اترا۔ وہ بورژوا جو ہر منٹ اپنے طبقے کے مشترکہ مفاد کو، یعنی سیاسی مقاصد کو چھوٹے چھوٹے ذاتی، گھٹیا اور ذلیل اغراض پر قربان کرتا تھا اور اپنے نمائندوں سے بھی یہی قربانی مانگتا تھا، اب اس پر ہائے واویلا کرتا ہے کہ پرولتاریہ نے اپنے مادی فائدوں کے لئے ہمارے اونچے سیاسی مفاد قربان کر دیئے۔ وہ خود کو نہایت عالی ظرف ہستی قرار دیتا ہے جسے ٹھیک طرح سمجھا نہیں گیا اور جب فیصلے کا وقت آیا تو پرولتاریہ نے اشتراکیوں کے بہکاوے میں پڑ کر اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ یہ ہائے واویلا پوری بورژوازی دنیا میں گونجتی ہے اور یہی آوازیں پلٹتی ہیں۔ یہاں میرا روئے سخن ظاہر ہے کہ جرمن کم ظرفوں کی طرف، سیاسی شاطروں اور ان کے چھٹ بھیاؤں کی طرف نہیں ہے۔ فی الحال میری نظر میں وہی اخبار "Economist" ہے جو 29 نومبر 1851 کو بھی، یعنی سرکار کا تختہ الٹنے جانے سے صرف چار دن پہلے تک بوناپارٹ کو "نظم و نسق کا پہرہ دار" قرار دے رہا تھا اور تیئروں اور ریبرے کو "انارکسٹ"۔ اور پھر 27 دسمبر 1851 کو جب بوناپارٹ ان "انارکسٹوں" کو ٹھنڈا کر چکا، تو یہی اخبار چیخ پکار کرتا ہے کہ "گستاخ" بے ادب،

بدتمیز اور کوڑھ مغز پرولتاری عوام " نے " سوسائٹی کے درمیان اور اونچے درجے والوں کی ذہانت ،لیاقت ،تمیز داری، اخلاقی اثر ، دماغی صلاحیت اور اخلاقی برتری" کو دغا دی ہے۔ حالانکہ کوڑھ مغز ،بدتمیز اور بدطنیت لوگ نکلے تو وہ یہی بورژوازی کے لوگ تھے۔

یہ صحیح ہے کہ 1851 میں فرانس کو ایک طرح کا کاروباری جھٹکا لگا۔ فروری کے آخر میں مال کی برآمد 1850 کے مقابلے میں گرنے لگی۔ مارچ میں بیوپار مندا ہوا اور فیکٹریوں پر تالے پڑنے شروع ہو گئے۔ اپریل میں دیہات کے صنعتی حلقوں کی حالت ویسی ہی خستہ نظر آنے لگی جیسے انقلاب فروری والے دنوں میں تھی۔ مئی میں بھی کاروبار کی حالت کچھ سدھری نہ تھی۔ 28 جون تک یہ نوبت پہنچی کہ بینک وَف فرانس میں ڈیپازٹ کی بھاری رقموں کے ہوتے ہوئے ، مال پر ایڈوانس کی مانگ اتنی ہی گری تھی، رقمیں اٹکی پڑی تھیں اور اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ پیداوار وہیں ٹھہری ہوئی ہیں۔ کہیں اکتوبر کے وسط میں جا کر پھر سے کاروبار کی حالت کچھ سدھرتی نظر آئی۔فرانسیسی بورژوازی کا کہنا تھا کہ بیوپار کے اٹکنے کا سبب سیاسی حالات ہیں، پارلیمنٹ اور انتظامیہ طاقت کی رسہ کشی ہے، ریاست کا ایک عارضی عبوری حالت میں ہونا ہو اور مئی 1852 کے دوسرے اتوار کو جو خطرناک آثار نظر آتے ہیں وہ بھی اس کا سبب ہیں۔ مجھے اس سے انکار نہیں کہ یہ سب حالات بھی پیرس میں اور دیہی علاقوں (ڈیپارٹمنٹوں) میں صنعت کی بعض شاخوں پر پست ہمتی کا سایہ ڈال رہے تھے تاہم کچھ بھی ہو، سیاسی حالات کا یہ اثر مقامی تھا اور زیادہ گہرا نہ تھا۔ کیا اس بیان کے لئے اتنا ثبوت کافی نہیں ہے کہ کاروبار کی حالت اکتوبر کے وسط میں سدھرنے لگی؟ یعنی عین اس وقت جب سیاسی صورت

حال اور بھی بگڑ چکی تھی، سیاسی افق پر کالی گھٹا چھانے لگی تھی، اور ہر لمحہ یہ نظر آتا تھا کہ ایلی سے ئی محل سے اب کوئی بجلی کڑک کر گرنے والی ہے۔ فرانسیسی بورژوا جس کی "ذہانت، لیاقت، دوراندیشی اور دینی صلاحیت" اس کی ناک سے آگے نہیں بڑھنے پاتی، ان دنوں جب لندن میں صنعتی نمائش (103) چل رہی تھی، اپنی کاروباری بدحالی کا سبب ناک کے نیچے دیکھ سکتا تھا۔ ٹھیک اس زمانے میں جب فرانس کے کارخانے بند ہو رہے تھے، انگلینڈ میں تجارتی فرموں کے دیوالے نکلنے شروع ہو گئے۔ اپریل اور مئی کے دوران فرانس میں صنعتی بدحواسی انتہا کو پہنچ گئی۔ اپریل اور مئی کے دوران ہی انگلینڈ میں کاروباری سراسیمگی کی انتہا ہو گئی۔ فرانس کی اونی صنعت کی طرح انگلستان کی اونی صنعت کو بھی چوٹ پہنچی۔ فرانس کے ریشم سازوں کی طرح انگلینڈ کے ریشم سازوں پر بھی زد پڑی۔ یہ صحیح ہے کہ انگلستان کے سوتی مل چلتے رہے، لیکن 1849 اور 1850 کا سا منافع نہیں رہا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ فرانس میں صنعتی بحران آیا تھا اور انگلستان میں تجارتی۔ جن دنوں فرانس کے کارخانے بند پڑے تھے، انگلینڈ میں ان کی سرگرمی بڑھی ہوئی تھی لیکن اس سے پہلے کے برسوں کی سی سازگار فضاء میں کام نہیں کر رہے تھے۔ فرانس میں مال کی برآمد پر زیادہ چوٹ پڑی تو انگلینڈ میں درآمد پر۔ ان دونوں کا مشترک سبب بالکل صاف تھا جس فرانس کے سیاسی افق پر تلاش کرنا بے سود ہے۔ 1849 اور 1850 زبردست مادی خوش حالی کے سال تھے، اور ان میں پیداوار کھپت سے بڑھ گئی جس کا نتیجہ کہیں 1851 میں جا کر معلوم ہوا۔ صنعتی نمائش کے امکانات نے 1851 کے شروع سال میں پیداوار ضرورت سے آگے بڑھا دی۔ اس کے علاوہ کچھ اور بھی خاص اسباب مہیا ہو گئے: اول تو یہ کہ 1850 اور 1851 میں کپاس

کی فصل کمزور رہی، پھر جتنی کی امید کی جا رہی تھی اس سے کہیں زیادہ کپاس آنا یقینی ہوگیا۔ کپاس کے بھاؤ پہلے تو خوب چڑھے پھر ایک دم تیزی سے گرنے لگے مختصر یہ کہ ان کے داموں میں بہت اونچ نیچ ہوگئی۔ کچے ریشم کی فصل، کم از کم فرانس میں تو اوسط سے بھی بہت کم تھی۔ اونی مال بنا 1848 کے بعد اتنا پھیل گیا کہ اون کی پیداوار سپلائی میں اس کا ساتھ نہ دے سکی، چنانچہ کچے اون کا بھاؤ اتنا بڑھا کہ دنیا کے مارکیٹ کی تین صنعتوں کے کچے مال کی حالت ہے جہاں رکاوٹ پڑنے کے تین مختلف سبب موجود ہیں۔ ان خاص حالات و اسباب کے علاوہ 1851 کا یہ ظاہا سنکٹ سوائے اس کے کچھ تھا کہ فالتو پیداوار اور حد سے بڑھی ہوئی سٹہ بازی کی وجہ سے ہر ایک صنعتی چکر گھومنے میں ہمیشہ گاڑی کہیں کہ کہیں اٹک جاتی ہے اور پھر سارا زور لگا کر جنونی پن سے اس چکر کے آخری حصے کو گھمایا جاتا ہے اور گھماؤ پورا کر کے پھر اسی نقطے پر پہنچ جاتے ہیں جہاں سے چلے تھے۔ وہ نقطہ ہے عام کاروباری بحران۔ تجارت کی تاریخ میں جب یہ وقفے آتے ہیں تو انگلینڈ میں کاروباری دیوالے نکلنے لگے ہیں اور فرانس کی صنعت ہی چوپٹ ہو جاتی ہے۔ اس کی کچھ تو وجہ یہ کہ تمام منڈیوں سے انگریزوں کے مقابلے کی بدولت اس کا ناطقہ بند کیا جاتا ہے اور ان حالات میں وہ مقابلے پر قدم نہیں جمائے رہ سکتی، اور کچھ یہ وجہ کہ اس کے پاس ایسی صنعت ہے جو (ضرورت کا نہیں) آسائش کا سامن تیار کرتی ہے اور جب بھی لین دین میں کسی طرح کا خلل پڑتا ہے، آسائشی سامان کی صنعت پر خاص کر اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اس طرح عام بحرانوں کے علاوہ فرانس کے اندر قومی تجارتی بحران بھی آجاتے ہیں جن پر فرانس کے مقامی حالات کا اثر اتنا نہیں پڑتا بلکہ اس سے کہیں زیادہ دنیا بھر کے مارکٹ کی عام حالت ان بحرانوں کو جدھر چاہے لے

جاتی ہے، اور جیسے چاہتی ہے چلاتی اور طے کرتی ہے۔ فرانسیسی بورژوا جن غلط فہمیوں میں مبتلا تھا ان کا انگریزی بورژوا کے سلجھے ہوئے خیالات سے مقابلہ کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ لیورپول کی ایک بہت بڑی فرم نے 18512 کی اپنی سالانہ کاروباری رپورٹ میں لکھا کہ:

''یہ سال جو ابھی تمام ہوا، اب تک کے برسوں میں عجیب گذرا ہے کہ شروع میں اس سے جتنی امیدیں وابستہ کی گئی تھیں، سب کو جھٹلا گیا۔ بجائے اس زبردست خوش حالی کے، جس کی سب نے متفقہ امیدیں لگائی تھیں، یہ سال ایسا ہمت شکن نکلا کہ پچھلے پچیس برسوں میں کبھی اتنی دشواری نہ ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ بات صنعتی طبقے کے نہیں، تجارتی طبقے کے بارے میں صحیح ہے۔ اس سال کے شروع میں بغیر کسی شک و شبہ کے ایسے آثار تھے کہ نتیجہ جو نکلا اس کے برعکس نکلنا چاہئے تھا: مال کا اسٹاک کم رکا تھا۔ سرمایہ افراط سے تھا، خوراک کا سامان سستا اور فصل بہت اچھی نظر آتی تھی؛ یورپ کے امن میں کہیں خلل نہیں تھا اور نہ ملک میں کوئی سیاسی یا مالی دشواری کا سامنا تھا۔ واقعی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تجارت پہلے سے کہیں زیادہ پر پھیلائے گی.... یہ جو الٹا نتیجہ نکلا یہ کس کے سر ڈالا جائے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ درآمد اور برآمد دونوں کا مال حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ اگر ہمارے بیوپاری خود اپنی کاروائیوں کو مقررہ حد کے اندر نہیں رکھ سکتے تو پھر توازن قائم رکھنے کی کوئی صورت نہ ہوگی سوائے اس کے ہر تین سال میں ایک دفعہ بدحواسی پھیلا کرے۔''

اب ذرا تصور کریں کہ اس تجارتی بدحواسی میں گھر کر لین دین میں الجھے ہوئے دماغ کے ساتھ فرانسیسی بورژوا کی کیا حالت ہوگی کہ وہ مستقبل عذاب میں مبتلا ہے، چکرا رہا ہے، سرکار کا تختہ الٹنے اور عام رائے دہندگی کا حق بحال ہونے کی افواہوں

نے کان کھا لئے ہیں، پارلیمنٹ اور انتظامیہ طاقت میں کٹا چھنی ہے، اورلین اور جائز وارث والوں میں الگ صف آرائی ہے، فرانس کے جبوب میں کمیونسٹوں کی سازشیں پھیلی ہیں، نیورے اور شیر کے دیہی حلقوں (ڈیپارٹمنٹوں) میں شورشیں برپا ہیں، پریزیڈنٹ کے عہدے کے لئے کئی امیدواروں کی اشتہار بازی جاری ہے، اخباروں نے بعروں کا بازار چلا رکھا ہے، ریپبلکنوں نے دھمکی دی ہے کہ ہتھیاروں کی مدد سے آئین کو بچائیں گے اور عام رائے دہندگی کا حق دلوائیں گے، ملک سے باہر جلاوطن ہیرالگ اپنا وعظ سنا رہے ہیں، انہوں نے پیش گوئی کر رکھی ہے کہ مئی 1852 کے دوسرے اتوار کو قیامت کا صور پھونکا جائے گا، ___ یہ سب تصور کریں تو سمجھ میں آجاتا ہے کہ اس ناقابل بیان ہنگامے میں، جہاں ملانے کی، نظر ثانی کی، مدت بڑھانے کی، آئین کی، سازش کی، کولیشن کی، ملک سے باہر بھاگنے کی، طاقت ہتھیانے اور انقلاب برپا کرنے کی چیخ پکار میں کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی، بورژوازی نے بوکھلا کر کیوں اپنی پارلیمنٹری ریپبلک کو چیخ کر ڈانٹا کہ: ''وحشت ناک اجنام بہتر ہے اس سے کہ وحشت کا کوئی انجام نہ ہو!

بونا پارٹ اس چیخ کا مطلب سمجھ گیا۔ اس کی سوجھ بوجھ ان قرض خواہوں کی بڑھتی ہوئی بے صبری نے تیز کر دی تھی جو دیکھ رہے تھے کہ ہر ایک غروب آفتاب کے ساتھ پریزیڈنٹ کی کرسی کا آخر دن، مئی 1852 کا دوسرا اتوار نزدیک آتا جا رہا ہے۔ آسمان پر ستاروں کی گردش زمینی قرض کی دستاویزوں کو گھور رہی ہے۔ یہ لوگ سچ مچ جوتشی بن گئے تھے۔ قومی اسمبلی نے بونا پارٹ کو اس امید سے محروم کر دیا تھا کہ اختیارات کی میعار آئین کے مطابق بڑھا دی جائے گی۔ پرنس ژوان ویل کی امیدواری نے اب تذبذب کی مہلت بھی نہیں چھوڑی تھی۔

اگر کبھی کسی واقعے نے ظہور میں آنے سے بہت پہلے اپنا سایہ ڈالا ہے تو وہ بونا پارٹ کے ہاتھوں سرکار کا تختہ الٹنے کا واقعہ ہے۔ بہت پہلے 29 جنوری 1849 کو، چنے جانے کے صرف مہینہ بھر بعد بونا پارٹ نے شنگارینے سے اس قسم کا خیال ظاہر کر دیا تھا۔ 1849 کی گرمیوں میں اس کے ذاتی وزیر اعظم اودی لوں بارو نے ڈھکے چھپے الفاظ میں اور 1850 کی سردیوں میں تیئر نے کھلے لفظوں میں سرکار کا تختہ الٹنے کی سیاست کا ذکر کیا۔ مئی 1851 میں پیرسنی نے پھر ایک بار شنگارنیے کو ملانے کی کوشش کی۔ Messager de L'Assemble'e (اسمبلی کے رپورٹر) (104) نے اس بات چیت کو بآواز بلند کہہ ڈالا۔ بونا پارٹ کے اخبر ہر ایک پارلیمنٹری ہلچل کے موقع پر سرکار کا تختہ الٹے جانے کا خطرہ دکھاتے رہتے تھے۔ بحران جتنا قریب آتا جا رہا تھا، ان کے لہجے کی سختی بڑھتی جا رہی تھی۔ بونا پارٹ جوناؤنوش کی محفلیں ہر رات جمایا کرتا تھا جن میں بنے تھنے جعل ساز مذکرو مونث جمع رہتے تھے، جہاں آدھی رات ہونے کو آئی اور فرط شوق میں ان کی زبانیں کھلیں، خیالی گھوڑے بگٹٹ دوڑتے ہی اگلی صبح سرکار کا تختہ الٹنے کے فیصلے سنانے لگے۔ تلواریں نیام سے باہر کھینچی جاتیں، جام کھنکائے جاتے، پارلیمنٹ کے ممبران کو کھڑکی سے باہر پھینکا جاتا، سلطنت کا بار بونا پارٹ کے شانوں پر رکھا جاتا، یہاں تک کہ صبح ہوتے ہی یہ منڈلاتے آسیب بکھر جاتے اور حیرت زدہ پیرس کو غیر محتاط خبریں اڑانے والوں اور بے تکلف ادھر ادھر لگانے والوں کی زبانی پتہ چلتا کہ کل رات پھر ایک خطرہ تھا جو اس کے سر سے ٹل گیا ہے۔ ستمبر اکتوبر میں تو انقلاب حکومت کی افواہوں نے ذرا بھی دم نہیں لیا۔ سائے میں اب رنگین فوٹو پلیٹ کی طرح رنگ آ چلا۔ یورپ کے اخبروں سے اگر ستمبر اکتوبر کے ورق الٹے جائیں تو ان

میں لفظ بہ لفظ اس مضمون کی اطلاعات ملتی ہیں: ''سرکار کا تختہ الٹے جانے کی افواہیں پیرس میں گرم ہیں، لہا جا رہا ہے کہ راجدھانی پر رات کو فوج پھیل جائے گی اور صبح ہوتے فرمان نکل جائیں گے کہ قومی اسمبلی توڑی جاتی ہے، فوج کا علاقہ (یپارٹمنٹ) محاصرے کی حالت میں ہے، عام رائے دہندگی کا حق بحال کر دیا گیا اور قوم کے نام اپیل جاری کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ بونا پارٹ کو ایسے وزیروں کی تلاش ہے کہ ان خلاف قانون فرمانوں کی تعمیل کر سکیں۔'' یہ اطلاعات ہمیشہ ایک بد قسمت لفظ پر تمام ہوتی ہیں: ''ملتوی''۔ تختہ الٹنے کی دھن ہمیشہ سے بونا پارٹ کے دماغ میں سمائی ہوئی تھی۔ یہی دھن لے کر وہ فرانس واپس آیا تھا۔ اور اس پر یہ دھن ایسی سوار تھی کہ مستقل ظاہر ہوتی، اور گفتگو میں زبان سے نکل جاتی تھی۔ بونا پارٹ جب تک کمزور رہا مستقل طور پر اپنے خیال سے مکرتا رہا۔ انقلاب حکومت کا سایہ ایک آسیب یا بھوت تھا کہ پیرس والے چلتے پھرتے اس کے اتنے عادی ہو گئے کہ جب وہ گوشت پوست کے وجود میں سامنے اتر آیا تب بھی انہے یقین ہی نہیں آتا تھا۔ پس اگر انقلاب حکومت کامیاب رہا تو اس کی وجہ یہ ہرگز نہیں کہ ''10 نمبری سوسائیٹی'' کے سرغنہ نے سازش کو بہت ہی خفیہ رکھا تھا، اور قومی اسمبلی بے خبری میں ماری گئی۔ پھر بھی اگر اس میں کامیابی ہوئی تو بونا پارٹ کے بے پروائی سے زبان چلانے کے باوجود اور قومی اسمبلی کے اچھی طرح باخبر ہونے کے باوجود، صرف اس لئے ہوئی کہ پہلے سے واقعات کی رفتار کا یہی لازمی اور قطعی نتیجہ نکلنے والا تھا۔

10 اکتوبر کو بونا پارٹ نے اپنے وزیروں سے کہہ دیا کہ وہ عام حق رائے دہی بحال کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ 16 اکتوبر کو انہوں نے استعفے حوالے کر دئے۔

26 تاریخ کو پیرس میں اطلاع عام ہوئی کہ تھوری نی کی وزارت بن گئی۔ اسی وقت پولیس پریفیکٹ (انسپکٹر جنرل) کارلے کی جگہ موپا کو مقرر کر دیا گیا۔ پہلی فوجی ڈویژن کے افسر اعلیٰ مانیان نے راجدھانی میں نہایت بھروسے کہ پلٹنیں جمع کر لیں۔ 4 نومبر کو قومی اسمبلی نے اپنا اجلاس شروع کا ے۔ اسمبلی کو اب اس کے سوا کیا کرنے کو رہا تھا کہ جس راہ پر وہ چل چکی ہے اسے کم فاصلے میں طے کرے، اس پٹے ہوئے راستے کو پرا کرے اور ثابت کر دے کہ جب اس کا دم نکل چکا تب دفن کیا گیا ہے۔

انتظامیہ طاقت سے ٹکر لینے میں اسمبلی کے ہاتھ سے جو پہلا مورچہ نکلا وہ وزارت تھی۔ اسے یہ نقصان اس ٹھاٹھ سے قبول کرنا پڑا کہ تھوری نی کی جھوٹ موٹ کی وزارت کو سچ مچ کی وزارت مان لیا۔ مستقل کمیشن کے سامنے جب مسٹر ژیرونئ کابینہ کی طرف سے پیش ہوئے تو کمیشن والے ہنس پڑے۔ عام رائے دہندگی کا حق بحال کرنے کے جیسے بھاری اقدام کے لئے اتنی ہلکی وزارت! مگر لے دے کے ساری غرض اتنی تھی کہ پارلیمنٹ کے ذریعے سے کچھ نہیں کرنا، جو کچھ کرنا ہے پارلیمنٹ کے برخلاف۔

جس دن قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا اسی روز بونا پارٹ کا پیغام آ پہنچا جس میں کہا گیا تھا کہ عام رائے دہندگی کا حق پھر سے بحال کیا جائے اور 31 مئی 1850 کا قانون منسوخ کر دیا جائے۔ اسی روز وزیروں نے اس مطلب کا سرکاری اعلان سامنے رکھ دیا۔ قومی اسمبلی نے منسٹروں کی یہ تحریک کہ سرکاری اعلان کی فوری ضرورت ہے، ہاتھ کے ہاتھ رد کر دی اور قانون کو بعد میں 13 نومبر کے روز 348 کے مقابلے میں 355 ووٹوں سے منصوخ کر دیا۔ اس طرح سے اسمبلی

نے پھر ایک دفعہ اپنے منڈیٹ کے پرخچے اڑا دیے۔ پھر خواہ مخواہ تصدیق کردی کی بجائے اس کے کہ وہ لوگوں کے آزادانہ ووٹ سے چنی ہوئی ایک جماعت ہو، اب محض ایک طبقے کی غاصبانہ پارلیمنٹ بن چکی ہے، پھر ایک بار تسلیم کرلیا کہ پارلیمنٹ کے دماغ کو قوم کے جسم سے جوڑنے والے رگ پٹھے اس نے خود ہی کاٹ دئے ہیں۔

اگر انتظامیہ طاقت اپنی اس تجویز کے ذریعے کہ عام رائے دہندگی کا حق بحال کیا جائے، قومی اسمبلی میں عوام سے اپیل کر رہی تھی، تو قانون ساز طاقت نے کوئسٹروں کا مسودہ قانون پیش کر کے عوام کی طرف سے فوج سے اپیل کی۔ اس مسودہ قانون سے اسمبلی کا منشا یہ تھا کہ فوج کو براہ راست طلب کرنے کا، پارلیمنٹ کی فوج بنانے کا اپنا حق پوری طرح منوائے۔ اس صورت میں جب قومی اسمبلی نے فوج کو اپنے اور لوگوں کے درمیان، اپنے اور بونا پارٹ کے درمیان پنچ مقرر کردیا، ریاست میں فوج کو فیصلہ کن طاقت مان لیا تو پھر اسے یہ بھی تصدیق کرنی چاہئے تھی کہ اس طاقت کو ہاتھ میں رکھنے کے دعوے سے وہ بہت پہلے ہی دست بردار ہو چکی تھی۔ بجائے اس کے کہ فوراً فوج طلب کرلیتی، اس نے فوج طلب کرنے کے اپنے حق کو بحث بحثی کا موضوع بنا کر، الٹا یہ ظاہر کردیا کہ خود اپنے کس بل پر بھروسہ نہیں رہا۔ پھر کوئسٹروں کے مسودہ قانون کو رد کر کے اسمبلی نے اپنی بے بسی بالکل ہی مان لی۔ اس مسودہ قانون کے پاس ہونے میں 108 ووٹوں کی کسر رہ گئی: ''مونٹین'' نے اس کی تقدیر کا فیصلہ کردیا۔ ''مونٹین'' والوں کی وہ درگت بنی جو بریڈن کے گدھے کی بنی تھی، فرق اتنا کہ گدھے کو گھاس کے دو گٹھوں میں سے ایک چننا تھا جو زیادہ لبھاتا ہو، لیکن یہاں دو طرف سے مار پڑ رہی تھی، اور انہیں وہ مار چننی تھی جس

کی چوٹ کراری پڑے۔ ایک طرف سے جبرل شنگارنیے کا خوف، دوسری طرف سے بوناپارٹ کا ڈر ___ ماننا پڑے گا کہ حالت کوئی بہت شاندار نہیں تھی۔

18 نومبر کو ضابطہ پارٹی کے پیش کئے ہوئے قانون میں جو میونسپل الکشنوں کے بارے میں تھا، ایک ترمیم آئی۔ ترمیم یہ کہ میونسپلٹی کے انتخابات میں ووٹ دینے کے لئے حلقۂ انتخاب میں تین سال کے بجائے ایک سال کا قیام کافی سمجھا جائے۔ ایک ووٹ کی کمی سے ترمیم رہ گئی۔ مگر فوراً پتہ چل گیا کہ ایک ووٹ کی کمی اصل میں گننے کی غلطی تھی۔ دشمن گروہوں میں بٹ جانے کی وجہ سے ضابطہ پارٹی بہت پہلے پارلیمنٹ میں آزادانہ اکثریت کھو بیٹھی تھی۔ اب اس نے یہ بھی دکھا دیا کہ پارلیمنٹ کے اندر کسی قسم کی اکثریت باقی نہیں ہے۔ قومی اسمبلی کے بس کی بات نہ رہی کہ فیصلے کر سکے۔ جن ذروں سے وہ مل کر بنی تھی وہ یوں بکھرے کہ اب انہیں جوڑنے والی کوئی تدبیر نہیں رہ گئی۔ اس نے آخری سانس لیا اور جان دے دی۔

آخر جب آفت برپا ہونے میں کچھ ہی دن رہ گئے تھے، پارلیمنٹ سے باہر کی عام بورژوازی نے طے کیا کہ پارلیمنٹ کے اندر کی بورژوازی سے اپنا قطع تعلق دھوم دھام سے دکھا دیا جائے۔ تیئر نے جو پارلیمنٹی ہیرو کی حیثیت سے پارلیمنٹری حماقت کے ناقابل علاج مرض کا خاص کر مارا ہوا تھا، پارلیمنٹ کی موت کے بعد، اسٹیٹ کونسل سے مل کر پارلیمنٹ کے انداز کا ایک نیا شوشہ چھوڑا، یہ کہ ''قانون ذمہ داری'' بنایا جائے۔ مقصد یہ کہ پریزیڈنٹ کو آئین کی حدود میں تھام کر رکھا جائے۔ جس طرح 15 ستمبر کو وہ چکا تھا کہ پیرس میں نئے مارکٹ ہال کی بنیاد رکھتے وقت بوناپارٹ مسانیلو سے کچھ پیچھے نہیں رہا تھا، اس نے منڈی کی عورتوں، یعنی مچھلی والیوں کے دل موہ لئے تھے، اور سچ پوچھئے تو ایک مچھلی والی کس بل میں سترہ چودھریوں کو

بھاری پڑتی ہے۔ اسی طرح جب کونسٹروں کا مسودہ قانون پیش ہو چکا تھا، اس نے یلی سے تی کے شاہی محل میں اپنے حمایتیوں کو دعوت پر بلا کر رنگ رلیاں منائی تھیں، اس بار بھی 25 نومبر کے دن بونا پارٹ نے صنعتی بورژوازی کو اپنی جیب ڈال لیا، یہ صاحبان سرکس میں جمع ہوئے تھے اس کے دست خاص سے لندن کی صنعتی نمائش کے انعامی تمغے پانے کے لئے۔ یہاں اس نے تقریر کی، اس کا ایک نمائندہ حصہ میں اخبار Journal des De'bats سے نقل کرتا ہوں:

''اتنی انہونی کامیابیاں مجھ کو پھر یہ جتانے کا حق دیتی ہیں کہ فرانسیسی ریپبلک کیا عظمت حاصل کر سکتی ہے اگر اسے یہ موقع مل جائے کہ اس بے چینی کے سبب مستقل نقصان اٹھانے کے بجائے، جو ایک طرف تو تقریر باز پھیلاتے ہیں، دوسری طرف موروثی بادشاہت کے خواب دیکھنے والے یہ ریپبلک اپنے اصلی مفادوں کی فکر کرے اور اپنے اداروں کی اصلاح میں لگ جائے۔ (ہال کے ہر ایک کونے سے زور کی تالیاں بجتی ہیں اور دیر تک تالیوں کی گونج رہتی ہے) بادشاہت کے خوابوں نے، تمام ترقیوں اور صنعت کی تمام شاخوں کا راستہ روک رکھا ہے۔ ترقی کی بجائے محض کش مکش رہ گئی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو پہلے شاہی طاقت اور شاہی Prerogatives (خصوصی اختیارات) پر جان دیتے تھے، اب وہی کنونشن (مقررہ چلن) کے چکر میں پڑ کر اس طاقت کو کمزور کرنے کی فکر میں لگے ہیں جو عام رائے دہندگی حق سے پیدا ہوتی ہے۔ (دیر تک زور زور سے تالیاں بجتی ہیں) ہم دیکھتے ہیں کہ وہی لوگ جنہوں نے انقلاب کے ہاتھوں سب سے زیادہ نقصان اٹھایا اور سب سے زیادہ اس کے شاکی تھے، وہی نیا انقلاب بھڑکانے کی فکر میں ہیں، وہ بھی اس خاطر کہ قوم کی قوت ارادی کو جکڑ دیا جائے۔۔۔ میں آپ سے

وعدہ کرتا ہوں کہ آنے والے زمانے میں امن وسکون ہوگا۔۔۔وغیرہ وغیرہ (واہ واہ، کے آوازیں بلند ہوتی ہیں)۔

اس طرح سے صنعتی بورژوازی دوسری دسمبر کے انقلاب حکومت پر، پارلیمنٹ کی تباہی پر، خود اپنے اقتدار کی موت پر اور بوناپارٹ کی ڈکٹیٹری پر خوشامدی تالیاں بجارہی تھی۔ 25 نومبر کو بجنے والی تالیوں کی گونج کا 4 دسمبر کو توپوں کی گرج سے جواب ملا۔ اور موسیو سلاندروز، جس نے سب سے زیادہ تالیاں بجائی تھیں اسی کے مکان پر توپ کے گولے بھی سب سے زیادہ بجے۔

کرومویل نے جب (انگلینڈ میں) لمبی پارلیمنٹ (105) کو توڑا تھا تو وہ تن تنہا پارلیمنٹ کے اندر پہنچا، اپنی گھڑی اتار لی تا کہ جو وقت مقرر کر رکھا تھا اس سے ایک منٹ بھی آگے نہ چلنے پائے، اور ایک ایک ممبر کا مذاق اڑا کر، پھبتی کس کر، مزے لے لے کر پارلیمنٹ سے باہر نکال دیا۔ ی نپولین، جو پہلے کے نمونے والے نپولین سے بہت چھوٹا ہے، اٹھارویں برومیئر قانون ساز ادارے کی طرف چلا اور اگر چہ آواز لرز رہی تھی، تاہم سزائے موت کا فیصلہ پڑھ کر سنا دیا۔ یہ دوسرا نپولین، جس کے ہاتھ کرومویل یا نپولین سے مختلف انتظامیہ طاقت آچکی تھی، اب اس تلاش میں تھا کہ پہلے کوئی مثال سامنے رکھے، عالمی تاریخ کی جگ بیتی میں سے نہیں، بلکہ "10 دسمبری سوسائٹی" کے یا فوجداری عدالت کے پرانے کاغذوں میں سے۔ وہ بینک آف فرانس سے ڈھائی کروڑ فرانک قبضا لیتا ہے، دس لاکھ میں جنرل ماتیان کو خریدتا ہے، ہر ایک فوجی پر پندرہ فرانک اور شراب خرچ کرتا ہے، اپنے حوالی موالی کے ساتھ مل کر رات گئے چور کی طرح یہ حکم دیتا ہے کہ جو سب سے خطرناک پارلیمنٹری لیڈر ہیں ان کے مکانوں میں زبردستی گھس کر، کوے نیاک، لموری سیئر،

لے فلو، شنگارئیے، شراس، تیئر، بازاور دوسرے لوگوں کو بستر سے گھسیٹا اور جیل میں بھر دیا جائے۔ پیرس کے خاص چوراہوں اور پارلیمنٹ کی عمارتوں پر فوجی پہرہ بٹھا دیتا ہے۔ اور صبح سویرے راجدھانی میں ہر جگہ اس اعلان کے اشتہار لگا دیئے جاتے ہیں کہ قومی اسمبلی اور اسٹیٹ کونسل توڑ دی گئی، عام رائے دہندگی کا حق بحال کر دیا گیا اور سینا کا حلقہ (ڈیپارٹمنٹ) محاصرے کی حالت میں ہے۔ تھوڑا وقت دے کر اخبار "مونیٹر" میں ایک جعلی دستاویز شائع کراتا ہے جس میں یہ ظاہر کیا گیا کہ پارلیمنٹ کے کئی با اثر نمایاں ممبروں نے اس کی تائید میں جمع ہو کر ایک ہنگامی اسٹیٹ کونسل بنائی ہے۔

بچی کھچی پارلیمنٹ جس میں اورلین اور جائز وارث والے شامل تھے، دسویں حلقے کے Mairie (میونسپل ہال) میں جمع ہوئی اور "ریپبلک زندہ باد" کے لگاتار نعروں کی گونج میں ووٹ کے ذریعے فیصلہ کیا کہ بونا پارٹ کو پریذیڈنٹ کے عہدے سے برطرف کیا جاتا ہے۔ عمارت کے سامنے جو ہجوم جمائیاں لے رہا تھا، اس پر ان اپیلوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا، یہاں تک کہ آخر میں افریقی نشانہ بازوں کی حراست میں انہیں اور سٹے کی بارکوں میں، اور وہاں سے قیدی گاڑیوں میں بھر بھر کر مزاس، ہام اور وینسین جیلوں میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ یوں ضابطہ پارٹی، قانون ساز اسمبلی اور فروری کے انقلاب کا خاتمہ ہو گیا۔ بیان ختم کرنے سے پہلے ہم فروری کے انقلاب کی ایک مختصر تاریخ پر نظر ڈالتے چلیں:

پہلا دور: 24 فروری سے 4 مئی 1848 تک۔ فروری کا دور۔ تماشے کی تمہید۔ عالم گیر برادری کا تماشا۔

دوسرا دور: ریپبلک قائم ہوتی ہے اور آئین ساز قومی اسمبلی بنتی ہے۔(1) 4

مئی سے جون 1848 تک ۔سارے طبقے پرولتاریہ کے مقابلے پر نکل آتے ہیں۔ پرولتاریہ کو جون کے دنوں میں شکست ۔

(2) ۔25 جون سے 10 دسمبر 1848 تک ۔ خالص بورژوا ریپبلکنوں کی ڈکٹیٹری۔ آئین کی تیاری۔ پیرس میں محاصرے کی حالت کا اعلان ۔10 دسمبر کو بونا پارٹ کا پریذیڈنٹ چنا جانا اور اس کا کارن بورژوا ڈکٹیٹری کا ہٹایا جانا ۔ (3)۔ 20 دسمبر 1848 سے 28 مئی 1849 تک ۔ آئین ساز اسمبلی کی بونا پارٹ سے اور اس کے ساتھ مل جانے والی ضابطہ پارٹی سے کش مکش ۔ آئین ساز اسمبلی کا خاتمہ ۔ ریپبلکن بورژوازی کی شکست ۔

تیسرا دور ۔ آئینی ریپبلک کا زمانہ اور قانون ساز قومی اسمبلی کا زمانہ۔

1 ۔28 مئی 1849 سے 13 جون 1849 تک ۔ چھوٹی حیثیت کی بورژوازی اور بونا پارٹ سے مقابلہ ۔ چھوٹی بورژوازی کی ڈیموکریسی کو شکست ۔

2 ۔ 13 جون 1849 سے 31 مئی 1850 تک ۔ ضابطہ پارٹی کی پارلیمنٹری ڈکٹیٹری ۔ یہ پارٹی عام رائے دہندگی کا حق ہٹا کر اپنا راج ختم کر لیتی ہے ۔ لیکن پارلیمنٹری وزارت کھو دیتی ہے

3 ۔ 31 مئی 1850 سے دوسری دسمبر 1851 تک پارلیمنٹری بورژوازی اور بونا پارٹ کے درمیان کش مکش ۔

(ب) ۔ 12 جنوری 1851 سے 11 اپریل 1851 تک ۔ انتظامی طاقت کو اپنا فرمانبردار رکھنے میں پارلیمنٹ ناکام ہوتی ہے ۔ ضابطہ پارٹی پارلیمنٹ میں اپنی اکثریت کھو دیتی ہے ۔ ریپبلکنوں اور "مونٹین" والوں کے ساتھ کولیشن بنا لیتی ہے ۔

(ج) 11 اپریل سے 9 اکتوبر 1851 تک۔ آئین پر نظر ثانی، اختلاف کی جگہ میل، میعاد میں توسیع کی کوششیں۔ ضابطہ پارٹی کے سب اجزاء بکھر کر اپنی اصلی حالت پر واپس۔ بورژوائی پارلیمنٹ اور بورژوائی اخبارات کا عام بورژوازی سے قطع تعلق۔

(د) ۔9 اکتوبر سے دوسری دسمبر 1851 تک۔ پارلیمنٹ اور انتظامیہ طاقت میں صاف قطع تعلق۔ پارلیمنٹ کی موت۔ خود اپنے طبقے نے، فوج نے اور باقی دوسرے طبقوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ ڈوب گئی۔ پارلیمنٹری عملداری اور بورژوا عملداری اور بورژوا حکمرانی کا خاتمہ۔ بونا پارٹ کی فتح۔ سلطنت کی بحالی کا منہ چڑایا جانا۔

7

انقلاب فروری (1848) کی شروعات میں سماجی ریپبلک زبان پر چڑھا ہوا ایک جملہ پیش گوئی معلوم ہوتی تھی۔ جون 1848 کے دنوں میں وہ پیرس کے پرولتاریہ کے لہو میں ڈبو دی گئی۔ یہ لہو ڈرامے کے اگلے ایکٹوں میں سر چڑھ کر بولتا ہے۔ منظر عام پر ڈیموکریٹک ریپبلک نمودار ہوتی ہے۔ 13 جون 1849 کو یہ ریپبلک اپنی چھوٹی حیثیت کی فراری بورژوازی کے ساتھ نظروں سے غائب ہو جاتی ہے۔ لیکن بھاگتے میں وہ پوری قوت سے اپنے ڈنکے بجاتی ہے۔ اب پارلیمنٹری ریپبلک بورژوازی سمیت سارے اسٹیج پر قبضہ کر لیتی ہے۔ تمام گنجائشوں میں پھیل پڑتی ہے لیکن دوسری دسمبر 1851 کی تاریخ متحدہ شاہ پرستوں کی "ریپبلک زندہ باد" کی وحشت زدہ چیخوں میں اسے دفنا دیتی ہے۔

فرانس کی بورژوازی کو محنت کش پرولتاریوں کا غلبہ گوارہ نہیں تھا، تو اس نے

آوارہ گرد پرولتاریہ کو "10 دسمبری سوسائٹی" کے سرغنہ سمیت قبضہ دے دیا۔ بورژوازی نے لال نراج کا ہوا دکھا کر فرانس کے ہوش اڑا رکھے تھے ____ بونا پارٹ نے اسی خوف کو بھنالیا جب نشے میں دھت ضابطے کی فوج نے اس کے حکم سے 4 دسمبر کو نامور بورژواؤں پر گولیاں چلائیں جو مون مارتر بلوار اور اطالین بلوار میں اپنی کھڑکیوں میں کھڑے تھے۔ بورژوازی تلوار کو دھونس دیتی تھی۔ تلوار نے اسی کو دبالیا۔ بورژوازی نے انقلابی پریس کو کچلا تھا۔ خود اسی کا پیرس کچل دیا گیا۔ وہ عام جلسوں پر پولیس کا پہرہ بٹھاتی تھی۔ اب اسی کی نشست گاہوں پر پولیس لگی ہوئی ہے۔ اس نے جمہوریت پسند نیشنل گارڈ کو توڑا تھا۔ اب خود اسی کا نیشنل گارڈ توڑ دیا گیا۔ اس نے محاصرہ کی حالت عائد کی تھی، اب خود اس کا محاصرہ ہوگیا ہے۔ اس نے عدالتوں کی جگہ فوجی کمیشن بٹھائے تھے، اب اس کی عدالتوں کی جگہ فوجی کمیشنوں نے لے لی ہے۔ اس نے تعلیم عامہ کو پادریوں کے قبضے میں دے دیا تھا، اب پادری خود اسی کے اسکولوں پر چھائے ہوئے ہیں۔ اس نے لوگوں کو بغیر مقدمہ چلائے جلاوطن کیا تھا، اب اسے مقدمہ چلائے بغیر ملک بدر کیا رہا ہے۔ اس نے سماج میں بے چینی کی ہر ایک لہر کو سرکاری طاقت سے دبایا تھا، اب اس کی سوسائٹی کی ہر ایک لہر کو سرکاری طاقت سے دبا رہی ہے۔ اس نے اپنے تجوری کے خبط میں خود اپنے ہی سیاست دانوں اور اہل قلم کے خلاف ہنگامہ کھڑا کیا تھا، اب ان سیاست دانوں اور اہل قلم کو بے دخل کر دیا گیا، منہ پر تالے لگانے اور قلم توڑ دینے کے بعد اس کی تجوری پر ہاتھ ڈالا جا رہا ہے۔ بورژوازی کبھی نہیں تھکی، انقلاب کو زور سے اسی طرح ڈانٹتی تھی جیسے سینٹ آرسینی نے عیسائیوں کو ڈانٹا تھا کہ "بھاگ جاؤ، خاموش، نیچے بیٹھو" اب بورژوازی کو بونا پارٹ انہی لفظوں میں ڈانٹ رہا ہے:

بھاگ جاؤ، خاموش، نچلے بیٹھو!"فرانسیسی بورژوازی نے نپولین کی گتھی کا حل بہت زمانے پہلے معلوم کرلیا تھا، گتھی تھی: "پچاس سال کے اندر یورپ یا تو ریپبلکن ہو جائے یا قزاق۔" حل یہ معلوم کیا کہ یورپ "قزاقی ریپبلک" ہو جائے۔ علم سفلی کے کسی ماہر سیر تسئے جادوگرنی کی ضرورت نہیں تھی جو بورژوازی ریپبلک کے اس شاہکار کو بدل کر بھیانک دیو بنا دے۔ اب بھی کیا بگڑا ہے! ریپبلک کی صرف ظاہری شان میں ہی فرق آ گیا۔ موجودہ فرانس (یعنی 1851 کے انقلاب حکومت کے فوراً بعد۔)پارلیمنٹری ریپبلک کی بنی بنائی شکل میں موجود تھا۔ صرف ایک سنگین بھونکنے کی کسر تھی کہ غبارہ پھٹے اور دیو کود کر آنکھوں کے آگے آ جائے۔

پیرس کے پرولتاریہ نے دوسری دسمبر کے بعد بغاوت کے لئے سر کیوں نہیں اٹھایا؟

بورژوازی کو چت کرنے کا ابھی حکم ہی نکلا تھا، حکم کی تعمیل نہیں ہوئی تھی۔ اگر پرولتاریہ کی طرف سے کوئی سنجیدہ بغاوت اُٹھتی تو وہ بورژوازی میں پھر سے جان ڈال دیتی، اس کا فوج سے میل ملاپ کرا دیتی اور مزدوروں کو دوبارہ جون کی سی شکست کا سامنا کرنا پڑتا۔

4 دسمبر کو بورژوازی اور دکانداروں نے پرولتاریہ کو اکسایا کہ وہ مقابلے کے لئے بڑھے۔ اسی روز شام کو نیشنل گارڈ کے کئی دستوں کا وعدہ تھا کہ میدان میں ہتھیار اور وردی سجا کر نکلیں گے۔ بات یہ تھی کہ بورژوا اور دکاندا کو پتا چلا کہ بونا پارٹ نے ایک فرمان ایسا بھی نکالا جس کے ذریعے دوسری دسمبر سے خفیہ ووٹنگ کا طریقہ منسوخ کر دیا گیا اور حکم ہوا ہے کہ آئندہ سرکاری رجسٹروں میں اپنے نام کے آگے "ہاں" یا "نہیں" لکھا کریں۔ 4 دسمبر کی مخالفت سے بونا پارٹ ڈر گیا۔ اسی رات

پیرس کے تمام چوروہوں پر اس کے حکم یہ اعلان لکھ کر لگا دئے گئے کہ خفیہ ووٹنگ باقی رکھی جاتی ہے۔ بورژوا اور دکانداروں نے سوچا کہ مطلب نکل گیا اور دوسری صبح وہی تھے جنہوں نے گھر سے باہر قدم نہیں نکالا۔

پہلی اور دوسری دسمبر کی درمیانی رات میں اچانک چھاپے مار کر بونا پارٹ نے پیرس کے پرولتاریہ کو اس کے لیڈروں، یعنی بیری کیڈ (سڑک کی روک) کے ذمہ داروں سے محروم کر دیا۔ اب یہ بے سری فوج رہ گئی، جس کی یادوں میں جون 1848 اور 1849 اور مئی 1850 کے دنوں کی تلخی موجود تھی اور اس ناگواری کے ہوتے وہ "مونٹین" کے جھنڈے تلے لڑنے پر ذرا بھی آمادہ نہ تھی۔ اس نے اپنے ہراول دستے یعنی خفیہ سوسائٹیوں کی طرف یہ ذمہ داری بڑھا دی کہ پیرس کی باغیانہ شان باقی رکھی جائے جس شان کو بورژوازی نے فوجیوں کے قدموں میں ڈال کر ایسا بٹہ لگایا تھا کہ بعد میں بونا پارٹ نے نیشنل گارڈ سے ہتھیار رکھواتے وقت یہ زہریلا کٹیلا شوشہ چھوڑا کہ: اندیشہ ہے کہ انارکسٹ ان ہتھیاروں کو خود نیشنل گارڈ پر ہی آزمائیں گے۔

"بس یہ ہے مکمل اور آخری فتح سوشلزم کی" ان لفظوں میں گیزو نے دوسری دسمبر کے واقعے کا خلاصہ کیا۔ لیکن اگر پارلیمنٹری ریپبلک کا تختہ الٹنا اپنے اندر پرولتاری انقلاب کے جراثیم چھپائے ہوئے تھا اس کا فوری اور ٹھوس نتیجہ تو یہی نکلا کہ بونا پارٹ کو پارلیمنٹ پر فتح ہوئی، انتظامیہ طاقت کو قانون ساز طاقت پر اور محض طاقت کو، جس پر لفاظی منڈھی ہوئی نہیں تھی، لفاظی کی طاقت پر فتح ہوگئی۔ پارلیمنٹ میں قوم نے اپنے متفقہ منشا کو ایک قانون کی صورت دے دی، یوں کہنا چاہیے کہ حاکم طبقے کے قانون کو اس نے اپنا متفقہ منشا بنالیا۔ انتظامیہ طاقت کے سامنے کسی

ذاتی منشا پر زبان کھولنے کی جرات نہیں، اب وہ غیر کی مرضی، یعنی حکم چلانے والے کی مرضی کے آگے سر جھکاتی ہے۔ قانون ساز طاقت کے مقابلے پر انتظامیہ طاقت، قوم کی خود انتظامی کے بجائے اب اس کی ماتحتی (Heteronomy) ظاہر کرتی ہے۔ اس طرح سے فرانس نے پورے ایک طبقے کی اندھیر گردی سے نجات پالی، گویا محض اس لئے نجات پائی کہ فرد واحد کی اندھیر گردی سے نجات پالی، گویا محض اس لئے نجات پائی کہ فرد واحد کی اندھیر گردی کا حکم بجالائے، ایک ایسے شخص کے کلی اختیار کا حکم جسے حکم چلانے کا اختیار ہی نہیں دیا گیا۔ ساری کش مکش یہاں پہنچ کر تمام ہوگئی کہ سب طبقے ایک جیسی بے بسی، ایک جیسی بے نوائی کے ساتھ بندوق کے دستے کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں۔

مگر انقلاب کی جڑ بنیاد ہوتی ہے۔ اسے ابھی مقام اعراف سے گزرنا ہے۔ اپنا کام قاعدے سے پورا کرنا ہے۔ دوسری دسمبر 1851 تک اس نے تیاری کا آدھا کام کرلیا، اب آدھا کرنا باقی ہے۔ پہلے تو اس نے پارلیمنٹری طاقت کو تکمیل تک پہنچایا تا کہ اس کا الٹنا ممکن ہو جائے۔ اب وہ کام پورا ہوگیا تو انتظامیہ طاقت کو اس کے کمال تک پہنچانا ہے، اس مقام تک لے جانا ہے کہ وہ کھلے روپ میں خود کو ظاہر کرے۔ پھر اسے الگ تھلگ کرنا ہے، اسے ٹھیک اپنے مقابل لانا ہے کہ ایک نشانہ بندھ جائے اور پھر تباہی مچانے والی اپنی ساری طاقتوں کو اسی کے خلاف سمیٹا جائے۔ اور جب انقلاب پیش بندی کے اس باقی آدھے کام کو پورا کرلے گا تو پھر یورپ اپنی جگہ جگہ سے اچھل اچھل کر داد دے گا "واہ رے بجو، اندر ہی اندر خوب، زمین کھودتے ہو (شکسپیئر "ہیملٹ" کا پہلا ایکٹ، پانچواں منظر)"

یہ انتظامیہ طاقت جس کے پاس سرکاری نوکریوں اور فوج کی زبردست تنظیم

ہے، جس کے پاس نہایت پیچدار ارمصنوعی سرکاری مشین ہے، پانچ لاکھ کی فوج یہ ہیبت ناک اور مفت خور انجر پنجر، جو سارے فرانسیسی سماج کو اپنے شکنجے میں کسے ہوئے ہے، اور اس کے سارے مسامات کو بند کئے ہوئے ہے، یہ انتظامیہ طاقت اپنی مرضی کی مالک بادشاہت کے زمانے میں عالم وجود میں آئی تھی، جب جاگیرداری نظام زوال آمادہ تھا اور اسی جکر بندی نے اس کے زوال کی رفتار بھی تیز کر دی۔ زمینداروں اور شہروں کو جو چودھراہٹ نصیب تھی وہی سرکاری طاقت کے بہت سارے خانوں میں تبدیل ہوگئی۔ جو لوگ جاگیرداری میں عزت والے تھے وہ تنخواہ یافتہ سرکاری ملازم بن گئے، جو لوگ جاگیرداری میں عزت والے تھے وہ تنخواہ یافتہ سرکاری ملازم بن گئے۔ قرون وسطیٰ کے ایک دوسرے کو کاٹتے ہوئے اختیارات کا جو رنگ برنگا نقشہ تھا وہ سرکاری طاقت کے ایک ایسے با ضابطہ مقررہ نقشے میں ڈھل گیا جہاں محنت کی تقسیم اور مرکزیت ٹھیک اسی انداز پر ہے جیسے کارخان میں ہوتی ہے۔ پہلا انقلاب فرانس، جسے یہ فرض انجام دینا تھا کہ تمام مقامی، جگہ جگہ، علاقے علاقے کی، شہروں اور صوبوں (مضافات) کی خاص حکمرانی کا خاتمہ کرے تاکہ پوری قوم کی شہری وحدت بنائی جائے، اب وہ کام بھی اسے اور آگے بڑھانا پڑا جو اپنی مرضی کی مالک بادشاہت نے شروع کیا تھا، یعنی سب کو ملا کر مرکزیت قائم کرنا۔ مگر اسی کے ساتھ حکومت کی طاقت سے کام لینے والوں کا دائرہ، ان کے عہدے اور حیثیت اور ان کی تعداد بھی پہلے سے زیادہ پھیل گئی۔ نپولین نے یہ سرکاری مشین بنا کر تیار کی۔ جائز وارث والوں کی بادشاہت اور جولائی کی بادشاہت، دونوں نے اس کے سوا کچھ نہ کیا کہ کاموں کے خانے اور بڑھا دئے اور وہ اتنے ہی بڑھے جتنی بورژوا سماج کے اندر محنت کی تقسیم نے مفادوں کے نئے نئے

گروپ بنائے، نتیجہ یہ کہ سرکاری نظم ونسق کے نئے سرو سامان پیدا ہوتے چلے گئے۔ ہر قسم کا مشترکہ مفاد باقی سماج سے کاٹ کر خود سماج کے مقابل اس طرح رکھ دیا جاتا جیسے اس سے بلند تر اور سبھی کا ایک مفاد ہے، وہ کاموں کے اس دائرے سے نکل جاتا جو سماج کے ممبر آپس میں مل کر خود ہی کرلیا کرتے تھے۔ اب وہ حکومت کی کارکردگی کی چیز بن جاتا ___ کسی گاؤں کی برادری کے لئے پل، اسکول کی عمارت، یا پنچائیتی ملکیت سے لے کر ریلوے، قومی ملکیت اور فرانس کی قومی یونیورسٹی تک یہ حال ہوا۔ آخر پارلیمنٹری ریپبلک کو انقلاب کا مقابلہ کرتے وقت مجبور ہونا پڑا کہ زور زبردستی کی تدبیروں کے ساتھ ساتھ حکومت کی طاقت کے ذریعوں اور ان کی مرکزیت کو بھی زیادہ مضبوط کیا جائے۔ تمام انقلابات اس مشین کو توڑنے کے بجائے اسے اور پکا کر دیتے تھے۔ ایک کے بعد ایک پارٹی جو غلبہ پانے کے لئے میدان میں اتری، اسے یہی فکر رہی کہ اس گراں ڈیل سرکاری در و دیوار کو اپنے قبضے میں کرلے تو فتح کا سب سے بڑا مال غنیمت ہاتھ آجائے گا۔

مختار کل بادشاہت کے زمانے میں، پہلے انقلاب فرانس کے دنوں میں، نپولین کے ہوتے، نوکر شاہی صرف ایک ذریعہ تھی اس تیاری کا کہ بورژوازی اپنے طبقے کا راج قائم کرے۔ جب شاہی بحالی کا زمانہ آیا، لوئی فلپ نے اختیار سنبھالا اور پھر پارلیمنٹری ریپبلک قائم ہوئی تو نوکر شاہی جو اپنی طاقت بنانے کی دھن میں تھی حاکم طبقے کا اوزار بن کر رہ گئی۔

صرف یہی دوسرے بوناپارٹ کا زمانہ ایسا آیا کہ اسٹیٹ خود اپنی مالک ومختار معلوم ہوتی ہے۔ اسٹیٹ کا کام چلانے والی مشین نے ملکہ سماج کی نسبت سے خود اپنی حیثیت اتنی مضبوط کرلے ہے کہ ''10 نمبری سوسائیٹی'' کے سرغنہ کی سرکردگی

میں اپنا کام چلاسکتی ہے، ایک ایسے منچلے کی سرکردگی میں جو غیر ملک سے آٹپکا، نشے میں دھت فوجیوں نے اسے ڈھال کی طرح آگے کرلیا جنہیں اس نے شراب اور سوکھا گوشت کھلا پلا کر خرید لیا اور بار بار گوشت کے ترلقموں سے خوش رکھنا پڑتا ہے۔ اسی لئے اب فرانس کا دل ڈوبا ہوا ہے، اتھاہ گراوٹ اور ذلت کا احساس سینے پر پتھر بن گیا ہے کہ وہ چین سے سانس بھی نہیں لے سکتا۔ اسے محسوس ہوتا ہے کہ عزت آبرو خاک میں مل گئی۔

تاہم سرکاری طاقت کوئی ہوا میں معلق نہیں ہے۔ بونا پارٹ ایک طبقے کا نمائندہ ہے، وہ بھی ایسے طبقے کا جو فرانسیسی سماج میں سب سے بڑی بھاری تعداد رکھتا ہے۔یعنی چھوٹی کاشت والے (parzellen) کسانوں کا۔

اسی طرح کسانوں کا شاہی خاندان معلوم ہوتے ہیں یعنی فرانس کے بالک معمولی عام لوگوں کا۔ کسانوں کی پسند کا بونا پارٹ وہ نہیں تھا جو بورژوا پارلیمنٹ کے ماتحت تھا، بلکہ ان کی پسند کا بونا پارٹ وہ ہے جس نے اس پارلیمنٹ کو توڑ کر باہر کردیا۔ تین سال تک شہروں کا بس چلا کہ وہ دس دسمبر کے الیکشنوں کا مطلب پلٹتے رہے اور کسانوں کو جو آس تھی کہ بادشاہی پھر بحال ہوجائے گی، اسے فریب دیتے رہے۔ 10 دسمبر 1848 کو جو الیکشن ہوئے تھے، اب جا کر دوسری دسمبر 1851 کے انقلاب حکومت میں ان کا اصلی وجود سامنے آیا ہے۔

چھوٹی کاشت کے کسان بڑی بھاری آبادہ ہیں۔ یہ لوگ ایک جیسے حالت مین زندگی بسر کرتے ہیں البتہ ان کے آپس میں طرح طرح کے تعلقات نہیں ہوتے۔خود پیداواری طریقہ انہیں باہم نتھی کرنے کی بجائے ایک دوسرے سے الگ کر کے رکھتا ہیت۔فرانس کے اندر راستوں اور سڑکوں کی خراب حالت اور

کسانوں کی غریبی بھی انہیں الگ تھلگ رکھنے میں اپنا اثر دکھاتی ہے۔ ان کی پیداواری زمینیں، چھوٹے چھوٹے کھیت نہ تو کاشتکاری میں محنت کی تقسیم ہونے دیتے ہیں، نہ سائنس کا استعمال، نتیجہ یہ کہ ترقی یا تبدیلی کی کوئی رنگا رنگی بھی ان میں اثر نہیں کرتی، ذہانت یا ہنرمندی کے درجے بھی نہیں بن پاتے، اور سماجی تعلقات کی کسی قسم کی دولت بھی نصیب نہیں ہوتی۔ ایک ایک کسان گھرانہ خود اپنے بل پر کام چلا لیتا ہے اور اپنی ضروریات کی بیشتر چیزیں خود ہی بنا لیتا ہے، گذر اوقات کا جو سامان درکار ہے، اس کے لئے سماج سے لین دین کرنے کی بجائے، وہ فطرت سے معاملہ کر کے خود مہیا کر لیتا ہے۔ چھوٹی سی کاشتکاری، دوسرا کسان اور اس کا کنبہ۔ ایسے کئی ایک یونٹ مل کر گاؤں اور کئی گاؤں کی ڈھیری ایک ڈپارٹمنٹ (حلقہ) ہو جاتی ہے۔ اس صورت سے فرانسیسی قوم کی بڑی بھاری آبادی ایک ایک یونٹ سے مل کر بنی ہے، جیسے آلوؤں کی بوری ایک ایک آلو اور بوری سے مل کر بنتی ہے، جب لاکھوں خاندان ایسے معاشی حالات میں رہتے ہیں کہ ان کا رہن سہن، ان کے مفاد اور تعلیم و تربیت دوسرے طبقوں کے رہن سہن، مفاد اور تعلیم و تربیت سے الگ بھی پہچانے جائیں اور ان کے بالکل برخلاف بھی، تو وہ ایک طبقہ بن جاتے ہیں۔ اب چونکہ چھوٹی کاشت والے کسانوں کے درمیان صرف مقامی رشتے رہتے ہیں اور ان کے مفادوں کی یکسوئی ان میں نہ تو کوئی یگانگی پیدا کرتی ہے، نہ کسی قومی رشتے کو ابھارتی ہے، نہ کسی سیاسی تنظیم کو، اس لئے وہ مل کر ایک طبقہ نہیں بن پاتے۔ لہٰذا وہ اس قابل نہیں ہوتے کہ اپنے طبقے کے مفاد کو خود اپنے نام پر بچا سکیں، چاہے وہ پارلیمنٹ کے توسط سے ہو یا کنونشن کے وسیلے سے۔ وہ خود اپنی نمائندگی نہیں کر سکتے، دوسروں کو ان کی نمائندگی کرنا پڑتی ہے، جو ان کی طرف سے کھڑا ہوا سے نمائندگی

کرنے کے ساتھ ان کا ملک، صاحب اختیار اور ان سے اوپر بھی ہونا چاہئے، حکومت کی ایسی طاقت ہو جس کا ہاتھ نہ روکا جا سکے، ان کے لئے دوسرے طبقوں کے مقابل سینہ سپر ہو جائے اور اوپر سے بارش اور دھوپ نازل کیا کرے۔ لے دے کر حاصل یہ کہ چھوٹی کاشت والے کسانوں کا سیاسی اثر خود کو گویا ایسی انتظامیہ طاقت میں سامنے لاتا ہے جو سماج کو اپنا ماتحت بنا کر رکھے۔

تاریخی روایت نے فرانسیسی کسانوں کے دل میں یہ وہمی اعتقاد ڈال رکھا ہے کہ نپولین نام کا آدمی ہوگا جو انہیں کھوئی ہوئی نعمتیں دلوائے گا۔ آخر ایک آدمی نکل آیا جو خود کو وہی شخص موعود بتاتا ہے اور وجہ محض یہ کہ اس کا نام بھی نپولین ہے ایک قانونی دفعہ کے بل پر ___ ضابطہ نپولین (code Napole'on) ''کسی کے باپ کی چھان بین کرنا منع ہے۔'' بیس برس کی آوارہ گردی اور ناگفتنی واقعات کا ایک سلسلہ پورا کرنے کے بعد آخر پیش گوئی پوری ہوئی اور وہ آدمی فرانس کا شہنشاہ بن گیا۔ بڑے نپولین کے بھتیجے کے دل میں جو لگن تھی پوری ہو گئی، کیونکہا تفاق سے یہی لگن فرانسیسی سماج کے اس طبقے کو بھی تھی جو تعداد مین اوروں سے کہیں زیادہ ہے۔

یہاں مجھے ایک اعتراض ہو سکتا ہے: یوں ہے تو پھر آدھے فرانس میں کسانوں کی بغاوتیں کیا معنی؟ کسانوں پر فوج کے چھاپے، ان کی دھڑا دھڑ عام گرفتاریاں اور جلاوطنی کیسی؟

لوئی چاردہم کے زمانے سے آج تک فرنس میں کبھی ''لفظی رعب داب کے بدلے'' کسانوں کا ایسا پیچھا نہیں لیا گیا تھا۔

میری بات کا غلط مطلب نہ نکالا جائے۔ بونا پارٹ خاندان انقلابی کسانوں

کی نہیں، قدامت پسند کسانوں کی نمائندگی کرتا ہے، اس کسان کی نہیں جو اپنے سماجی وجود، یعنی چھوٹی کاشت کے تنگ دائرے سے نکلنے کے لئے بیتاب ہے، بلکہ اس کسان کی جو چھوٹی کاشت اور ان حالات کو مضبوط کرنا چاہتا ہے، دیہات کی اس آبادی کی نمائندگی نہیں کرتا جو شہروں سے ملنے کے لئے بیتاب ہے اور خود اپنے بل پر بوسیدہ نظام کو الٹ دینا چاہتا ہے بلکہ اس دیہاتی آبادی کی جو اسی پرانے نظام کے اندر گھٹا پڑا ہے اور سلطنت کے پرشھانویں سے امیدوار ہے کہ وہ اسے بچالے گا اور اس کی حیثیت بنائے رہے گا۔ بوناپارٹ کا خاندان کسان کی روشن خیالی کا نہیں، بلکہ اس کی وہم پرستی کا، اس کی قوت فیصلہ کا نہیں، بلکہ اس کے تعصب کا، اس کے مستقبل کا نہیں، اس کے ماضی کا، اس کے جدید سیوینے کا نہیں، اس کے جدید ویندیئے (106) کا نمائندہ ہے۔

پارلیمنٹری ریپبلک کے تین سال کے بے درد راج نے اگر یہ درستہے کہ صرف اوپر سے ہی کھرچا تھا، تاہم فرانسیسی کسانوں کے ایک حصے کے دماغ سے نپولین کا وہم وگمان نکال دیا اور اس میں انقلابی جذبہ بیدار کردیا۔ لیکن جوں ہی وہ حرکت میں آتے، بورژوازی انہیں سختی سے کچل دیتی تھی۔ پارلیمنٹری ریپبلک کے دنوں میں فرانسیسی کسان کے شعور میں نئے خیالات اور پرانی روایات کے درمیان کشمکش چلتی رہی۔ یہ سلسلہ اسکول ماسٹروں کی اس جدوجہد کی صورت میں پھوٹ نکلا جو انہوں نے پادریوں کے مقابلے پر چھیڑی تھی اور بورژوازی نے اسکول ماسٹروں کو ڈانٹ کر چپ کردیا۔ کسانوں نے پہلی بار پورا زور لگایا کہ حکومت کی کارگذاری کے تعلق سے اپنی آزادانہ پوزیشن قائم کریں۔ یہ حقیقت یوں کھل کر سامنے آئی کہ میئروں (دیہات کے سرپنچوں) اور پریفیکٹوں (سرکاری حاکموں) کے درمیان مستقل ٹکر

رہنے لگی۔ بورژوازی نے میئروں کو ہر بار بے دخل کر دیا۔ آخر یہ ہوا کہ فرانس کے مختلف علاقوں میں، پارلیمنٹری ریپبلک کے زمانے میں کسان خود اپنی ہی اولاد، یعنی فوج کے مقابلے پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ بورژوازی نے انہیں محاصرے کی حالت میں لے کر اور تعزیری فوج بھیج کر سزا دی۔ اور اب یہی بورژوازی عوام کی کوڑھ مغزی کو، اس گھناؤنے ہجوم عام کی جان کو رو رہی ہے جو گویا بونا پارٹ سے مل کر دھوکا دے گیا۔ اس نے بزور بازو کسان طبقے میں سلطنت پرستی کے جذبے کو تقویت پہنچائی ہے، اس نے حالات کا وہ رخ بنائے رکھا جو زمین تیار کرتا ہے اس کسانی عقیدے کے اگنے اور پھلنے پھولنے کے لئے۔ سچ بات یہ کہ عوام جب تک قدامت پرست رہیں، بورژوازی کو ان کی نادانی سے ڈر لگیا ہے اور جب وہ انقلابی رنگ میں رنگ جائیں تب ان کی دانائی سے ہول چڑھتا ہے۔

انقلاب حکومت کے بعد جو بغاوتیں اٹھیں، ان میں فرانسیسی کسانوں کے ایک حصے نے ہتھیار اٹھا کر اس شخص کے خلاف اپنے غصے کا اظہار کیا جسے خود ہی 10 دسمبر 1848 میں ووٹ دے کر چنا تھا۔ 1848 کے بعد سے جس اسکول میں وہ رہے اس نے ان کی عقلوں پر دھار رکھ دی۔ لیکن انہوں نے اپنے عقل و ہوش تاریخ کی پوشیدہ قوت کے ہاتھ نیلام کر دیے اور تاریخ نے ان کی بولی مان لی۔ ان میں سے اکثر تو اتنا بھٹکے کہ خاص وہی علاقے جو سرخ رنگ والوں کا گڑھ تھے، وہاں کاشتکار آبادی نے کھلے عام بونا پارٹ کے حق میں ووٹ دئے۔ ان کو یہ خیال ہو گیا تھا کہ بونا پارٹ کچھ کرنا چاہتا ہے مگر قومی اسمبلی اس میں روڑے اٹکاتی ہے۔ پھر کیا تھا، بونا پارٹ نے وہ زنجیریں توڑ ڈالیں جو شہروں نے دیہات کی مرضی کو پہنا رکھی تھیں۔ بعض جگہوں پر کسان وہم میں مبتلا ہو کر نپولین کے ساتھ کنونشن کے جوڑنے کی

تجویزیں پیش کرنے لگیں۔ (107)

جب پہلے انقلاب نے زمین سے بندھے ہوئے کسان (serf) کو خود کاشت مالک کی حیثیت دی تو بپولین نے ایسے حالات کا ڈول ڈالا جن میں کسانوں کو فرانس کی اس سرزمین سے فیض اٹھانے کا بے روک ٹوک موقع ملے جو ابھی ان کے ہاتھ آئی ہے اور ملکیت کی نئی نئی ترنگ کو پوری تسکین مل جائے، لیکن فرانسیسی کسان کے لئے فی الحال بس کی گانٹھ بھی یہی چھوٹی کاشت ہے، زمین کی یہ تقسیم، ذاتی ملکیت کی یہ شکل جسے فرانس میں نپولین جماتا تھا۔ یہی وہ مادی حالات ہیں نہوں نے فرانس کے زمین سے بندھے کسان کو چھوٹی کاشت کا مالک بنا دیا اور نپولین کو شہنشاہ۔ دونسلوں کے گذرنے کی دیر تھی کہ اس عمل کا لازمی نتیجہ نکل آیا: کاشتکاری کی حالت رفتہ رفتہ بگڑتی گئی اور کاشتکاروں پر قرض کا بار بڑھتا گیا۔ ذاتی ملکیت کا ''نپولینی'' روپ جو انیسویں صدی کے شروع میں فرانس کی دیہاتی آبادی کے لئے دولت مندی اور آزادی کا پروانہ تھا، وہی ان سو سالوں کے عرصے میں قانون بن گیا جس نے دیہات والوں کی غلامی اور محتاجی کا کاغذ پکا کر دیا۔ یہی قانون وہ پہلا ''نپولینی نقطہ'' ہے جسے دوسرے بونا پارٹ کو جھنڈے پر چڑھانا ہے۔ اگر اب بھی وہ کسانوں کی اس خوش فہمی میں شریک ہے کہ ان کی تباہی کا راز چھوٹی کاشت کی ملکیت کی بجائے کہیں اور تلاش کرنا چاہئے، ثانوی حیثیت کے حالات و اسباب میں ڈھونڈھنا چاہئے تو اس کے تجربے پیداواری تعلقات سے چھوٹے ہی صابون کے غباروں کی طرح اڑ جائیں گے۔

چھوٹی کاشت کی ملکیت کی معاشی صورت ابھرنا وہ سبب ہے جس نے سماج کے دوسرے طبقوں سے کسان کا رشتہ جڑ بنیاد سے بدل ڈالا۔ نپولین کے زمانے

میں جب زمین الگ الگ کاشتکاریوں میں بٹ گئی تو ساتھ ہی شہروں میں کھلے عام مقابلہ شروع ہوگیا اور بڑی صنعت کا پھیلاؤ ہونے لگا۔ کسان طبقہ دیہات میں سراپا احتجاج بن گیا اوپر کے جاگیرداروں کیخلاف جنہیں تبھی بے دخل کیا گیا تھا۔ چھوٹی کاشت کی ملکیت نے فرانس کی سرزمین میں جڑ پکڑی تو جاگیردارانہ نظام کی جڑوں کو تری پہنچنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ چھوٹی کاشتکاری نے جو منڈیریں کھڑی کیں وہ بورژوازی کی قدرتی فصیل بن گئیں تاکہ اس کے پچھلے مالک اچانک نہ چڑھ آئیں۔ مگر انیسویں صدی کے دوران جاگیردار کی خالی کی ہوئی جگہ پر شہر کے ساہوکار کا قبضہ وہ گیا، زمین پر جاگیرداری کے جو حقوق چلے آتے تھے، اب ان کی جگہ رہن ناموں نے لے لی اور فیوڈل شرفا کی زمینی ملکیت ہٹ کر بورژوائی سرمایہ چھاتا چلا گیا۔ کاشتکار کی چھوٹی کاشتکاریاں محض ایک بہانہ ہیں جس سے سرمایہ دار کے لئے گنجائش رہتی ہے زمین سے منافع کمانے، سود اوعر لگان وصول کرنے کی اور یہ کام خود کاشتکار کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ جیسے چاہے اپنی محنت مزدوری کا حق زمین سے نکال لے۔ رہن رکھ کر لئے ہوئے قرضوں سے فرانس کی مٹی دب گئی اور فرانسیسی کسان پر سود کی اتنی بڑی رقم کا بوجھ پڑ گیا جو برطانیہ کے سارے قومی قرضے کے سالانہ سود کے برابر ہوتی ہے۔ چھوٹی کاشتکاری ملکیت، کہ وہ جس قدر بڑھتی ہے اتنی ہی سرمائے کے شکنجے میں پڑتی جاتی ہے، اب اس پر سرمائے کا شکنجہ اتنا سخت ہو چکا ہے کہ فرانسیسی کسان کی اکثریت کو اس نے غاروں میں بسنے والا جنگلی بنا ڈالا ہے۔

ایک کروڑ ساٹھ لاکھ کسان (بال بچے سمیت) کال کوٹھریوں میں بھرے ہیں، جن میں سے اکثر ایسی ہیں کہ صرف ایک کھڑکی لگی ہے، باقی میں دو کھڑکیاں

اور بہت ہوا تو تین کھڑکیاں۔گھر میں کھڑکیوں کا مصرف وہی ہے جو سر میں پانچ حواس کا۔بورژا نظام جس نے اٹھارویں صدی کے شروع میں ریاست کے ذمے کیا تھا کہ وہ تازہ وارد چھوٹی کاشتکاری کی حفاظت کرے، اس پر نعمتوں کی بارش کیا کرے، اب ایک جونک بن گئی ہے جو اس کے دل کا لہو چوس کر اور سر کا بھیجا کاٹ کر سرمائے کی کیمیائی کٹھالی میں انڈیلتی رہتی ہے۔اب ''ضابطہ نپولین'' (code Napole'on) سوائے اس کے کچھ نہیں کہ یہ ایک ضابطہ ہے عدالتی فیصلے نافذ کرنے کا، قرقی کے وارنٹ نکالنے کا اور نیلام پر سامان چڑھانے کا۔سرکاری شمار سے جو چالیس لاکھ آدمی (بال بچے سمیت) فرانس میں بھکاریوں، آوارہ گردوں، مجرموں اور رنڈیوں کی تعداد درج ہے اسی میں پچاس لاکھ کی تعداد اور جمع کرنا چاہئے ایسوں کی جو موت کے کنارے رہتے ہیں، یا تو گاؤں میں ہی پڑے ہیں یا چیتھڑے لٹکائے، بچے اٹھائے مستقل طور پر گاؤں سے شہر اور شہر سے گاؤں مارے مارے پھرتے ہیں۔مختصر یہ کہ جیسے نپولین کے زمانے میں تھا، کسان کے مفاد اب بورژوازی اور سرمائے کے مافادوں سے میل نہیں کھاتے بلکہ ایک دوسرے کے بالکل ہی مخالف پڑتے ہیں اور اس تضاد کا کوئی حل نہیں۔یہی وجہ ہے کہ کسان کو اب اپنا قدرتی حلیف، حمایتی اور رہنما شہری پرولتاریہ میں ملتا ہے جو بورژوائی نظام کو الٹنے کے درپے ہے۔لیکن ایک مضبوط اور بے روک ٹوک حکومت کا، جو ''نپولین کے نکات'' میں نکتہ دوم ہے اور جسے نپولین ثانی کے ہاتھوں پورا ہونا ہے، کام یہ ہے کہ بزور طاقت اس ''مادی'' نظام کو قائم رکھے۔ چنانچہ بوناپارٹ نے باغی کسانوں کے خلاف جتنے حکم احکام نکالے ہیں ان میں اسی'' مادی نظام'' Codre mete'riel کی چاٹ رکھی گئی ہے۔

چھوٹی کاشتکاری پر سرمائے کی طرف سے جو رہن کا بوجھ لادا جاتا ہے، اس کے علاوہ ٹیکس بھی لدا ہوا ہے۔ ٹیکس چشمۂ حیات ہے سرکاری ملازمین کے لئے، فوج، پادری اور راونچے محل کے لئے یعنی انتظامیہ طاقت کے سارے کل پرزوں کے لئے۔ مضبوط حکومت اور بھاری ٹیکس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ چھوٹی کاشتکاری کی ملکیت خود اپنی طبیعت سے زمین تیار کرتی ہے اس بات کے لئے کہ نوکر شاہی مختار کل ہو اور بے شمار ہو، وہ پورے ملک کے طول وعرض میں ایک ہی سطح کا تعلق اور ایک ہی سطح کے کارکن پیدا کرتی ہے۔ اسی لئے یہ ممکن ہوتا ہے کہ سب سے اعلیٰ مرکز سے حکم جاری ہوتے ہی کارکنوں کا یکساں لاؤلشکر ملک کے ہر ایک حصے میں اس پر یکساں کاروائی کرے۔ عوام اور سرکاری طاقت کے درمیان جو ایک سیڑھی جاگیرداری شرفا کی ہوتی ہے اسے یہ چھوٹی کاشتکاری ملکیت درمیان سے نکا دیتی ہے۔ اس کی تاثیر یہی ہے کہ ہر طرف اسی سرکاری طاقت کا براہ راست عمل دخل ہو اور ہر جگہ اس کے براہ راست کارندے مصروف عمل ہوں۔ آخر وہ ایسی فالتو بے مصرف آبادی کو جنم دیتی ہے جس کی کھپت نہ دیہات میں ہو، نہ شہروں میں، اور وہ سرکاری نوکری کو اپنی قسم کی ایک باعزت بھیک سمجھ کر اپنا لے، یہ آبادی مجبور کرتی ہے کہ سرکاری نوکریوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ بنائی جائے۔ نپولین نے لازمی ٹیکس لگائے مگر سنگین کی نوک سے نئی منڈیاں کھول کر، یورپ کو لوٹ کر ٹیکسوں میں وصول کی ہوئی وہ رقم اصل مع سود واپس کر دی۔ ان ٹیکسوں سے کسانوں کی دستکاریوں کو شہ ملک اور اب وہی ٹیکس ان دستکاریوں کی آخری بوند تک نچوڑے لے رہے ہیں۔ اور پیٹ بھرے، بنے سنورے سرکاری ملازمین کے بے شمار کل پرزے ___ یہ ہے وہ ''نپولینی نکتہ'' (Ide'e Napole'onienne) جو بوناپارٹ دوم کو سب سے

زیادہ عزیز ہے۔اس کے سوا اور کیا ہونا تھا جب بونا پارٹ کو سماج کے اصلی طبقوں کے ساتھ ساتھ ایسی ایک مصنوعی ذات بھی پیدا کرنی ہو جس کے لئے بونا پارٹ کا راج پاٹ بنا رہنا دال روٹی کا سوال بن جائے۔یہی وجہ ہے کہ مالیات میں جو پہلے قدم اس نے اٹھائے ان میں یہ بھی تھا کہ سرکاری ملازمین کی تنخواہیں بڑھا کر پہلے جتنی کر دی جائیں اور نئے اعلیٰ عہدہ دار مقرر کئے جائیں۔

ایک اور ''نپولینی نکتہ'' تھا حکومت وقت کا کارندے کی حیثیت سے پادریوں کا غلبہ۔نئی نئی وجود میں آئی ہوئی چھوٹی کاشتکاری جو سماج سے ہم آہنگ تھی اور قدرتی طاقتوں پر جس کا دارومدار تھا، ایسی بڑی طاقت کے سامنے جو اوپر سے اس کی حفاظت کرے، سر جھکاتی تھی، تو قدرتی بات ہے کہ وہ مذہبی تھی۔لیکن اب ہر طرف سے قرضوں میں دبی ہوئی یہ کاشتکاری، جو نہ سماج سے وابستہ ہے نہ اوپر کی طاقت سے، جو مجبور ہے کہ چھوٹی کاشت کی اپنی حد بندیاں توڑ کر باہر نکلے، وہ قدرتاً مذہب کے خلاف پھر جائے گی۔رحمت برستی تھی اور وہ بھی موسم کی صورت میں اس قطعۂ اراضی پر جو نیا نیا لوگوں کے ہاتھ آیا تھا لیکن یہ غیبی رحمت بھی ایک زحمت بن جاتی ہے اگر کہیں قطعۂ اراضی سے محروم کر کے اس کے بدلے ملتی ہو۔ایسی حالت میں تو پادری بھی ماتھے پر تلک لگائے پولیس کا کتنا نظر آنے لگتا ہے۔یہ بھی ''نپولینی نکتہ'' ہوا۔اگلی بار روم پر جو چڑھائی ہونی ہے وہ خود فرانس میں ہی ہو گی لیکن چڑھائی کے معنی اس کے برخلاف ہوں گے جیسا موسیو مونتالامبیر سمجھتے ہیں۔

آخر میں ''نپولینی نکتے'' کی انتہا یہ ہے کہ فوج کی بالادستی۔ چھوٹی کاشتکاری والے کسان کے لئے فوج بڑی شان کی بات تھی۔اس نے ان کو ایسے سورما بنا دیا جنہوں نے باہر کے دشمن سے ان کی نئی املاک کی حفاظت کی، نئی نئی قومی وحدت جو

حاصل ہوئی تھی، اس کا جھنڈا اونچا کیا، دنیا کو لوٹ کر اسے انقلابی رنگ میں رنگ دیا۔فوجی وردی ان کے لئے شاندار پوشاک، جنگ ان کی شاعری، اور تصور میں ذرا آگے تک پھیلی ہوئی چوکور کاشتکاری یہ ان کا وطن بن گئی تھی، اور وطن پرستی ان کے لئے ایک بے مثال شکل تھی احساس ملکیت کی۔لیکن وہ دشمن جن سے فرانسیسی کسان کو اب اپنی ذاتی ملکیت کی حفاظت کرنا ہے، وہ قزاق نہیں بلکہ عدالت کے قرق امین اور کلکٹر ہیں۔اب چھوٹی کاشتکاری نام کے اس وطن میں نہیں پائی جاتی بلکہ رہن ناموں کے رجسٹر میں درج ہے۔فوج اب کسان کی اٹھتی جوانی نہیں بلکہ کسانی آوارہ گردوں کی دلدل کا پھول ہے۔اب اس فوج میں زیادہ تر یا تو نکمے رنگروٹ بھرے ہیں یا بدلی کے لوگ جیسے خود بونا پارٹ دوم جو نقلی اور نپولین اول کی بدلی کا آدمی ہے۔یہ فوج ساری سورمائی اس وقت دکھاتی ہے جب کسانوں پر چھاپہ مارنے نکلے اور سیاسی پولیس (ژندارمی) کا فرض انجام دینے چلے۔ اگر کہیں" 10 نمبری سوسائیٹی" کے سرغنہ نے اپنے نظام کے اندرونی تضاد سے اسے فرانس کی حدوں کے پار بھیجا تو فوج وہاں لوٹ مار کے دو چار ہاتھ دکھا کر، فتح کے نشان نہیں بلکہ چیتھڑے اڑوا لے گی۔

پس یہ بات صاف ہوگئی کہ جتنے بھی "نپولینی نکتے" ہیں وہ کچی، نوخیز اور امنگوں بھری چھوٹی کاشتکاری کے نکتے ہیں۔جب وہ اپنی عمر پوری کر چکی تو پھر یہ نکتے بالکل بے معنی ہیں، ان کی حیثیت بس ایسی ہی ہے جیسے حالت نزع کا ہذیان، جیسے لفظوں سے جڑے ہوئے جملے، روحوں کے بگڑے ہوئے بھوت۔لیکن سلطنت کا منہ چڑانا بھی ضروری تھا تاکہ فرانسیسی قوم کے عام لوگوں کے سر سے روایت کا بوجھ اتارا جائے اور سرکاری طاقت اور سماج میں جو کھلی چوٹ ہے وہ کھل کر سامنے

آجائے۔ چھوٹی کاشتکاری کی بڑھتی ہوئی گراوٹ کے ساھت ساتھ اس کی بنیاد پر کھڑی ہوئی سرکار کی عمارت بھی ہل جاتی ہے۔ سرکار کی مرکزیت، جس کی ضرورت ہے آج کی سوسائیٹیکو، وہ صرف فوجی اور نوکر شاہی گورنمنٹ کی مشینری کے ملبے پر بن کر تیار ہوتی ہے اور یہ وہ مشینری ہے جسے جاگیرداری سے ٹکر لیتے وقت بنایا گیا تھا۔

(1852 کے ایڈیشن میں اس پیراگراف کے آخر میں دونوں جملوں کے بجائے یہ عبارت درج تھی: ''سرکاری مشینری کے ٹوٹنے سے مرکزیت کو کسی قسم کا خطرہ نہیں ہوتا۔ بیوروکریسی صرف ایک نیچے کی اور بھدی شکل ہے مرکزیت کی جسے خود اپنے مخالف یعنی جاگیرداری کا سامنا رہتا ہے۔ جب فرانسیسی کسان نپولین ثانی کی آمد سے مایوس ہو چکے گا تو وہ اپنی چھوٹی کاشتکاری پر ایمان کھو بیٹھے گا۔ اور جو سرکاری عمارت اس کاشتکاری کی بنیاد پر کھڑی ہوئی ہے، وہ ایک دم نیچے آ پڑے گی۔ تب جا کر پرولتاری انقلاب کو بازو کی وہ آوازیں میسر آئیں گی جن کے بغیر سارے کسانی ملکوں میں پرولتاری کا ایک سر انغمہ صدا بصحرا ہو کر رہ جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

292 فرانسیسی کسان کی حالت دیکھنے سے 20 اور 21 دسمبر کے عام الیکشنوں کا معمہ حل ہو جاتا ہے جنہوں نے بوناپارٹ دوم کو اٹھا کر کوہ طور پر (108) پہنچا دیا، اس لئے نہیں کہ اس پر وہاں خدائی احکام نازل ہوں بلکہ اس لئے کہ وہاں سے خدائی احکام نازل کرے۔

ظاہراً بورژوازی کے سامنے اب اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں رہ گیا تھا کہ وہ بوناپارٹ کے حق میں ووٹ دے۔ جب کٹر اخلاق کے پابند اہل ایمان نے

کونسٹینس کونسل (109) میں پادریوں کی بگڑی ہوئی زندگی کی شکایت کی اور اخلاقی اصلاح کی ضرورت کا رونا رویا تو بڑے پادری صاحب کارڈنل پیئر دی آئی نے گرج کر جواب دیا کہ ''اب شیطان ہی کیتھولک چرچ کو تباہی سے بچا سکتا ہے اور آپ لوگ فرشتے طلب کرنے چلے ہیں!'' اسی طرح، جب انقلاب حکومت ہو چکا تو فرانسیسی بورژوازی نے چیخ کر کہا: صرف 'دس نمبری سوسائیٹی' کا سرغنہ ہی بورژوائی سوسائیٹی کو بچا سکتا ہے! صرف چوری ہی اب ذاتی ملکیت کو، صرف جرائم پیشگی ہی مذہب کو، ناجائز ولدیت ہی خاندان کو اور بے ضابطگی ہی ضابطے کو بچا سکتی ہے!

بونا پارٹ انتظامیہ طاقت کی حیثیت سے، بجائے خود حاکم وقت کی حیثیت سے اپنا یہ منصب سمجھتا ہے کہ ''بورژوا ضابطے'' کی اصل طاقت درمیانی طبقے میں ہے۔ اسی بل پر وہ خود کو درمیانی طبقے کا نمائندہ شمار کرتا ہے اور اسی نسبت سے احکام جاری کرتا ہے۔ لیکن دوسری طرف سے دیکھئے تو وہ جس مرتبے پر پہنچا، صرف اس وجہ سے پہنچا کہ اسی درمیانی طبقے کے سیاسی کس بل نکال دئے اور ہر روز یہ کس بل نکالتا جا رہا ہے۔ اس لئے وہ خود کو درمیانی طبقے کی سیاسی اور ادبی طاقت کا مخالف شمار کرتا ہے۔ لیکن اس طبقے کی مادی طاقت قائم رکھنے کی بدولت وہ اس کی سیاسی قوت میں پھر سے جان ڈال رہا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ سبب کو تو سنبھال کر رکھا جائے مگر نتیجے کو، جہاں بھی وہ سر اٹھائے روئے زمین سے صاف کر دیا جائے۔ لیکن سبب اور نتیجے کے معاملے میں الجھاؤ پڑنا لازمی ہے کیونکہ سبب اور نتیجہ ایک دوسرے میں ایسے گتھے ہوئے ہوتے ہیں کہ اپنی امتیازی حیثیت کھو بیٹھتے ہیں۔ نئے فرمان صادر ہوتے ہیں جو کناروں کو گھس کر برابر کر دیتے ہیں۔ اسی دوران بونا

پارٹ بورژوازی کے برابر کے پلے میں خود کو کسانوں کا نمائندہ بلکہ سبھی عوام کا نمائندہ بنا کر رکھتا ہے اور آرزو کرتا ہے کہ بورژوا سماج کے دائرے میں رہ کر لوگوں کے نچلے والے طبقے کو راحت پہنچا دے۔ نئے فرمان صادر ہوتے ہیں، ایسے فرمان جو حکومت چلانے کے ہبر میں ایسے ہوشیار ہیں کہ ''سچے سوشلسٹوں'' (110) کے بھی کان کتر لیتے ہیں۔ لیکن بونا پارٹ کی نظر میں اس کی سب سے مقدم حیثیت ''10 نمبری سوسائیٹی'' کے سرغنہ کی ہے، اس آوارہ گرد پرولتاریہ کے نمائندے کی جس میں سے وہ خود نکلا ہے، اس کے مصاحب نکلے ہیں اس کی حکومت اور فوج نکلی ہے، جنہیں صرف اس سے غرض ہے کہ اپنے ٹھاٹھ بنے رہیں اور سرکاری خزانے کے صندوق سے کیلیفورنیا والی انعامی لاٹریاں نکالا کریں۔ وہ اپنی ''10 نمبری سوسائیٹی'' کے سرغنہ کی حیثیت کو بنائے رکھتا ہے فرمان نکال کر، فرمان سے کترا کر اور فرمان کے باوجود۔

یہ جو اس شخص کا اندرونی تضادوں سے بھرا مشن ہے، اس میں بونا پارٹ کی حکومت کے ایک دوسرے کو کاٹتے ہوئے عمل کا راز ہے، جو اٹکل پچو ہاتھ پھینک رہی ہے، کبھی ایک طبقے کو کبھی دوسرے کو بڑھانے یا گرانے کی کوشش کتی ہے، اور سب طبقوں میں ایک ہی طرح اپنی مخالفت ابھار رہی ہے، ___ ایسی حکومت جس کے عمل میں تو ہچکچاہٹ ہے، لیکن سرکاری احکام میں دبنگ اور نپا تلا لب ولہجہ ہے ان حاکمانہ قوانین کا جو چچا جان (نپولین بونا پارٹ) کے احکام سے آنکھ بند کر کے نقل کئے جاتے ہیں۔ اپنے عمل اور احکام میں پرلے درجے کے مسخرے پن کا موازنہ پیش کر رہی ہے۔

صنعت اور تجارت، یعنی درمیانی طبقے کا کاروبار مضبوط حکومت کے سائے

میں خوب پھلن اپھولنا چاہئے، جیسے بندنرسری میں پودے۔ ریلوے میں بے شمار رعایتیں دھڑا دھڑ دی جارہی ہیں۔ بہر حال بونا پارٹ والے آوارہ گردوں کو روپیہ بنانا ہے۔ ریلوے میں ملنے والی رعایتوں کے خفیہ سودے پر پہلے سے سٹہ کھیلا جاتا ہے، جیسے تاش کے ایک کھیل میں پتوں کی چال پر۔ پھر بھی ریلوے کے لئے سرمایہ نظر نہیں آتا۔ بینک کو حکم پہنچتا ہے کہ ریلوے کے کھاتے میں قرضے کھولے۔ لیکن بونا پارٹ کو خود بھی بینک سے ذاتی فائدہ اٹھانا ہے۔ اس لئے بینک کو بھی چمکارنا ضروری ہے۔ چنانچہ بینک کو ہر ہفتے اپنا حساب شائع کرنے سے چھٹی مل جاتی ہے۔ وہ حکومت سے ایسا راضی نامہ کرلیتا ہے کہ بڑا حصہ حکومت کے ہاتھ میں پہنچتا رہے۔ لوگوں کو روزگار ملنا چاہئے۔ سماجی کاموں کی داغ بیل ڈالی جاتی ہے۔ لیکن سماجی ماکوں سے لوگوں پ ٹیکسوں کا بوجھ بھی بڑھتا ہے۔ اس لئے ٹیکس کا بوجھ ہلکا کرنا ہے تو بونڈ کی رقم پر ہاتھ ڈالا جائے، جہاں بونڈ پر پانچ فیصدی سود دیا جاتا تھا اسے ساڑھے چار فیصدی کردیا جائے، لیکن بورژوازی کو پھر سے میٹھی گولی دینی چاہئے۔ اس لئے شراب پر ٹیکس دوگنا کردیا جائے عام لوگوں کے لئے، جو تھوڑی تھوڑی مقدار میں خریدتے ہیں، اور آدھا کردیا جائے اکٹھی مقدار میں لینے والے درمیانی طبقے کے لئے۔ مزدوروں کی جو انجمنیں چل رہی تھیں، انہیں توڑ دیا جاتا ہے، لیکن حکومت یہ وعدہ بھی کرلیتی ہے کہ آئندہ انجمنوں کی کرامات ظاہر ہوگی۔ کسانوں کی مدد کرنی ہے، رہن رکھ کر قرضہ دینے والے بینک کھولے جاتے ہیں جن سے کسان اور بھی تیزی سے مقروض ہونے لگے ہیں اور زمینی جائداد سمٹنے لگتی ہے۔ مگر ان بینکوں سے کام یہ لینا ہے کہ اور لین گھرانے والوں کی جو جائدادیں ضبط کی گئی ہیں ان سے نقد روپیہ نچوڑا جائے۔ اس آخری شرط پر، جو فرمان میں درج نہیں ہے،

ایک بھی سرمایہ دار راضی نہیں ہوتا، نتیجہ یہ کہ قرضہ بینک کاغذی فرمان رہ جاتے ہیں، وغیرہ، وغیرہ۔

بونا پارٹ کی آرزو تھی کہ وہ تمام طبقوں کے شفیق سرپرست کا رول ادا کرے لیکن کسی ایک طبقے سے چھینے بغیر دوسرے طبوے کو کچھ دینا اس کے بس سے باہر ہے۔ جس طرح فروئدے کے زمانے میں ڈیوک گیز کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ فرانس میں کار خیر کا سب سے بڑا دھنی تھا کیونکہ اس نے اپنے حمایتیوں کے تمام قرضے اپنے نام لے کر ساری املاک اور جائداد ان قرضوں پر چڑھالی، اسی طرح بونا پارٹ کا جی چاہا کہ وہ بھی فرانس میں سب سے بڑا محسن بن جائے اور فرانس کی ساری ملکیت، ساری جدادا اور محنت کو خاص اپنے نام ذاتی قرضے میں چڑھوالے۔ اسے خواہش وہی کہ سارے فرانس کی چوری کر لے تا کہ پھر فرانس کو تحفے میں بخش دے، یا یہ زیادہ صحیح ہوگا کہ پھر فرانس کو فرانسیسی سکے میں خریدے کیونکہ ''10 نمبری سوسائیٹی'' کے سرغنہ کی حیثیت سے اسے وہی خریدنا ہے جو اس کی جیب میں پڑا رہے۔ جتنے سرکاری ادارے ہیں، سینٹ ہے، اسٹیٹ کونسل ہے، قانون ساز ادارہ ہے، صاحب امتیاز لیجن، فوجی تمغے، واشنگ فیکٹریاں، سماجی کام، ریلوے، نیشنل گارڈ کا جنرل ہیڈ کوارٹر، جس میں عام والنٹیئر شامل نہیں، اور لین گھرانے کی ضبط شدہ جائداد، یہ سب بکاؤ مال ہو جاتا ہے۔ فوج میں اور حکومت کے عہدوں میں جتنی آسامیاں ہیں ان کے مول پر خریداری کرنی ہے۔ لیکن اس پورے معاملے میں کہ فرانس کا سودا کرنا ہے اور پھر سب اسی کے حوالے کر دینا ہے، سب سے خاص بات یہ ہے کہ لین دین میں جو بیچ کا کمیشن ہاتھ لگے گا، وہ سارے کا سارا ''10 نمبری سوسائیٹی'' کے سرغنہ اور اس کے ممبروں کی جیب میں جائے گا۔ اور لین گھرانے کی

جائداد ضبط ہونے پر نواب زادی ''ایل'' نے جو موسیو دی مورنی کی داشتہ ہیں، ایک جملہ کسا تھا (''یہ شکرے کی پہلی پرواز ہے'' c'est le premier vol de l'aigle۔ (لفظ vol کے دو معنی ہیں، اڑان اور چوری) یہی جملہ اس شکرے کی ہر ایک پرواز پر صادق آتا ہے جو شکرے کی بجائے کوے سے زیادہ مشابہ ہے۔ وہ اور اس کے حوالی موالی روزانہ آپس میں ایک دوسرے سے وہی الفاظ کہا کرتے ہیں جو اٹلی کے ایک تارک دنیا نے ایسے کنجوس سے کہے تھے جو اپنی دولت کا شکار کر کے بڑی شیخی مارا کرتا تھا کہ وہ اتنی دولت ہے جو عمر کے سالہا سال تک کافی ہوگی۔ ''تم اپنی دولت شمار کرتے ہو، تمہیں چاہئے تھا کہ پہلے اپنی عمر کے سال شمار کر لیتے''۔ کہیں سال گننے میں غلطی نہ ہو جائے، یہ لوگ زندگی کے منٹ گنا کرتے ہیں۔ شاہی محل کی طرف، وزارتی دفتروں میں، سرکاری محکموں اور جوج کے سب سے اونچے مقام پر بانکوں کی ریل پیل ہے، جس میں سب سے بہتر کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ معلوم نہیں کہاں سے نکل پڑے ہیں۔ یہ شور مچاتے ہوئے، بدنامی ٹپکاتے ہوئے، اکھڑ و راوٹ پٹانگ لوگو، جنہوں نے پھندنے ٹنکی ہوئی وردیاں اوپر سے لادر رکھی ہیں، ایسی بناوٹی شان سے اینٹھتے پھرتے ہیں جیسے سولوک فاؤستین کے بڑے آدمی۔ ایک نظر میں ''10 نمبری سوسائیٹی'' کے اس اوپر والے درجے کا جلوہ دیکھا جا سکتا ہے اگر یہ بھی دھیان میں رکھا جائے کہ ان لوگوں کا اخلاقی معلم وہ شخص ہے جسے ''ویروں کریویل'' (بالزاک نے اپنے ناول Cousine Bette میں ڈاکٹر ویروں کو کرے ویل کے نام سے پیش کیا ہے، یہ ڈاکٹر ویروں اخبار ''کانسٹی ٹیوشنل'' کا مالک ہے اور پیرس کا انتہائی بکواسی اور بدچلن آدمی ہے۔) کہنا چاہئے اور ان کا منکر وہ ہے جسے ''گرانئے دی کسانیاک'' کہا جائے۔ گیزو

اپنے زمانہ وزارت میں ایک گپ چپ اخبار کے اندر اسی گرانئے کو موروثی خاندان والے حزب مخالف کے توڑ پر ہتھیار کی طرح استعمال C'st le roi des dro'les___ مسخروں کا بادشاہ ہے یہ''بڑی زیادتی ہوگی اگر لوئی بونا پارٹ کے محل اور اس کی ٹولی کو ریجنسی کے زمانے (111) یا لوئی پانزدہم کے زمانے کے محل سے برابر کی سطح پر رکھا جائے۔ کیونکہ ''فرانس پر یہ پہلا کئی بار پڑی ہے کہ داشتاؤں نے حکومت چلائی، لیکن یہ کبھی نہیں ہوتی کہ الفانسو (رکھیل مردوں) نے حکومت کی ہو''۔ (یہ الفاظ مادام ژیرار دین نے کہے تھے۔)

بونا پارٹ جس صورت حال میں ہے اس کے متضاد تقاضوں سے عاجز آ کر، پھر ایک شعبدہ باز کی سی پوزیشن مین، اس مجبوری سے کہ آخر نپولین کی جگہ سنبھالی ہے تو نئی نئی انہونی حرکتوں کے ذریعے پبلک کی پوری توجہ اپنی طرف رکھی جائے، یا یوں کہئے کہ ہر روز چھوٹے پیمانے پر انقلاب حکومت کر کے، اس نے بورژوازی کی معاشی دنیا میں نفسانفسی پھیلا دی ہے، 1848 کے انقلاب نے بھی جن چیزوں کو ہاتھ نہیں لگایا تھا ان میں الٹ پلٹ کر دی ہے، اور اسی طرح ایک کو تو یہ سکھا دیا کہ انقلاب کے وجود و عدم سے اسے کوئی مطلب نہیں، دوسرے کے دل میں انقلاب کی تمنا جگا دی، ضابطے کے نام سے صحیح معنوں میں افراتفری عام کر دی اور ساتھ ہی یہ بھی کہ سرکاری کل پرزوں کی پوری مشینری کو اس کے ہالے سے محروم کر دیا، اسے بے ننگ و نام کر ڈالا، ایسا بنا دیا کہ دیکھ کر گھن بھی آئے اور ہنسی بھی۔ عبائے مقدس (112) کی زیارت کا جو ایمان چلا آتا تھا، اب وہ اس کی جگہ پیرس میں نپولینی عبائے شہنشاہی اگر آخر میں لوئی بونا پارٹ کے شانوں پر پھیل گئی تو ویدنوم کی لاٹ پر (113) نپولین کا کانسی کا مجسمہ چکنا چور ہو کر رہ جائے گا۔

مارکس نے دسمبر 1851 اور مارچ 1852 کے درمیان لکھا۔

رسالے Die Revolution (نیویارک) کے پہلے شمارے 1852 میں مارکس کے دستخط کے ساتھ شائع ہوا۔

---

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

تشریحی نوٹ

(1) لوئی بونا پارٹ کی اٹھارویں برومیئر؛ فرانس میں 1848 سے 1851 تک جو انقلابی واقعات پیش آئے ان کے ٹھوس تجزئے میں مارکس کی یہ تصنیف خود مارکسی تحریروں میں بڑی اہمیت کی مالک ہے۔ یہاں مارکس نے تاریخی مادیت کے تمام اصل اصول، یعنی طبقاتی جدوجہد اور پرولتاری انقلاب، ریاست اور پرولتاری ڈکٹیٹری کا نظریہ زیادہ کھول کر بیان کئے ہیں۔ پرولتاریہ کو بورژوا ریاست کے ساتھ کیسے پیش آنا چاہیے اس بحث کا مارکس نے جو نتیجہ نکال کر دکھایا ہے، وہ بے مثال اہمیت رکھتا ہے۔ مارکس کا کہنا ہے کہ "تمام اس مشین کو توڑنے کی بجائے اسے اور پکا کر دیتے تھے"۔ مارکس کے ثابت کئے ہوئے اس نتیجے کو لینن نے کہا ہے کہ یہ ریاست کے بارے میں مارکسی تعلیمات کا ایک نہایت بنیادی اور اہم نکتہ ہے۔

"لوئی بونا پارٹ کی اٹھارویں برومیئر" میں مارکس نے اسی سوال کا تجزیہ جاری رکھا ہے کہ جب انقلاب نزدیک ہو تو کسان کو مزدور طبقے کے دوش بدوش چلنا ہوگا، سماج کی زندگی میں سیاسی پارٹیوں کا مصرف بتایا ہے اور بونا پارٹزم کی اصل حقیقت کھول کر رکھ دی ہے۔

(2) دوسری دسمبر 1851 کو فرانس میں مخالفین انقلاب لوئی بونا پارٹ اور اس کے حواری حکومت کا تختہ الٹنے میں کامیاب ہو گئے۔

(3) Renaissance (رینا ساں، یا نشات ثانیہ) ___ مغربی اور وسطی یورپ کے کئی ملکوں میں تہذیبی اور نظریاتی ترقیوں کا زمانہ جو سرمایہ داری تعلقات رونما ہونے کا نتیجہ تھا۔ یہ زمانہ 15 ویں صدی کے نصف آخر

اور 16ویں صدی میں پھیلا ہوا ہے۔ اس زمانے کی خصوصیت یہ ہے کہ علوم وفنون میں جان پڑ گئی، یونان قدیم اور رومتہ الکبرٰی کی تہذیب کا ذوق وشوق پھر بیدار ہو(اسی از سر نو زندگی سے اس دور کا نام پڑا)۔اس دور کی خصوصیات کا مطالعہ کرنے کے لئے اینگلز کی تصنیف "فطرت کی جدلیات" پڑھنا چاہیے (منتخب تصانیف، جلد دوم)

(4) فرانس میں دوسری ریپبلک 1848 سے 1852 تک قائم رہی۔ مارکس نے اس دور کا تفصیلی بیان اپنی دو تصانیف میں دیا ہے ___ ایک "فرانس میں طبقاتی جدوجہد 1848 سے 1850 تک " دوسری " لوئی بونا پارٹ کی اٹھارویں برومیئر"

(5) Montagne (مونٹین) پارٹی 1790_1793 تک __ 18 ویں صدی کے آخری برسوں میں جب فرانسیسی بورژوازی نے انقلاب کیا ہے، اس وقت نیشنل کنونشن میں یہ ایک انقلابی جمہوریت پسندوں کا گروپ تھا۔ یہ نام اس لئے پڑا کہ وہ اس اجلاس کے وقت کنونشن کے ہال میں سب سے اوپر کی کرسیوں پر بیٹھا کرتے تھے۔

(6) لفظ برومیئر کا مطلب ہے فرانس کے ریپبلکن کیلنڈر کا ایک مہینہ۔ 18 ویں برومیئر یعنی 9 نومبر 1799 کا وہ دن جب نپولین بونا پارٹ نے حکومت کا تختہ الٹا اور بعد میں فوجی ڈکٹیٹری قائم کی۔ "18ویں برومیئر کا دوسرا ایڈیشن" کہنے سے مارکس کا اشارہ ہے دوسری دسمبر 1851 کے انقلاب حکومت کی طرف۔

(7) مطلب ہے 17ویں صدی میں انگلینڈ کا بورژوائی انقلاب۔

(8) عہد نامہ عتیق (اولڈ ٹسٹامنٹ) ___ موجودہ انجیل کا وہ بڑا حصہ جس میں

پیغمبروں اور قوانین کی کتب شامل ہیں۔ خیال ہے کہ لوگوں کی ذہانت نے مختلف زبانوں میں جو دینی اور دنیاوی عقائد کو فنی حسن عطا کیا ہوگا، بعد میں پادریوں نے اسی کو مانجھ کر حکمراں طبقوں کی خاطر مخصوص لفظوں میں مرتب کر دیا۔

(9) بیڈلم ___ لندن کا مشہور پاگل خانہ۔

(10) 10 دسمبر 1848 کو عام رائے شماری کے ذریعے لوئی بونا پاٹ کو فرانسیسی ریپبلک کا صدر چنا گیا۔

(11) مصری سالن کو پچھتانا ___ یہ محاورہ انجیل کی داستانوں سے لا آرہا ہے۔ انجیل میں بیان ہوا ہے کہ جب بنی اسرائیل کو مصر سے نکلنا پڑا تو سفر کی مصیبتوں سے تنگ آ کر بعض کم حوصلہ لوگ فریاد کرنے لگے اور انہیں پھر وہی قید کا زمانہ یاد آنے لگا جب پیٹ بھرنے کو سالن روٹی بے فکری سے مل جاتی تھی۔

(12) Hic Rhodus, hic salta; (یہ رہا روڈس، اب لگاؤ چھلانگ)۔ یہ فقرہ یونانِ قدیم کے داستان گو ایزوپ کی کہانیوں سے چل پڑا ہے۔ کہانی میں آیا ہے کہ ایک شیخی خورہ ہمیشہ گواہ پیش کر کے یہ ثابت کیا کرتا تھا کہ وہ ایک دفعہ روڈس جزیرے پر زبردست چھلانگ لگا چکا ہے۔ اُس کو جواب دیا گیا کہ گواہ لانے کی ضرورت ہی کیا ہے ___ یہ رہا روڈس اب لگاؤ چھلانگ۔ مطلب یہ کہ "ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے"۔

(13) فرانسیسی آئین 1848 کی رو سے ریپبلک کے صدر کا انتخاب ہر چوتھے سال مئی کے دوسرے اتوار کو ہونا چاہیے۔ مئی 1852 میں لوئی بونا پارٹ کی معیادِ صدارت ختم ہونے والی تھی۔

(14) "خلیاست" (لفظ خلیاس سے مشتق ہے، معنی ایک ہزار) ایک مذہبی

فرقہ جس کا عقیدہ تھا کہ یسوع مسیح پھر نمودار ہوں گے اور دنیا میں انصاف، مساوات اور شادمانی کا ہزار سالہ دور دورہ ہو جائے گا۔

(15) In Partibus Infidelium (لفظی مفہوم ہے "دیارِ کفر میں") یہ خطاب اُن کیتھولک پادریوں کے نام کے ساتھ جوڑا جاتا تھا جو غیر مسیحی ملکوں میں محض برائے نام تبلیغی خدمت پر مقرر کئے جائیں۔ مارکس اور اینگلز کی تحریروں میں یہ اصطلاحی لفظ ایسی حکومتوں کے لیے استعمال ہوا ہے جو اپنے ملک سے باہر پناہ گزینی کی حالت میں قائم ہوں اور جنہیں اندرون ملک کے حالات سے کوئی سروکار نہ ہو۔

(16) کیپٹول (Capitole)۔ روم کی پہاڑیوں میں سے ایک پر وہ قلعہ جس کے اندر مشتری کی عبادت گاہ یا مندر تھا۔ کہتے ہیں کہ 390 قبل مسیح میں جب گیلیوں نے شب خون مارا تو روم والے صرف اس لئے محفوظ رہے کہ وہیں جونو کی عبادت گاہ پر بطخوں کی کٹکٹاہٹ سے کیپٹول کے پہرہ دار جاگ اٹھے اور خبردار ہو گئے۔

(17) افریقی ___ الجیریائی۔ کے نام سے وہ فرانسیسی جنرل اور افسر مراد ہوتے ہیں جنہوں نے اپنی آزادی کی خاطر لڑنے والے الجیریائی (الجزائری) قبیلوں پر یورش کر کے غاصبانہ جنگوں میں نام پیدا کیا ہو۔ قانون ساز اسمبلی میں یہ افریقی جنرل کوے نیاک، لموری سئیر اور بیدو رپبلکنوں کے سربراہ تھے۔

(18) موروثی خاندانی اپوزیشن ___ جولائی کی بادشاہت کے دنوں میں فرانس کی پارلیمنٹ میں اس نام کا ایک حزب مخالف تھا۔ اس گروہ کے نمائندے آزاد خیال صنعتی اور کاروباری بورژوازی کی ترجمانی کرتے ہوئے اس بات کے حق

میں تھے کہ اوسط درجے کی کچھ انتخابی اصلاحیں کر کے انقلاب کی روک تھام کی جائے اور اس طرح سے اورلین شاہی خاندان کا اقتدار برنا رہے۔ اس حزب مخالف کا سربراہ اودی لوں بارو تھا۔

(19) جولائی کی بادشاہت ___ یہ لوئی فلپ کی بادشاہت کا زمانہ ہے جو 1830 سے 1848 تک چلاتا رہا۔ جولائی 1830 کے انقلاب سے اس کا نام پڑ گیا تھا۔

(20)۔ 15 مئی 1848 کو پیرس کے مزدوروں اور کاریگروں نے ایک عام مظاہرہ کیا اور جس ہال میں آئین ساز اسمبلی کا اجلاس ہو رہا تھا، وہاں زبردستی گھس کر اسمبلی کے توڑنے اور ایک انقلابی حکومت قائم کئے جانے کا اعلان کر دیا۔ نیشنل گارڈ اور فوج نے اسمبلی کے بچاؤ کے لئے حملہ کیا اور مظاہرین کے ہجوم کو تتر بتر کر دیا۔ مزدوروں کے لیڈر (بلانکی، البیر، رسپیل، سوبریو، وغیرہ) گرفتار کر لئے گئے۔

(21)۔ گشتی گارڈ کو عارضی حکومت نے 25 فروری 1848 کو ایک فرمان کی رو سے قائم کیا تھا تا کہ جو عام لوگ انقلابی جوش وخروش میں ڈوبے ہوئے ہیں ان کا توڑ کیا جائے۔ آوارہ گرد اور فالتو قسم کے آدمیوں (Lumpenproletariat) کی صف بندی سے بنایا ہوا یہ گشتی گارڈ جون کی عام شورش دبانے میں کام آیا۔

(22) رومی مؤرخ یوسی بیس کیساریسکی کا بیان ہے کہ شہنشاہ کانسٹنائن اول نے 312 میں، جب اسے اپنے مخالف میکسین تیس پر فتح ہونے والی تھی، آسمان پر ایک غیبی صلیب کا نشان دیکھا جس پر لکھا تھا "اس صلیب کے سائے میں فتح پاؤ گے

۔"

(23) Le National (نیشنل) فرانسیسی روزنامہ جو پیرس میں 1830 سے 1851 تک نکلتا رہا۔ یہ اعتدال پسند بورژوا ریپبلکنوں کا ترجمان تھا۔ عارضی حکومت میں اس رجحان کے جو نمایاں لوگ شامل ہوئے، ان میں مراست، بستیڈ اور گارنئے پاژلیس خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

(24) Journal der Debats politiques et litteraires (سیاسی اور ادبی بحثوں کا اخبار) فرانسیسی زبان میں بورژوازی کا روزنامہ، جس کی شروعات 1789 سے ہوئی تھی۔ سرکاری اخبار بن گیا۔ جب 1848 کا انقلاب ہوا تو یہ اخبار انقلاب کی مخالف بورژوازی یعنی ضابطہ پارٹی کی زبان بولنے لگا۔

(25) ویانا کے صلح نامے ___ مصنف کا اشارہ ہے 1815 کے ان صلح ناموں کی طرف جن پر ویانا شہر میں مئی جون کے مہینے میں دستخط ہوئے اور ان ملکوں نے شرکت کی جو نپولین بونا پارٹ کی جنگوں میں لپیٹ میں آئے تھے۔ 15-1814 کی ویانا کانگریس کے فیصلے کے مطابق فرانس کو 1792 کی سرحدوں میں بحال کر دیا گیا اور دوسری ریاستوں کی کڑی نگرانی لگا دی گئی۔ اس پر یہ پابندی بھی عائد کی گئی کہ یورپ کے کسی علاقے کو وہ اپنی سرحدوں میں نہیں ملا سکتا۔

(26) آئینی چارٹر ___ فرانس میں 1830 کے بورژوا انقلاب کے بعد یہ چارٹر منظور کیا گیا اور جولائی کی بادشاہت نے اسے ایک بنیادی قانون کی حیثیت سے پیش نظر رکھا۔ بظاہر اس چارٹر نے قوم کا اقتدار اعلیٰ تسلیم کیا اور بادشاہ کے اختیارات پر کچھ پابندیاں مان لی تھیں۔

(27) یلی سے ئی کے سبزہ زار (جو فرانسیسی میں Champs Elysees کہلاتے ہیں) پیرس کی شاہراہ جس پر یلی سے ئی کا محل واقع ہے اور 1848 کے آئین کی رو سے فرانسیسی ریپبلک کے صدر کی سرکاری قیام گاہ مقرر تھی۔ یہاں اس موقع پر مارکس نے لفظ یلی سے ئی کی تہہ میں ایک طنزیہ اشارہ کیا ہے کہ وہ پیرس میں صدر کا محل بھی اور پرانی داستانوں میں اسی نام کا ایک جنت کا قصر بھی۔

(28) کلیشی ___ پیرس میں نادہندہ قرضداروں کی جیل جو 1826 سے 1867 تک قائم رہی۔

(29) فرانس کی ریپبلک قائم ہونے کے فوراً بعد یہ سوال اٹھا کہ قومی جھنڈا کیسا ہونا چاہیے۔ پیرس کے انقلابی مزدوروں نے مطالبہ کیا کہ جون 1832 کی مسلح بغاوت کے وقت شہر کے مضافات میں مزدوروں نے جو لال جھنڈا اٹھایا تھا وہی قومی جھنڈا مقرر کیا جائے بورژوازی کے نمائندوں نے چاہا کہ ترنگا جھنڈا اپنایا جائے جس میں نیلے، سفید اور لال رنگ کی پٹی ہو کیوں کہ 18 ویں صدی کے اختتام پر بورژوا انقلاب کے وقت اور نپولین اول کے عروج کے دنوں میں وہی فرانس کا قومی نشان تھا۔ ان بورژوا ریپبلکنوں کا پرچم بھی ایسا ہی ترنگا تھا جو 1848 کے انقلاب سے پہلے تک "Le national" اخبار کے حامی تھے۔ مزدور نمائندوں کو مجبوراً ترنگے قومی جھنڈے پر راضی ہونا پڑا، البتہ علم یا چھڑ کیساتھ ایک لال پھندنا بھی نتھی کر دیا گیا۔

(30) پری ٹورین ___ روم قدیم میں سپہ سالار یا بادشاہ سلامت کے محافظ خاص پری ٹورین کہلاتے تھے۔ انہیں کچھ خصوصی اختیارات بھی حاصل تھے۔ اندرونی ہنگاموں میں بھی ان لوگوں کا بڑا ہاتھ رہتا تھا اور کئی بار ایسا ہوا کہ اپنے جی

حضوریوں کو تخت پر بٹھا دیا کرتے تھے۔ یہاں مارکس نے اس پرانے لفظ سے "10 دسمبری سوسائٹی" والوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(31) مئی 1849 سے جولائی تک کے اس زمانے کا ذکر ہے جب نیپلز کی سلطنت نے آسٹریا سے مل کر روم کی ریپبلک کے علاقے میں فوج بڑھائی۔

(32) مارکس نے یہاں لوئی بونا پارٹ کی زندگی کے چند واقعات گنائے ہیں: 1832 میں اس نے تورگاؤ علاقے میں سوئٹزرلینڈ کی شہریت اختیار کی۔ 1848 میں جب وہ برطانیہ میں مقیم تھا، اپنی خدمات "اسپیشل کانسٹیبلری" کے لئے پیش کر دیں (برطانیہ میں رواج ہے کہ شہریوں میں سے کچھ لوگوں کی رضا کارانہ پولیس ریزرو بنائی جاتی ہے)۔

(33) اورلین والے ___ یعنی اورلین گھرانے کے حمایتی۔ اورلین ___ بوربوں شاہی خاندان کی ایک نوجوان شاخ تھی۔ 1830 کے انقلاب نے اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں دے دیا تھا اور 1848 کے انقلاب نے وہ چھین لیا۔ یہ لوگ مالیاتی شرفاء (بڑے پیمانے پر روپے کا کاروبار کرنے والے) اور اوپر کی بورژوازی کے جاں نثار تھے۔

(34) ضابطہ پارٹی ___ قدامت پسندانہ خیالات والی اوپر کی بورژوازی نے یہ پارٹی 1848 میں بنائی تھی۔ اس میں فرانس کی دو خاندانی بادشاہتوں کے طرف دار گروہ ملے ہوئے تھے۔ ایک جائز وارث والے (legitimist) اور دوسرے اورلین والے۔ 1849 سے دوسری دسمبر 1851 تک (جب لوئی بونا پارٹ نے اندر سے حکومت کا تختہ الٹا) فرانس کی دوسری ریپبلک کی قانون ساز اسمبلی میں اس پارٹی کا بول بولا تھا۔

(35) کلی گولا ___ روم کا شہنشاہ (41 ___ 37) جسے پری ٹورین گارڈ نے تخت پر بٹھایا تھا۔

(74) اپریل 1849 میں فرانسیسی حکومت نے آئین ساز اسمبلی سے یہ منظوری حاصل کرلی کہ اٹلی میں فوجی مہم بھیجنے کے لئے مسلح کی جائے ،فوجی مہم بھیجنے کا عذر یہ پیش کیا گیا تھا کہ آسٹریا کے مقابلے پر پے مونٹ کی حمایت اور ریپبلک آف روم کی حفاظت کرنی ہے۔ اندرونی غرض یہ تھی کہ ریپبلک کے علاقے میں فوجی چڑھائی کرکے پاپائے روم کا اقتدار بحال کردیا جائے۔

36۔ اپریل 1849 میں فرانسیسی حکومت نے آئین ساز اسمبلی سے یہ منظوری حاصل کرلی کہ اٹلی میں فوجی مہم بھیجنے کے لئے مسلح کی جائے۔فوجی مہم بھیجنے کا عذر یہ پیش کیا گیا تھا کہ آسٹریا کے مقابلے پر پیے مونٹ کی حمایت اور ریپبلک آف روم کی حفاظت کرنی ہے۔ اندرونی غرض یہ تھی کہ ریپبلک کے علاقے میں فوجی چڑھائی کرکے پاپائے روم کا اقتدار بحال کردیا جائے۔

(37) "Le Moniteur universel" (اخبار عام) ___ فرانسیسی روزنامہ، حکومت کا ترجمان، پیرس میں 1789 سے 1901 تک نکلتا رہا۔ سرکاری احکام، پارلیمنٹ کی کاروائی اور مختلف سرکاری اعلان وغیرہ اسی اخبار میں شائع ہوا کرتے تھے۔

(38) Quaestor (کوئسٹر) ___ قانون ساز اسمبلی کا "کوئسٹر" ان ممبروں کو کہا جاتا ہے جنہیں اسمبلی کی طرف سے معاشی اور مالی معاملات کی دیکھ بھال اور اسمبلی کی سلامتی کا خیال رکھنے کی ذمہ داری سپرد ہو (روم قدیم میں لفظ کوئسٹر کی مناسبت سے یہ نام پڑا تھا)۔ یہاں مارکس نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا

ہے کہ 6 نومبر 1851 کو شاہی طرف دار کوئسٹر نے ایک مسودہ قانون پیش کیا جس کی غرض یہ تھی کہ قومی اسمبلی کے صدر کو فوج طلب کرنے کا اختیار دیا جائے۔ پیش کرنے والوں میں لے فلو، باز اور پنا کے نام تھے۔ گرما گرم بحث کے بعد یہ مسودہ قانون 17 نومبر کو رد کر دیا گیا۔

(39) آئین پسند (Consititutionalists)_ آئینی بادشاہت کے حامی، بادشاہ سے نزدیکی تعلق رکھنے والی اوپر کی بورژوازی کے نمائندے جو آزاد خیال شرفاء کی طرف سے بولتے تھے۔

ژیروندیست__18ویں صدی کے آخر میں فرانس کے بورژوا انقلاب کے وقت یہ ایک بورژوا سیاسی گروپ تھا، اعتدال پسندوں کے مفاد کا خیال رکھنے والا، انقلابی اور انقلاب کی مخالف طاقتوں کے درمیان ڈانواڈول۔ اس گروپ کا یہ نام پڑا ژیروندی حلقے کی وجہ سے کیوں کہ جو لوگ اس حلقے سے چن کر قانون ساز اسمبلی میں اور قومی کنونشن میں آتے تھے، زیادہ تر وہی اس گروپ کے لیڈر رہتے۔

جیکوبی (Jacobins)__18ویں صدی کے آخر میں بورژوا انقلاب کے وقت بائیں بازو کا بورژوا سیاسی گروپ۔ یہ اپنے فیصلوں میں پختہ تھے اور بے باکی سے یہ آواز بلند کرتے تھے کہ فرانس سے جاگیرداری کا خاتمہ اور مطلق العنانی کا صفایا کر دینا چاہیے۔

(40) 16 اپریل 1848 وہ تاریخ ہے جب پیرس کے مزدوروں نے ایک پر امن جلوس نکال کر عارضی حکومت کے سامنے اپنی یہ مانگ پیش کرنی چاہی کہ " مزدوروں کو تنظیم کا حق " ہو اور " آدمی کے ہاتھوں آدمی کا استحصال بند کیا جائے "۔ اس جلوس کو بورژوائی نیشنل گارڈ نے جو خاص اسی غرض سے بنایا گیا تھا، منتشر کر دیا۔

(41) فروندے کی تحریک ___ فرانسیسی شرفاء اور بورژوازی میں پھیلی ہوئی ایک تحریک مطلق العنان بادشاہی کے خلاف۔ یہ تحریک 1648 سے 1653 تک تیز رہی۔ اشرافیہ میں اس تحریک کے لیڈروں کو اپنے حواریوں اور غیر ملکی فوجیوں پر تکیہ تھا۔ اس زمانے میں جو کسان بغاوتیں ہوئیں اور شہروں میں جمہوری تحریکوں نے زور باندھا، انہیں بھی اس تحریک کے لیڈروں نے اپنی غرض کے لئے استعمال کیا۔

(42) فریگین ٹوپی ___ زمانہ قدیم کے فریگیوں کی لال ٹوپی۔ جیکوبی والوں نے اسی کو اپنے ہیٹ کے لئے نمونہ بنایا اور بورژوا انقلاب فرانس کے بعد سے یہ ٹوپی آزادی کی علامت شمار ہونے لگی۔

(43) نیلوفر ___ بوربوں شاہی خاندان کا اپنا اعلانی نشان۔

(44) ٹوری ___ انگلینڈ کی سیاسی پارٹی 17 ویں صدی کے آخر میں بنی، بڑے بڑے جاگیرداروں اور اوپر کے کلیسائی رہنماؤں کے حقوق کی حمایتی، جسے پرانے زمانے کی جاگیردارانہ قدریں عزیز تھیں۔ یہ پارٹی آزاد خیال اور ترقی پسند مطالبوں کے خلاف آواز بلند کرتی رہی اور 19 ویں صدی کے وسط میں اسی پارٹی کی بنیاد پر انگلینڈ کی کنزرویٹو پارٹی قائم ہوئی۔

(45) شہر ایمس ___ مغربی جرمنی کا وہ شہر جہاں گراف شمبورکا مستقل صدر مقام بن گیا۔ یہ شخص فرانسیسی تخت کا دعویدار اور بوربوں شاہی خاندان کی ایک شاخ کا چشم و چراغ تھا اور خود کو ہنری پنجم کہا کرتا تھا۔

کلیرمونت ___ لندن کے نزدیک ایک محل، جہاں فرانس کے بادشاہ لوئی فلپ نے انقلاب فروری 1848 سے بھاگ کر قیام کیا۔

(46) یری ھون_ انجیل کی داستان کے مطابق کہا جاتا ہے کہ یہ پہلا شہر تھا جو بنی اسرائیل نے فلسطین میں داخل ہونے کے بعد قبضہ کیا۔ محاصرہ کرنے والوں نے اس زور زور سے نقارے بجائے کہ شہر کی دیواریں گر گئیں۔

(47) یہاں مصنف کا اشارہ لوئی بوناپارٹ کے منصوبوں کی طرف ہے، جسے امید تھی کہ اسقف اعظم پوپ نہم کے ہاتھوں فرانس کی بادشاہت کا تاج پہنے گا۔ انجیل سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے بادشاہ حضرت داؤد کو پیغمبر سیموئیل نے تاج پہنایا تھا۔

(48) 2 دسمبر 1805 کو موراویہ کے علاقے کے مقام آسٹرلٹز پر گھمسان کی لڑائی ہوئی تھی جس میں نپولین اول نے روس اور آسٹریا کی فوج کو شکست دی تھی۔

(49) یہاں مطلب ہے جولائی 1830 کے انقلاب سے۔

(50) اشارہ ہے لوئی بوناپارٹ کی کتاب "نپولینی نکات" (Des Idees Napolenniennes) کی طرف ہے۔

(51) بورگ گراف (چودہریوں یا پٹیل) کے نام سے وہ سترہ آدمی مراد ہیں جو اورلین والوں اور جائز وارث والوں میں پیش پیش تھے۔ قانون ساز اسمبلی نے انتخابی قانون کا خاکہ تیار کرنے کے لئے جو کمیٹی بٹھائی تھی، یہ لوگ اس کے ممبر تھے اور خواہ مخواہ اختیارات کے دعویدار بن بیٹھے تھے، رجعت پرستانہ نیت رکھتے تھے۔ وکٹر ہیوگو کے مشہور تاریخی ڈرامے سے بورگ گراف کا نام لیا گیا جس میں وسطی دور کے جرمنی کے قلعہ داروں (بورگ، یعنی فصیل بند قلعہ یا گڑھی) کی تصویر کھینچی گئی ہے جنہیں بادشاہ کی طرف سے یہ منصب ملا کرتا تھا۔

(52) پیرس کا نیا قانون اخبار جو 1850 کے جولائی میں قانون ساز اسمبلی

نے پاس کیا، اس کی رو سے اخبار شائع کرنے والوں کو زیادہ زرضمانت رکھنا پڑتا۔ اخبار اور پمفلٹ نکالنے کے لئے اسٹامپ لگھ کر دینا پڑتا تھا۔

(53) "La Presse" ___ پیرس میں اس نام کا اخبار 1836 سے نکلنا شروع ہوا۔ جولائی کی بادشاہت کے زمانے میں وہ حزب مخالف کے ہاتھوں میں رہا۔ 49_1848 میں بورژوائی ریپبلکنوں کا ترجمان بن گیا اور بعد میں بونا پارٹ کی طرف سے لکھنے لگا۔

(54) Lazzaroni (موالی) اٹلی میں اپنے طبقوں سے کئے ہوئے آوارہ گرد متفرق لوگوں کا یہ نام پڑ گیا تھا۔ خاندانی بادشاہی کے حامی رجعت پرستوں نے ان لوگوں کو بار بار اپنی طرف ملایا اور آزاد خیال جمہوریت پسندوں کے خلاف استعمال کیا

(55) یہاں لوئی بونا پارٹ کی زندگی کے دو اہم واقعات کی طرف اشارہ ہے: 30 اکتوبر 1836 کو اس نے توپ خانے کی دو رجمنٹوں کو ملا کر استراسبورگ میں شورش اٹھانی چاہی لیکن شورش پسندوں سے ہتھیار رکھوا لئے گئے اور لوئی بونا پارٹ کو گرفتار کر کے امریکہ جلاوطن کر دیا گیا۔ 6 اگست 1840 کو اس نے پھر ایک قدم اٹھایا کہ بولون کی چھاؤنی کے فوجیوں میں بغاوت اٹھ کھڑی ہو، اس میں بھی ناکامی ہوئی۔ اسے عمر قید کی سزا سنائی گئی لیکن وہ 1846 میں انگلینڈ کو فرار ہو گیا۔

(56) اس موقع پر مارکس کا مطلب ہے ان اخباروں سے جو بونا پارٹ کے حامی بن گئے تھے۔ لوئی بونا پارٹ صدر کے سرکاری محل یلی سے ئی میں رہتا تھا، وہیں سے یہ لفظ لیا گیا ہے۔

(57) جرمن شاعر شیلر کی نظم "Lied an die Freude" (شادمانی

کی شان میں) سے ایک مصرعہ لے کر مارکس نے اسے دو معنی استعمال کیا ہے۔ نظم میں شاعر نے شادمانی کو ایلی زیم کی بیٹی کہا ہے۔ قدیم مذہبی داستانوں میں ایلی زیم یلی سے ئی اور دونوں کے معنی ہیں فردوس بریں۔ پیرس میں صدر کے سرکاری محل والے علاقے کا بھی یہی نام تھا۔

(58) 1789 کے بورژوا انقلاب کے وقت تک فرانس میں پارلیمنٹوں کا مقام ملک کی سب سے اونچی عدالت کا تھا جہاں شاہی احکام پر مہر لگتی تھی اور انہیں یہ حق بھی حاصل تھا کہ ایسے فرمانوں کی تصدیق سے انکار کر دیں جن سے ملک کے رسم و رواج اور قانون سازی کی خلاف ہوتی ہو۔

(59) بیل ایل۔ خلیج بسکے میں ایک جزیرہ تھا جہاں سیاسی قیدیوں کو کالے پانی کی سزا کاٹنی پڑتی تھی

(60) مارکس نے دوسری، تیسری صدی عیسوی کے قدیم یونانی مصنف اتھینا یوس کی کہانی سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اس مصنف نے اپنی کتاب "دسترخوان کے فلسفی" (Deipnosophistas) میں بیان کیا ہے کہ مصر کے فرعون طاحونس نے اسپارتا کے بادشاہ اگی سلائی کے پستہ قامت ہونے پر (جو اپنی فوج لے کر فرعون کی کمک پر آیا تھا) ایک پھبتی کسی "پہاڑ کو حمل ٹھہرا ہوا تھا۔ زیوس دیوتا دیکھ کر ڈر گئے۔ مگر پہاڑ میں سے نکلا چوہا" اس پھبتی پر اگی سلائی نے جواب دیا "ابھی تو میں تمہیں چوہا نظر آتا ہوں۔ وقت آئے گا کہ میں شیر دکھائی دوں گا"۔

(61) "L,Assemblee,nationale" (قومی اسمبلی) ــــ فرانسیسی روزنامہ، خاندانی بادشاہت کے حامیوں اور جائز وارث والوں کی طرف دار۔ یہ اخبار 1848 سے 1857 تک نکلتا رہا۔ 1848 اور 1851 کے

درمیان اس نے اورلین والوں اور جائز وارث والوں کے دونوں دعویدار گروہوں کے ملانے کی آواز بلند کی۔

(62) جائز وارث والوں کی طرف سے فرانسیسی تخت وتاج کے دعویدار گراف شمبورنے 1850 کے بعد چند سال وینس میں رہ کر گزارے۔

(63) 1814 سے 1830 کی بادشاہی بحالی کے دور میں جائز وارث والی پارٹی میں اس بات پر اختلاف رہا کہ کیا سیاسی ترکیبیں اختیار کی جائیں۔ لڈوگ ہژدہم 18 کے حامی ویلیل کا خیال تھا کہ رجعت پرستانہ قدم اٹھانے میں نہایت احتیاط سے کام لیا جائے لیکن پولی نیاک کا کہنا تھا کہ انقلاب سے پہلے کا سرکاری بندوبست جوکا توں پھر قائم کر دیا جائے (یہ شخص گراف دی آرتو رکا طرف دار تھا جو 1824 سے شاہ چارلس دہم کہلایا)

(64) "The Econmist" (ماہر معاشیات) انگلینڈ کا مشہور ہفتہ وار سیاسی اور اقتصادی رسالہ، اوپر کی صنعتی بورژوازی کا ترجمان جو 1843 سے برابر شائع ہورہا ہے۔

(65) لندن کی صنعتی نمائش ___ مئی 1851 سے اکتوبر تک انٹرنیشنل تجارت اور صنعت کی یہ پہلی نمائش لندن میں ہوئی تھی۔

(66) "Le Messager de 1,Assemblee" پیرس سے شائع ہونے والا روزنامہ جو لائی بونا پارٹ کا مخالف تھا۔ یہ روزنامہ 16 فروری سے 2 دسمبر 1851 تک چلا۔

(67) لمبی پارلیمنٹ جو 1653 ___ 1640 تک قائم رہی۔ انگلینڈ میں بورژوا انقلاب شروع ہوتے وقت چارلس اول نے یہ پارلیمنٹ طلب کی تھی جو اس

انقلاب کا قانون ساز ادارہ بن گئی۔ 1649 میں اسی پارلیمنٹ نے چارلس اول کو سزائے موت کا حکم سنایا اور انگلینڈ کو ریپبلک قرار دے دیا۔ 1653 میں کرومویل نے یہ پارلیمنٹ توڑ دی۔

(68) "Cevennes" (سیوینے) یہ فرانس کے صوبہ لانگے دوک کا پہاڑی علاقہ ہے جہاں 1702 سے 1705 تک کسانوں کی بغاوت چلتی رہی۔ پروٹسٹنٹ فرقے پر مظالم کی مخالفت سے یہ شورش اٹھی تھی، بعد میں جاگیرداری نظام کے خلاف کھلی بغاوت بن گئی۔ مارکس نے فرانس کے مغربی صوبے "واندیئے" کا حوالہ اس سلسلے میں دیا ہے کہ فرانسیسی شاہ پرستوں نے 1793 میں یہاں کسانوں کو بھڑکا کر انقلاب فرانس کے خلاف شورش کھڑی کر دی۔

(69) نیشنل کنونشن ___ 18 ویں صدی کے آخر میں بورژوا انقلاب کے زمانے میں فرانس کا سب سے اعلیٰ نمائندہ ادارہ جو ستمبر 1792 سے اکتوبر 1795 تک قائم رہا۔ انقلاب کے ساتھ ساتھ نیشنل کنونشن کا قدم بھی آگے بڑھتا رہا۔ فرانسیسی بورژوازی کی کوشش تھی کہ انقلاب سے جو فیض پہنچ سکتا ہے اسے مستقل کر دیا جائے اور ملک سے جاگیردارانہ سماجی نظام کا صفایا ہو جائے۔ کنونشن کے فیصلوں سے اسی کی تائید ہوتی رہی۔

(70) کوہ طور ___ جزیرہ نما عرب کے وہی مشہور پہاڑی سلسلہ جہاں انجیل کے بیان کے مطابق حضرت موسیٰ سے خدا نے کلام کیا اور ان پر تورات کی احکام نازل کئے۔

(71) کونسل آف کونسٹینس ___ جب کلیسا میں اصلاحات کی تحریک پھیلی تو کیتھولک کلیسا کی کمزوریاں دور کرنے کے لئے 1418 ___ 1414 تک یہ کونسل

بٹھائی گئی۔ اس کونسل نے مذہبی اصلاحات کے علمبردار جان ویکلف اور جان ہوس کے نظریات کو رد کر دیا، کیتھولک فرقے کے اندرونی اختلاف کا خاتمہ کیا اور کلیسائی اعلیٰ اختیارات کے تین دعویداروں کو برطرف کر کے ایک نئے اسقف اعظم کو چن لیا۔

(72) یہاں ان تحریروں کی طرف اشارہ ہے جو جرمن یا "سچے سوشلزم" کے خیالات کی طرف سے پیش کی گئیں۔ یہ خیالات 1840 کے بعد والے برسوں میں جرمنی کے نچلے درمیانی طبقے کے پڑھے لکھے لوگوں میں عام ہو گئے تھے، یہ ایک رجعت پرست رجحان تھا۔ مارکس اور اینگلز نے اپنی تصنیف "کمیونسٹ پارٹی کا مینی فسٹو" میں اس رجحان پر روشنی ڈالی ہے۔

(73) فرانس میں فلپ دی اورلین کی ریجنسی 1723__1715 تک قائم رہی جب تخت کا وارث لوئی پانذدہم نابالغ تھا۔

(74) تریر کی عبائے مقدس ____ کہتے ہیں کہ صلیب پر چڑھتے وقت حضرت عیسیٰ جو عبا پہنے ہوئے تھے، وہی عبا مغربی جرمنی کے پرانے شہر تریر میں کیتھولک گرجا کے اندر آج تک محفوظ ہے۔ اس عبائے مقدس کی زیارت کے لئے دنیا بھر سے زائرین کے ہجوم سالہا سال سے آتے ہیں۔

(74) ویندوم کی لاٹ ___ یہ 1806 اور 1810 کے درمیان پیرس میں نصب کی گئی نپولین نے جو فتوحات حاصل کیں ان کی یادگار کے طور پر مال غنیمت کی توپوں سے کانسی نکال کر یہ لاٹ ڈھالی گئی اور اس کے اوپر نپولین کا مجسمہ لگایا گیا۔ 16 مئی 1871 کو پیرس کمیون کے حکم سے یہ لاٹ زمین کے برابر کر دی گئی تھی لیکن 1875 میں رجعت پرستوں کے غلبے نے اسے پھر اپنی جگہ جما دیا۔

ناموں کا اشاریہ

الف

اپول (Hautpoul) الفونس آنری دی (1789_1865)۔ فرانسیسی جنرل۔ جائزوارث والوں کا حامی تھا، پھر بوناپارٹ سے مل گیا 50_1849 میں وزیر جنگ رہا۔

اڈلر (Adler)۔ وکٹر (1852_1918)۔ آسٹریائی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا ایک آرگنائزر اور لیڈر۔

اسمتھ (smith)۔ آدم (1733_1890)۔ مشہور انگریز ماہر معاشیات، بورژوائی کلاسیکی سیاسی معاشیات میں ایک مستند عالم۔

اگیس (Agis)۔ اول (اندازاً 399 قبل مسیح وفات پائی)۔ اندازاً 426_399 قبل مسیح تک اسپارٹا کا بادشاہ۔

اگی سیلائی (Agesilaus)۔ (اندازاً 442__358 قبل مسیح تک) 399 کے بعد اسپارٹا کا بادشاہ رہا۔

آلے (Allais)۔ لوئی پیئر کونستان (اندازاً پیدائش 1821) فرانس کا ایک پولیس ایجنٹ۔

انگلس (angles)۔ فرانسوا ارنسٹ (1807_6l) فرانس کا بڑا جاگیردار جو 51_1850 میں قانون ساز اسمبلی کا ممبر رہا اور ضابطہ پارٹی کا نمائندہ تھا۔

اودینو (Oudinot)۔ نکولا شارل وکٹر (1863_91) فرانسیسی جنرل، اورلین کا حامی۔ 1849 میں روم کی ریپبلک پر فوج لے کر گیا۔ بعد میں اس نے کوشش کی کہ 2 دسمبر 1851 کے انقلاب حکومت کا توڑ کرے لیکن کامیاب نہ ہو

سکا۔

اورلین خاندان (Orleans)۔فرانس کا ایک شاہی خاندان جو 1830_48 تک صاحب اختیار رہا۔

اورلین ہیلینا (Orleans Helene)۔ میکلن خاندان سے تھی (1814_58) شہنشاہ لوئی فلپ کے بڑے بیٹے فرڈنیڈ کی بیوہ۔

اورلین شاہ زادہ۔ دیکھئے لوئی فلپ۔

اووین (Owen)۔رابرٹ (1771_1858) یوٹو پیائی (قیاس) سوشلزم کی مشہور انگریز شخصیت۔

اپی کیورلیس (Epicurus) (زمانہ اندازاً 341__270 قبل مسیح تک) یونان کا قدیم مادیت پسند عظیم فلسفی جو خدا کا منکر تھا۔

اینگلز (Engels)۔فریڈرک (1820_1890)

ایویلینگ (Aveling)۔ ایلیونورا (1855_98) انگلینڈ کی اور بین الاقوامی مزدور تحریک میں نمایاں حصہ لیتی رہی۔ مارکس کی چھوٹی بیٹی۔ انگریز سوشلسٹ لیڈر ایڈورڈ ایویلینگ کی بیوی۔

آئی (Ailly)۔ پیئر دی (زمانہ 1425_1420__1350 تک) فرانس کا بڑا پادری جس نے کونسل آف کونسٹینس میں اہم رول ادا کیا۔

ب

بابیوف (Babeuf)۔گراخ (اصل نام فرانسوا نوئل) (1760_97) فرانسیسی انقلابی جو یوٹو پیائی مکمل مساوات والے کمیونزم کا خاص ترجمان تھا، وہی "مساواتیوں" کی سازش کا سرغنہ تھا۔

بارو(Barrot) ۔اودی لوں (1873__1791) فرانس کا ایک بورژوا سیاسی لیڈر،فروری 1848 تک یہ شخص آزادخیال کے خاندانی بادشاہت والوں کے حزب اختلاف کا سربراہ تھا۔ دسمبر 1848 تک وزیر اعظم کا عہدہ سنبھالے رہا۔ اس کی وزارت کوضابطہ پارٹی کی تائید حاصل تھی

باز(Baze) ۔ژاں دیدیے (1881_1800) ۔فرانسیسی وکیل اور سیاسی رہنما،اورلین والوں کی حمایتی۔

باکونن ۔میخائیل الیکساندرووچ(76_1814) ۔روسی ڈیموکریٹ،مضمون نگار،49_1848 کے انقلاب جرمنی میں شریک ہونے والا۔ انارکزم یانراج کا ایک مشہور نظریہ ساز پہلی انٹرنیشنل میں ممبر کی حیثیت سے شریک ہوا تو مارکس ازم کا جانی دشمن نکلا۔جب ہیگ میں 1872 کی کانگرس ہوئی تو اسے تفرقہ پردازی کے الزام میں انٹرنیشنل کی ممبری سے خارج کردیا گیا۔

بالزاک (Balzac) ۔انورے دی (1850_1799) ۔فرانس کا عظیم الشان حقیقت نگار ادیب اور مصنف۔

باؤیر (Bauer) ۔ برونو (86_1809) جرمن آئیڈیلسٹ فلسفی، ہیگل کے نوجوان پرستاروں میں اس کا نام نمایاں ہے بورژوائی ریڈیکل تھا،1866 کے بعد قومی آزادخیالوں میں مل گیا۔

باؤیر (Bauer) ۔ ایڈگر (86_1820) جرمن اہل قلم۔ یہ بھی اپنے بھائی برونو باؤیر کی طرح ہیگل کے نوعمر پرستاروں میں تھا (مارکس نے انہی کو باؤیر کا بھائی لکھا ہے)

براگے (Baraguay) ۔دی ایلئے،اشیل (1878_1795) فرانسیسی

جنرل۔ دوسری ریپبلک کے زمانے میں وہ آئین ساز اور قانون ساز دونوں اسمبلیوں میں چن کر آیا تھا۔ 1851 میں پیرس کی چھاؤنی کا کمانڈر تھا اور بونا پارٹ کا حامی۔

برنار (Bernard)۔فرانسیسی کرنل۔ جون 1848 کی بغاوت (پیرس) کے ملزموں کی چھان بین کے لئے جو فوجی کمیشن بٹھایا گیا اس کا سربراہ تھا۔ 1851 کو حکومت کا تختہ الٹے جانے کے بعد وہ ان ریپبلکنوں کے مقدمات کی عدالتی تحقیقات میں پیش پیش رہا جو بونا پارٹ کے خلاف تھے۔

بروٹ (Brutus)۔ مارک یونئ بروٹ (اندازاً 85__42 قبل مسیح کا زمانہ) روم کی وہ سیاسی شخصیت، جس نے جولیس سیزر کے خلاف سازش رچی تھی۔

بروش (Baroche)۔پیئر ژول (1870_1802) فرانس کی سیاست اور ریاست کے معاملات میں ایک نمایاں شخصیت، یہ بھی ضابطہ پارٹی کا نمائندہ تھا۔ پھر بونا پارٹ کا حمایتی ہوگیا۔ 1849 میں اپیلائٹ ٹربیونل کا سب سے بڑا وکیل سرکار بن گیا۔

بروی (Broglie)۔اشیل شارل (1870_1785) فرانس کے ریاستی معاملات میں پیش پیش 36_1835 میں وزیر اعظم رہا۔ 51_1849 قانون ساز اسمبلی کا ممبر تھا اور لین والوں کا حامی۔

بسمارک (Bismarck)۔ اوٹو (98_1815) جرمن پرنس۔ ریاستی معاملات میں نمایاں، پروشیا اور جرمنی کی طرف سے غیر ملکی تعلقات میں سرگرم۔ پروشیا کے تعلقہ داروں کا نمائندہ جو وہاں 71_1862 تک منسٹر پریذیڈنٹ تھا۔ بعد میں 90_1871 تک جرمن سلطنت کا ریخ چانسلر (صدر) رہا۔

بلان (Blanc)۔ لوئی (1811_82) فرانس کا چھوٹی بورژوازی والا سوشلسٹ، مؤرخ 1848 میں عارضی حکومت میں شریک تھا، لکسمبرگ کمیشن کا چیئرمین۔ اگست 1848 کے بعد سے لندن بھاگ جانے والے چھوٹے بورژوائیوں کا ایک لیڈر۔

بلانکی (Blanqui)۔ لوئی اوگوسٹ (1805_81) فرانسیسی انقلابی، قیاسی کمیونزم کا علمبردار۔ 1848 کے انقلاب کے وقت فرانس کی جمہوری اور پرولتاری تحریک میں انتہائی بائیں بازو کا حامی۔ کئی بار گرفتار رہا اور سزائیں کاٹیں۔

بوربوں (Bourbons)۔ فرانس کا شاہی خاندان جو 1589_1792 تک، پھر 1814_15 میں اور پھر 1815_30 تک حکمران رہا۔

بونا پارٹ۔ نپولین سوم کے نام میں ملاحظہ ہو

بونا پارٹ۔ فرانس میں شہنشاہوں کا ایک خاندان جو 1804 سے 1814_15 اور پھر 1852_70 تک حکمران رہا۔

بیئرے (Berryer) پیئر آنتواں (1790_1868)۔ فرانس کا ایک نمایاں وکیل اور سیاسی رہنما۔ جائزوارث والوں کا طرف دار۔

بیدو (Bedeau)۔ ماری الفونس (1804_63)۔ فرانس کا جنرل اور سیاسی لیڈر۔ اعتدال پسند بورژوا ریپبلکن۔ دوسری ریپبلک کے زمانے میں بیدو آئین ساز اور قانون ساز دونوں اسمبلیوں کا نائب صدر تھا۔

بینوا دی آزی (Benoist d Azy)۔ دینی (1880_94) فرانس کا ایک سیاسی لیڈر، روپیہ لگانے والا۔ 1849_51 میں قانون ساز اسمبلی کا نائب صدر رہا۔ جائزوارث والے گروہ کا آدمی۔ (p,244,215)

بیوبن (Bevan)۔اوسوانسی شہر میں ٹریڈ یونین کونسل کا صدر۔ جب اس شہر میں 1887 میں ٹریڈ یونین کانگرس ہوئی تو اس کا بھی صدر یہی بنا۔

بی یو (Billault)۔اوگوست ادولف ماری (63_1805) اورلین والوں کا حامی، ایک فرانسیسی سیاسی رہنما۔ 1849 سے وہ بوناپارٹ کا حامی بن گیا۔ 49_1848 میں آئین ساز اسمبلی کا ممبر اور 58_1854 تک وزیر داخلہ رہا۔

بیئی (Bailly)۔ژان سیلوین (93_1736) اٹھارویں صدی کے آخر میں بورژوائی انقلاب فرانس کا ایک رہنما جو آزاد خیال اور آئین پسند بورژوازی کے لیڈروں میں شمار ہوتا ہے۔

پ

پبلکولا (Publicola)۔پبلی ولیری پبلکولا (وفات 503 قبل مسیح) روم کی ریپبلک کے سلسلے میں ایک ایسا نام جو کچھ حقیقت ہے، کچھ افسانہ۔

پلیخانوف۔گیورگی والنتی نووچ (1918_1856)۔روسی اور انٹرنیشنل سوشلسٹ تحریک کا ایک پیشوا جس نے مارکس ازم کی تبلیغ میں زبردست کام کیا۔ 1883 میں ملک سے باہر پہلے روسی مارکسی گروپ کی بنیاد ڈالی۔ یہ گروپ تھا "محنت کی گلوخلاصی" عمر کے آخری دور میں مینشویک ہوگیا۔

پرودہون (Proudhon)۔پیئر ژوزف (63_1809) مشہور فرانسیسی ماہر معاشیات وعمرانیات۔ چھوٹی بورژوازی کا نظریہ ساز۔ انارکزم یا نراج کا نظریہ تیار کرنے والوں میں وہ بھی تھا۔

پوپ اعظم نہم۔(1878_1792)___ وہ 1846 سے آخر دم تک پاپائے روم رہا۔

پولی نیاک (Polignac)۔ اوگوست ژول آرمان ماری، پرنس (1780_1847) فرانس کے ریاستی معاملات میں نمایاں جائزوارث والوں کا حامی۔ کلیسائی عہدہ دار 30_1829 میں وزیر خارجہ بھی تھا اور وزیر اعظم بھی۔ پیرس کا نواب۔ ملاحظہ ہو لوئی فلپ البیر۔

پیرسنی (Persigny) ژاں ژلبر وکٹر، کاؤنٹ (72_1808)۔ فرانس کے ریاستی معاملات میں نمایاں۔ بوناپارٹ کا حامی 51_1849 میں دستور ساز اسمبلی کا ممبر رہا۔ 2 دسمبر 1851 کے انقلاب حکومت کی تیاریوں میں آگے آگے تھا۔ پہلے 54_1852 میں اور پھر 63_1860 تک وزیر داخلہ رہا۔

پیرو (Perrot)۔ بنجامن پیئر (1860_1791)۔ فرانسیسی جنرل جس نے 1848 میں جون کی بغاوت کچلنے میں حصہ لیا اور 1849 میں پیرس میں نیشنل گارڈ کا کمانڈر رہا۔

ت

توکویل (Tocqueville)۔ الیکس (59_1805) فرانس کا بورژوا مؤرخ اور سیاسی رہنما۔ جائزوارث والوں کا حامی۔ دوسری ریپبلک کے زمانے آئین ساز اور قانون ساز دونوں اسمبلیوں کا ممبر۔ جون سے اکتوبر 1849 تک وزیر خارجہ۔

تھوری نی (Theirs)۔ پیئر فرانسوا الیز بیتھ (1869_1798)۔ فرانسیسی ماہر قانون۔ لیون میں اپریل 1834 کی بغاوت کے ملزموں کی عدالتی کاروائی اسی کے ہاتھ میں تھی۔ بوناپارٹ کا حامی۔ 1851 میں وزیر داخلہ رہا۔

تیئر (Thiers)۔ ادولف (1877_1797)۔ فرانس کا بورژوا مؤرخ

اور ریاستی معاملات میں سرگرم۔ 1849_51 میں قانون ساز اسمبلی کا ممبر۔ اورلین والوں کا حامی۔ 1871_73 میں ریپبلک کا صدر رہا۔ پیرس کمیون کو خون میں ڈبونے والا۔

د

دانتن (Danton)۔ ژورژ ژاک (1759_94) اٹھارویں صدی کے آخر میں فرانس کے بورژوائی انقلاب کے نمایاں لوگوں میں سے ایک اہم شخصیت۔ جیکوبی گروہ کے داہنے بازو کا لیڈر۔

دفلوت (De Flotte)۔ پول (1817_60)۔ فرانس کے بحری بیڑے کا افسر۔ انقلابی بلانکی کا حامی۔ پیرس میں 15 مئی اور جون 1848 کی بغاوتوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والا۔ 1850_51 میں قانون ساز اسمبلی کا ممبر۔

دوپرا (Duprat)۔ پاسکل (1815_80)۔ فرانسیسی جرنلسٹ۔ بورژوائی ریپبلکن۔ دوسری ریپبلک کے زمانے میں آئین ساز اور قانون ساز دونوں اسمبلیوں کا ممبر۔ لوئی بوناپارٹ کے خلاف کھڑا ہوا۔

دوپن (Dupin)۔ آندرے ماری ژاں ژاک (1783_1865) فرانس کا ایک قانون دان اور اہم سیاسی رہنما، اورلین والوں کا طرفدار 1849_51 میں قانون ساز اسمبلی کا صدر۔ بعد میں بوناپارٹ سے مل گیا۔

دیمولین (Desmoulins)۔ کامل (1760_94)۔ فرانسیسی اہل قلم۔ اٹھارویں صدی کے آخر کے انقلاب فرانس میں نمایاں۔ یہ بھی دائیں بازو کا جیکوبی تھا۔

دیوشاتیل (Duchatel)۔شارل (1803_67)۔فرانس کے ریاستی معاملات میں نمایاں حیثیت کا آدمی، اورلین والوں کا حامی۔ پہلے 40_1839 میں اور پھر فروری 1840 سے 1848 تک وزیر داخلہ رہا۔

ڈیورنگ (Duhring)۔ یوگینی کارل (1833_1921)۔ جرمن فلسفی (ecletic philosopher) اور گھٹیا قسم کی معاشیات کا ماہر، چھوٹی بورژوازی کا رجعت پرستانہ سوشلزم کا ترجمان۔ اس کے فلسفے میں آئیڈیلزم بھی ہے اور گھٹیا مادیت پسندی بھی، پوزیٹوزم (positivism) بھی ہے اور مابعد الطبعیات بھی۔ 1863_77 تک برلن یونیورسٹی کا پروفیسر تھا۔

راتو (Rateau)۔ژاں پیئر (1800_87)۔فرانس کا ایک ممتاز وکیل جو بوناپارٹ کا حامی اور دوسری ریپبلک کے زمانے میں آئین ساز اور قانون ساز اسمبلی کا ممبر تھا۔

رچرڈ سوم (1452_85)۔زندگی کے آخری تین سال انگلینڈ کا بادشاہ رہا۔

روائی کولر (Royer.Collard)۔پیئر پول (1763_1845) فرانسیسی فلسفی اور سیاسی لیڈر۔ خاندانی بادشاہت کا حامی۔

روبس پیری (Robespierre)۔میکسی میلین (1758_94) اٹھارویں صدی کے آخر میں انقلاب فرانس برپا کرنے والوں میں پیش پیش۔ جیکوبی گروہ کا لیڈر 94_1793 میں انقلابی حکومت کا سربراہ۔

روگے (Ruge)۔ آرنلڈ (1802_80)۔ جرمن اہل قلم۔ ہیگل کا نوجوان پرستار۔بورژوا ریڈیکل۔ 1848 میں وہ فرینکفرٹ کی قومی اسمبلی کا ممبر

اور بائیں بازو کا آدمی تھا۔ 1850 کی دہائی میں چھوٹی بورژوازی کے ان لوگوں کا لیڈر تھا جو اپنا وطن جرمنی چھوڑ کر انگلینڈ چلے گئے۔ 1866 کے بعد نیشنل لبرل ہو گیا۔

روئے (Roucher)۔ ایژیں (1814_84) فرانس کی ایک سیاسی شخصیت۔ بونا پارٹ کا حامی۔ 52_1849 کے درمیان وقفوں سے وزیر عدالت رہا۔

ریکارڈو (Ricardo)۔ ڈیوڈ (1772_1823) انگریز ماہر معاشیات۔ بورژوا کلاسیکی سیاسی معاشیات کا سب سے اہم نمائندہ۔

ریموز (Remusat)۔ شارل فرانسوا ماری، کاؤنٹ (1797_1875) فرانس کا ریاستی معاملات کا ایک ممتاز نام اور ادیب اور لبرل کا حامی۔ 1840 میں وزیر داخلہ 73_1871 میں وزیر خارجہ رہا۔

رینیو (Regnaud)۔ سین ژاں دی انژیلی اوگوست میشل ایتھن۔ کاؤنٹ (1794_1870) فرانسیسی جنرل بونا پارٹ کا حامی۔ جنوری 1851 میں وزیر جنگ تھا۔

ز

زاسولیچ۔ ویرا ایوانوونا (1849_1919)۔ پہلے روس کی "نرودونک" (عوامی) تحریک میں اور آگے چل کر سوشل ڈیموکریٹک تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی رہی ایک مارکسی گروپ تھا "محنت کی گلوخلاصی" کے نام سے۔ اس میں سر گرم رہی، آخر میں منشویک گروہ میں شامل ہوگئی۔

ژیراردین (Giradin)۔ ایمپل دے (1806_81) فرانس کا بورژوا

اہل قلم اور سیاسی شخصیت اخبار "پریسے" کا ایڈیٹر۔ 1848 کے انقلاب سے پہلے وہ گیزو کی حکومت کے فریق مخالف میں شامل تھا، انقلاب کے زمانے میں بورژوا ریپبلکن ہوگیا۔ 51_1850 میں قانون ساز اسمبلی کا ممبر رہا اور بعد میں بونا پارٹ کا حامی بن گیا۔

ژیراردین (Giradin)۔ دلفینا دے (55_1804) فرانسیسی ادیبہ۔ ایمبل دے ژیراردین کی شریک حیات۔

ژان ویل (Joinville)۔ فرانسوا فرڈنین فلپ لوئی ماری۔ اورلین خاندان کا چشم و چراغ، پرنس (1900_1818) شہنشاہ لوئی فلپ کا فرزند۔ فروری 1848 کے انقلاب کی فتح مندی سے بھاگ کر انگلینڈ میں پناہ لی۔ (p,252,267)

ژیرو (Giraud)۔ شارل ژوزف برتیل می (81_1802)۔ فرانسیسی قانون داں، شاہی کا حامی، 1851 میں وزیر تعلیم۔

س

سسماندی (Sismondi)۔ ژاں شارل لیونارسموندے (1842_1773)۔ سوئٹزرلینڈ کا ماہر معاشیات، چھوٹی بورژوازی کی نظر سے سرمایہ داری کا نکتہ چین۔

سکندر اعظم۔ الیگزینڈر مکیدونیائی۔ (336_323 قبل مسیح) یونان کا مشہور سپہ سالار اور صاحب تخت وتاج۔

سلاندروز (Sallandrouse)۔ شارل ژاں (67_1808) فرانسیسی صنعت کار۔ 49_1848 میں آئین ساز اسمبلی کا ممبر۔ بونا پارٹ کا حامی۔

سلواندی (Salvandy)۔نرسیس اشیل، کاؤنٹ (1795_1856) فرانس کا مشہور ادیب اور ریاستی معاملات میں دخیل۔ اورلین والوں کا حامی۔ پہلے 39_1837 میں اور پھر 48_1845 میں وزیر تعلیم رہا۔

سولوک (Soulouque)۔فاؤستین (1782_1867) نائیجیریائی ریپبلک ہائتی کا صدر جس نے 1849 میں خود کو شہنشاہ فاؤستین اول کا لقب دیا۔

سیزر (Saesar)۔گائی جولیس سیزر (اندازاً 100_44 قبل مسیح تک) روم کا شہرہ آفاق سپہ سالار اور سیاسی رہنما۔

سین آرنو (Saint Arnaud)۔آرمان ژاک اشیل لیروا دے (1801_54) فرانسیسی مارشل، بوناپارٹ کا حامی۔2 دسمبر 1851 کو حکومت کا تختہ الٹنے میں شریک۔ بعد میں 54_1851 تک وزیر جنگ رہا

سین پریست (Saint Priest)۔عمانویل لوئی، ماری، وائی کونٹ (1789_1881)۔فرانسیسی جنرل اور ڈپلومیٹ۔ جائز وارث والوں کا حامی 51_1849 میں دستور ساز اسمبلی کا ممبر۔

سین بیوف (Saint Beuve)۔پیئر آنری (1819_55) فرانس کا ایک جاگیردار اور کارخانہ دار۔ دوسری ریپبلک کے زمانے میں آئین ساز اور قانون ساز اسمبلی کا ممبر، ضابطہ پارٹی کا نمائندہ۔

سین ژوست (Saint Just)۔لوئی آنتواں (1767_94) اٹھارویں صدی کے آخر میں انقلاب فرانس کا ایک اہم رہنما جیکوبی گروہ کے لیڈروں میں سے تھا۔

سین سائمن (Saint Simon)۔آنری (1760_1825) یوٹوپیائی

سوشلزم کی زبردست فرانسیسی شخصیت ۔(p,89)

سیو (Sue)۔ایژین (1804_57)فرانسیسی ادیب ۔قانون ساز اسمبلی کا 1850_51 میں ممبر تھا۔

سے (Say)۔ژاں باتیست (1767_1832)۔فرانس کا بورژوائی ماہر معاشیات ۔گھٹیا پولیٹیکل اکانومی کا نمائندہ۔

ش

شراس (Charras)۔ژاں باتیست ادولف (1810_65) فوجی اور شہری معاملات میں فرانس کی اہم شخصیت اعتدال پسند بورژوا ریپبلکن ۔ جون 1848 میں پیرس کے مزدوروں کی بغاوت کچلنے میں سرگرمی دکھائی ۔ بعد میں لوئی بوناپارٹ کے خلاف ہوگیا۔ فرانس سے جلاوطن کیا گیا۔

شرام (Schramm)۔ژاں پول آدم (1789_1884)۔فرانسیسی جنرل اور سیاسی رہنما۔ بوناپارٹ کا حامی 1850_51 میں وزیر جنگ رہا۔

شکسپیئر (Shakrepearre)۔ولیم (1564_1616)۔انگلستان کا مشہور شاعر، ڈرامہ نگار۔

شمبور (Chambord)۔آنری شارل۔کاؤنٹ (1820_83)۔ بوربوں شاہی خاندان کا آخری چشم و چراغ۔ کارل دہم کا پوتا، ہنری پنجم کے نام سے فرانسیسی تاج وتخت کا دعویدار۔

شنگارنئے (Changarnier)۔نکولا آن تیودیول (1793_1877)۔فرانسیسی جنرل اور بورژوا سیاسی لیڈر، شاہی کا حامی۔ جون 1848 کی بغاوت کے بعد پیرس کی چھاؤنی فوج اور نیشنل گارڈ کا کمانڈر۔ 13

جون 1849 کو پیرس کے جلوس کو درہم برہم کرنے میں اسی کا ہاتھ تھا۔

ف

فالو (Falloux)۔ الفرید (1811_86)۔ فرانس کا ایک سیاسی لیڈر جو جائز وارث والوں کا حامی اور کلیسائی آدمی تھا۔ 1848 میں اسی نے قومی ورکشاپ توڑ دینے کی شروعات کی تھی اور پیرس میں جون کی بغاوت کچل ڈالنے کی شہ بھی اس نے دی تھی۔ 1848_49 میں وزیر تعلیم رہا۔

فائر باخ (Feuerbach)۔ لڈوگ (1804_76)۔ مارکس سے پہلے تک وہی سب سے بڑا مادیت پسند جرمن فلسفی تھا۔

فوریئے (Fourier)۔ شارل (1772_1837)۔ فرانس کا بورژوا سیاسی رہنما، اورلین والوں کا حامی۔ ماہر معاشیات، مالتھوس کا پیرو۔ دسمبر 1848 سے مئی 1849 تک اور پھر 1851 میں وزیر داخلہ رہا۔ بعد میں بونا پارٹ کا حامی ہوگیا۔

فولد (Fould)۔ اشیل (1800_67)۔ فرانسیسی بینکر، پہلے اورلین والوں کا، بعد میں بونا پارٹ کا حامی۔ 1849_67 تک کئی بار وزیر مالیات رہا۔

ک

کابے (Cabet)۔ ایتین (1788_1856)۔ فرانس کا ایک اہل قلم جو 1830_50 کے درمیان پرولتاریوں کی سیاسی تحریک میں شریک رہا۔ پرامن قیاسی کمیونزم کا ممتاز ترجمان، جس کی ایک کتاب مشہور ہے "ایکاریا کا سفر"۔

کارلے (Carlier)۔ پئیر (1799_1858)۔ جو 1849_51 میں پیرس پولیس کا پریفیکٹ تھا اور بونا پارٹ کا حامی۔

کانستان (Constant)۔ بنجامن (1767_1830)۔مشہور فرانسیسی ادیب۔ لبرل خیالات کا سیاسی لیڈر۔

کرومویل (Cromwell)۔اولیور (1599_1658)۔17ویں صدی کے انگلینڈ میں جب بورژوائی انقلاب اٹھا تو کرومویل نے بورژوازی اور منصب داروں سے نئے نئے بورژوا بننے والے طبقے کی رہنمائی کی۔1653 سے آخر دم تک وہ انگلینڈ۔ اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کا لارڈ پروٹیکٹر بنا رہا۔

کرے ٹن (Creton)۔ نکولا جوزف (1798_1864)۔فرانسیسی وکیل۔ دوسری ریپبلک کے زمانے میں آئین ساز اور قانون ساز اسمبلی کا ممبر۔ اورلین والوں کا حامی۔

کلی گولا (Caligula)۔زمانہ (12_41) روم کا شہنشاہ۔

کوزین (Cousin)۔ وکٹر (1792_1867) فرانس کا آئیڈیلسٹ فلسفی (eclectic philosopher)

کوسی دیئر (Caussidiere)۔ مارک (1808_61) فرانس کا چھوٹی بورژوازی والا ڈیموکریٹ۔ 1834 میں لیون کی بغاوت میں شریک ہوا۔ فروری سے جون 1848 تک پیرس پولیس کا پریفیکٹ (انسپکٹر جنرل) رہا اور آئین ساز اسمبلی کا ممبر بن گیا۔ جون 1848 میں انگلینڈ فرار ہو گیا۔

کوے نیاک (Cavaiganc)۔لوئی ایژیں (1802_57)۔فرانس کا ایک جنرل اور سیاسی لیڈر۔ اعتدال پسند بورژوا ریپبلکن۔ مئی 1848 میں بغاوت کی تو اسے انتہائی بے دردی سے کچل ڈالا۔ جون 1848 سے دسمبر تک انتظامیہ کمیٹی کا سربراہ وہی تھا۔

گ

گراخی (Gracchi)۔یہ دو بھائی تھے: ایک گائی سمپرونی (153_121 قبل مسیح)، دوسرا تبیری سمپرونی (163_133 قبل مسیح)۔ روم قدیم کی دو ہر دل عزیز شخصیتیں، جنہوں نے ایسے زراعتی قانون بنوانے کے لئے انتہائی کوشش کی جن میں کسانوں کا فائدہ ہو۔

گرانئے دی کسانیاک (Granier de cassagnac)۔ادولف (80_1806)۔فرانسیسی جرنلسٹ بےاصولا سیاست دان، 1848 تک اورلین والوں کا حامی تھا، بعد میں بوناپارٹ کی طرف مڑ گیا۔ دوسری شہنشاہی کے زمانے میں قانون ساز بلاک کا ممبر مقرر رہوا۔

گرون (Grun)۔ کارل (87_1817)۔جرمنی کا چھوٹی بورژوازی والا صاحب قلم، 1840 کے چار پانچ سال بعد وہ "سچے سوشلزم" کے اہم نمائندوں میں شمار ہونے لگا تھا۔

گیز (Guise)۔ڈیوک ملاحظہ ہو ہنری دوم آف لوٹرنگ۔

گیزو (Guizot)۔فرانسوا پئیر ہیوم (1874_1787)۔ فرانس کا بورژوائی مؤرخ اور ریاستی معاملات میں ممتاز۔ 43_1840 تک فرانس کی اندرونی اور بیرونی سیاست کے تاراسی کے ہاتھ میں رہے۔

ل

لاروش ژاکلین (La Rochejaquelien)۔آنری اوگوست ژورژ، مارکوئیس (67_1805)۔ فرانس کا ایک سیاسی رہنما۔ جائز وارث والی پارٹی کے رہنماؤں میں شمار ہوتا تھا۔ دوسری ریپبلک کے زمانے میں وہ آئین ساز اور

قانون ساز اسمبلیوں کا ممبر رہا۔

لاسال (Lassalle)۔فرڈیننڈ (1825_64)۔ جرمن چھوٹی بورژوازی کا آدمی، مضمون نگار اور وکیل۔ رائن صوبے میں 1848_49 کی جمہوری تحریک میں شریک ہوا۔ 1860 کے بعد والے برسوں میں مزدور تحریک سے مل گیا۔1863 میں " کل جرمن مزدور یونین" کی بنیاد ڈالنے والوں میں سے تھا۔ پروشیا کے سائے میں جرمنی کو ملا کر ایک ملک کرنے کا تحریک کا حامی جس نے جرمن مزدور تحریک میں موقع پرستی کی ٹیڑھ پیدا کر دی۔

لافارگ (Lafargue)۔لاؤرا (1845_1911)۔ فرانس کی مزدور تحریک کی سرگرم لیڈر۔ پول لافارگ کی بیوی اور کارل مارکس کی بیٹی۔

لامارتین (Lamartine)۔ الفونس (1790_1869)۔ فرانسیسی شاعر، مؤرخ اور سیاسی شخصیت۔ 1848 میں وزیر خارجہ بھی تھا اور عارضی حکومت کا اصلی سربراہ بھی۔

لاہت (La Hitle)۔ژاں ارنسٹ (1789_1878)۔فرانسیسی جنرل، بوناپارٹ کا حامی۔ 1850_51 میں قانون ساز اسمبلی کا ممبر۔ 1849 سے 1851 تک وزیر خارجہ۔

لوئی (Louis) چودھواں۔(1638_1715) 1643 سے آخر دم تک فرانس کا بادشاہ رہا۔

لوئی (Louis) پندرھواں۔(1710_74)۔ پانچ برس کی عمر میں فرانس کا بادشاہ بنایا گیا اور آخر دم تک صاحب تخت و تاج رہا۔

لوئی (Louis) سترھواں۔(1755_1824)۔پہلے 1814_15 اور

پھر 1815 سے آخر دم تک فرانس کا بادشاہ رہا۔

لموری سیئر (Lamoriciere) ۔کرستوف لوئی لیون (1806_65)۔ فرانسیسی جنرل، اعتدال پسند بورژوا ریپبلکن۔1848 میں اس نے جون کی بغاوت کچلنے میں پورا زور لگایا اور بعد میں جون سے دسمبر تک کاوے نیاک کی حکومت کا وزیر جنگ رہا۔

لوتھر (Luther)۔ مارٹن (1483_1546)۔مسیحیت کی اصلاحی تحریک کا مشہور رہنما جس نے جرمنی میں پروٹسٹنٹ فرقے کی بنیاد رکھی۔ جرمنی کے چودھری (بورگ) ذہن کا نمائندہ۔

لوک (Locke)۔ ژاں (1632_1704) ثنویت کا ماننے والا مشہور انگریز فلسفی جس نے فلسفے میں حسیت کو اہم قرار دیا۔

لوئی بونا پارٹ ۔ملاحظہ ہو نپولین سوم

لوئی نپولین ۔ملاحظہ ہو نپولین سوم

لوئی فلپ (Louis Philoppe)۔ (1773_1850) اورلین شاہی خاندان کا چشم و چراغ جو 1830_48 تک فرانس کا بادشاہ رہا۔

لوئی فلپ (Louis Philippe)۔ البیر اورلین۔ پیرس کا نواب (count of paris) (1838_94)۔لوئی فلپ بادشاہ کا پوتا۔ فرانسیسی بادشاہت کا دعویدار۔

لیدرو رولین (Ledru Rollin)۔ الیگزینڈر اوگوست (1807_74)۔فرانسیسی اہل قلم، چھوٹی بورژوازی کے ڈیموکریٹ لیڈروں میں سے تھا۔ اخبار "Reforrne" کا ایڈیٹر۔ آئین ساز اور قانون

ساز دونوں اسمبلیوں کا ممبر اور وہاں "مونٹین" (پہاڑی) پارٹی کا لیڈر۔ بعد میں ملک چھوڑ کر نکل گیا۔

لے فلو (Le Flo)۔ ادولف عمانویل شارل (1804_87)۔ فرانس کا ایک جنرل اور سیاسی لیڈر جو ضابطہ پارٹی کا نمائندہ بنا۔ دوسری ریپبلک کے زمانے میں وہ آئین ساز اور قانون ساز اسمبلیوں کا ممبر رہا۔ (p,183,273)

لونگے (Longuet)۔ جینی (1844_83)۔ مارکس کی بڑی بیٹی جس نے فرانسیسی سوشلسٹ شارل لونگے سے شادی کر لی تھی۔

لونگے (Longuet)۔ ژاں (1876_1938)۔ مارکس کا نواسا، جینی لونگے کا بیٹا۔ فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی اور دوسری انٹرنیشنل کے اصلاح پسند لیڈروں میں سے تھا۔

م

ماتیسنی (Mazzini)۔ جوزف (1805_72) اٹلی کا مشہور انقلابی اور بورژوا ڈیموکریٹ۔ قومی آزادی کی تحریک کا ایک سرگرم لیڈر۔ 1849 میں جب روم کی ریپبلک قرار دی گئی تو عارضی حکومت کا سربراہ وہی تھا۔ 1850 میں یورپی ڈیموکریٹوں کی ایک مرکزی کمیٹی لندن میں بنائی گئی تو اس کی تنظیم میں بھی پیش پیش رہا۔ پہلی انٹرنیشنل قائم ہوئی تو اسے اپنے ہاتھ تلے رکھنے کی کوشش کی، پھر اٹلی میں علیحدہ سے مزدور تحریک کی ترقی میں رکاوٹ ڈالتا رہا۔

مارکس (Marx) جینی۔ (1814_81)۔ گھر کا نام تھا فون ویسٹ فالین۔ کارل مارکس کی بیوی، صحیح معنوں میں شریک حیات اور مددگار۔

کارل مارکس (Karl marx)۔ (1818_83)

مارگن (Morgan)۔لوئیس ہنری (1818_81)۔امریکہ کا مشہور عالم، مؤرخ، جس نے ابتدائی سماج کی تحقیق کی ہے، بے ترتیب مادیت کا قائل۔

مال ویل (Maleville)۔لیون (1803_79)۔ فرانس کا ایک سیاسی رہنما، اورلین والوں کا حامی۔ دوسری ریپبلک کے زمانے میں آئین ساز اور قانون ساز اسمبلیوں کا ممبر۔ دسمبر 1848 کے دوسرے پندھواڑے میں وزیر داخلہ بھی رہا۔

مانیان (Magnan)۔ برنارڈ پئیر (1865_1791)۔فرانسیسی مارشل، بوناپارٹ کا حامی۔ 2 دسمبر 1851 کو حکومت کا تختہ الٹنے کی تیاریوں میں اس کا بڑا ہاتھ تھا۔

ماورر (Maurer)۔ جارج لڈوگ (1872_1790)۔جرمنی کا ایک مشہور بورژوا مؤرخ۔ اس نے قدیم اور وسطی زمانے کے جرمنی میں سماجی نظام کی تحقیق کی۔

مراست (Marrast)۔ آرمان (1801_52)۔ فرانسیسی مضمون نگار۔ اعتدال پسند بورژوا ریپبلکنوں میں ایک لیڈر شمار ہوتا تھا۔ اخبار "National" کا ایڈیٹر۔1848 میں عارضی حکومت میں شریک ہوگیا اور پیرس کا میئر بنا۔ 49_1848 میں آئین ساز اسمبلی کا صدر رہا۔

مسانیلو (Maseniello)۔ (یہ تو مازو آنیلو اس کا نام پڑ گیا تھا)، (1620_47)۔ ماہی گیر تھا۔ 1647 میں نیپلز کی شورش کا لیڈر۔ اسپین کے غلبے کے خلاف یہ شورش اٹھی تھی۔

موپا (Maupas)۔ شارلیمان ایمیل (1818_88)۔ فرانسیسی

وکیل، بونا پارٹ کا حامی۔ 1851 میں پیرس کی پولیس کا پریفیکٹ (انسپکٹر جنرل)۔ 2 دسمبر 1851 کو حکومت کا تختہ الٹنے کی تیاریوں میں اس کا بھی ہاتھ تھا۔ 1852_53 میں پولیس کا منسٹر رہا۔

مورنی (Morny)۔ شارل اوگوست لوئی جوزف دے، ڈیوک (1811_65)۔ فرانس کی ایک اہم شخصیت، بونا پارٹ کا حامی۔ 1849_51 میں قانون ساز اسمبلی کا ممبر۔ 2 دسمبر 1851 کے انقلاب حکومت کی تدبیروں میں وہ بھی شریک تھا۔ دسمبر 1851 اور جنوری 1852 میں وزیر داخلہ رہا۔

مولے (Mole)۔ لوئی ماتیو، کاؤنٹ (1781_1855)۔ فرانس کے ریاستی معاملات میں دخیل، اورلین کا حامی۔ 1836_37 میں اور پھر 1837_39 تک وزیر اعظم رہا۔ دوسری ریپبلک کے زمانے میں آئین ساز اور قانون ساز اسمبلیوں کا ممبر تھا۔

مونتا لامبیر (Monta Lembert)۔ شارل (1810_70)۔ فرانسیسی اہل قلم۔ دوسری ریپبلک کے زمانے میں آئین ساز اور قانون ساز اسمبلی کا ممبر رہا، اورلین والوں کا حامی۔ کیتھولک پارٹی کا لیڈر۔

میکفرلین (Macfarlane)۔ ہیلن، 1849_50 میں چارٹسٹوں کے اخبار میں کام کرتی تھی، اس نے "کمیونسٹ پارٹی کا مینی فسٹو" انگریزی میں ترجمہ کیا۔

منوگن (Mauguin)۔ فرانسوا (1785_1854)۔ فرانسیسی قانون دان۔ 1848 تک شاہی خاندانوں کے آزاد خیال حامی حزب مخالف کا ایک لیڈر

تھا۔ دوسری ریپبلک کے زمانے میں آئین ساز اور قانون ساز اسمبلی کا ممبر ہو گیا۔

ن

نپولین اول (Nepoleon)۔ بونا پارٹ (1769_1821)۔ فرانسیسی سپہ سالار جو 14_1804 تک اور پھر 1815 میں فرانس کا شہنشاہ رہا۔

نپولین سوم (Napoleon)۔ لوئی نپولین بونا پارٹ (1808_73)۔ نپولین اول کا بھتیجا۔ 51_1848 میں دوسری ریپبلک کا صدر تھا۔ پھر 1852_70 تک فرانس کا شہنشاہ بنا رہا۔

نیے مئیر (Neumayer) مکسی میلین ژورژ جوزف (1789_1866)۔ فرانسیسی جنرل، ضابطہ پارٹی کا طرف دار۔

نیئی (Ney)۔ ایڈگر (1812_82)۔ فرانسیسی فوجی افسر۔ بونا پارٹ کا حامی اور صدر لوئی بونا پارٹ کا مصاحب خاص۔

و

واتی مینل (Vatimesnil)۔ آنتواں (1789_1860)۔ فرانس کا ایک سیاسی رہنما، جائز وارث والوں کا حامی۔ 51_1849 تک قانون ساز اسمبلی کا ممبر رہا۔

وائس (Vaisse)۔ کلاد ماریوس (1799_1864)۔ فرانس کے ریاستی معاملات میں نمایاں نام۔ بونا پارٹ کا حامی، جنوری سے اپریل 1851 تک وزیر داخلہ رہا۔

وائیٹلنگ (Weitling)۔ ولیم (1808_71)۔ جرمنی میں جب مزدور تحریک نے سر اٹھایا تو یہ شخص اس کا ایک اہم لیڈر تھا۔ قیاس پر مبنی، مساواتی،

کمیونزم کے نظریہ سازوں میں اس کا نام بھی آتا ہے۔

ویدل (Vidal)۔فرانسوا (72_1814)۔ فرانس کا ایک ماہر معاشیات، چھوٹی بورژوازی کا سوشلسٹ۔ 1848 میں لکسمبرگ کمیشن کا سیکریٹری تھا۔ 51_1850 میں قانون ساز اسمبلی کا ممبر رہا۔

ویرون (Veron)۔لوئی دزیرے (1867_1798)۔ فرانس کا اخبار نویس اور سیاسی رہنما، بوناپارٹ کا حامی، اخبار "کانسٹی ٹیوشنل" کا مالک۔

ویلیل (Villele)۔ ژاں باتیست سیرا فین جوزف (1854_1773)۔ فرانس کے ریاستی معاملات میں نمایاں شخصیت، جائز وارث والوں کا حامی۔28_1822 تک وزیر اعظم رہا۔

ویئرا (Vieyra)۔ فرانسیسی کرنل، بوناپارٹ کا حامی۔ 2 دسمبر 1851 کے انقلاب حکومت میں یہ بھی پیش پیش تھا۔

ہ

ہنری دوم آف لوٹرنگ (Henry 2 of Lorraine)۔ ڈیوک گیز (64_1614)۔فروندا کا ایک ممتاز شخص۔

ہنری پنجم (Henry 5)۔ ملاحظہ ہو شامبور، آنری شارل۔

ہنری ششم (Henry 6)۔ (71_1421)۔ جو 61_1422 تک انگلینڈ کا بادشاہ رہا۔

ہیکس تھاسن (Haxthausen)۔ اگوسٹ (1866_1792)۔ پروشیا کا ایک عہدہ دار اور ادیب۔ اس نے ایک کتاب لکھی جس میں دکھایا گیا ہے کہ روس کی کاشتکاری میں قدیم زمانے کے مشترکہ ملکیت نظام کے آثار ابھی تک

باقی ہیں۔

ہیگل (Hegel)۔ جارج ولہم فریڈرک (1770_1831)۔ کلاسیکی جرمن فلسفے کی سب سے قدآور شخصیت۔ معروضی آئیڈیلسٹ۔

ہیوگو (Hugo)۔ وکٹر (1802_85)۔ فرانس کا بڑا ادیب اور ناول نگار۔ دوسری ریپبلک کے زمانے میں آئین ساز اور قانون ساز دونوں اسمبلیوں کا ممبر رہا۔

ی

یون (Yon)۔ فرانس کا پولیس کمشنر جسے 1850 میں قانون ساز اسمبلی کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی۔(p,225,231,232)

ادبی اور افسانوی شخصیتیں

اکیلیس (Achilles)۔ یونان میں تلفظ اخیل۔ قدیم یونان کا رستم داستاں جس نے ٹرائے شہر کا محاصرہ کیا تھا۔ ہومر کی ڈرامائی نظم ایلیڈ (illiad) کا ہیرو۔ روایت ہے کہ جب تک ایڑی زمین کو لگی رہتی وہ فتح یاب ہوتا۔ ایڑی میں تیر لگنے سے اس کی جان گئی۔

پاؤل (paul)۔ انجیل کی روایت کے مطابق ایک مسیحی ولی گزرے ہیں۔

تھی ٹس (Thetis)۔ قدیم یونانی روایت سے یہ سمندر کی دیوی ہے اور اکیلیس کی ماں جس نے بیٹے کو ٹرائے کے کنارے پر پہلے قدم رکھنے کی پیش بندی کر دی تھی کیوں کہ جو کوئی پہلے قدم رکھتا وہ مارا جاتا۔

دیموکلس (Damocles)۔ قدیم یونانی روایت کے مطابق چوتھی صدی قبل مسیح میں وہ سراکس کے ظالم بادشاہ دیونی سس کا مصاحب تھا۔ دیونی سس نے

اسے دعوت دی اور اپنے تخت پر بٹھالیا۔ عین اس کے سر پر گھوڑے کے بال سے بندھی تلوار لٹکتی رہی۔ اس قدر دانی اور دہشت کا مطلب یہ تھا کہ دیموکلس اس سے جلنے کی بجائے دیکھ لے کہ انسانی عیش کے لباس میں ہر وقت خطرے کا کانٹا چبھتا ہے۔ تب سے یہ مثل ہوگئی "دیموکلس کی تلوار" یعنی خطرہ جو تلوار کی طرح برابر سر پر منڈلا رہا ہو۔

سیرتسئے (Circei)۔ جسے کرکا (Circe) بھی کہتے ہیں۔ جزیرہ ائیا کی پرانی جادوگرنی جس نے اولیس کے ہمراہیوں کو سور کی جون میں ڈال دیا تھا اور اسے سال بھر اپنے جزیرے میں رکھا۔ اس سے مراد ہوتی ہے جان لیوا حسینہ۔

سیموئیل (Samuel) انجیل کی روایت کے مطابق قدیم یہودی پیغمبر (حضرت اسماعیل)

کراپولینسکی (Crapulinski)۔ یہ جرمن شاعر ہائنے کی مشہور نظم "دو سردار" کا ہیرو ہے، یعنی دیوالیہ زمیندار۔ یہ نام فرانسیسی لفظ "کراپولے" سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں کنگلا، ندیدہ، ٹوٹ کر پینے والا، نکھٹو وغیرہ۔ مارکس نے لوئی بوناپارٹ پر یہ پھبتی کسی ہے۔

کرے ویل (Crevel)۔ بالزاک کے ناول "La Cousine Bette" کا ایک کردار جو نو دولتیے، ژولے پر ہاتھ صاف کرنے والے اور بدچلن آدمی کا نمونہ ہے۔

واکھ (Bacchus)۔ واکھ رنگ رلیوں کا رومن دیوتا۔

ہیاکوک ___ انجیل میں ایک پیغمبر کا نام

یسوع مسیح _ حضرت عیسیٰ کا دوسرا نام۔

ختم شد

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006